# حقیقت العمل

مُصنّفہ

عارفِ کامل حضرت سیّد الطاف حسینؒ قبلہ اعلی اللہ مقامہ

ترتیب و تدوین و حواشی

ڈاکٹر سیّد بو علی کاظمی

ناشر

سادات عظام

دربار شریف۔ بدوملہی (نارووال)

## بحضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضورِ اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
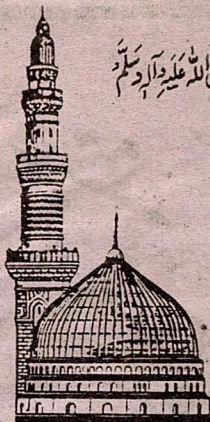
خدا کا ذکر کرے اور ذکرِ مصطفیٰ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں، خدا نہ کرے

درِ رسول پہ ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ
کوئی سوال کرے اور وہ عطا نہ کرے

(عاشق حسین بی۔اے)

کونین نہیں ہے تری خاکِ کفِ پا بھی
تو حسنِ خلائق بھی ہے تو عشقِ خدا بھی

یزداں کے سوا کون ترا مرتبہ جانے
مسجودِ ملائک ہیں ترے در کے گدا بھی

کیا عشق ہے لازم ہوا ہر اہلِ صفا پر
تکمیلِ عبادت کے لیے تیری ثنا بھی

یہ سجدہ و تسبیح بجا اپنی جگہ پر
درکار ہے بخشش کے لیے تیری رضا بھی

کونین کو قربان کروں نام پہ تیرے
توفیقِ ثنا دی ہے تو دے ذوقِ وفا بھی

(شہرت بخاری)

عارفِ کامل حضرت سیّد الطاف حسینؒ قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ

# انتساب

میں یہ کتاب اپنے نانا جی سرکار عارفِ کامل حضرت
سیّد الطاف حسین قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی طرف سے بطور ہدیہ اُن کے مُرشدِ
مُرشدِ کامل حضرت عرش آشیاں، سلطان اولیاء، شمس العارفین، قدوۃ السالکین
برہان العارفین، منہاج المتقین، قطب الاقطاب، زبدۃ الاخیار، نجم الابرار،
پیشوائے اہلِ عرفان، مقتدائے اہلِ ایقان حضرت عالی جناب سیّد
فقیر اللہ شاہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر سیّد بو علی کاظمی

نام کتاب ــــــــــ حقیقت العمل (حق و باطل میں تمیز و تفریق)

مُصنّف ــــــــــ حضرت سیّد الطاف حسین اعلی اللہ مقامہٗ

ترتیب، تدوین و حواشی ــــــــــ ڈاکٹر سیّد بُوعلی کاظمی ایم بی بی ایس

بسبِ فرمائش ــــــــــ عالی جناب سیّد احمد شاہ صاحب مدظلہٗ

تصاویر ــــــــــ سیّد اسد علی کاظمی

ناشر ــــــــــ سادات عظام دربار شریف بدّوملہی (نارووال)

بار اوّل ــــــــــ ۱۴۱۶ھ - ۱۹۹۶ء

خصوصی معاونت ــــــــــ مبشر اعظم خاں، جناب نوید اقبال فاروقی صاحب



ملنے کے پتے

• ڈاکٹر سیّد بوعلی کاظمی

۲۴- ابدالی سٹریٹ، اتحاد کالونی، شیراز پارک، ملتان روڈ، لاہور

• سیّد اسد علی کاظمی

دربار شریف بدوملہی (نارووال)

# اظہار تشکر

خداوند عالم، سرکار محمدؐ و آل محمدؐ اور بزرگان درگاہ عالیہ کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس گراں مایہ تصنیف کی طباعت کا اس ذرہ بے مقدار کو شرف بخشا۔ ان کی بارگاہ منیع ورفیع میں میرا جیسا حقیر وذلیل گدا باریابی کی امید کر سکے اور اس امید ہی پر صبر نہ کرے بلکہ نذرانہ بھی پیش کرنے کی جرات کرے یہی نہیں بلکہ اس کے قبول ہونے کی بھی امید رکھے محض ان کے لطف عمیم کی وجہ سے ہے۔ بائیس سال کا طویل عرصہ گزرا مصنف کو اس جہاں سے پردہ کیے ہوئے اور تقریباً بیس بائیس سال ہی لگے ہونگے اس کتاب کی تکمیل میں گویا یہ کتاب وہ علم و عرفان کا خزانہ ہے جو انہوں نے اپنے معتقدین کے لیے بالخصوص اور عوام الناس کے لیے بالعموم قطرہ قطرہ جمع فرمایا اور اسے ایک کتاب کی شکل میں محفوظ کیا۔ جب یہ کتاب میرے مطالعہ سے گزری تو میں نے جانا کہ ان کی اصل جاگیر یہی تھی جو انہوں نے اپنی اولاد اور مریدین کے لیے ورثے میں چھوڑی۔

سرکارؒ کی تمام اولاد پاک کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے ہر مرحلے پر میری معاونت فرمائی اور اپنی زریں آراء سے نوازا۔ مصنف کے فرزند ارجمند صاحبزادہ جناب سید احمد شاہ صاحب مدظلہ کا خصوصیت سے مشکور ہوں کہ انہوں نے حقیر، تہی دامان علم کو اہل سمجھتے ہوئے اس کتاب کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس سلسلہ میں مالی امداد بھی کی

احقر العباد ڈاکٹر بوتل کاظمی

# بحضور شاہ نجفؑ

عرض گزار عالی جناب پیر سید اشفاق حسین قبلہ مدظلہ العالی

درگاہ عالیہ بدو ملہی شریف

مصیبت دے ویلے میں کنوں پکاراں
بڑا گنہگار آں، بڑا گنہگار آں

توکوثر دا والی تے خیبر کشا ایں
آئے سوالی دا حاجت روا ایں

منگے سائل روٹی، تو بخشیں قطاراں
مصیبت دے ویلے میں کنوں پکاراں

پھسی منجدھار وچ میری کشتی
بڑی دور کنڈا نہیں پہنچن دی ہستی

کریں پار بیڑا، میں تینوں چتاراں
مصیبت دے ویلے میں کنوں پکاراں

اے گنہگار! اشفاق دی بگڑی بناؤ
کرو نظر رحمت تے مطلب ملاؤ

تقدیر مری بدلو، میں عرضاں گزاراں
مصیبت دے ویلے میں کنوں پکاراں

بڑا گنہگار آں، بڑا گنہگار آں

# فہرست مضامین

## رشحات

## "پیش لفظ"

لائق حمد و ثناء وہ ذات ابدی ہے جس نے دنیا کی نعمتوں کو اپنے شکر کا اور اس کے مصائب و آلام کو اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا۔ جس نے دنیا کی زندگی کو لہوولعب بتا کر اپنے خاص بندوں کو اس سے بے نیاز کر دیا۔ جس نے ہر شے میں اس کی ضد کو مضمر کر کے اپنی قدرت کا تماشا دکھایا اور صاحبان عبرت کے نزدیک اسی کو اپنی وحدنیت کی دلیل ٹھہرایا۔ راحت کی انتہا کو رنج اور رنج کی انتہا کو صبر کی صورت میں راحت کی ابتداء قرار دیا۔ مشکل کی انتہا سہولت اور سہولت کی انتہا مشکل' عروج کی انتہا زوال اور زوال کی انتہا عروج کی ابتدا مقرر فرمائی۔ یہاں تک کہ زندگی کی انتہا موت اور موت کی انتہا زندگی قرار دے کر انسان کی زندگی کے ازل کو اس کے ابد سے ملا دیا اور جس نے خوشی وغم کی آمیزش اس خوبی سے کی کہ ایک کو دوسرے کے بغیر بے مزہ کر دیا اور جس نے کائنات اور کائنات کی تمام مخلوقات کو خلق کیا اور پھر مخلوقات کی ہدایت کا ذمہ خود اٹھایا۔ پوری کائنات میں فطری ہدایت کا مربوط نظام رائج ہے۔ ہر شے اپنے مالک کی اطاعت میں مصروف ہے۔ انسان کو خود اس کے رب نے ایک حد تک' مختار بنا کر اسے آزمائش میں مبتلا کیا ہے اور دیگر انواع کے برعکس اس کی ہدایت کا مخصوص بندوبست فرمایا ہے جناب آدمؑ تا سرکار خاتمؐ اک منظم سلسلہ جاری کیا اور وحی والہام کے ذریعے انسان کو ایک معتدل آئین حیات عطا کیا تاکہ اس کی ارتقاء و نشونما اور فلاح و رفاہ انسانی کے جملہ تقاضے پورے ہو جائیں۔ فطرۃ اللہ۔ جو دراصل دین حقیقی ہے کے ضوابط کے تحفظ اور اس کے

قوانین کے نفاذ کے لیے تکمیل دین کے بعد بارہ ہادی منصوص فرمائے اور انہیں آئین انسانیت قرآن مجید کا وارث و محافظ قرار دیا۔ قرآن میں ہر خشک و تر کا علم نازل فرما کر اس کی تعلیم کے لیے اپنے ان منصوص بندوں کو علم وحی سے نوازا۔ ہدایت کے ان بارہ کامل نمونوں میں سے گیارہ نے اپنے فرائض منصبی عمدہ حسن کارکردگی کے ساتھ ادا کیے اور بارہویں کے قیام کی زمین کو ہموار کیا تاکہ اظہار دین کی عملی تعبیر ظاہر ہو جائے۔ قدرت کے یہ شاہکار نمونے دراصل ہدایت کے ایسے آبدار آئینے ہیں جو دیکھنے میں چھوٹے بڑے نظر آتے ہیں لیکن ہر ایک میں دین خدا "اسلام" کی تصویر مکمل نظر آتی ہے اور ان میں سے ہر ایک باب العلم کا مصداق ہے۔

علم کا منبہ اور ماخذ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے مکہ میں ظہور کے بعد آپؐ نے اس علم کا اظہار دو طرح سے فرمایا ایک وہ جو وحی الٰہی سے منسوب ہوا اور قرآن و حدیث کی صورت میں جمع کیا گیا یہ ظاہری علم ہے اور دوسرا وہ علم جو بلاواسطہ جبریل اسرار باطن جو حق تعالیٰ سے تعلیم پائے تھے جسے علم لدنی یا باطنی علم کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے جب کار رسالت کا تذکرہ کیا تو حضورؐ کے چار منصب بتائے' تلاوت آیات کرنا' تزکیہ نفوس کرنا اور قرآن و حکمت کی تعلیم دینا۔ یہاں بھی تعلیم حکمت سے مراد یہی باطنی علوم ہیں آیت میں تعلیم حکمت کا ذکر بعد میں ہے پہلے تزکیہ نفس یعنی جب تک دل پاک نہ ہو' دل کی کثافتیں دور نہ ہوں تعلیم حکمت یعنی باطنی علوم جو کہ اسرار لطیف ہیں قلب میں سرایت نہیں کر سکتے۔

احادیث میں وارد ہے ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فکر میں مغموم بیٹھے تھے۔ کہ احکام شریعت تو ہر شخص دریافت کرتا ہے۔ مگر اسرار باطن سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ کچھ ہی دیر بعد امام المشارق والمغارب' امیرالمومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ حاضر خدمت ہوئے اور یہی سوال عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو بھی یہی حکم تھا کہ یہ راز مخفی بجز طالب حق کس پر ظاہر نہ ہوں چنانچہ وہ سارے علوم سرکارؐ نے جناب امیرؑ کو تعلیم فرما دیے۔ اور یہ کہہ کر گویا

سند دے دی کہ انا دارالحکمۃ وعلی بابھا قرآن حکیم کے بارے میں سرکار سیدا لشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ "قرآن چار چیزوں پر مشتمل ہے اس میں عبارت ہے عوام کے لیے، اشارات ہیں خواص کے لیے، اس میں لطائف ہیں اولیاء کے لیے اور حقائق ہیں انبیاء کے لیے" عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ گویا علم دو طرح کے ہوئے ظاہری علوم اور باطنی علوم اسی کو شریعت اور طریقت بھی کہا جاتا ہے۔

شریعت کا تعلق جس علم سے ہے وہ اکتسابی ہے ہر ذی عقل زید ہو یا بکر کسی سے سن کر یا مطالعہ سے حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن طریقت کا تعلق معرفت سے ہے اور معرفت اکتساب سے ممکن نہیں۔ حضرت علی ہجویری گنج بخش فرماتے ہیں اگر معرفت اکتسابی علم اور عقل سے ہوتی تو ہر عالم اور عاقل عارف ہوتا مگر ایسا نہیں ہے معرفت صرف اسی بندے کو حاصل ہوتی ہے جس پر اللہ کی عنائت ہوتی ہے یا پھر کسی اللہ والے کی نظر عنائت ہوتی ہے عقل اور دلیل معرفت کا ذریعہ تو ہو سکتی ہے مگر علت نہیں، علت صرف اس کی عنائت ہے، اس کی عطا ہے۔ اب معرفت کیا ہے؟ معرفت یہ ہے کہ کسی چیز پر تعجب نہ ہو کیونکہ تعجب اس فعل سے ہوتا ہے جو مقدور سے زیادہ ہو اور یہ معرفت کا ابتدائی درجہ ہے۔ جب خدا تعالیٰ ہر کمال پر قادر ہے پھر عارف کو اس کے افعال پر تعجب کیسا؟ مطلب یہ ہے کہ جب قرآن میں وہ خود کہہ رہا ہے "پاک ہے وہ ذات جو لے گی اپنے عبد کو معراج پر" ----- اب اگر معرفت خدا رکھتے ہو تو اس میں تعجب کیسا؟ رسولؐ نے انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے ----- اگر معرفت رسولؐ رکھتے ہو تو اس میں تعجب کیسا؟ علیؑ نے دو انگلیوں سے باب خیبر اکھاڑ دیا ----- اگر معرفت علیؑ رکھتے ہو تو اس میں تعجب کیسا؟ نوک نیزہ پر سر حسینؑ تلاوت کر رہا تھا ----- اگر معرفت حسینؑ رکھتے ہو تو اس میں تعجب کیسا؟ اور کسی کا یہ کہنا

"اسلام زندہ ہو گیا بس کربلا کے بعد"

اگر واقعہ کربلا کی معرفت رکھتے ہو تو اس میں تعجب کیسا۔ شیطان پردہ غیب میں رہ کر انسان کو گمراہ کرے تو تعجب نہیں کرتے اور "امامؑ وقت" اگر پردہ غیب میں رہ کر ہدایت کرے تو تمہیں تعجب ہوتا ہے معلوم ہوا کہ تم شیطان کی معرفت تو رکھتے ہو مگر امامؑ کی معرفت نہیں رکھتے۔

ظاہری علوم یعنی شریعت کی تعلیم و تبلیغ اور نشرواشاعت علمائے اسلام فرما رہے ہیں۔ اسی طرح باطنی علوم یعنی طریقت کی تعلیم و ترویج کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے ان علوم کی پاسداری اور نگہداشت کے لیے جن عظیم المرتبت، مہتمم بالشان اور اولوالعزم ہستیوں کو وقتاً" فوقتاً" دنیا میں بھیجا ان میں سلطان الاولیاء، شمس الفقراء، قدرۃ السالکین، برہان العارفین، منہاج المتقین، قطب الاقطاب، مخزن المعرفت حضرت عرش آشیاں، رسول ہند جناب سید فقیر اللہ شاہ بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی بھی سنہری حروف میں ثبت ہے۔ مصنف کتاب حضرت عارف کامل سید الطاف حسین قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ عالی جناب شاہ صاحبؒ کے پوتے ہیں اور اسی سلسلے کی اک کڑی ہیں۔

**سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۵ میں ارشاد ہوا۔**

**ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر**

(یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے مگر سب سے بڑی چیز تو ذکر اللہ ہے) بس یہی وہ پاک باطن لوگ ہیں جو ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں۔

ہم نہیں چاہتے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے پہلے اس کے دلچسپ اور افادیت سے بھرے مقامات کی نشاندھی کریں کیونکہ ایسے مقامات ایک دو نہیں ہیں مختصراً ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ مصنف نے اس بات پر زور دیا ہے کہ "نجات" کا دارومدار "عقیدہ" کے صحیح ہونے پر ہے۔ اچھے اعمال کی اہمیت سے انکار نہیں مگر یہ اعمال بھی تب ہی کام آئیں گے جب ایمان اور عقیدہ درست ہو گا یہ بات تو روز اول ہی سمجھا دی گئی تھی جب ابلیس کو مردود بارگاہ قرار دیا گیا تھا۔ اس کے اعمال تو

بُرے نہ تھے آپ جانتے ہونگے کہ ابلیس نے ایک سجدہ چالیس ہزار سال طویل مدت کا کیا تھا۔ چناچہ ابلیس سردار ملائیکہ قرار پایا تھا۔ لیکن جب تخلیق آدمؑ کے وقت اس کا عقیدہ آشکار ہوا تو مردود بارگاہ قرار پایا تو معلوم یہ ہوا کہ ابلیس بد عمل نہ تھا۔ بلکہ بد عقیدہ تھا۔

حضورؐ کا ارشاد کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے صرف ایک ناجی ہوگا۔ اب غور کیا جائے تو اعمال تو سب فرقوں کے تقریباً ایک جیسے ہیں۔ سب ہی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ کے عامل اور اگر کوئی فرق ہے تو فقط عقیدے کا یعنی اعمال سب کے مشترک ہیں۔ مگر عقیدہ الگ الگ' سورۃ الصٰفٰت آیت نمبر ۲۴ میں ارشاد ہے:

جنت میں داخل ہونے سے پہلے اہل محشر سے کہا جائے گا کہ "ٹھہرو ٹھہرو! ابھی ان سے اک سوال پوچھنا باقی ہے۔" میزان عمل میں تو یہ پورے اترے ہیں مگر اک سوال باقی ہے۔ جس پر فیصلے کا دارومدار ہے۔ (دیکھو صواعق محرقہ) بس یہ آخری اور فیصلہ کن سوال بھی "عقیدہ" ہی کے بارے میں ہو گا۔

کسی نے سرکار امام جعفر صادق علیہ السلام سے شکایت کی کہ حضورؑ آپ کے شیعہ دوسروں کی نسبت نماز' روزہ وغیرہ کم پڑھتے ہیں تو آپؑ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ "ہم ان کے ہیں وہ ہمارے ہیں" پھر اس نے کہا کہ حضورؑ فلاں آپ کا شیعہ نے تو شراب پی ہے۔ آپؑ نے پوچھا کہ یہ بتاؤ شراب پینا بڑا گناہ ہے یا ولایت علیؑ کا انکار کرنا بڑا گناہ ہے۔ تو اس نے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ یقیناً ولایت علیؑ کا انکار کرنا ہی سب سے بڑا گناہ ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا بس پھر "ہم ان کے ہیں وہ ہمارے ہیں"

ایک اور ارشاد سرکارؐ کا کہ "جس نے غم حسینؑ میں خلوص سے ایک بھی آنسو بہا دیا جنت اس پر واجب ہو گئی" بات اس میں بھی عقیدے کی ہی ہے یعنی اس نے آنسو بہا کر اپنا عقیدہ بتا دیا۔ یہ سب کچھ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ یہ

جائیں کہ جس کا عقیدہ درست ہوا وہی نجات یافتہ ہوگا اور جس کا عقیدہ اور ایمان ہی درست نہ ہوا اس کی شفاعت اور نجات ممکن نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ نوحؑ جیسا نبی اپنے بیٹے کو نہ بچا سکا۔

اب "عقیدہ" کسے کہتے ہیں۔ عقیدے کی مثال "راستہ" کی سی ہے۔ یعنی وہ راستہ جو منزل تک جاتا ہو اور "عمل" قدم بقدم اس راستے پر چلنے کا نام ہے۔ چنانچہ اگر آپ نے صحیح راستے کا انتخاب کیا تو آپ جو بھی قدم اٹھائیں گے وہ آپ کو منزل کے قریب کر دیں گے اور اگر آپ غلط راستے پر چل نکلے تو قدم بقدم منزل کے قریب ہونے کی بجائے آپ منزل سے دور ہوتے جائیں گے۔ لہٰذا عقیدے کا درست ہونا نجات کے لیے ضروری ٹھہرا۔ اسی کو قرآن حکیم کی زبان میں "صراط مستقیم" کہا گیا اور جب اصحابہ اکرامؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ "صراط مستقیم" کیا ہے تو آپؐ نے علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "**ھذا صراط مستقیم**" (طبری جلد۱، ص ۵، ینابیع المودۃ، ص ۱۱۱) اور سورۃ الحجر، آیت نمبر ۴۱ میں تو اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا کہ **ھٰذا صراط علی مستقیم**○ (یہی علیؑ کی راہ سیدھی ہے)

یہ کتاب تمام مسلمانوں کے لیے نادر تحفے کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ معارف ایمان اور حقائق تاریخ کا ایک انمول خزانہ ہے۔ جس کے گوہر آبدار علم و ادب کے دامن کو زرنگار بنائے ہوئے ہیں۔ جو یقیناً اپنی چمک دمک سے جوہر شناسوں کو محو حیرت کر دیں گے اور ان کے دل میں روشنی ایمان کو تیز تر کر دیں گے۔ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حقیر نے اپنی پوری سعی کی ہے کہ کتاب کا متن (جلی حروف میں) من و عن قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ البتہ جہاں کہیں ضروری محسوس ہوا حواشی (باریک حروف میں) لکھ کر ان امور کی وضاحت کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ تاکہ ہر ایک پر بات واضح ہو جائے۔

سرکار امیرؑ کا ارشاد ہے کہ "لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو آنکھیں کھلیں گی"۔ قبل اس کے کہ ملک الموت کا تازیانہ ہمیں قبر کے تاریک گڑھے میں

ڈال دے اللہ تعالیٰ ہمیں ان محمدؐ و آل محمدؐ کے غلاموں، جو بزرگان دین ہیں، کی معرفت اور شرف پیروی نصیب فرمائے۔

سرکار عالی جنابؒ کی نظر کرم کا طالب
احقرالعباد بو علی

# تعارف

مصنف کتاب "حقیقت العمل" محترم جناب سید الطاف حسین اعلیٰ اللہ مقامہ عالی جناب شاہ صاحب قبلہ سلطان العارفین اعلیٰ حضرت سید فقیر اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے اور جناب قطب الاقطاب حضرت سید سید حسین رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے گو کہ عالی جناب شاہ صاحبؒ کی ساری اولاد پاک آسمان طریقت کے چاند اور ستارے ہیں انہی میں سے اک درخشندہ ستارے کا اسم مبارک سید الطاف حسین ہے۔ آپ چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں اس جہان رنگ و بو میں تشریف لائے۔ باقی اولاد کی طرح آپ کا نام بھی سرکار شاہ صاحبؒ نے خود رکھا۔

## آباؤ اجداد:۔

اس مقدس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت سید امر رحمتہ اللہ علیہ سولھویں

صدی عیسوی کے اوائل میں "سید کثراں" (یہ سادات خاندان کا ایک قدیمی گاؤں ---- جو ضلع جہلم میں واقع ہے) سے اس علاقے میں وارد ہوئے۔ یہ مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کا زمانہ تھا۔ آپ کے ساتھ ایک اور آپ کا بھائی اور ایک بہن بھی تھے۔ موجودہ ریلوے اسٹیشن' بدوملہی کے سامنے کچھ ہی دور ایک اونچا سا ٹبہ ہوا کرتا تھا' جس پر آپ نے ڈیرا ڈالا اور پھر اس جگہ کو یہ شرف بخشا کہ قیامت تک یہیں قیام کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ آپ کا مزار اقدس اسی مقام پر ہے اور آپؒ "سرکار بڑے شریف والی" کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ کے دوسرے بھائی اور بہن کو حکم ہوا کہ وہ ایک گاؤں "کیرانوالی" جو یہاں سے تقریباً کوئی دس کوس دور ہے وہاں تشریف لے جائیں' چنانچہ وہ دوسرا بھائی. جن کا نام سید معروفؒ تھا اور وہ بی بی جو ان کی بہن تھی کیرانوالی تشریف لے گے اور وہیں قیام کیا۔ ایک عرصہ تک لوگ فیض یاب ہوتے رہے۔ دونوں بھائی بہن میں سے کسی نے شادی نہیں کی۔ رضائے الٰہی کہ بھائی کو پیغام اجل پہلے آگیا۔ انہوں نے اپنی بہن سے ذکر کیا کہ میرا تو وقت آگیا ہے۔ بہن یہ سن کر رونے لگی کہ آپ کے سوا میرا کون! میں کس کے سہارا جیئیوں گی؟ بہن کو جب اشکبار دیکھا تو کہا' اچھا! آپ کو بھی ہم جلدی اپنے پاس بلالیں گے مگر ایک کام کرنا کہ جب سب لوگ مجھے دفن کر کے چلے جائیں تو تم میری قبر کے پاس ہی رہنا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو بی بی پاک وہیں بیٹھی ہوئی تھیں کہ اچانک زمین پھٹی اور اندر چلی گئی مگر بی بی کی چادر کا ایک پلو باہر رہ گیا۔ یہ گویا عام لوگوں کے لیے نشانی تھی کہ حکم الٰہی سے بی بی پاک بھی یہیں دفن ہوگئی ہیں۔

تقریباً نصف صدی تک بی بی کی چادر کا یہ پلو باہر رہا' لیکن اس کے بعد وہ بھی اندر چلا گیا۔ یہ بات اس قدر مستند ہے کہ آج بھی اگر آپ کیرانوالی کے کسی بزرگ سے پوچھیں تو وہ اس کی تصدیق کردے گا۔

بڑے شریف والی سرکارؒ جب یہاں تشریف فرما ہوئے تو اردگرد کوئی چیز نہ تھی

سوائے چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کے۔ جہاں آپ جناب بیٹھے ہوئے تھے۔ چاروں کونوں پر آپ نے ایک ایک سوکھی شاخ لگا دی' وہ خشک شاخیں سر سبز ہو کر بڑھتی گئیں اور چاروں طرف سے ایک سائبان کی طرح پھیل گئیں۔ آپ جناب ہمہ وقت محو عبادت رہتے' کچھ فاصلے پر ایک کچی آبادی تھی جو صرف چند گھروں پر مشتمل تھی۔ یہ بستی آباد نہ ہو پاتی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو ہر سال سیلاب آتا اور بستی کے در و دیوار بہا لے جاتا اور دوسرا یہ کہ ایک شیر کچھ دنوں بعد بستی پر حملہ آور ہوتا اور جانی نقصان کر جاتا۔ اسی بستی کا رہنے والا اک شخص جس کا نام "بدو" تھا مویشوں کی تجارت اس کا پیشہ تھا اس کا ایک کامایعنی نوکر جس کا نام "ناگرہ" بتایا جاتا ہے۔ مویشی چرانے ادھر بٹے کی طرف آیا کرتا تھا ایک دن بھینسیں چرتے چرتے سرکار کی جھگی تک پہنچ گئیں۔

اس وقت سرکار جھگی کے ساتھ کھڑے محو عبادت تھے کہ اچانک ایک بھینس نے سر مارا اور آپ گر پڑے' آپ کے منہ سے اک جملہ نکلا "شالا مرونجو" اور اسی وقت تمام بھینسیں مر گئیں۔ نوکر نے جب یہ دیکھا تو بھاگا ہوا اپنے مالک کے پاس گیا اور بتایا کہ ساری بھینسیں مر گئی ہیں۔ چنانچہ وہ روتا پیٹتا ہوا سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور میرا تو کل سرمایہ یہی میری بھینسیں ہیں میں تو تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔ آپ خطا معاف فرمائیں' آپ نے اسے معاف کر دیا اور دعا کے لیے ہاتھ بلند کر دیئے۔ تمام بھینسیں زندہ ہو گئیں۔ اس واقعہ کے بعد آبادی کے لوگوں کا آپ کے پاس آنا جانا شروع ہو گیا اور پھر ان کی عقیدت بڑھتی گی' چنانچہ بدو اور باقی بستی والوں نے آپ سے التجا کی کہ ہمیں اک شیر بہت تنگ کرتا ہے۔ آئے دن حملہ آور ہوتا ہے اور نقصان کر جاتا ہے کبھی کوئی ہمارا جانور اٹھا لے جاتا ہے' اور کبھی کوئی ہمارا آدمی۔ آپ اس سے ہمیں نجات دلائیں۔ آپ نے دعا فرمائی اور پھر کبھی وہ شیر ادھر نہیں آیا

اسی طرح پھر انھوں نے اپنا یہ مسئلہ بیان کیا کہ ہماری بستی آباد نہیں ہوتی ہر سال سیلاب آتا ہے اور مکان بہا لے جاتا ہے ہم پھر بناتے ہیں اور جب سیلاب آتا ہے پھر بہہ جاتے ہیں۔ چنانچہ آپؒ ان لوگوں کے ساتھ خود تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے بنیاد رکھی۔ اس دن سے بستی پھیلنا شروع ہوئی اور مکانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔

بدو اور اہل بستی شکریہ ادا کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ سرکارؒ اس بستی کا نام کیا رکھیں۔ آپؒ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے کہا کہ "بدو" پھر آپ نے پوچھا تمہاری ذات کیا ہے؟ عرض کی "ملھی" تو آپؒ نے فرمایا' بس نام تو بن گیا۔ "بدو ملھی"

شجرہ نسب کتاب کے آخر پر ملاحظہ فرمائیں

## تحصیل علم:

آپ کے اپنے گھر میں ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی۔ دادا حضور عالی جناب شاہؒ صاحب کی ذات اقدس اور باپ بھی صاحب نظر چنانچہ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر ہی حاصل کی۔ اسی دوران ایک مولانا صاحب "مولوی جان گل" جو اپنے زمانے کے مانے ہوئے عالم دین تھے۔ اسلامی علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ ان کا تعلق کابل کے شہر غزنی سے تھا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ مرض جزام میں مبتلا ہو گئے۔ چنانچہ علاج کی غرض سے وہ پوچھتے پچھاتے بدو ملھی سرکار شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے اور کچھ ہی دنوں میں صحت یاب ہو گئے۔ سرکار کے خلق محمدیؐ سے ایسے متاثر ہوئے کہ بس یہی کے ہو کر رہ گئے۔ اور پھر سرکارؒ کے حکم سے مسجد دربار شریف میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ درگاہ عالیہ کے تقریباً تمام صاحبزادگان نے جو آپ کے ہمعصر تھے' انہی مولانا صاحب سے تعلیم پائی۔

## معمولات شب و روز:

آپ کی رہائش محلہ معماراں میں تھی آپ کا مکان اسی احاطہ میں تھا جہاں پہلے پہل عالی جناب شاہ صاحبؒ کی رہائش گاہ تھی۔ رہائش سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر شہری آبادی سے باہر' درگاہ عالیہ ہے اور اس کے آس پاس ہی صاحبزادگان کے علیحدہ علیحدہ حجرے ہیں گویا' ڈیرہ داری یہاں تھی۔ چنانچہ آپ کے مریدین اور عقیدت مند جو آپ کی ملاقات کو آتے وہ وہیں دربار شریف ہی آتے۔ آپ کا ذریعہ معاش حکمت یعنی طب تھا اور یہ وہ طب تھی جو انہیں اپنے دادا حضورؒ سے ورثے میں ملی تھی۔ اس طرح جو مریض دوا دارو کے لیے آتے وہ بھی ڈیرے پر ہی جاتے۔

آپ کا معمول تھا کہ نماز تہجد اور نماز فجر گھر پر پڑھتے اور پھر دربار شریف ڈیرے پر تشریف لے جاتے۔ دن بھر وہیں پہ رہتے' نماز ظہرین بھی وہی پر ادا کرتے۔ یہاں آپ کی مصروفیت دو تین طرح ہوتی' مریضوں اور معتقدین سے ملاقات' ادویات کی تیاری اور یا پھر مطالعہ میں مشغول رہتے۔ زیر مطالعہ کتب کا تعلق مذہب یا پھر طب سے ہوتا' ہمہ وقت مرشد کے تصور میں رہتے' اپنی بہن سے بہت محبت تھی لہٰذا دن میں تین چار بار ضرور انہیں ملنے گھر آتے۔ نماز مغربین ہمیشہ گھر پر پڑھتے اور نماز کے بعد روزہ افطار کرتے۔ افطاری نہایت سادہ ہوتی ایک یا ڈیڑھ روٹی اور تھوڑا سا سالن جو بھی گھر میں بنا ہو اس کے علاوہ کچھ نہیں لیتے تھے۔ نماز تہجد کے بعد روزانہ ایک گلاس پانی پیتے تھے اور ماہ رمضان میں ایک گلاس دودھ' عشاء کی نماز کے بعد تسبیح ذرا دیر تک کرتے اس کے بعد اپنے بستر پر تشریف لے جاتے اور پھر نماز تہجد کے لیے اٹھ جاتے اور پھر سارا دن آرام نہ کرتے اس دوران گھر کا سودا سلف بھی لاتے۔

باہر ڈیرے پر ایک آدمی رہتا تھا۔ جو روزانہ بیٹھک اور صحن کی صفائی کرتا اور سرکار کے بیٹھنے کی جگہ کی جھاڑ پونچھ کرتا اگر وہ دو چار دن کے لیے کہیں چلا جاتا

تو سرکار خود یہ سارے کام کرتے' جھاڑو بھی دیتے اور جھاڑ پونچ بھی کرتے۔

## دیکھنے والوں کا بیان:

یہ ملے جلے تاثرات ان سب لوگوں کے ہیں جن کا تعلق آپ کے اپنے گھر سے' برادری سے یا پھر عام لوگ جو آپ کے ملنے والے' جاننے والے ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو روحانیت اور بزرگی کے قائل ہیں اور کچھ وہ جو اس چیز کے قائل تو نہیں مگر وہ آپ کو بہترین انسان جانتے ہیں۔

ایک میرے محترم عزیز نے آپ کے بارے میں کچھ یوں کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں' ان میں روحانیت تھی یا نہیں البتہ آپ بہترین انسانی خصوصیات کے حامل تھے۔ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس' خوراک' رہن سہن نہایت سادہ تھا۔ کورا لٹھا یا کھدر کے کپڑے پہنتے' سر پر سفید پگڑی ہوتی۔ گفتگو نہایت متحمل مزاجی سے فرماتے اور چال ڈھال میں بہت عاجزی ہوتی۔ ہمیشہ سر جھکا کر چلتے۔ راستے سے پتھر ہٹاتے جاتے کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ ایسے کاغذ کے ٹکڑے جن پر پاک نام ہو جمع کرتے رہتے اور پھر چار چھ ماہ بعد بوری میں بھر کر نہر میں بہا دیتے۔ ضرورت سے زیادہ بات نہ کرتے۔ بہت کم گو تھے۔ بغیر مقصد کے انہیں بولتے نہیں دیکھا۔ آپ تنہائی پسند تھے۔ کسی سے کوئی لمبی چوڑی دوستی نہ تھی اگر کسی محفل یا اجتماع میں بھی شریک ہیں تو اکثر خاموش ہی دیکھا ہے السلام علیکم و علیکم السلام یا خیر خریت کا پوچھ لیتے۔ لین دین میں ایک ایک پیسے کا حساب کرتے۔ ذرہ بھر کمی پیشی گوارہ نہ کرتے۔ ہر ایک کو اس کے اصلی نام سے پکارتے۔ غربا و مساکین میں سے کوئی دوائی لینے آپ کے پاس آتا تو دوائی فی سبیل اللہ دینے کے علاوہ دوائی کے لوازمات بھی اسے فراہم کرتے مثلاً اگر دوائی دودھ کے ساتھ کھانی ہے۔ اس کے گھر دودھ بھجواتے اور اسی طرح اگر اسے روٹی شوربے کے ساتھ کھانا چاہیے تو اپنے گھر میں اس دن شوربے والا سالن بنواتے اور اسے بھی بھیجتے۔

آپ کے جد بزرگوار کے متعقدین میں سے کوئی آکر سلام کرتا اور نیاز پیش کرتا تو آپ اس میں سے آدھی اسے دے کر اپنے بڑے بھائی کے پاس بھیج دیتے کہ جاؤ انہیں بھی سلام کر کے آؤ (جو سامنے والی بیٹھک میں تشریف رکھتے تھے) اپنے مرشدؒ پاک کی پیروی کرتے ہوئے آپ نے بھی کبھی کل کے لیے بچا کر نہیں رکھا۔ دن میں جتنی آمدنی ہوتی اس کے مختلف حصے کرتے مثلاً محرم شریف کی نیاز کا حصہ' عرس پاک کا حصہ' گیارہویں شریف کا حصہ' ۲۱ رمضان کی نیاز کا حصہ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب حصے الگ الگ نکال کر اور روزانہ کا گھر کا خرچہ نکال کر جو بچتا وہ کسی غریب' مسکین کو دے کر شام کو گھر آتے۔ اگر کسی دن معمول سے زیادہ آمدنی ہو جاتی تو خوش ہونے کی بجائے پریشان ہوتے کہ یہ مال دنیا کیوں زیادہ آنے لگا ہے ہم سے کوئی خطا تو نہیں ہو گئی۔ چنانچہ حضور الٰہی میں معافی کے خواستگار ہوتے اور ساری زائد آمدنی غربا و مساکین میں تقسیم کر دیتے۔ آپ کے بھتیجے عالی جناب پیر سید اشفاق حسین مدظلہ' فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کہیں سے دس آنے زیادہ آمدنی ہو گئی تو فوراً گھر آئے سب گھر والوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ سب توبہ کرو اور اللہ سے معافی مانگو کہ وہ ہماری خطا معاف فرمائے یہ مال دنیا کیوں زیادہ آنے لگا ہے۔ پھر مجھے جگہ جگہ پیسے دے کر بھیجا کہ دو آنے فلاں کو دے کر آؤ' دو آنے فلاں کو دے کر آؤ۔ اس طرح سے جب وہ سارے پیسے ختم ہو گئے تو پر سکون ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

آپ کی ذات سے کبھی کسی کو کوئی دکھ یا رنج نہیں پہنچا۔ کسی بھی طرح سے کبھی کسی کے ساتھ کوئی دانستہ طور پر زیادتی نہیں کی۔ جس کسی سے بھی پوچھا اس نے یہی کہا کہ آپ میں کبھی کوئی عیب نہیں دیکھا حقیقی معنوں میں وہ تو درویش منش اور فرشتہ صفت انسان تھے۔

ماما حمید درگاہ عالیہ کے مجاور اور اس خانوادہ کے پرانے خدمت گار ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ سرکار بڑے صاف دل اور صاف گو تھے۔ کسی کے خلاف دل میں کوئی کدورت نہیں رکھتے تھے۔ بولتے بہت کم تھے۔ جب کوئی کام ہوتا تو مجھے بلا

بھیجتے۔ جو کام ہوتا ایک ہی جملہ میں کہہ دیتے اور پھر خاموش ہو جاتے۔ ماما جی حمید نے بتایا کہ سرکار ساگ بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ میری ماں جب بھی ساگ بناتی تو سرکار کے لیے بھیجتی وہ خود بھی جب کبھی ہمارے گھر کے پاس سے گزرتے تو آواز دے کر کہہ دیتے کہ "زہرا بہن ساگ بھجوا دینا۔"

ماما جی حمید نے بتایا کہ ایک دفعہ میں اور بابا بوٹا (یہ بھی سرکار شاہ صاحبؒ کے خانوادہ کے پرانے خدمت گار ہیں) کھڑے تھے کہ پاس سے سرکار گزرے ہم نے سلام کیا آپ نے وعلیکم السلام جواب دیا اور اپنی بیٹھک کی طرف چلے گئے۔ پھر ہم دونوں سرکار کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ بابے بوٹے نے یہ کہا "مید! جے کدی اے سید پیری مریدی کردا تے ادھی خدائی ایدے قدماں تے الٹ جاندی۔"

آپ سرکار کسی کو مرید نہیں کرتے تھے جو کوئی اصرار کرتا اسے اپنے بڑے بھائی کے پاس بھیج دیتے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مریدوں کی تعداد چند ایک سے زیادہ نہیں ہے۔

اہل خانہ کے بقول آپ بہت اچھے منتظم تھے میری والدہ گرامی فرماتی ہیں کہ آپ گھر کی ہر ضرورت کا خود خیال رکھتے۔ گھر کا سودا سلف بھی اکثر خود لاتے۔ گوشت عموماً جمعرات شریف کو پکتا، باقی دن سبزیاں اور دالیں زیادہ تر استعمال ہوتیں۔ موسمی فروٹ ضرور گھر لاتے۔ آپ کا اور آپؒ کے بڑے بھائی محترم قبلہ و کعبہ جناب سید نذیر حسین اعلیٰ اللہ مقامہ کا گھر ساتھ ساتھ تھے۔ آپ جب بھی فروٹ لاتے اس کے دو حصے کرتے، ایک بھائی کے گھر بھیجتے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے رکھتے۔ سال میں دو دفعہ سب گھر والوں کے لیے کپڑے، جوتے اور باقی ضرورت کی چیزیں مہیا کرتے۔

والدہ محترمہ فرماتی ہیں کہ آپ نے مختلف لفافے رکھے ہوتے تھے۔ کسی پر لکھا ہوتا "نیاز محرم شریف" کسی پر لکھا ہوتا "نیاز عرس پاک" کسی پر "نیاز ۲۱ رمضان" کسی پر "گیارہویں شریف" وغیرہ وغیرہ۔ آپ روز کے روز حساب سے ان

لفافوں میں پیسے رکھتے۔ اسی طرح باقی سب معاملات میں بھی نہایت سلیقہ شعار تھے۔

ابو کا ہمیشہ روزہ ہوتا اور افطاری میں بھی بہت کم کھاتے جب کبھی میں کہتی کہ ابو آپ کمزور ہو رہے ہیں تھوڑی سی تو روٹی اور کھائیں تو آپ مجھے سرکار امیر علیہ اسلام کا فرمان سنا دیتے کہ "کم کھاؤ، کم بولو اور کم سو" اور حقیقتاً آپ ساری زندگی عملی طور پر اس پر کاربند رہے۔ آپ بہت کم گو تھے صرف ضرورت کی بات کہتے اور اگر کوئی بات ان سے پوچھی جاتی تو جواب بھی مختصر مگر جامع ہوتا اور جہاں تک سونے کا تعلق ہے آپ کبھی بھی دن کے وقت نہ سوتے۔

آپ خود بھی بڑی سختی سے شریعت کی پابندی فرماتے اور باقی گھر والوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ آپ خود بہت کم گو تھے لہٰذا کسی دوسرے زیادہ بولنے والے کو بھی پسند نہ کرتے تھے۔ زندگی بھر آپ قہقہہ لگا کر نہیں ہنسے۔ گھر میں کسی بھی موقع پر اگر ہم میں سے کسی کو اونچی آواز سے ہنستے دیکھتے تو منع فرماتے۔ پردے کے بارے میں شریعت کے سخت پابند تھے۔ اسی پابندی کی وجہ سے میری والدہ بتاتی ہیں کہ ان کے امی شائد ہی تین چار دفعہ ساری زندگی میں اپنے میکے گئی ہونگی۔ حالانکہ میری والدہ پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کی چوٹی تک مکمل برقے میں ہوتی۔ امی بتاتی ہیں کہ میں ابھی چار پانچ سال کی تھی کہ میرے بڑے بھائی جناب عالی مرتبت سید ظفر حسین قبلہ جنہیں مجھ سے انتہائی محبت تھی اپنے کندھوں پر اٹھا کر عرس کے موقعہ پر میلہ دکھانے لے گئے اور کچھ کھلونے وغیرہ بھی لے کر دیئے لیکن جب ابو کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ سخت ناراض ہوئے اور بھائی کو بھی ڈانٹا اور سختی سے منع کیا کہ آئندہ یہ گھر سے باہر نہ جائے۔ حد یہ تھی کہ پابندی شریعت کی وجہ سے آپ اپنے عزیزوں میں سے بھی کسی مرد کا اپنے گھر آنا پسند نہ کرتے تھے۔

والدہ گرامی فرماتی ہیں کہ کوئی ان کا چھوٹا سا بھی کام کر دیتا تو بہت مشکور ہوتے اور اکثر چھوٹے سے چھوٹے کام کی بھی اجرت ضرور دیتے۔ مثلاً کوئی دوائی بنا رہے ہیں جس میں مولی کا پانی ڈلتا ہے۔ تو مجھے کہہ دیا کہ بیٹی یہ تین سیر مولیاں ہیں

ان کا پانی نکال دو تو میں تو شوق سے آپ کا کام کرتی مگر کام کے بعد مجھے ضرور کچھ نہ کچھ دیتے۔ میں انکار کرتی تو کہتے یہ تمہاری محنت ہے اور تمہیں ضرور لینے ہیں۔

والدہ بتاتی ہیں کہ میرے ساتھ انہیں خصوصی محبت تھی بچپن میں ایک دفعہ میں نے چاول بنائے جو بھائی نے نہ پسند کیے اس پر ابو کو بہت تکلیف ہوئی اور کہا کہ بیٹی آئندہ کوئی چیز انہیں بنا کر نہ دینا اور میرے لیے کھانا تم بنایا کرو۔ اپنے عزیز و اقارب سے بہت محبت رکھتے تھے اگر کوئی بیمار پڑتا تو عیادت کے لیے جاتے۔ عزیزوں کا کام کر کے، ان کی خدمت کر کے بہت خوشی محسوس کرتے، ان سے ہر طرح کا تعاون فرماتے۔

آپ کو اپنی چھوٹی بہو سے خصوصی محبت تھی شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نہایت زیرک، عقلمند، صاحب علم اور راسخ العقیدہ خاتون ہیں چنانچہ سرکار ان سے علمی سوال جواب بھی کر لیا کرتے تھے اور اسی طرح وہ بھی آپ سے بعض باتیں پوچھ لیتی تھیں یہ کتاب بھی نانا جی سرکار نے انہی کے سپرد کی تھی اور ارشاد فرمایا تھا کہ میری اولاد میں سے جس کسی کو توفیق ہو اسے ضرور چھپوائے۔ چنانچہ آپ کی بہو کا بیان ہے کہ سرکار نہایت عاجزی میں رہتے تھے میں آپ سے اکثر پوچھتی کہ روحانیت کی دنیا میں آپ کا کیا مقام ہے تو اکثر ٹال جاتے لیکن آخری ایام میں جب میں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں تو عاجز سا بندہ ہوں بس یوں سمجھ لو کہ سرکارؒ نے مجھے چپڑاسی رکھا ہوا ہے۔

## مجاہدات و ریاضت:

ظاہری طور پر آپ نے کوئی چلہ وغیرہ تو نہیں کاٹا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان

کی ساری زندگی پر ان کا مجاہدہ اور ریاضت محیط ہے۔ آپ ہمیشہ روزے سے ہوتے۔ سنت رسولؐ اور اپنے مرشد کی تعلیمات پر کاربند رہے۔ آپ کی زندگی نہایت پاکیزہ، پابند شریعت اور زہد و تقویٰ سے عبارت ہے انتہائی سادگی اور خوش اسلوبی سے اس دنیا کے کٹھن مرحلے کو سر کیا جیسا کہ سرکار امیر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ "مومن کے لئے یہ دنیا بڑا کٹھن راستہ ہے" اور وہ اس لئے کہ دنیا کے اندر دین کو قائم رکھنا، اپنے کردار و عمل کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنا اور قدم اٹھانے سے پہلے رضائے الٰہی کو مدنظر رکھنا۔ اک مسلسل ریاضت کا نام ہے۔ اس معاشرے میں رہتے ہوئے اس کے رسم و رواج، ظاہری رواداریاں اور رکھ رکھاؤ کو بالائے تاک رکھ کر خالص اسلامی زندگی گزارنا، ہر آن اپنے مرشد کی خوشنودی اور رضائے محمدؐ و آل محمدؑ کو ہی مقدم جاننا ہر ایک کے بس کی بات نہیں یہ وہ خصوصیات ہیں جو اک مومن اور اللہ کے مخلص بندوں میں ہوا کرتی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسی پاکیزہ زندگی نگاہ مرشد کے بغیر ممکن نہیں گویا آپ کے مرشد عالی جناب شاہ صاحبؒ کی آپ پر نظر خاص تھی۔

ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں تقریباً اک سال تک رہا آخر ایک دن مایوسی کے عالم میں اپنے گھر کی طرف واپس چل دیا کچھ ہی دور گیا ہو گا کہ سامنے سے حضرت جنید بغدادی آتے ہوئے نظر آئے۔ جنید صاحب نے پوچھا کہ کہاں چل دیئے۔ کہنے لگا ایک سال آپ کی خدمت میں رہا ہوں سوچا تھا آپ کی بیعت کر لوں گا مگر میں نے آپ میں کوئی کرامت نہیں دیکھی لہٰذا اب واپس جا رہا ہوں۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے پوچھا یہ بتاؤ! سال بھر تم نے سنت رسولؐ کے خلاف میرا کوئی عمل دیکھا تو اس نے کہا کہ نہیں۔ تو آپؒ نے فرمایا "بس یہی میری ریاضت ہے اور یہی میری کرامت"

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سرکار جناب سید الطاف حسین اعلیٰ اللہ مقامہ کی

پوری زندگی اپنے مرشد کی سنت پر تھی اور آپ کے مرشد کی حیات طیبہ یقیناً آئمہ طاہرین علیہ السلام کی سنت مبارکہ پر تھی۔ موجودہ سجادہ نشین درگاہ عالیہ حضور والا محترم قبلہ گاہی حضرت سید علی احمد شاہ صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری والدہ گرامی کو جب بیعت کا اشتیاق ہوا تو ان کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کس کی بیعت کروں۔ اسی جستجو اور لگن میں ایک روز درگاہ پاک گئیں اور وہاں جناب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے پاس بیٹھ کر عرض کی کہ حضور آپ ہی مدد فرمائیں اس معاملہ میں' چنانچہ اسی رات خواب میں جناب شاہ صاحبؒ کی زیارت ہوئی اور فرماتے ہیں کہ جو سب سے زیادہ میری سنت پر قائم ہے اس کی بیعت کر لو۔ میری والدہ نے عالم خواب میں ہی پوچھا کہ حضور مجھے تو معلوم نہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ "الطاف حسین"۔

اس طرح پھر میری والدہ ماجدہ نے سرکار الطاف حسین قبلہ کی ہی بیعت کی تھی۔

ایک اور شخص کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ کا چہرہ مہرہ' شکل و شباہت' جسمانی خدو خال' قد کاٹ' چال ڈھال' لباس اور پگڑی کا انداز بھی آپ جناب رحمتہ اللہ علیہ جیسا تھا جب میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ خواب میں مجھے سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی تھی۔

زندگی کے آخری عشرے میں سرکار امیر علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور حکم ہوا کہ نو سال کے لئے گوشہ نشین ہو جاؤ اسی اثناء میں اچانک گر کر کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی بہت علاج کروائے مگر وہ ٹھیک نہ ہوئی پھر نو سال تک آپ صاحب فراش رہے بالفاظ دیگر گوشہ نشین رہے اور یونہی گوشہ نشینی کے نو سال مکمل ہوئے آپ کا وصال ہو گیا اس کتاب کا بیشتر حصہ اسی دوران آپ نے تحریر فرمایا۔

## مرشد سے عقیدت:

عالی جناب سرکار شاہ صاحب قبلہ سید فقیر اللہ شاہ بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ آپ کے مرشد ارشد تھے۔ بچپن ہی میں آپ کے والد گرامی آپ کو عالی جناب کی خدمت اقدس میں لے گئے اور انہیں غلامی میں قبول فرمانے کی التجا کی چنانچہ عالی جناب ؒ نے آپ کو سایہ رحمت میں لے لیا اور ایک پتاشے کو اپنا لعاب دہن لگا کر انہیں کھلا دیا پھر آپ سرکار ؒ کی زیر نگرانی مسجد دربار شریف میں مولوی جان گل صاحب سے قرآن و حدیث کی تعلیم لیتے رہے۔ وقت گزرتا رہا۔ کچھ عرصے بعد عالی جناب شاہ صاحب ؒ کا وصال ہو گیا اس کے بعد آپ اپنے والد قطب الاقطاب حضرت سید سید حسین رحمتہ اللہ علیہ کے زیر سایہ رہے۔

جب آپ تقریباً پینتیس برس کے ہوئے تو آپ کے مرشد پاک ؒ وصال کے بعد پہلی دفعہ آپ کو بنفس نفیس ملے۔ تب سے اصل میں آپ کی مرشد سے محبت و عقیدت کا سفر شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سے آپ نے اپنے خیالات' عقیدہ اور روش زندگی میں خاص تبدیلی محسوس کی اور پھر رفتہ رفتہ اپنے مرشد کی سیرت میں ڈھل گئے۔ آپ درگاہ پاک کا بہت احترام کرتے۔ روزانہ صبح نماز فجر کے بعد آکر سلام کرتے۔ درگاہ پاک کی حدود میں کسی جانور کو بھی ایذا دینا گوارا نہ کرتے۔ رفع حاجت اور پیشاب کے لئے بھی حدود درگاہ عالیہ سے ڈیڑھ دو کوس باہر جاتے۔

آپ مرشد کی ساری اولاد پاک کا بڑا احترام کرتے اور ان سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ جیسا کہتے ہیں کہ محبوب کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔ انہوں نے صرف زبان سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی اسے ثابت کیا حالانکہ آپ خود بھی عالی جناب ؒ کے پوتے تھے یعنی حضور آپ کے دادا تھے مگر اپنے بہن بھائیوں اور باقی عزیزوں کو مرشد کی اولاد سمجھتے ہوئے نہایت عقیدت و محبت سے پیش آتے۔ ان کی خدمت کرنا اپنے لئے بڑی سعادت شمار کرتے بوقت ضرورت بازار سے سودا سلف بھی لا دیتے۔

کوئی عزیز اگر بیمار پڑتا یا اور کسی قسم کی مصیبت ہوتی تو آپ انتہائی تکلیف اور بے چینی محسوس کرتے اور اسے رفع کرنے کی کوشش کرتے۔ اگر خواب میں کسی عزیز کو بیمار یا تکلیف میں دیکھتے تو صبح اٹھتے ہی اس کا صدقہ دیتے تاکہ اس کی بلا ٹل جائے۔ اک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضورؒ کے فلاں پوتے کا دانت ٹوٹ گیا ہے تو قبل اس کے کہ خواب کی کوئی بُری تعبیر سامنے آتی صبح اٹھتے ہی موچنے سے اپنا دانت اکھاڑنے لگے خون سے سارا منہ لہولہان ہو گیا مگر دانت نہ نکلا تو بازار جا کر دندان ساز سے نکلوا آئے کہ میرا دانت ٹوٹ جائے مگر مرشد کی اولاد میں سے کسی پر کوئی آفت نہ آئے۔

اسی طرح ایک بار خواب میں کسی صاحبزادے کی پگڑی کو آگ لگی ہوئی دیکھی تو صبح آنکھ کھلتے ہی اپنی پگڑی کھونٹی سے اٹھائی اور جلتے ہوئے چولہے پر رکھ دی۔

## امامؑ پاک سے محبت:

سرکار کا یہ طرزِ زندگی اصل میں امامؑ پاک سے والہانہ محبت کا ہی نتیجہ تھا۔ سادہ زندگی، بھوکے پیاسے رہنا یعنی سدا کا روزہ، اونچی آواز سے کبھی نہ ہنسنا، شریعت کی سخت پابندی، یہ سب امامؑ پاک سے محبت کا ہی اظہار تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہی امامؑ پاک سے محبت کا تقاضا ہے۔ اگر کوئی مجلس حسینؑ کے بعد گھر آکر ہنسی خوشی یا دنیا داری کی باتیں کرتا تو آپ سخت ناراض ہوتے کہ ابھی دس منٹ پہلے تم مجلس میں رو رہے تھے اور اب اتنی جلدی سب کچھ بھول کر ہنسی خوشی میں مصروف ہو گئے یہ حقیقی محبت کے خلاف ہے۔

آپ کے گھر کے پاس ہی امام بارگاہ تھی جہاں محرم الحرام کے دوران روزانہ رات کو مجلس برپا ہوتی چنانچہ سب گھر والوں کو حکم تھا کہ مجلس شروع ہونے سے پہلے پہلے کھانا وانا کھالیں اور پھر یہ سلسلہ بند کریں اور ہمہ تن یادِ حسینؑ میں مشغول ہو جائیں۔ اپنے مرشد کی تعلیمات کے مطابق ایام اعزا میں غسل نہ کرتے، کپڑے نہ

بدلتے، زمین پر سوتے، گھر میں گوشت یا کوئی اچھی غذا بالکل نہ بنتی۔ گھر میں کوئی خوشی اور دنیا داری کی بات نہ ہوتی۔ ساتویں محرم سے جوتے اتار دیتے اور ننگے پاؤں مجالس و جلوس میں شرکت فرماتے۔ یوم عاشور کی نیاز کا بندونست آپ ہی کے سپرد تھا جو آپ نہایت احسن طریقے پر فرماتے۔

سرکار غوث ثقلین ؒ کی تقلید میں ہر ماہ کی دس تاریخ کو ایک دیگ گڑ والے چاول بنواتے اور غربا و مساکین میں تقسیم کرتے۔ اصل میں آپ کا یہ عمل بھی امامؑ پاک سے محبت کا ہی اظہار تھا۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ یہ امامؑ پاک کی نیاز ہے جو ان کی یاد میں سرکار غوث پاک ؒ نے شروع کی تھی۔

## کچھ میری یادیں:

ابھی میں ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا جب نانا جی سرکار کا وصال ہوا یعنی میں نے صرف بچپن میں ہی آپ کو دیکھا ہے۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے انہیں صاحب فراش پایا۔ اکثر اوقات کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے اور اسی حوالے سے مجھے کبھی چھوٹا موٹا کام بھی کہتے تھے جیسے سیاہی کی پڑیا بازار سے لے آؤ اور کبھی گوند کی شیشی منگواتے۔ ہر اک کو اس کے صحیح نام سے پکارتے۔ ہمارے محلے میں اک دکان تھی جو "مولوی دی ہٹی" کے نام سے مشہور تھی بہت کم کوئی جانتا تھا کہ اس کا پورا نام مولوی محمد علی ہے لیکن نانا جی ہمیں جب بھی اس کی دکان پر بھیجتے تو کہتے کہ محمد علی کی دکان پر جانا۔

مہمانوں کی ضیافت کا بہت خیال رکھتے جو کوئی بھی گھر آتا اسے کھانا کھلا کر ہی بھیجتے۔ اگر باہر دروازے پر کوئی سائل آتا تو گھر والوں کو کہتے کہ اسے فوراً کچھ دیں۔ اسی زمانہ میں اک سائل "مسکینہ" ہوا کرتا تھا جو ہر جمعرات کی صبح کو مانگنے آتا، بہت تیز چلتا تھا اور ساتھ ساتھ اونچی آواز میں کہتا جاتا۔ "مسکینے سید دا نام جاری" چنانچہ یونہی وہ گلی کا موڑ مڑتا اور اس کی آواز آتی تو فوراً نانا جی سرکار پکارتے کہ "مسکینہ آیا ہے اسے کچھ دیں"

نانا جی صرف زبانی کلامی سرکار محمدؐ و آل محمدؑ کا دم بھرنے کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ عملی طور پر ان کے نقش قدم پر چلنے کو لائق ستائش جانتے تھے۔ وہ ایسے لوگوں کو بہت ناپسند کرتے تھے جو یوں تو اپنے آپ کو امامؑ پاک کا ماننے والا کہلاتے' اپنے آپ کو شیعہ کہتے مگر عملی طور پر دھوکہ' فریب اور بری عادات رکھتے۔ ایک صاحب تھے جو باکر خانی بناتے تھے اسے آپ نے دیسی گھی لے کر بھیجا کہ تم ہمیں اس گھی سے باکر خانیاں بنا دو اس نے گھی رکھ لیا مگر باکر خانیاں دوسرے ہی گھی سے بنا بھیجیں اور کہا کہ شاہ صاحب یہ دیسی گھی سے تیار کی ہیں۔ ایسے لوگوں کو ناپسند کرتے تھے جو خود کو محمدؐ و آل محمدؑ کا ماننے والا بھی کہتے ہیں اور دھوکا فریب بھی کرتے ہیں۔ آپ ایسے علماء کے بھی خلاف تھے جو علم رکھتے ہوئے بھی طمع' لالچ اور مال دنیا کے غلام ہیں آپ فرمایا کرتے تھے ایسے ہی علماء ہیں جو ساری زندگی زبان سے قربتہً الی اللہ کی نیت سے نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں حج بھی کرتے ہیں مگر مرتے دم تک انہیں قرب خدا نصیب نہیں ہوتا۔

آپ بہت رحم دل تھے کسی انسان کو تنگ کرنا تو درکنار کسی جانور کو بھی تنگ کرنا انہیں ناگوار گزرتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں اور میرا ماموں زاد بھائی "اسد" ہم دونوں کمرہ بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ حلال کر کے بھون کر کھائیں گے مگر یونہی نانا جی کو خبر ہوئی انہوں نے ہمیں بلایا۔ چڑیا چھڑوا دی اور ہمیں سمجھایا کہ بیٹا جانوروں کو' پرندوں کو تنگ نہیں کرتے یہ اللہ کی مخلوق ہے اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ آپ خود بھی روزانہ صبح رات کے بچے ہوئے چاول' اگر روٹی ہوتی تو آپ اس کے ریزے کر کے چھت پر پرندوں کے لئے ڈلواتے۔ پھر نانا جی نے اک واقعہ بھی سنایا کہ ایک دفعہ بچپن میں امام حسینؑ تختی لکھ رہے تھے کہ چھت سے تھوڑی سی مٹی آپ کی تختی پر گری آپ نے وہ صاف کر دی پھر گری وہ بھی آپ نے صاف کر دی اصل میں چھت میں ایک چڑیا تھی جو مٹی گرا رہی تھی جب تیسری بار ایسا ہی ہوا تو آپؑ نے نظر اوپر اٹھا کر دیکھا بس ابھی نظر ہی پڑی تھی

کہ وہ مرکر نیچے آگری۔ امامؑ پاک کو بہت افسوس ہوا اور فرمایا کہ میں نے غصے سے تو نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے یہ سارا واقعہ اپنی والدہ گرامی سے عرض کیا آپؑ نے فرمایا اپنے نانا سے بات کرو چنانچہ آپ اپنے اپنا نانا حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور رو رو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ بیٹا رو نہیں اسے اپنے رومال میں رکھ کر دفن کر دو۔

## مریدین پر نظر:

آپ اپنے مریدوں پر ہر آن نظر کرم رکھتے تھے۔ میرے والد صاحب بھی آپ کے مرید تھے یہ آپ کا ہی فیضان نظر تھا کہ والد صاحب فرماتے ہیں کہ بیعت کے بعد میں خاک کی پڑیا پر بھی "یا شاہ صاحبؒ یا شاہ صاحبؒ" کہہ کر پھونک مار دیتا تو خاک کی پڑیا بھی اکسیر ہو جاتی اور لوگوں کی پرانی پرانی لاعلاج قسم کی بیماریاں اور عورتوں کے بانجھ پن ٹھیک ہو جاتے۔

سید سجاد حیدر آپ کے بڑے راسخ العقیدہ مرید ہیں۔ سرکار آپ کے چچا تھے۔ وہ بتاتے ہیں کہ بیعت کے بعد چچا جی نے مجھے شکار کھیلنا منع فرما دیا۔ چند دنوں بعد میرے کچھ دوست آئے اور شکار پر جانے کے لئے اصرار کیا میں نے بہت کہا کہ مجھے مرشد نے منع کر دیا ہے مگر انہوں نے ایک نہ مانی چنانچہ گھر سے بندوق منگوائی اور چچا جان سے چوری ہم شکار پر چلے گے لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ جتنے بھی فائر کئے سب بیکار گئے کوئی ایک بھی جانور ہمارے ہاتھ نہ آیا حالانکہ میں بہت پرانا شکاری اور نشانچی تھا اور آج تک کبھی ایسا ہوا ہی نہیں کہ غول کے غول پرندوں کے ہوں اور ایک بھی نہ گرے۔ مختصر یہ کہ ہم کئی کارتوس ضائع کر کے خالی ہاتھ واپس لوٹے۔ کچھ عرصے بعد پھر ایک دن شکار کو بہت جی چاہا تو ہم آپا جی کے پاس گئے اور کہا چچا جی سے اجازت لے دیں بس ایک بار صرف۔ چنانچہ اجازت مل گئی اور اس دن ہم نے خوب شکار کیا۔ مطلب یہ کہ اگر مرشد کامل ہو' تو پھر وہ اپنے مرید کو بے راہرو

ہونے نہیں دیتا۔

غلام حیدر اک اور آپ کا چہیتا مرید' جو بدو ملی سے کوئی دس بارہ کوس دور اک گاؤں "چندر کے مغولے" میں رہائش پذیر ہے۔ کہتا ہے کہ جب سرکار نے مجھے بلانا ہوتا تھا سرکار خود بلا لیتے تھے میں نے پوچھا وہ کیسے کہنے لگا کہ مجھے سرکار کی یوں آواز آتی تھی جیسا کہ انہوں نے مجھے پکارا ہے "غلام حیدر" اس نے یہ بھی بتایا کہ جب کبھی میں ملنے گیا ابھی میں گلی کا موڑ مڑتا تھا تو آپ بیبیوں سے فرماتے تھے کہ دوسرے کمرے میں چلی جائیں غلام حیدر آیا ہے۔ اس طرح وصال سے اک دن پہلے میں نے سرکار کی آواز سنی اور حاضر ہو گیا۔ مجھے عالی جناب ظفر حسین قبلہ نے بتایا کہ میں نے سرکار سے پوچھا تھا کہ غلام حیدر کو بلاؤں؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے اسے بلا لیا ہے اور تھوڑی ہی دیر میں تم پہنچ گئے۔

## آخری ایام اور وصال:

وصال سے چند دن پہلے آپ نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا آپ کی بہو جب بھی کھانا لے کر آتیں تو فرماتے کہ ابھی ابھی تو میں نے کھانا کھایا ہے تم پھر سے لے آئی ہو۔ چوٹ کی وجہ سے ٹانگ سیدھی نہ ہوتی تھی اس لئے گزشتہ نو سال ٹانگیں سیدھی کر کے نہیں لیٹے۔ پیچھے دو تین تکیے رکھے ہوتے تھے جن سے ٹیک لگا کر بیٹھے رہتے۔ تقریباً نو سال تک اسی حالت میں رہے لیکن اپنی ظاہری زندگی کی آخری رات بغیر کسی سہارے کے' کمر سیدھی کئے' ساری رات بیٹھے رہے گھر والے سب حیران تھے کہ سرکار تو بغیر سہارے کے بیٹھ نہ سکتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے بڑے مؤدّب ہو کر کسی کے سامنے بیٹھے ہوں۔

نماز فجر کا وقت تھا' اذانیں ہو رہی تھیں آپ نے کہا ظفر حسین (ان کے بڑے بیٹے) کو بلاؤ وہ آئے اور آپ کی چارپائی کے پاس نیچے فرش پر بیٹھ گئے (جناب سید ظفر حسین قبلہ جو میرے بڑے ماموں تھے' اپنے والد گرامی کو ہمیشہ سرکار کہہ کر

مخاطب کرتے، نہایت ادب سے پیش آتے کبھی بھی اپنے والد گرامی کے ساتھ ان کی چارپائی پر نہیں بیٹھے، ہمیشہ چارپائی کے پاس نیچے بیٹھتے) آپ نے کہا کہ اوپر چارپائی پر بیٹھو مگر وہ ادب کی وجہ سے ایسا نہ کرسکے۔ آپ نے پھر اشارہ کیا کہ میرے سینے سے لگ جاؤ مگر وہ ادب کی وجہ سے ہی کچھ زیادہ آگے نہ بڑھ سکے۔ اس کے بعد سرکار نے سرہانے کی طرف رکھے ہوئے تکیے ایک ایک کر کے خود ہی ہٹائے، اپنی دونوں ٹانگیں سیدھی کیں اور لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ ایک ہی لمحے بعد دیکھا تو آپ وصال کر چکے تھے۔ **انا للہ وانا علیہ راجعون**

اپنے تجہیز و تکفین کے بارے میں پہلے ہی سے وصیت کر چکے تھے آپ نے فرمایا کہ غسل و کفن کے لئے میرووال کے سید اقبال حسین شاہ صاحب کو بلا لینا اور کہا کہ میری قبر میرے بڑے بھائی کے قدموں میں بنانا۔

مورخہ 8 جون ۱۹۷۳ء بروز جمعتہ المبارک نماز فجر کے وقت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے وصال کے وقت آپ کی عمر ۸۵ سال تھی۔

## ازواج و اولاد:

آپ کی ایک ہی زوجہ تھی جن کا انتقال آپ جناب کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا آپ کے تین بیٹے (سید ظفر حسین، سید تقی حسین، سید احمد) اور ایک بیٹی ہے۔ ایک بیٹا (سید تقی حسین) بھی آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا یہ لاولد تھے۔ باقی آپ کے سب بیٹے اور بیٹی ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں۔

## معجزات و کرامات:

آپ کی پاکیزہ زندگی دراصل خود اک معجزہ ہے۔ خاردار جھاڑیوں سے اگر کوئی اپنا دامن بچا کر نکل آئے تو یہ معجزہ ہی ہے۔ یہ دنیا اپنی چمک دمک اور لذتوں سمیت اپنی طرف مائل نہ کر سکی اپنے آقا و مولا شہنشاہ ولایت سرکار امیرالمومنین علیہ السلام کی پیروی میں ہمیشہ دنیا کو ذلیل اور حقیر جانا۔ نفس پر عقل کی فتح ہی وہ معجزہ

ہے جو خاصان خدا کا ورثہ ہے۔ لیکن ہمارے ہاں عموماً معجزہ اور کرامت کا چونکہ کچھ اور ہی مفہوم ہے لہٰذا اس سلسلہ میں چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

ہمارے خاندان میں اگر کسی فرد کا وقت آخرت قریب ہوتا تو سرکار کو اس کی موت کی پہلے سے خبر ہو جاتی اس سلسلے میں ایک دو نہیں متعدد مثالیں ہیں بلکہ کہنا چاہئے کہ ہر مرنے والے کی پہلے سے خبر ہوتی جیسا کہ میرے والد کے انتقال سے پہلے ہی اکثر عزیزوں کو بلا لیا تھا جب ان کے تایا زاد بھائی جناب عالی مرتبت حضرت غلام جیلانیؒ کا وقت قریب آیا تو ہفتہ دس دن پہلے ان کے صاحبزادے قبلہ و کعبہ جناب سید نیاز احمد شاہ صاحب کو بلا کر بتایا اور انہیں شہر سے باہر سفر پر جانے سے روک دیا حالانکہ ان کے والد گرامی بالکل ٹھیک ٹھاک تھے کوئی بیمار نہ تھے آپ نے فرمایا کہ آسمان پر میرے بھائی کا زری کا کفن کاتا جا رہا ہے۔

قطب الاقطاب حضرت سید حسین رحمتہ اللہ علیہ آپ کے والد گرامی تھے ان کے مرشد بھی سرکار عالی جناب شاہ صاحبؒ ہی تھے۔ آپ مرشد کے حکم سے امرتسر میں براجمان تھے جب ان کا وقت وصال قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے یعنی سرکار کو خط لکھا اور ہدایت کی کہ یہ خط عالی جناب سرکار شاہ صاحبؒ کے مزار اقدس کے پاس بیٹھ کر پڑھنا۔ چنانچہ آپ خط لے کر درگاہ عالیہ پہنچے اور حضور کے مزار کے پاس بیٹھ کر خط پڑھنا شروع کیا۔ خط سے نظر اٹھا کر دیکھا تو عالی جناب شاہ صاحبؒ سامنے بیٹھے خط سن رہے تھے۔ خط میں حضرتؒ نے لکھا تھا کہ ''حکم حضور سے مطلع ہوا لیکن میں قدموں میں آنا چاہتا ہوں'' اسی رات امرتسر میں سرکار سید حسینؒ کا وصال ہو گیا اور اگلے دن ان کی میت درگاہ عالیہ پہنچ گئی۔

آپ کی کرامات کے اس طرح کے کچھ اور واقعات ''مریدین پر نظر'' کے ذیل میں لکھ چکا ہوں اور پھر آپ کے وصال کا واقعہ بھی کچھ معجزے سے کم نہیں۔

## چند خوش نصیب جو آپ کی بیعت ہیں

پہلے ذکر کیا جا چکا کہ آپ کسی کو بیعت نہ کرتے تھے جو کوئی اصرار کرتا اسے اپنے بڑے بھائی کے پاس بھیج دیتے کہ ان کی بیعت کر لو۔ پھر بھی چند ایسے افراد جنہیں کئی کئی سال کے مسلسل اصرار سے یہ سعادت میسر آئی کہ وہ اس مرشد کامل کی بیعت ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ والدہ گرامی حضرت سید علی احمد شاہ صاحب قبلہ سجادہ نشین درگاہ عالیہ مدظلہ عالی

☆ سید تصدق حسین (میرے والد مرحوم)

☆ سید اظہرالحسن کاظمی (میرے بڑے بھائی)

☆ سید سجاد حیدر کاظمی (آپ کا بھتیجا)

☆ سید اعجاز حسین کاظمی (آپ کا بھتیجا)

☆ والدہ جاوید رضوی۔ بھکر (آپ کی بھتیجی)

☆ والدہ مسرت نقوی۔ مندرانوالہ (آپ کی بھتیجی)

☆ میاں اللہ دتہ مرحوم (سابقہ مجاور درگاہ عالیہ)

☆ غلام حیدر چندر کے مغولے

☆ محمد خاں بہاولپور

☆ والد مستری عمردین مرید کے

☆ بابا رانجھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

# شجرہ طیبہ قادریہ نوشاہیہ

## کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء

حضرت جناب سید المرسلین امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت علی المرتضی شیر خدا مشکلکشا کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت امام حسن علیہ السلام
حضرت امام حسین علیہ السلام
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ
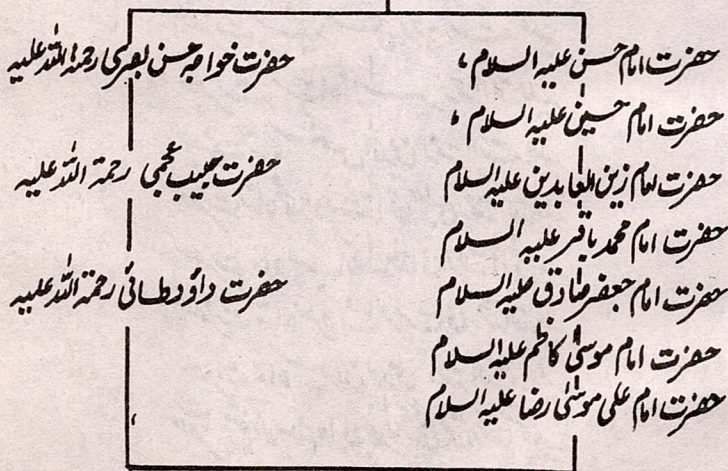
حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت جنید بغدادی سید الطائفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابوالفضل عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابوالحسن علی ہکاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابوسعید مبارک مخزمی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید عبدالوہاب الجیلی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید عبدالسلام البغدادی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید صفی الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید احمد ولی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ محمد غوث شاہ حاجی حلبی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ مبارک حقانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ معروف خوشابی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ سلیمان نوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ الاسلام حاجی محمد نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر محمد سچیار رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید حافظ قائم الدین صاحب برقندار رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید پیر فقیر اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

# قصیدہ در شان علی علیہ السلام

مداح سراہ حضرت سید نیاز احمد شاہ صاحب، قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ

سابقہ گدی نشین دربار عالیہ، بدو ملہی شریف

چن چن لبھیا اساں جگ دنیا توں
مرشد پاک جنابؑ۔ جناب امیرؑ

نور نبیؐ سارا نور جلیؑ دا
جسم علیؑ سارا نور نبیؐ دا

ایوں کردے نے شور شریر
مرشد پاک جنابؑ جناب۔ امیرؑ

من کن تو مولا سی کہیا نبیؐ نے
لکھن لاکھا کہہ کے منیا سبھی نے

ہوئے کل دے نے مولا امیرؑ
مرشد پاک جنابؑ۔ جناب امیرؑ

مثل نبیؐ علیؑ بتاں توں ڈھاوے
لکھاں ملعوناں نوں کلمہ پڑھاوے

کئی گھلے جہنم بے پیر
مرشد پاک جنابؑ۔ جناب امیرؑ

مرشد میرے دی ریس نہ کوئی
ہر اک دی کر دا اے دل جوئی

وڈا خلق بشیراً نذیر
مرشد پاک جنابؑ جناب امیرؑ

مرحب، عمر تے انتر نوں کٹیا
انگلیاں دوں نال خیبر نوں پٹیا۔

میرا مولاؑ ہے شان قدیر
مرشد پاک جنابؑ جناب امیرؑ

سورج ڈھلے نوں دوبارہ چڑھایا
نصیری[1] نوں کئی بار جوایا

تائیں کردا امیرؑ امیرؑ
مرشد پاک جنابؑ جناب امیرؑ

مولاؑ میرے مینوں نجف دکھایو
کربل والے دی دید کرایو

کردائے عجز نیاز فقیر
مرشد پاک جنابؑ جناب امیرؑ

چن چن لبھیا اساں جگ دنیا توں
مرشد پاک جنابؑ جناب امیرؑ

[1] کون تھا؟ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

# نصیر کون تھا

دنیا علیؑ کو رب کہتی رہی مگر علیؑ کو اپنے بندہ ہونے پر ناز رہا۔ پوری زندگی' زندگی کی ہر صبح کا آغاز علیؑ نے ہمیشہ ان الفاظ سے کیا۔ "اے میرے رب! تو میرا ویسا ہی رب ہے جیسا میں چاہتا ہوں اب تو بھی مجھے ایسا بندہ بنا دے جیسا تو چاہتا ہے" گویا علیؑ کو فخر ہے کہ وہ تجھ جیسے رب کا بندہ ہے۔ اللہ اللہ آداب بندگی کوئی علیؑ سے سیکھے اور خود بندہ ایسا کہ رب ہونے کا دھوکہ ہو جائے تو پھر اس بندے کا رب کس شان کا مالک ہو گا۔

نصیر' ناموز صحابی رسولؐ تھا۔ اکثر رسولؐ کی صحبت سے مشرف ہوتا اور زبان رسولؐ سے متعدد بار فضائل علیؑ سنے۔ وہ تمام ارشادات نبویؐ جو حضرت علیؑ کی شان میں تھے نصیر کی نظر میں چونکہ نصیر جنگوں میں بھی شریک ہوئے لہٰذا وہ علیؑ کی شجاعت اور کمال شمشیر زنی سے واقف۔ جنگ خندق میں عمر بن عبدود جیسے پہلوان کا قتل کرنا اور جنگ خیبر میں خیبر کا در اکھاڑنا۔ یہ سب مناظر نصیر کے سامنے ہیں مگر اس نے کبھی علیؑ کو خدا نہیں کہا۔ لیکن' اب نہ جانے اس نے علیؑ کی کون سی ادا دیکھی کہ پکار اٹھا "تم خدا ہو" چنانچہ نصیر کو گرفتار کر کے جناب امیرؑ کے سامنے لایا گیا تو مولاؑ نے پوچھا نصیر سے کہ تم کس بنیاد پر مجھے خدا کہہ رہے ہو نصیر نے جواب دیا کہ قرآن میں ابراہیمؑ نے خدا کی نشانی بتائی ہے کہ جو مغرب سے سورج نکالے وہ رب ہے۔ آپ نے مغرب سے سورج پلٹایا لہٰذا آپ ہی رب ہیں تو اس پر جناب امیرؑ نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ بھی تو غور کرو کہ جب سورج نے مغرب سے سر اٹھایا اس وقت علیؑ نے کس کے آگے اپنا سر جھکایا۔ نصیر نے کہا ٹھیک ہے وہ ہو گا رب! مگر تمہارا۔ میرا رب تو بس تو ہی ہے۔ یہ سننا تھا کہ محبت الٰہی میں علیؑ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ دیا جائے جب نصیر کا سر تن سے جدا ہو گیا تو وصی رحمتہ اللعالمینؐ کو خیال آیا کہ اسے ایک موقعہ اور دیا جائے شائد یہ اپنا عقیدہ بدل لے چنانچہ اعجاز امامت سے اسے ٹھوکر مار کر زندہ کر دیا اب جو نصیر سے پوچھا تو کہنے لگا کہ ابراہیمؑ

نے رب کی دوسری نشانی یہی بتائی تھی کہ وہ موت اور زندگی پر قادر ہے اور اب تو میں ایک بار کیا ہزار بار یہی کہوں گا کہ تو میرا رب ہے اور اب تو اگر آپؑ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں تو میرے جسم کے ذرے ذرے اور قطرے قطرے سے یہی صدا آئے گی کہ تو رب ہے اب جو علیؑ نے نصیر کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آواز قدرت آئی بس بس علیؑ تو نے اسے میری محبت میں قتل کیا۔ اب میں اسے تیری محبت میں زندہ رکھوں گا چنانچہ اسی نصیر کی اولاد "نصیری" کہلاتی ہے جسے اللہ آج تک زندہ رکھے ہوئے ہے اور یہ قوم قیامت تک زندہ رہے گی نصیریوں کی اکثریت شام اور لبنان میں آج بھی آباد ہے۔ جہاں یہ علیؑ کو اپنا رب مانتے ہیں وہاں اور بھی عجیب طرح کے ان کے عقائد ہیں یہ لوگ ہر وقت مسلح رہتے ہیں کسی کو جرات نہیں ہوتی کہ ان کے سامنے ان کے عقیدے کے خلاف کوئی ذرا سی بھی بات کرے۔ اس لئے کہ وہ اس ذرا سی بات پر بھی کسی کی جان لینے سے دریغ نہیں کرتے (بڑی خوشی ہوئی ہے اس بات پر کہ کوئی تو ملک ہے جہاں کسی کو علیؑ کے خلاف ذرا سی بات کرنے کی جرات نہیں ہوتی ورنہ ہمارے ہاں تو لوگ نہ جانے رسولؐ کو کیا کچھ کہہ جاتے ہیں) ایک اور عقیدہ ان کا جس پہ وہ آج تک کاربند ہیں کہ ان کے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس نومولود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیتے ہیں اگر وہ بچ جائے تو کہتے ہیں حلالی ہے یعنی نصیری ہے اور اگر مر جائے تو حرامی ہے۔ نصیریوں کے اس عقیدے کو کسی شاعر نے بڑی خوبصورتی سے یوں نظم کیا ہے۔

اکثر نصیریوں کا یہ دستور ہے سنا — بچہ جو ان کے گھر کوئی ہوتا ہے برملا
لیجا کے کوہ پر اسے پھینکتے ہیں جا — جیسے علیؑ کا بندہ' مرے بندۂ خدا
بچے کی جان جانے سے ڈرتا نہیں کوئی — اور یہ نام کا اثر ہے کہ مرتا نہیں کوئی

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نصیر کو قتل کر کے علیؑ نے آگ میں جلا دیا تھا چنانچہ جب نصیر آگ میں جل رہا تھا' تو خدا نے پوچھا تھا علیؑ سے کہ اسے کیوں جلا رہے ہو کیا یہ تیرا ماننے والا نہیں؟ تو علیؑ نے جواب دیا کہ میرا تو ماننے والا ہے مگر

تیرا منکر ہے اس لئے جلا رہا ہوں اس پر اللہ نے وعدہ کیا کہ اے علیؑ روز محشر میں بھی اپنے ان ماننے والوں کو جہنم کی آگ میں جلاؤں گا جو تیرے منکر ہوں گے۔"

## مولا علیؑ

| | | |
|---|---|---|
| توحید کیا ہے | ---------- | علیؑ کی عبادت کا نام ہے |
| اسلام کیا ہے | ---------- | علیؑ کی شجاعت کا نام ہے |
| معراج کیا ہے | ---------- | علیؑ کی فضیلت کا نام ہے |
| امامت کیا ہے | ---------- | علیؑ کی ریاضت کا نام ہے |
| ایمان کیا ہے | ---------- | علیؑ کی محبت کا نام ہے |

# تذکرہ

## عالی مرتبت حضرت عرش آشیاں جناب قبلہ و کعبہ

## سید فقیر اللہ

### شاہ بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ

آسمان طریقت کا یہ مہتاب ۱۳۴۱ ہجری بمطابق ۱۹۲۶ء کتم عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوا یعنی اس جہان رنگ و بو میں نمودار ہوئے جس کی پیشین گوئی آپ کے والد گرامی سے ان کے مرشد ارشد حضرت سید صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ (بہاولپور) نے یوں فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک ایسا جلیل القدر فرزند عطا فرمائے گا جو اللہ کا برگزیدہ بندہ' مرد صالح اور مرجع خلائق ہو گا۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام نامی اسم گرامی حضرت سید احمد شاہ غوث ولی ولد سید فاضل حسین بن سید زاہد بن سید عبدالمعالی از اولاد جناب سید امر رحمتہ اللہ علیہ ہے آپ اقلیم امامت کے ساتویں تاجدار حضرت امام **موسیٰ کاظم** علیہ الصلواۃ والسلام کی اولاد سے ہیں۔

بچپن میں ہی آپ کے والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ تحصیل علم کے لئے آپ نے کسی کے آگے زانوئے ادب طے نہیں کیا بلکہ ان کے والد گرامی نے ہی اپنے وصال کے بعد خود آپ کی تعلیم و تربیت کی۔ وہ بنفس نفیس ظاہر ہوتے اور باقاعدہ طور پر ۱۸ سال کی عمر تک آپ کو تعلیم فرماتے رہے اس اعتبار سے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ جہان بشریت میں آپ جناب واحد نظر آتے ہیں جنہوں نے اس دنیا کے کسی بشر سے اک لفظ بھی نہیں سیکھا گویا آپ کا علم اکتسابی علم نہ تھا بلکہ کماحقہ روحانی تھا۔

ایک دن اک عورت آپ کے گھر روتی پیٹتی ہوئی آئی آپ نے اپنی والدہ گرامی سے پوچھا کہ یہ کیوں رو رہی ہے تو آپ کی والدہ محترمہ نے بتایا کہ اس کا

باپ فوت ہو گیا ہے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ آپ کی والدہ نے سمجھایا کہ بیٹا! اس کا باپ فوت ہو گیا ہے اب وہ کبھی نہیں آئے گا۔ یہ اپنے باپ کو کبھی نہیں دیکھ سکے گی اس لئے اپنے باپ کی جدائی میں رو رہی ہے تو آپ نے بڑی معصومیت سے کہا کہ اماں میرا باپ تو مجھے روزانہ ملتے ہیں کہا کہ یہ صرف تمہارے باپ کو طاقت حاصل ہے۔ ورنہ مرنے کے بعد کون آسکتا ہے۔

آپؒ کے مراتب عالیہ اور آپ جنابؒ کے زمانہ بادشاہت کو احاطہ قلم میں لانا مجھ جیسے حقیر اور جاہل کے کہاں بس کی بات ہے مگر یہ جرات و جسارت اس امید پر کہ کیا بعید کہ ان کی نگاہ لطف و کرم اس سعی ناچیز کو شرف قبولیت بخشے آپ کے سنہری دور میں قرآن و حدیث کا ایجاز جھلکتا ہے اس میں خدا کی معرفت اور رسولؐ کی رسالت دمک رہی ہے۔ اخلاق محمدیؐ کا دور دورہ تھا۔ آپ کی ذات جامع علوم و فضائل، منبع رشد و ہدایت، مخلوق خدا کے معین و مددگار، باران رحمت اور نور ہدایت ہے۔ وہ تاریکیوں کو دور کرنے والے ماہ کامل اور روز روشن کے ماہ درخشاں تھے۔ آسمان ولایت کے اس مہر عالمتاب کی رفعت شان، علو مرتبت اور معجزات و کرامات کا اندازہ ممکن نہیں بہرحال نہایت اختصار سے اس بحر اعجاز سے حضرتؒ کی فلک بوس عظمتوں کی چند جھلکیاں قارئین کی نظر کرتا ہوں۔

حضرت مولانا مولوی محمد اعظم صاحب قبلہ۔ میروال کا شمار آپ کے خاص مریدوں میں ہوتا ہے ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم عالی جنابؒ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا رات میں سرکار کون و مکان، دست قدرت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل پاک میں حاضر تھا۔ افغانستان کا تاج اور تلوار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش کی گئی حضور علیہ الصلوۃ و سلام نے ایک گڈریے کو وہ چیزیں عطا فرما دیں۔ چنانچہ تین چار دن کے بعد خبر آئی کہ افغانستان پر اک گڈریے کو حکومت حاصل ہو گئی ہے۔

مرزا قادیانی نے جب نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ آپ جنابؒ کا ہی زمانہ تھا۔

اک شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور مرزا قادیانی کے بارے میں سوال کیا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے یا واقعی نبی ہے۔ آپؒ نے فرمایا "جی! آج نماز فجر کی جماعت میں تمام انبیاء حضورؐ کے پیچھے موجود تھے مگر یہ تو کہیں نظر نہیں آیا۔"

آپ کا ایک مرید گھر سے حج پر روانہ ہوا اس کا ارادہ یہ تھا کہ پہلے مرشد کی خدمت میں حاضری دوں گا اور پھر وہاں سے اجازت لے کر حج کے لئے روانہ ہو جاؤں گا چنانچہ اس نے بدو ملہی شریف کی طرف اپنا سفر شروع کیا۔ یونہی وہ دربار عالیہ پہنچا عصر کا وقت ہو چکا تھا اور نماز کے لئے جماعت کھڑی ہو رہی تھی اس نے قدم تیز کئے اور جماعت میں جا شامل ہوا اب جو سجدے میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ مکہ معظمہ پہنچا ہوا ہے وہاں اس نے تمام مناسک حج ادا کئے پھر وہ مدینہ منورہ بھی گیا اور روضہ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا۔ نماز ختم ہوئی تو وہیں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھا اور مرشد کے قدموں میں جا گرا۔ آپؒ نے فرمایا جی! آپ کو اجازت ہے بے شک حج پر جاؤ' اس نے کہا حضور! حج تو میرا یہاں بیٹھے بٹھائے ہو گیا اب وہاں جانے کی حاجت نہیں رہی۔

اسی طرح اک اور مرید حج پر گیا وہاں اس نے اپنے مرشد یعنی عالی جنابؒ کو دیکھا کہ آپ لنگر تقسیم کر رہے ہیں اس نے دل میں شرمندگی محسوس کی کہ حج پر آنے سے پہلے میں سرکارؒ کو مل کر نہیں آیا تھا خیر جب وہ حج سے واپس آیا تو اس نے سوچا کہ پہلے دربار عالیہ جاؤں گا وہاں سرکار کو سلام کر کے پھر ہی گھر جاؤں گا اور ساتھ یہ بھی بتاؤں گا کہ میں نے آپ کو وہاں مکہ معظمہ دیکھا تھا لیکن جب وہ بدو ملہی شریف پہنچا اور پوچھا کہ سرکارؒ کہاں ہیں تو پتہ چلا کہ ان کو تو چھ ماہ ہوئے وصال کئے ہوئے۔

عالی جناب حضرت سید نذیر حسین قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ آپ جنابؒ کے پوتے اور مصنف کتاب "حقیقت العمل" عالی جناب سرکار سید الطاف حسین قبلہ کے بڑے بھائی تھے۔ لاہور میں زیر تعلیم تھے جب انہوں نے ایف۔ اے تک تعلیم مکمل کر لی

تو عالی جنابؒ کے ہی اک عقیدت مند نے انہیں بتایا کہ فلاں جگہ تحصیل دار کی پوسٹ نکلی ہے اور چلیں آپ بھی انٹرویو دے دیں چنانچہ وہ وہاں تحصیل دار سلیکٹ ہو گئے گھر آئے کہ ملازمت کا بتا آؤں اور ساتھ ہی گھر والوں سے اجازت بھی لے لوں گا چنانچہ ان کے والد گرامی اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر ڈیرے پر عالی جنابؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپؒ اس وقت اپنی مسند پر لیٹے ہوئے تھے جناب قبلہ نذیر حسین صاحب آپ جنابؒ کے قدموں کی طرف بیٹھ گئے اور حضور کے پاؤں دابنے لگے اور ان کے والد گرامی نے حضور کو ملازمت کا بتایا تو آپ جنابؒ نے فرمایا "جی نہیں! ہم نے تو انہیں جناب غوث پاکؒ کا ملازم بھرتی کرا دیا ہے" یہ کہا اور لیٹے لیٹے اپنے داہنے پاؤں کی ایڑھی اپنے پوتے کے سینے پر پھیر دی۔ اسی لمحے جناب نذیر حسین صاحب سب کچھ بھول گئے حتیٰ کہ اے' بی سی تک یاد نہ رہی اور پھر جناب نذیر حسین صاحب قبلہ نے ساری عمر جناب غوث پاکؒ کی ہی نوکری کی ہے۔

ایک مفتی صاحب' دو تین صندوق کتابوں کے شاگردوں نے اٹھائے ہوئے۔ دربار عالیہ پہنچے وہ جناب شاہ صاحب سے مناظرہ کرنے کے ارادے سے تشریف لائے تھے ان کا خیال تھا کہ یہ بزرگ' درویش لوگ! انہیں آتا جاتا کچھ نہیں' بس شعبدہ باز ہوتے ہیں۔ خیر مناظرہ شروع ہوا۔ وہ سوال کرتا آپ جنابؒ ارشاد فرماتے "فلاں کتاب نکالو جو تم ساتھ لائے ہو اور اس کا فلاں صفحہ نکالو اور فلاں سطر پڑھو" پھر وہ دوسرا سوال کرتا اور آپ جنابؒ اسی طرح اسی کی کتابوں سے صفحہ اور سطر کا حوالہ دیتے۔ چند اک سوالوں میں ہی جب اسے معلوم ہوا کہ انہیں تو ہر چیز کا پتہ ہے۔ شرمندہ ہوا' سرکارؒ کو سلام کیا اور چلا گیا۔

ایک اور عظیم الشان اور جیتا جاگتا معجزہ۔ "طب شاہ صاحب" ہے تمام نسخے جو طب شاہ صاحبؒ سے منسوب ہیں "سرکاری نسخے" یا "آسمانی نسخے" کہلاتے ہیں جب کوئی مریض آتا آپ نسخہ تحریر فرماتے ہوئے سامنے آسمان پر سے دیکھ دیکھ کر لکھتے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب "جزام" اور "اٹھرا" کا کوئی علاج موجود نہ تھا چنانچہ دور

دراز کے علاقوں سے مریض آتے اور چند دن میں شفا یاب ہو جاتے۔ جزام (Leprosy) کے بڑے بگڑے ہوئے مریض آتے۔ زخموں سے پیپ بہہ رہی ہوتی۔ بدبو آ رہی ہوتی۔ قریب سے گزرنا بھی مشکل ہوتا مگر آپ جناب بڑی شفقت سے مریض کے کاندھے پر ہاتھ رکھے پاس بیٹھے ہوتے اور گھنٹوں ان کی دکھ بھری باتیں اور بیماری کی تفصیل سنتے رہتے اور جب تک مریض خود اپنی کہانی ختم نہ کرتا آپ اسے خاموش نہ کرتے۔ ایک دفعہ نواب ریاست کپور تھلہ حاضری کے لئے آیا تو اس وقت آپ اسی طرح اک مریض کی بات سن رہے تھے۔ نواب بھی پاس آ کے بیٹھ گیا مگر فوراً ہی اس نے رومال اپنی ناک پر رکھ لیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ مریض اپنی کہانی بتا کر اطمینان محسوس کر رہا ہے تو آپ نے کہا "جی! آپ دوبارہ پوری بات تفصیل سے بتائیں' چنانچہ اس نے پھر اپنی کہانی شروع کر دی۔ اسی اثناء میں آپ نے دیکھا کہ نواب کچھ ناگواری محسوس کر رہا ہے تو آپ نواب سے مخاطب ہوئے۔ جی! اللہ تعالیٰ اگر آپ کو بھی---" بس یہ الفاظ ابھی سرکار کی زبان پر تھے کہ نواب حضور کے قدموں میں آگرا اور کہا کہ جناب معاف فرما دیں غلطی ہو گئی اس لئے کہ وہ جانتا تھا جو آپ جناب کی زبان مبارک سے نکل گیا وہ ہو جاتا ہے۔

آپ کی غریب پروری اور دستگیری زبان زد عالم ہے۔ ہمہ وقت آپ جناب کے پاس عقیدت مندوں کا ہجوم لگا رہتا۔ باقاعدہ طور پر دونوں وقت سرکار کا اک خدمت گار مسجد کی چھت پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے اعلان کرتا۔ "عالی جناب دا پنڈارہ کھل گیا اے" تمام راہی مسافر بھی لنگر سے مستفید ہوتے مسافروں اور شب باشیوں کے لئے علیحدہ حجرے تعمیر تھے۔ جو وہاں رات گزارتے۔ پانچوں وقت نماز ہوتی آپ جناب خود جماعت کراتے۔ فجر کے وقت اس قدر عبادت الٰہی کا شور ہوتا کہ دور دور تک آواز جاتی یوں محسوس ہوتا جیسے دربار عالیہ کے چرند پرند بھی محو عبادت ہیں۔

آپ جناب خلق محمدیؐ کا کامل نمونہ تھے۔ جو بھی ایک بار آپ کی محفل پاک میں آ بیٹھا بس وہ وہی کا ہو کر رہ گیا۔ دور دور سے مریض علاج کے لئے آتے مگر

ٹھیک ہونے کے بعد بھی ان کا جانے کو جی نہ چاہتا۔ ہر اک کو "جی" کہہ کر مخاطب کرتے۔ بعض اوقات جزامیوں کو خود اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے۔ آپ کے حسن سلوک اور رحم و کرم کا اندازہ محال ہے۔ ایک مولوی صاحب جو بدو ملہی شریف سے کوئی چار کوس دور اک گاؤں میں رہتے تھے۔ وہ روزانہ صبح مسجد میں واعظ کے دوران عالی جنابؒ کو برا بھلا کہتا۔ دن کو سودا سلف کے لئے روزانہ بدو ملہی آتا تھا اور عالی جنابؒ کے ڈیرے پر بھی چکر لگاتا۔ جب وہ آتا آپ جنابؒ اسے دو روپے عطا فرماتے (اس زمانے میں دو روپے بہت بڑی رقم تھی) ایک دن اسے خیال آیا کہ وہ جنابؒ تو مجھ پر اتنے مہربان ہیں اور میں انہیں روزانہ برا بھلا کہتا ہوں خیر اگلے دن وعظ میں اس نے کوئی ایسی بات نہ کی اور پھر حسب معمول سودا سلف کے لئے بدو ملہی آیا اور پھر سرکارؒ کے ڈیرے پر آیا مگر آج آپ نے خلاف معمول اسے کچھ نہ دیا وہ حیران ہوا اور آخر سرکار سے پوچھ ہی لیا کہ جناب نے آج کچھ نہیں عطا کیا آپؒ نے فرمایا "مولوی جی! آپ ہمارا روز اک کام کیا کرتے تھے اور ہم آپ کو کچھ دے دیتے تھے آج آپ نے ہمارا کام نہیں کیا اس لئے ہم نے بھی آپ کو کچھ نہیں دیا۔"

وصال سے کچھ عرصہ پہلے ایک دن اہل محفل سے ارشاد فرمایا "جی! اب ہماری بھی تیاری ہے" اور پھر پوچھا کہ "جمعرات" کس دن ہے؟ بتایا گیا کہ جناب آج تو ہفتہ ہے۔ پھر سب نے مل کر آپس میں طے کیا کہ ہرگز ہرگز سرکار کو جمعرات کا نہیں بتانا۔ چنانچہ جب بھی آپ پوچھتے کہ آج کیا دن ہے تو بتا دیا جاتا کہ جناب آج تو پیر ہے یا اتوار ہے وغیرہ اسی طرح کرتے کرتے چھ ماہ گزر گئے ہفتہ دس دن بعد آپ کے بال درست کرنے اک حجام آیا کرتا تھا۔ چنانچہ اسی طرح اک دفعہ وہ آپ جنابؒ کے بال درست کر رہا تھا کہ آپ نے کہا "راجہ جی! آج تو آپ جلدی آگئے" اس نے کہا سرکار آج گھر ذرا جلدی پہنچنا ہے' آج جمعرات ہے تو نیاز دیتا ہوں' آپ نے کہا "اچھا جی! آج جمعرات ہے" تو پھر ہماری بھی تیاری ہے چنانچہ اسی شام (۱۹۰۶ء)

سرکارؒ کا وصال ہو گیا۔

آپ کے چار بیٹے تھے۔ سید ملک علی شاہ۔ سید سید حسین شاہ۔ سید غلام قادر اور سید غلام حسین شاہ آپ کے بعد آپ کے بڑے بیٹے جناب سید ملک علی شاہ صاحب گدی نشین ہوئے ان کے بعد ان کے فرزند بزرگ جناب سید غلام جیلانی اور ان کے بعد ان کے فرزند سید نیاز احمد شاہ صاحب قبلہ اور ان کے بعد اس وقت ان کے فرزند عالی جناب سید علی احمد شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں۔ جو حسن کردار اور اخلاق حمیدہ کا اعلیٰ نمونہ ہیں عجز و انکساری اور مہمان نوازی آپ کا خاصہ ہے بلا مبالغہ گھر میں جو کچھ بھی ہو مہمان کو پیش کر دیتے ہیں مختصر یہ کہ جود و سخا کا اک دریا موجزن ہے۔

# تذکرہ

## عالی جناب حضرت سید احمد شاہ ولی غوث رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضور رحمتہ اللہ علیہ عالی جناب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے والد گرامی تھے۔ آپ کے چچا حضرت سید صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ--- بہاولپور' اپنے عہد کے اقتدار طریقت کے بادشاہ اور ولی کامل تھے۔ جب ان کا وقت وصال قریب ہوا تو انہوں نے اپنی تمام آل اولاد کو بہاولپور بلایا اور اپنی جائیداد سب میں تقسیم کر دی مگر آپ جناب قبلہ سید احمد شاہ صاحب خاموشی سے پاس بیٹھے رہے جب سب اپنا اپنا حصہ لے کر چلے گئے تو آپ کے چچا حضور نے آپ سے پوچھا کہ تم نے کچھ نہیں مانگا آپ نے عرض کی کہ جناب مجھے مال دنیا نہیں چاہئے کہا کہ پھر کیا چاہتے ہو۔ عرض کی حضور مجھے تو آپ وہ خاص چیز عنایت فرمائیں جو آپ کے قلب میں ہے۔ چنانچہ جناب سید صدر الدینؒ صاحب نے آپ کو سینے سے لگا لیا۔ خرقہ خلافت عطا فرمایا اور منصب غوثیت پر فائز کر دیا۔

مخلوق خدا کا آپ کی طرف بہت رجوع ہوا۔ آپؒ اپنے زمانے میں منبع رشد و ہدایت اور مرجع خلائق تھے۔ آپ نے اپنی باقی زندگی مجاہدات و ریاضت میں گزاری۔ آپؒ جوانی کے عالم میں ہی اس جہان فانی کو خیر باد کہہ کر عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ آپ کے اکلوتے فرزند عالی مرتبت حضرت فقیر اللہ شاہ صاحب ابھی اوائل عمری میں ہی تھے۔

اپنے بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ جب آپؒ کا جنازہ رکھا ہوا تھا بے شمار پرندے جو مختلف رنگوں اور مختلف شکل و صورت کے تھے مکانوں کے منڈیر اور درخت بھرے پڑے تھے۔ ایسے خوبصورت پرندے پہلے کبھی کسی نے نہ دیکھے تھے۔ جو چیخ و پکار کرتے جنازے کے ارد گرد گرتے تھے۔ کافی عرصہ بعد ان پرندوں کے بارے میں کسی نے آپ جناب شاہ صاحبؒ سے پوچھا تو آپ نے بتایا تھا کہ یہ سب غوث'

قطب ابدال تھے جو آپؒ کے ماتحت تھے جو آہ و بکا کر رہے تھے۔ احاطہ دربار عالیہ میں سب سے پہلا اور قدیمی مزار آپ ہی کا ہے۔ آپ کے حکم کے مطابق قبر بالکل کچی بنائی گئی تھی۔

آپؒ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرا تین دفعہ جنازہ ہو گا۔ چنانچہ پہلا جنازہ تو یہ تھا جو آپ کے وصال پر ہوا اور دوسرا جنازہ آپ کا تقریباً چالیس سال بعد ہوا یہ عالی جنابؒ کا زمانہ تھا اور آپ کی والدہ گرامی بھی حیات تھیں' آپ کی والدہ کو یعنی اپنی زوجہ کو حضور خواب میں ملے اور فرمایا کہ میری قبر میں ایک طرف سے پانی پڑتا ہے' قبر ٹھیک کر کے دوبارہ دفن کریں۔ صبح بی بی پاک نے اپنے بیٹے سے کہا۔ سب اکٹھے ہو کر مزار اقدس پر گئے تو دیکھا کہ بارش کی وجہ سے قبر ایک طرف سے بیٹھی ہوئی ہے۔ چنانچہ اعلان ہو گیا کہ جنابؒ کا جنازہ دوبارہ ہو گا یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ دور دراز سے لوگ زیارت کے لئے جمع ہو گئے۔ قبر کھودی گئی اور تابوت نکال کر باہر رکھ دیا گیا۔ پاؤں کی طرف سے تابوت کھولنا شروع کیا جب ایک تہائی تابوت کھل گیا تو دیکھا کہ تابوت خالی ہے۔ بی بی پاک نے پاس کھڑے ہو کر اک جملہ کہا "ہمیں ذلیل کرانے کے لئے یہ کہا تھا" چنانچہ ایک ہی لمحہ بعد دیکھا تو آپ موجود تھے۔ اسی رات آپؒ پھر اپنی زوجہ کو خواب میں ملے اور فرمایا کہ تم نے نہیں دیکھا میرے قدموں کی طرف "فقیر اللہ شاہ کھڑا تھا اس لئے میں نے احتراماً ٹانگیں اکٹھی کر لی تھیں۔

تین دن تک جنازہ زیارت کے لئے رکھا گیا داڑھی مبارک کے بال دوبارہ درست کئے گئے ناخن تراشے گئے اور تجہیز و تکفین ہوئی۔ عقیدت مند آپ جنابؒ کے پہلے کفن کی تار تار تبرکاً" لے گئے۔ غسل کا پانی بلکہ جو جگہ پانی سے تر ہو گئی تھی وہ مٹی تک اکھاڑ لے گئے۔ آپ حضورؒ کے کفن کا ایک پیس اور ناخن جو اترے تھے' بطور یادگار آپ کے اہل خانہ کے پاس آج تک محفوظ ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم
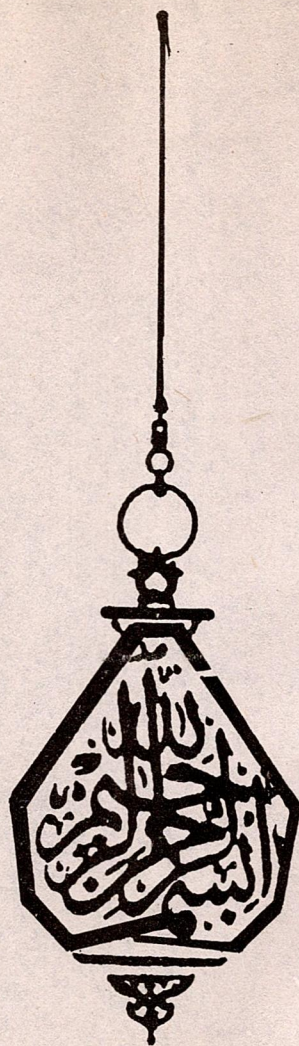
# درود شریف کی حقیقت

قرآن پاک میں آتا ہے:

**ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما○**

"تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں جو ایمان لائے ہو درود بھیجو اوپر اس کے اور سلام بھیجو"۔

سلام بھیجنا یہ حکم ادا ہوتا ہے نماز میں **السلام علیک ایھا النبی ھما صلی علی محمد** اللہ سے رحمت مانگنی اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر۔

اللہ سے رحمت مانگنی اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ بے شرح عمل میں لانے سے جو بہت نازیبا حضور علیہ السلام کی شان کے خلاف ہے۔ رحمت کے خواہاں مفلس، گنہگار، مریض، مسافر غرضیکہ ہر طرح کے بے کس و مصیبت زدہ رحمت کے طلبگار اور مستحق سمجھے جاتے ہیں۔ نہ کہ ایسی بزرگ ہستی جو انتہائی مکرم جن کے بعد اگر کوئی بڑھ کر معظم ہستی ہے، تو اللہ پاک کی ہستی ہو سکتی ہے۔ تو پھر ایسی بلند ہستی کی شان کو گرانا، محتاج بنانا نہایت نافہمی ہے۔ آپ تو خود رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی کلام پاکیزہ میں رحمتہ العالمین کی شان سے اظہار فرمایا۔ گویا دونوں جہانوں میں، اس دنیا اور آخرت کے لیے رحمت قرار دیا۔ اس دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا ابر رحمت ہے۔ جس سے مشرکین کے دل جو کفر و شرک سے مردہ ہو چکے تھے، ان میں

روح توحید ڈال کر زندہ کیا' جس سے وہ راہ راستی اور اصول الٰہی کے مطابق چلنے لگے۔ مومن و متقی بن کر قرب اللہ تک رسائی کر گئے۔ اب آخرت کے لیے یہی رحمت کے معنی موزوں ہو سکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت شفیع ہوں۔ گنہگاروں کے گناہ و خطا بخشوانے والے ہوں گے۔ پھر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں نبی علیہ السلام' محبوب رب العالمین کو اس جہت سے محسوس کرایا ہے۔ جیسا کہ اپنا آپ سے اور کُل کا اپنے جزو سے محبت و عشق کا ہونا لازم آتا ہے تو پھر اسی شان سے جو ہر نبی میں نور اللہ جائے سکونت چلاتا آ رہا ہے۔ تائید کے لیے مولانا روم کا کلام آیات قرآن کا معنی و مقصد ہے۔

ع گر نبور ذات حق اندر وجود آب و گل را کے بود ملک سجود۔

تحقیق اللہ موجود تھا ورنہ پانی' مٹی کو سجدہ جائز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اللہ کو کہنا پڑا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر کو اپنا امر اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کی محبت کو اپنی محبت۔ ان کا رنج ہونا میرا رنج ہے اور ان کی رضا میری رضا فرمائی گئی ہے۔ اے علمائے مفسرین دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا کس قدر شان بلند فرما رہا ہے اور تم اس معظم ہستی کو امت کے محتاج بنا رہے ہو۔ تمہارے لیے ابھی وقت ہے۔ ادھر آ جاؤ اور تم بھی اللہ کے محبوب کو اپنا محبوب بنا لو اور ویسے ہی عمل بجا لاؤ۔ فلاح پاؤ گے۔ تمہارے لیے خدا پاک چاہتا ہے' قرآن پاک میں آیا ہے کہہ دو اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے آباؤ اجداد' تمہاری بیٹیاں' بیٹے اور تمہارے بھائی بند' تمہاری بیویاں' تمہارے مکانات' تمہارے پیشہ روزگار اللہ کے رسولؐ سے بہتر ہوں تو تم کبھی ہدایت حاصل نہیں کر سکتے تشریحاً" ان آیات سے صاف غرض الٰہی ثابت ہو رہی ہے کہ تم ان جملہ تعلقات سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر بہترین و اعلیٰ جانو تاکہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق ثابت ہو سکو اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے محبوب قرار دیے جائیں۔ اس عمل سے تم ہدایت یافتہ ہو سکتے ہو۔ پھر اس صورت میں

تمہیں یہ سبق حاصل ہوگا کہ تم شب و روز آپ کی یاد محبت میں رہو اور شوق قلب سے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارفع و اعلیٰ شان کا ذکر کرو۔ یہی تمہارا عمل اللہ کے عمل کی مطابقت میں ہے اور یہی **یصلون علی النبیؐ** کا مطلب ہے۔ جب یہ تمہارا عمل صحیح و کامل ہو کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درگاہ پاک میں پہنچے گا تو آپؐ کے لیے مسرت و خوشی کا باعث ہوگا جو تمہارے لئے اطاعت کاملہ حاصل ہونے کی سند ہے، جو تمہیں درجات عظیمہ ملنے کا مستحق بناتی ہے۔ پھر اس وقت ایسے محبان پر رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے، جس سے مطابق استعداد قرب اللہ و رسولؐ حاصل ہوتا ہے۔ دل میں روشنی آجاتی ہے، جو باعث لقاء ہوتی ہے۔ جملہ مسائل حل ہوتے ہیں۔ راستی ہر دم ساتھ رہتی ہے۔ اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے----- بعض نابینا علماء کہتے ہیں نبی ہو یا ولی، جب اس دنیا سے انتقال کر گیا تو پھر گیا، کچھ نہ رہا۔ تباہ ہوگیا۔ نہ اس کا وجود رہا، اس لئے نہ وہ چل سکتا ہے، نہ سن سکتا ہے اور نہ آواز کرنے سے جواب دے سکتا ہے تو پھر اسے کس طرح دور نزدیک آنے جانے کی جرات ہو سکتی ہے اور نہ اسے کچھ پہنچ سکتا ہے۔ اس کی زندگی کا بھروسہ رکھنا بالکل باطل ہے، وہمات ہے، میرا بھی کچھ زمانہ یہی اعتقاد رہا لیکن جب اللہ کریم نے کرم کیا تو مجھے دکھایا گیا کہ مقربین خدا کو اس دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ویسا ہی وجود مل جاتا ہے۔ اس وجود میں صفات الٰہیہ پائے جاتے ہیں۔ وہ دور سے ہر ایک انسان کے قول و فعل کو "دیکھتے" سنتے، دور نزدیک آجا سکتے ہیں۔ "مدد" دے سکتے ہیں "ہدایت" دے سکتے ہیں۔ ایسے "خدا رسیدہ" لوگوں کی نسبت حق تعالیٰ قرآن پاک میں مسلمانوں کی طرف مخاطب ہو کر فرماتا ہے:

ترجمہ "جو بھی تم عمل کرتے ہو، تمہارے عمل کو خدا اور رسولؐ اور کچھ خاص مومنین دیکھتے ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہستیاں ہیں، جنہیں قرب خداوندی حاصل تھا۔ یہ دنیا کی زندگی میں لوگوں کو "فیض عام" بخشتے تھے اور بعد چولا بدلنے کے بھی امداد دے سکتے ہیں"۔

یہ سنی سنائی بات نہیں ہے۔ میرا خود "چشم دید واقعہ" ہے۔ میرے آقا' میرے مولا سرکار ابد قرار مرشدنا حضرت جناب شاہ صاحب قدس سرہ' آپ دنیوی زندگی میں مقرب اللہ مانے جاتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات اقدس سے لوگوں کو فیض پہنچ رہا تھا۔ ہر طرح کی مشکلات رفع کرتے' ہر قسم کی حاجت میں کامیابی اللہ پاک سے لے کر عطا فرماتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کا ذکر ہے۔ میں ایک دن عصر کے وقت اپنے مکان میں بیٹھا وظائف پڑھ رہا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ آناً فاناً خدائی صفات کے ساتھ تشریف لائے۔ میں تعجب میں رہا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ پانچ چھ سیکنڈ زیارت کا شرف دلا کر انہی صفات کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ان میں خدائی صفات دیکھنے کے باعث میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ خدا ہی تھا جو میرے مرشد پاک رحمتہ اللہ علیہ کے پاک آئینہ میں جلوہ گر ہوا۔ اگر ملا طبیعت انسان نہ مانیں تو بھلا میرے مرشد رحمتہ اللہ علیہ ہی ہوں گے جو روح اللہ کا مقام حاصل کئے ہوئے تھے مگر میں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس پاک زیارت سے ایسی ہدایت پائی کہ جن گناہوں کو میں گناہ نہ جانتا اور نہ ان سے بچنے کی توقع ہو سکتی تھی۔ اس وقت میری عمر ۳۵ سال کی تھی۔ آج بفضلہ میری عمر تخمیناً ۸۰ سال کی ہوگی۔ ان فعلوں سے ایسی ہدایت پائی جیسے متقی و مومن کے قریب قریب کچھ ہوا کرتی ہے۔ آج تک مجھے خواب و خیال میں ان گناہوں کے مرتکب ہونے کی' میرے نفس میں جرات نہیں ہوئی۔ اس راہ و علم سے ناواقف ملا میری اس عرض کو مانیں یا نہ مانیں' مجھے بھی ان کے ماننے کی امید نہیں ہے۔

جیسا کہ مثل مشہور کے مطابق کہا جاتا ہے "اندھے کے آگے رونا آنکھوں کا زیاں ہے" یہ صرف اس موقع پر لکھ دینا جائز ہوگیا تھا۔ اس لیے لکھ دیا جاتا ہے۔ میرا کوئی بزرگی کا دعویٰ نہیں جو میں اسے اپنا پیرو کرنے کی خواہش رکھوں۔ میں تو دنیادار ایک عاجز بندہ ہوں۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کے غلام میں بھی شمار ہونے کے قابل نہیں۔ نہایت حقیر

ہوں۔ بخشش کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر رحمت کا امیدوار ہوں مگر اپنی غفلتوں سے شرمسار بھی ہوں۔

**نماز:** اللہ پاک کی بارگاہ میں حاضر ہونا عجز و نیازمندی کرنا ہوتا ہے لیکن نیاز کا مفہوم بھی عجز و نیاز و آرزومندی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز اور نیاز کی حقیقت ایک ہے۔ تو پھر یہاں **الصلوۃ** سے نیاز اور نیازمند ہونا واجب ہو رہا ہے جس سے **الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** جو نیاز مند کا آپ پر سلام ہو یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عین مناسب حال لگتا ہے۔ اگر **الصلوۃ** کا مفہوم اس جگہ نیاز نہ رکھا جائے' اس کے خلاف بے نسبت معنی لیا جائے تو عامل کا عمل ساقط ہو جاتا ہے۔ دیگر درود بھیجنے کا حکم جو قرآن پاک میں آیا ہے جس پر اللہ پاک کا عمل ہے' وہ دراصل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت و عشق اور شان و عظمت کا اظہار ہے۔ ہمیں چاہئے حضور رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لئے رحمت جانیں۔ محبوب رب العالمین علیہ الصلوۃ والتسلیم کو اپنا محبوب بنا لیں۔ سلام بجا لائیں۔ یہی اللہ پاک کی موافقت اور پیروی ہے۔

درود شریف جس قدر شوق دل سے سرکار عالیؐ پر بھیجا جائے' اسی قدر درگاہ اقدس میں قبولیت کے ساتھ محبان کو مدارج اعلیٰ حاصل ہوتے ہیں۔

## درود شریف (وضاحت)

سنن ابی داوٗد میں ابن ابی شیبہ سے روایت ہے اور اس کی تصحیح ترمذی' حاکم' ابوالقاسم' ابن خزیمہ اور ابن مسعود بدری نے کی ہے کہ جب آیہ درود ان اللہ و ملائیکتہ (سورۃ احزاب' آیت نمبر ۵۶) نازل ہوئی تو لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرنا تو ہم جانتے ہیں مگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کس طرح بھیجیں تو آپؐ نے فرمایا یوں کہو اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد کما

صلیت علی ابراہیم و علی ال ابراہیم

مواہب لدنیہ اور صواعق محرقہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو۔ لوگوں نے پوچھا کہ ناقص درود کیا ہے۔ فرمایا اللھم صلی علی محمد کہہ کر نہ رہ جاوَ۔ یہ ناقص ہے بلکہ یوں کہو اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد

العیون میں ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون الرشید کے دربار میں ارشاد فرمایا اے لوگو! یہ تو ہمارے دشمن بھی جانتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام کرنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہے۔ آپ پر درود کیونکر بھیجا جائے۔ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا یوں کہا کرو (اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی ال ابراہیم

کیوں اے گروہ مردم! جو کچھ میں نے بیان کیا' آیا تم میں کوئی شخص اس کے خلاف کہہ سکتا ہے۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ مامون بولا جو کچھ آپؑ نے فرمایا اس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ کسی نے اس کے خلاف نہیں کہا مگر آپ کسی اور آیت قرآنی سے جو اس آیت سے واضح تر ہو' اس پر دلیل لائیے کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خدا نے درود و سلام کا حکم دیا ہو۔ آپؑ نے فرمایا: اے گروہ علماء! یہ تو بتاؤ کہ قول باری تعالیٰ یٰس○ و القران الحکیم میں یٰسین سے خدا تعالیٰ نے کسے مراد لیا ہے۔ ان لوگوں نے عرض کی بے شک یٰسین رسولِ خداؐ کا نام ہے۔ پھر آپؑ نے سورۂ الصفت کی آیت نمبر ۱۳ (سلام علی ال یسین تلاوت فرمائی۔ یہ سن کر مامون نے کہا مجھے یہ بات معلوم ہوگئی کہ معدن رسالت کے سوا اور کوئی شخص قرآن کی تفسیر اور مطلب کو بیان ہی نہیں کر سکتا۔

امام شافعیؒ کا قول ہے "اے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا نے تمہاری محبت قرآن میں فرض کر دی ہے اور تمہاری عظمت و بزرگی کے کیا کہنے کہ جو شخص نماز میں تم پر درود نہ بھیجے' اس کی نماز ہی صحیح نہیں"۔ (دیکھو تفسیر در منثور' جلد ۵' ص ۲۱۶' مطبوعہ مصر)

ہر مومن خوشنودی خدا کا خواہش مند اور اس کے رحم و کرم کا طالب ہے۔ اگرچہ وہ درود شریف میں رحمت کی دعا محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کرتا ہے مگر دراصل

وہ اللہ تعالیٰ سے رحم و کرم اپنے لئے ہی طلب کر رہا ہوتا ہے۔ ظاہری طور پر بھی یہی نظر آ رہا ہے کہ چونکہ خوشنودی خدا بھی اس امر میں مضمر ہے کہ اس کے محبوب سے محبت کی جائے اور ان پر درود و سلام بھیجا جائے اور بالواسطہ بھی وہ اپنے لئے ہی رحمت طلب کر رہا ہوتا ہے۔ احادیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم اہل بیت کی مثال شجرہ طیبہ کی سی ہے' جس کی جڑ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں' تنا علی علیہ السلام ہیں اور اس کی شاخیں اور ثمر افراد اہل بیتؑ اور آئمہ معصومین علیہ السلام ہیں اور ہمارے شیعہ (مومنین) اس کے پتے ہیں۔ اب مومنین کی مثال پتوں کی سی ہے اور پتے کی صحت و سلامتی کا دارومدار اس پودے کی جڑ' تنا اور شاخوں کی صحت و سلامتی پر ہوتا ہے۔ یعنی اگر جڑ' تنا' شاخیں وغیرہ تندرست اور سلامت ہیں تو ان کے ذریعے سے پتوں تک بھی خوراک پہنچتی رہے گی اور وہ صحت مند رہے گا اور جو پتا شاخ سے جدا ہو جاتا ہے' نیچے گر کر وہ سوکھ جاتا ہے اور انجام کار پھر ایسے سوکھے ہوئے پتے عموماً ایندھن کا کام دیتے ہیں۔ چنانچہ ہم جو محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں' تو مطلب یہ نکلتا ہے کہ بارالہا! محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت بھیج اور ان کے صدقے میں ہم گنہگاروں پر مہربان رہ۔ اسی لئے تو سرکار امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ بھیجا جائے' کوئی دعا جو خدا سے کی جائے' آسمان پر نہیں پہنچتی۔

## حدیث قدسی

فرزند آدم میری اتنی اطاعت کر جتنی مجھ سے حاجتیں ہیں' اور اتنی نافرمانی کر جتنا آگ میں جلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس بات پر اطمینان نہ کر کہ تیری موت چھپی ہوئی ہے۔ تیرا مال و دولت تیرے سامنے' یاد رکھ تیرے گناہ چھپے ہوئے ہیں جو تجھے کسی وقت بھی رسوا کر دیں گے۔

دنیا سے اتنا لے جتنا یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنا بھیج دے جتنا وہاں رہنا ہے۔

# فضائل درود شریف

## (احادیث رسولؐ کی روشنی میں)

۱- جو کوئی ایک بار مجھ پر درود بھیجے گا، اس کے تین دن کے گناہ نہ لکھے جائیں گے۔

۲- بہترین لوگ روز قیامت وہ ہوں گے، جنہوں نے میرے اوپر بکثرت درود بھیجا ہوگا۔

۳- ان لوگوں کی شفاعت مجھ پر واجب ہے، جنہوں نے میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا ہوگا۔

۴- جو شخص محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بکثرت درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ۲۷ شہیدوں کا اجر عطا فرمائے گا اور گناہوں سے ایسا پاک کر دے گا، گویا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

۵- اس شخص سے زیادہ کوئی بخیل نہیں جو میرا نام سن کر مجھ پر درود نہ بھیجے۔

۶- مجھ پر بکثرت درود بھیجنے والے سایہ عرش میں ہوں گے۔

۷- جب کسی مشکل میں پڑ جاؤ تو مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ مشکل آسان ہو جائے گی۔

۸- درود دلوں کا نور، گناہوں کا کفارہ اور زندہ اور مردہ دونوں کے لیے رحمت ہے۔

## نماز (اقیمو الصلوۃ) وضاحت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام کو سمجھنے اور اسلام کو اختیار کرنے میں قرآن کافی ہے۔ ٹھیک ہے قرآن کافی ہے مگر کس کے لئے؟ میں مانتا ہوں قرآن حکیم اپنی ذات میں اک مکمل ضابطہ حیات ہے مگر ہم اس کی ایک چھوٹی سی آیت سے بھی مستفیض نہیں ہو سکتے جب تک در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری نہ دیں۔ یعنی اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وضاحت نہ فرمائیں۔ یہی مختصر سی آیت اقیمو الصلوۃ کوئی نماز پڑھ کر نہیں دکھا سکتا جب تک کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع نہ کرے کہ حضور نے نماز کس طرح پڑھ کر دکھائی۔ لہٰذا نماز اس عمل کا نام ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کر کے دکھایا۔ آج بھی ہم جو نماز پڑھتے ہیں، میں سمجھتا ہوں اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے میچ نہیں ہوتی، ٹیلی نہیں کرتی (ظاہری طور پر) تو یہ پھر نماز نہیں، کچھ اور ہی ہوگا۔

ہمارا اس دور کا المیہ یہی ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اک عمل جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہزاروں مرتبہ بے شمار صحابہ کے سامنے کیا، کہتے ہیں کہ آخری حج کے موقع پر صحابہ اکرام کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ ہر ایک کی دو دو آنکھیں۔ ہو سکتا ہے کچھ کی ایک بھی ہو۔ بہرحال تائیس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پنجگانہ پڑھاتے رہے۔ آپ حساب لگائیں کہ کتنی بے شمار آنکھوں نے بے شمار دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا مگر آج حال یہ ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے۔ ساری نماز کو چھوڑیں، اتنا بھی پتہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ہاتھ باندھ کر پڑھتے تھے یا کھول کر۔ ہاتھ ناف پر باندھتے تھے یا ناف کے اوپر یا نیچے۔ حد ہوگئی۔ ایک عمل جو ایسا مسلسل اور باقاعدہ۔ وہ ہم تک صحیح سالم نہیں پہنچ سکا تو باقی دین جو ہم تک پہنچا، اس کا کیا حشر ہوا ہوگا۔ اب جب کہ یہ بھی سنتے ہیں کہ جس کی نماز قبول نہ ہوئی اس کے تمام اعمال رد کر دیئے جائیں گے تو پھر حضورؐ والی نماز کیسے معلوم ہو۔ قبل اس کے کہ میں عرض کروں، صحیح نماز کے متعلق کہ کہاں سے معلوم ہو۔ علامہ حلی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ علامہ حلی کا زمانہ تھا۔ ایک عباسی خلیفہ نے غصہ میں آ کر اپنی بیوی کو تین بار طلاق طلاق کہہ دیا۔ لیکن اب وہ بہت پریشان۔ چونکہ اس بیوی سے اسے محبت بھی بہت تھی۔ وزیر نے خلیفہ کو مشورہ دیا کہ مختلف فقہ کے مجتہدین کو دربار میں بلاؤ اور اس مسئلہ پر ان کی رائے معلوم کرو۔ چنانچہ تمام مکتبہ فکر (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے علماء کو بلایا گیا اور ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ فتویٰ لیا گیا۔ سب نے مختلف صورتیں پیش کیں لیکن ایک بات سب میں مشترک کہ

ضروری ہے پہلے اس کا کسی اور سے نکاح ہو۔ (بعض علماء نے کہا کہ ہم اس خدمت کے لیے دل و جان سے حاضر ہیں) نکاح کے بعد وہ طلاق دے اور پھر آپ دوبارہ اس سے نکاح کر سکتے ہیں۔ خلیفہ وقت مزید پریشان ہوا اور کہا کہ اسلام کا کوئی اور فرقہ بھی ہے تاکہ اس کی رائے بھی معلوم کر لی جائے۔ سب نے کہا جناب سب بڑے بڑے اور مشہور فرقے تو یہی تھے۔ کہیں ایک کونے سے آواز آئی کہ جی ہاں ایک چھوٹا سا فرقہ رافضیوں کا بھی ہے۔ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان کا تعلق فقہ جعفری سے ہے۔ چنانچہ علامہ حلی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف خلیفہ کا پیغام بھیجا گیا۔ دن اور وقت مقرر ہوگیا۔ علامہ حلی نے کہا کہ میں آؤں گا ضرور مگر ایک شرط پر اور وہ یہ کہ اس دن مقررہ وقت پر تمام مکتبہ فکر کے علماء بھی وہاں موجود ہوں۔

قصہ مختصر مقررہ وقت پر دربار سج گیا۔ تخت خلیفہ بچھ گیا۔ تمام علماء کی کرسیاں لگ گئیں۔ عوام الناس سے دربار کھچا کھچ بھر گیا۔ اب سب کی نظریں دروازے پر۔ اتنے میں علامہ حلی کی سواری نظر آئی۔ علامہ صاحب نے دربار میں داخل ہوتے ہی اپنا جوتا اتارا اور اٹھا کر بغل میں رکھ لیا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کسی نے خلیفہ سے کہہ ہی دیا کہ انہیں تو آداب مجلس بھی معلوم نہیں۔ انہوں نے آپ کے دربار کی توہین کی ہے۔ ان سے پوچھا جائے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے وجہ پوچھی تو علامہ نے کہا یہ آپ کا چھوٹا سا دربار کیا چیز ہے۔ میں نے سنا ہے کسی نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوتا چرا لیا تھا۔ علماء نے پوچھا کہ یہ گستاخی کس نے کی تھی۔ کہا جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، امام ابو حنیفہ نے چرائی تھی۔ بس یہ سننا تھا کہ دربار میں موجود تمام حنفی علماء کھڑے ہوگئے کہ جناب یہ شیعہ عالم جھوٹ بولتا ہے۔ اس وقت ہمارے امام ابوحنیفہ کہاں تھے۔ وہ تو حضور کے وصال کے تقریباً ۱۰۰ سال بعد پیدا ہوئے۔ علامہ حلی نے کہا تو پھر شاید امام شافعی ہوں گے۔ اس پر تمام امام شافعی کے ماننے والے کھڑے ہوگئے اور کہا کہ وہ تو حضورؐ کے وصال کے تقریباً ۱۵۰ سال بعد پیدا ہوئے۔ علامہ حلی کہنے لگے اچھا پھر امام حنبل ہوں گے۔ سب حنبلی کھڑے ہوگئے اور پکار اٹھے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ امام حنبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں موجود نہ تھے۔ بلکہ وہ تو کہیں دو سو سال بعد پیدا ہوئے۔ اس طرح مالکی اٹھے اور

اقرار کیا کہ امام مالک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے تین سو سال بعد پیدا ہوئے تو وہ ایسی حرکت کیسے کر سکتے ہیں۔

اب علامہ حلی سٹیج پر کھڑے ہوگئے اور خلیفہ سے مخاطب ہوئے۔ بس اے بادشاہ! میں ان کے منہ سے یہی کہلوانا چاہتا تھا کہ جن اماموں کا یہ فتویٰ دے رہے تھے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں موجود نہ تھے۔ کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے سو سال بعد پیدا ہوا، کوئی دو سو سال بعد اور کوئی تین سو سال بعد پیدا ہوا۔ وہ کیا جانیں کہ فقہ محمدیؐ کیا ہے۔ میں اس امام کا فتویٰ دیتا ہوں جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں آنکھ کھولی اور وقت وصال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی گود میں آنکھیں بند کیں اور میرے امام (علی علیہ السلام) کا فتویٰ یہ ہے کہ غصے میں دی ہوئی طلاق، طلاق نہیں ہوتی۔

واقعہ عرض کرنے کا مقصد یہی تھا کہ آپ کو پتہ چلے کہ صحیح نماز کہاں سے معلوم ہوگی۔ علی علیہ السلام سے بہتر کون جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے اور حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام سے بہتر کون جانتا ہے کہ علی علیہ السلام نماز کس طرح پڑھتے تھے اور ان کو امام زین العابدین علیہ السلام نے دیکھا۔ ان کو امام باقر علیہ السلام نے دیکھا۔ اور ان کو امام جعفر صادق علیہ السلام نے دیکھا۔ گویا یہ سلسلہ مسلسل ہے۔ چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں یہ فقہ مدون ہوئی، اس لئے آپؑ کے نام نامی اسم گرامی پر مشہور ہوئی۔ یعنی "فقہ جعفریہؑ" اصل میں یہی فقہ محمدیؐ ہے۔

ایک اور بات نماز کے ضمن میں عرض کر دوں کہ اگر آپ نماز سے صحیح طور پر لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں تو پھر کوشش کریں کہ نماز سمجھ سمجھ کر پڑھی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ الحمد کی تلاوت کو واجب قرار دیا تاکہ مسلمان ہر نماز میں یہ دعا کرتے رہیں کہ بار الہا! مجھے صراط مستقیم پر چلا نہ کہ ان کے راستے پر کہ جن پر تو غضبناک ہوا۔ (مغضوب علیہم) اور پھر نماز کے اختتام پر صالحین پر سلام بھیجتے ہیں۔ اب آپ کے علم میں ہونا چاہئے کہ یہ صالحین کون ہیں۔ صراط مستقیم کن کا راستہ ہے اور مغضوب علیہم سے مراد کون لوگ ہیں۔

جب صراط مستقیم کی آیت نازل ہوئی تو یہ واحد آیت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کا شان نزول فوراً نہیں بتایا بلکہ خاموش رہے۔ پھر وحی ہوئی۔ خاموش رہے۔ پھر وحی ہوئی، خاموش رہے۔ اتنے میں علی علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے۔ اب پھر وحی آئی۔ اصحاب نے پوچھا یارسول اللہ صراط مستقیم سے کیا مراد ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا هذا صراط المستقیم گویا ہر مسلمان نماز میں یہ دعا کرتا ہے کہ بار الہا مجھے علی علیہ السلام کے پیچھے چلنے اور ان کی پیروی کرنے کی توفیق دے۔ اب اگر آپ معلوم کرنا چاہیں کہ ہماری نماز قبول ہوئی کہ نہیں تو دیکھ لو اگر تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے تو علی علیہ السلام کا دامن تمہارے ہاتھ میں ہوگا۔

مسئلہ فدک کا فیصلہ سنانے والے کچھ ہی دن بعد در زہرا سلام اللہ علیہا پر آئے۔ علی علیہ السلام نے پوچھا کیسے آئے؟ کہا کہ ہم بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت شرمندہ ہیں۔ معافی مانگنے آئے ہیں۔ علی علیہ السلام نے صحن میں اک پردہ لگا دیا۔ ایک طرف جناب سیدہ سلام اللہ علیہا بیٹھ گئیں اور دوسری طرف وہ لوگ آ کے بیٹھ گئے اور کہا کہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں معاف کر دیں۔ ہم نے آپ کو ناراض کیا۔ بی بیؑ نے کہا معاف کیسے کر دوں۔ کیا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث نہیں سنی تھی کہ یہ فاطمہ سلام اللہ علیہا میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے غضب ناک کیا، اس نے مجھے غضبناک کیا اور جس نے مجھے غضبناک کیا، گویا اس نے اللہ کو غضبناک کیا۔ کہا کہ ہاں۔ تو پھر جناب سیدہؑ نے فرمایا بس میں غضبناک ہوئی اور اٹھ کر اندر تشریف لے گئیں۔ اب آپ سمجھے کہ مغضوب علیہم کون لوگ ہیں۔ اگر آپ کو نفرت ہے ان لوگوں سے تو بخدا نماز کے بعد اک خصوصی سجدہ شکر کیا کریں اور وہ اس لئے کہ آپ کی یہ دعا بھی قبول ہوئی کہ "نہ چلا ان کے راستے پر کہ جن پر تو غضبناک ہوا"۔

# محبان صادق

بعض فرقہ اسلامی کے علماء اور ان کے پیرو علم الحقائق سے بے خبرو ناشناس ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابدی زندگی کے قائل نہ ہونے کے باعث نیازمند کا آپ پر سلام ہو یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) زبان پر لانا کفرو شرک ثابت کرتے ہیں۔ باقی جو عام مسلمان ہیں، وہ آج قرآن پاک اور حدیث صحیحہ و صادقہ کے مطابق اللہ و رسول ﷺ کی کامل محبت نہیں رکھتے۔ عارضی و رسمی رکھنے کی وجہ سے وہ اللہ و رسول ﷺ کی خوشنودی پر پوری اطاعت بھی نہیں کر سکتے۔ وقتاً فوقتاً نفسانی خواہشات کو دین سے مقدم رکھ کر خلاف شریعت قول و فعل بجا لاتے دکھائی دے رہے ہیں۔ میں نے کئی ظاہریت کے نیکوکاروں، نمازیوں پر یہ حساب لگایا۔ آخر انہیں اپنے نفسانی خواہشات اور مطلب کا بندہ پایا۔

ایک وہ ہیں جو بہت تھوڑے قلیل سے قلیل افراد ہیں۔ وہ سچے محب ہیں۔ ان کے دلوں میں ہر دم وصال محبوب حضور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تڑپ رہتی ہے۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر سلام ہو، ادا کرتے ہیں تو اس میں عاشقانہ آرزو محبوب کے پاؤں پر بوسہ ہو۔ ہماری آنکھیں ہوں، آپؐ کی پاپوش ہمارے قلب پر ہو۔ ایسے ہی عمل سے ان کے ضمیر کو تسکین ہوتا ہے۔ یہی محب رسولؐ کو بھاتا ہے۔ جس سے محب کو رتبہ عظیم ملتا ہے اور قرب و وصال محبوب حاصل ہوتا ہے۔ اب یہ صادق محبوں کی باطنی حالت ختم۔ اب ظاہری صورت میں ان کے قول و فعل سے محبان کاملہ ہونے کی شناخت ہونی چاہئے تاکہ دوسروں کو بھی عبرت حاصل ہو۔

## (۱)

سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ صادق محبان میں شمار ہوتے تھے۔ جب آپؒ خلافت پر برسراقتدار ہوئے، اس وقت ان کو جس قدر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متبرکہ اشیاء دستیاب ہوئیں، ان کو جمع کر کے نہایت باعزت جگہ پر رکھ کر زیارت سے شوق عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تازہ کرتے۔ سر اور آنکھوں پر رکھتے۔ دیگر محبوں کو بھی زیارت کراتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے چھوٹے بڑے افراد کا نہایت سے نہایت عزت و ادب بجا لاتے اور جو ان کے حقوق خمس و فدک جو پہلی حکومتوں نے غصب کئے ہوئے تھے، واپس دلائے۔ خمس کی کافی رقم بھیج کر خاندان سادات کے سب چھوٹے بڑے افراد پر تقسیم کی گئی۔ ایک دفعہ ایک شخص زریق نامی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کی کہ میں تمام قواعد و اصول اسلامی کا حافظ اور عامل ہوں مگر رجسٹر بیت المال میں میرا نام درج نہیں ہے۔ آپ نے کہا تو کس طبقہ کا بشر ہے۔ اس نے کہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے غلاموں میں سے حضرت علیؑ کے غلام کی اولاد میں سے ہوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ کہا میں بھی علی (علیہ السلام) کا غلام ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ''جس کا میں مولا ہوں، اس کا علی علیہ السلام مولا ہے'' زریق کی کلام میں سرور دو عالمؐ کے خاندان کی محبت و عزت پائے جانے کے اس کی بھی عزت کی گئی۔ دوسروں سے دوگنا وظیفہ اس کے نام مقرر کر دیا گیا۔

## (۲)

مولانا مولوی غلام رسول صاحب اب ایک عہد حاضر کے محب کامل کا ذکر

تحریر کرتا ہوں جس کے راوی قطب الاقطاب حضرت جناب شاہ صاحبؒ کے خادم مولانا مولوی محمد اعظم قدس سرہ ہیں۔ وہ اپنے گاؤں میروال (ضلع شیخوپورہ) کے اردگرد گاؤں کے لوگوں کو اچھے عقیدہ پر لگا گئے ہیں جس میں سادات خاندان کی عزت و محبت ظاہر کی جا رہی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ مولانا مولوی غلام رسول صاحب' جنہوں نے احسن القصص حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا قصہ لکھا ہے' وہ خود بھی محب صادق تھے۔ لیکن ان کے والد صاحب ان سے بڑھ کر محبان میں داخل تھے۔ بڑے مشہور عالم تھے۔ آپ کے وعظ و کلام سننے والے بہت محظوظ ہوتے تھے۔ جب وہ بڑھاپے کے باعث کمزور ہوگئے' اس وقت نہ پیدل سفر کر سکتے تھے اور نہ سواری گھوڑے کی کرنے کے قابل تھے۔ ارادت مند لوگ انہیں ڈولی میں بٹھا کر لے جایا کرتے اور آپ کا کلام صادقہ سے ہدایت حاصل کرتے۔ آپ کا ایک واقعہ ہے آپ ڈولی میں سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ رستے میں ایک نالہ پانی سے بھرا ہوا آیا۔ ڈولی اٹھانے والے کہاروں سے مولوی صاحب نے کہا کہ آپ دیکھیں کوئی آدمی نزدیک ہو تو اسے بلائیں جو اس نالے کے پانی کے کم و بیش سے واقف ہو تاکہ ہمیں رستہ بتائے۔ آپ نے ادھر ادھر دیکھا تو ایک کم سن لڑکا گائے چراتا نظر آیا۔ آپ نے اسے بلا کر کہا: میاں لڑکے اس نالے کے پانی کا اندازہ بتا دے۔ اس لڑکے نے نالہ میں اتر کر اچھی طرح پانی کا حساب دیکھ کر سمجھا دیا۔ جب آپ نالہ سے پار اتر گئے۔ لڑکے کے اچھے سلوک سے متاثر ہو کر اس سے فرمایا: "کہو میاں کس خاندان سے ہو" لڑکے نے جواب دیا: "میں خاندان سادات سے ہوں"۔

لڑکے کی کلام سنتے ہی مولوی صاحب فی الفور ڈولی سے باہر نکل آئے اور نہایت افسوس کیا اور فرمانے لگے "اوہو! مجھ سے بڑی بھاری خطا ہوئی" اب خطا کی معافی کے لیے فرماتے ہیں "میاں سید زادے! ڈولی میں بیٹھ جاؤ" اس سید زادے نے کچھ پس و پیش کیا۔ آخر مولوی صاحب کی منت سماجت اور عاجزی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ڈولی میں بیٹھ گئے۔ آپ نے مزدوروں سے کہا ڈولی اٹھا لو۔ مولوی صاحب نے

صاحبزادہؓ سے التماس کی کہ مجھے حکم دو کہ "او بوڑھے اس نالہ میں اتر کر پانی کا پتہ دو"۔ یہ کہہ کر پانی میں اتر کر آگے آگے جاتے ہیں اور ڈولی پیچھے پیچھے۔ اسی طرح آر پار کے کئی چکر لگائے۔ اس کے بعد بچشم پرنم سید زادے کی قدم بوسی کر کے خطا بخشی کی التجا کی۔ سید زادے کی طرف سے معذرت قبول ہونے پر بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بجا لائے کہ "اللہ کریم تیرا احسان ہے تو نے مجھے ہمت عطا فرمائی اور میں نے خطا بخشوائی اور تیری رحمت سے میرا قصور معاف ہوا۔ اب میں اپنے آقا مولائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منہ دکھانے کے قابل ہوگیا ہوں"۔

## (۳)

**مولوی جان گل صاحب** اسی طرح کا ایک اور واقعہ میرا چشم دید ہے کہ ایک مولوی صاحب نہایت فاضل اپنے وقت میں بے مثال علاقہ کابل شہر غزنی میں اپنی سکونت رکھتے تھے۔ مثل مشہور ہے نیکوں کے لیے اس دنیا میں مصائب زیادہ ہیں۔ قدرت الٰہی وہ مرض جزام میں مبتلا ہوگئے۔ ہرچند اسی فکر و غم میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اتفاقاً مرزا صاحب قادیانی کے چند رسائل کو مطالعہ کیا۔ ان میں آپ کا دعوٰی امام و نبی مجتہد ہونے کا تحریر تھا۔ مولوی صاحب نے انہیں اپنی علمی قابلیت اور قرآن پاک اور حدیث شریف کے مطابق ان کی اس بے جا جرات کو کاذب جانا۔ لیکن خیال میں آیا کہ وہاں جا کر انہیں جھوٹا ہی ثابت کر آویں۔ شاید اس سفر میں کوئی خدا کا مقبول ہی مل جائے۔ یہ سوچ کر اپنے شہر سے روانہ ہوئے۔ آخر چلتے چلتے قادیاں پہنچے۔ اپنی بیماری سے صحت حاصل کرنے کی نسبت چند سوال کئے کہ وقت کے امام و نبی اور مجتہد کا خدائے پاک سے تعلق روحانی ہونے کے باعث مستجاب دعا ہوتا ہے۔ وہ ہر طرح کے مسائل کی آرزو کو اللہ پاک سے پوری کرا سکتا ہے۔ آپ میرے لئے دعا فرمائیں تاکہ مجھے صحت حاصل ہو۔

مرزا صاحب نے کچھ سکوت کے بعد نیچرل خیالات کے رنگ میں بے عمل

اور لایعنی سی تاویلات بیان کیں اور کہا کہ "میں تو فروعات کی اصلاح کے لیے آیا ہوں"۔ اتنا کہہ کر بدوملھی کا رستہ بتا دیا کہ وہاں ایک شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سادات خاندان کے ہیں۔ ان کے پاس چلے جاؤ۔ وہ آپ کی موافقت کے ہیں۔ مولوی صاحب رستہ سے ناواقف تھے۔ تکلیفات سفر برداشت کرتے پوچھتے پوچھتے بدوملھی پہنچ کر قطب عالم قبلہ جناب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اخلاق و محبت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھا۔ ہر ایک سائل و مہمان سے نہایت شفقت و دل جوئی فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہزاروں خادم و مرید اور خدمت گزار ہونے کے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی گفتگو و کلام میں کوئی لفظ اپنے فخر و شان میں نہ فرماتے۔ بلکہ آپ کی کلام مبارک میں کسر نفسی و انکساری ہوتی تھی۔ جب کوئی عقیدت مند آپؒ کی مدح و ستائش بیان کرتا' پسند نہ فرماتے۔ اس کے جواب میں اپنے آپ کو عاجز بندہ کہا کرتے۔ ہر ایک چھوٹے بڑے' امیر غریب اور اپنے خدمت گار تک "جی" کر کے بلایا کرتے تھے۔ جیسے لال دین جی' مہر دین جی' گل احمد جی' خاص کر غریبوں مساکینوں کے ساتھ بہت پیار اور محبت فرماتے۔ ان کی ضروریات کو پورا فرماتے۔ دنیا داروں کی طرح دنیا کا سامان اپنے لیے فراہم کرنے کی خواہش نہ رکھتے تھے' نہ پختہ مکانوں کے شائق' نہ اعلیٰ لباس زیب تن فرماتے' نہ مختلف النوع پر تکلف' لذیذ کھانوں کو استعمال میں لاتے۔ خاص کر آپ رحمتہ اللہ علیہ میں نفسانی بات اور نہ رنگ ڈھنگ تھا۔ بالکل سب کدورتوں سے پاک و صاف اللہ پاک کے مقرب بندے تھے۔ حاجت مندوں کے لیے فیض و کرم کا چشمہ فیض تھے۔

مولوی صاحب کو یہ حالات دیکھ کر قلبی تسکین حاصل ہوا اور تسلی ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ صاحب منزل ہیں اور ان کی نگاہ پارس ہے۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی ہو سکتی ہے۔ تب آپ نے رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں رہنا اختیار کر لیا۔ تھوڑی ہی معیاد میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دوا اور دعا سے

اللہ پاک نے مولانا صاحب کو صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرما دی۔ یہ بزرگ ہستی میرے دادا صاحب تھے اور میں ان کا پوتا ہوں۔ اس لئے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حالات سے پوری طرح واقف ہوں۔ اس وقت میرے دو بھائی ایک چچا زاد' دوسرے تایا زاد نے مولوی صاحب سے قرآن پاک کا ترجمہ سیکھنا شروع کیا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک صاحب مولانا صاحب کے لئے ایک بستر ان کی خواب گاہ میں گھر سے لائے۔ مولانا نے دیکھ کر فرمایا یہ بستر کبھی سادات کے چھوٹے بڑے افراد کے استعمال میں آیا ہوا ہے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں کبھی آ ہی جاتا ہے۔ مولانا نے کہا آپ اس کو واپس لے جائیں۔ میرے لئے یہی امر باعث صد ادب و عزت ہے۔ میں اس کو اپنی ذات کے لئے استعمال میں لانا گناہ کبیرہ جانتا ہوں۔ میرے لئے وہ بستر لایئے جو مہمانوں کے لئے وقف ہے۔ اس وقت اسی گاؤں کا ایک زمیندار شخص موجود تھا۔ اس نے مولوی صاحب کا کلام سن کر تعجب کیا اور کہا "مولوی صاحب! اتنا ادب" انہوں نے جواب دیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کاملہ کا یہی تقاضا ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک خاندان کے پاک افراد ہیں۔ ان کا ادب و احترام تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگر اس وقت میرے آقا کا سگ بھی موجود ہو تو میرے ایمان کے مطابق اس کا ادب اور عزت کرنا بھی لازم آتا ہے۔

انہی دنوں میرے چچا صاحب نے ایک گھوڑا مویشیوں کے چارا لادنے کے لیے رکھا ہوا تھا۔ مولوی صاحب روزانہ دیکھا کرتے تھے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے درویش اس پر چارا لاد کر لایا کرتے ہیں۔ ایک سال بعد مولوی صاحب کے دل میں وطن کی محبت پیدا ہوئی۔ میرے آقا جناب داد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں التماس پذیر ہوئے کہ عالی جاہ! اگر اجازت فرمائیں تو بندۂ درگاہ اپنے وطن جا کر اپنے بھائیوں اور بہنوں سے مل آوے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی اور زاد راہ بھی عطا فرمایا۔ میرے چچا صاحب نے اسی گھوڑے

پر زین ڈلوا کر ہمراہ اپنا ایک درویش دیا کہ مولوی صاحب کو اجنالہ جو بدو ملھی سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے، چھوڑ آؤ۔ وہاں سے تانگے میں سوار ہو کر امرتسر چلے جائیں گے۔ آگے گاڑی تیار ہوگی، اس سے سوار ہو کر اپنے وطن پہنچ جائیں گے۔ مولوی صاحب دربار پاک سے بصد عجز ونیاز رخصت ہوئے اور درویش سے کہنے لگے کہ دو میل پیدل چل کر گھوڑے کی سواری کروں گا۔ جب دو میل کا سفر طے کر چکے تو درویش سے پوچھنے لگے کہ اس گھوڑے پر کبھی کسی صاحبزادہ صاحب نے بھی سواری فرمائی ہے۔ درویش نے جواب دیا چھوٹے صاحبزادہ صاحب گاہ بہ گاہ سواری فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب نے سواری چھوڑ دی اور پیدل چلنا پسند کیا اور کہا مجھے اس گھوڑے کا بھی ادب و احترام ہے۔ جس پر سادات کے افراد نے سواری کی ہو۔ دو ماہ کے بعد مولوی صاحب نے واپس مراجعت کی۔ مولوی صاحب کا نام جان گل تھا۔ نہایت خلیق طبع تھے۔ اردگرد کے تمام علماء آپ کی محققانہ کلام سن سن کر سر تسلیم خم کرتے تھے کہ آپ واقعی بے مثل عالم ہیں۔ چار سال کے بعد انہوں نے یہیں وفات پائی اور دربار عالیہ میں ان کو دفن کیا گیا۔ **قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون**○

## (۴)

**جنید رحمتہ اللہ علیہ** دیگر ایک شخص جنید رحمتہ اللہ علیہ اسی فعل و عمل کے تابع تھے۔ درجہ عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بڑھ کر قدم رکھتے تھے۔ تذکرۃ الاولیاء میں مندرج ہے کہ آپ اپنے وقت کے مشہور پہلوان رستم ثانی حال صورت میں لاثانی ہر میدان میں فتح پاتے اور ہزاروں روپے کماتے تھے۔ اسی مقام پر سادات خاندان کا نوجوان گردش ایام کا ستایا، مفلسی اور غربت کی تکلیف سہتا، فاقہ کشی کو برداشت کرتا، پھر بھی اس کا ضمیر سائل بن کر غیر کے آگے جانا نہ چاہتا اور نہ اپنے مصائب بیان کرنا پسند کرتا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ کشتی لڑنے والے پہلوانوں کا اصول ہے کہ جو شخص اس میدان میں آئے، کشتی میں زیرپشت بھی ہو جائے، تو وہ اسے

اپنے اصول کے مطابق کچھ رقم روپیہ دے دیا کرتے ہیں۔ یہ سوچ کر اس خیال پر کمربستہ ہوا۔ جس امیر کے زیر اثر جنید رحمتہ اللہ علیہ رہا کرتے تھے' اسے مل کر کہا میں تمہارے پہلوان سے کشتی کرنا چاہتا ہوں۔ امیر بولا کہ تم تو ظاہر میں کمزور اور ناتواں ہو۔ جواب دیا کہ میں باطن میں نہایت طاقتور اور قوی ہوں۔ امیر نے منظور کیا اور مشتہر ہوگیا کہ فلاح تاریخ کو جنید رحمتہ اللہ علیہ کی کشتی ہوگی۔ کشتی گاہ کا میدان سجایا گیا۔ شائقین جوق در جوق آنے شروع ہو گئے اور ایک نہایت کثیر اژدھام لوگوں کا ہوگیا۔ اب میدان میں جنید رحمتہ اللہ علیہ اور وہ جوان دونوں نکلے۔ جنید رحمتہ اللہ علیہ نے اس جوان کو دیکھا تو کہا کہ تم میرے ہاتھ سے مرنے آئے ہو۔ میں نے اپنی ایک ٹانگ تم پر رکھ دی تو تمہاری جان تن سے نکل جائے گی۔ وہ جوان بولا میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ جنید رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا تمہیں کیا تکلیفیں ہیں جن کے بدلے اپنی جان دینا گوارا کر رہا ہے۔ جوان بولا میں خاندان سادات کا فرد ہوں۔ مجھے افلاس اور ناداری نے بہت کمزور اور تباہ کر دیا ہے۔ مگر میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ میں کسی غیر کے آگے سوال کروں۔ یہ میری فطرت کے خلاف ہے۔ میں نے سنا ہوا ہے کہ کشتی کرنے والوں میں زیر پشت اشخاص کو بھی قلیل سا معاوضہ مل جاتا ہے۔ اگر یہ معاوضہ مل گیا تو کچھ عرصہ کے لیے تکلیفات سے رہائی ہو جاوے گی۔ جنید رحمتہ اللہ علیہ نے جب یہ کلام اس سید زادے کی سنی تو سب ہمت اور گمان جاتا رہا اور دل میں جان لیا کہ یہ میرے امتحان کا وقت ہے اور اب اپنے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق میں سب کچھ نثار کر دینے کا وقت آ پہنچا ہے۔ آپؐ کے خاندان کی عظمت کو آنکھوں پر رکھ کر نہایت ثابت قدمی سے اپنی عزت و آبرو' ناموری' توانائی' شہہ زوری' مال و زر پر خاک ڈالی اور سیدہ زادہ سے بصد عجز و انکسار کہا آپ کیوں تھوڑی رقم لیں۔ ساری کے وارث بنیں۔ میں اپنا داؤ لگا کر پشت پا گر جاؤں گا۔ آپ بہت جلد میرے سینہ پر چڑھ جائیں۔ پس ایسا ہی ہوا۔ لوگوں نے نہایت تعجب سے دیکھا اور حیران رہ گئے۔ سب نے آواز دی دوبارہ کشتی کرو۔ پھر بھی

ویسا ہی ہوا۔ سہ بارہ بھی وہی صورت بنی۔ پھر ان کے اصول کے مطابق سیدہ زادہ ساری رقم کا وارث بنایا گیا۔ اسی شب کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مل کر فرمایا اے جنید تو نے ہمیں خوش کیا۔ اور سرکار دو جہاںؐ نے اپنے سینہ مبارک سے لگا لیا اور جناب جنید رحمتہ اللہ علیہ کے سینہ کو نور حق سے منور اور معمور فرما دیا اور آپ اولیاء اللہ کے سردار سید الطائفہ مقرر ہوئے۔ وہ اپنے وقت میں نہایت بزرگ اور باکرامت ہستی ہوئے ہیں۔ ہزاروں غافلین کو راہ راست پر لگا گئے۔ مساکین و غرباء کی حالت کو بدل گئے۔ لاعلاج مریضوں کو شفایاب کیا۔

## (۵)

**حضرت محمد پچیار رحمتہ اللہ علیہ** دیگر یہ روایت آپ کے خاندان میں سینہ بسینہ چلی آ رہی ہے۔ حضرت محمد پچیار رحمتہ اللہ علیہ صاحب ابتدائے عمر میں دنیاداری میں امیرانہ ہستی رکھتے تھے۔ جس طرح متمول لوگوں کا طرز حالات ہوتے ہیں۔ نہ وہ کسی رکن کے پابند اور نہ کسی ہستی کے محتاج۔ آپ ہر پہلو عیش و عشرت کے سامان مہیا ہونے کے بے کھٹکے زندگی بسر کر رہے تھے۔ کچھ عرصہ تک یونہی حالت قائم رہی۔ آخر ایک وقت پر آ کر موجودہ حالت کے خلاف آپ کے اندر ایک سخت تبدیلئ خیالات کی صورت پیدا ہوگئی۔ دنیا کی بے ثباتی اور اس کی بے وفائی کا نقشہ ہر وقت سامنے قائم ہوگیا جس سے دنیائے فانی کی دلچسپی و محبت گھٹنے لگ گئی۔ شوق الٰہی کی طرف طبیعت کا میلان و رجوع بڑھنے لگا۔ مگر ابھی منزل دور تھی۔ خدا رسیدہ بزرگ ہستی کی ضرورت لازم آتی ہے۔

وہی زمانہ قطب الاقطاب حاجی نوشوہ گنج بخش علیہ الرحمتہ کا تھا۔ اس طرف دل کا رخ ہوگیا۔ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ شیخ کامل کی توجہ اور تعلیم و تربیت سے راہ داری اس منزل طویل کے طے کرنے کی حاصل ہوگئی، جسے عبور کرتے کرتے ایک نہایت اعلیٰ رتبہ اور مقام تک جا پہنچے۔ جس کو قطب العصر

یعنی زمانے کا قطب کہا جاتا ہے۔ ہزاروں بندگان نے آپ سے فیض و مقصد حاصل کئے تھے۔ آپ کے بائیس صوبے تھے جو ولی اللہ کہلاتے تھے۔ آپ کی اولاد نرینہ تھی اور ایک بیٹی بھی تھی، جس سے آپ بہت محبت و پیار رکھتے تھے۔ جب وہ جوان ہوئی تو گھر والوں نے کہا آپ کوئی اعلیٰ گھرانہ تجویز فرمائیں تو لڑکی کی شادی کی جائے۔ حضرت محمد پچیار صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دل میں تو عشق محمدی کی ٹھاٹھ تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانہ کی عظمت پر غیر کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اپنی لخت جگر بیٹی کو اپنے مولا سرور کائناتؐ کی نذر کرتا ہوں اور جناب فاطمتہ الزہرا سلواۃ اللہ علیہا کی خدمت گار بناتا ہوں۔ آخر اسی عقیدہ و خیال پر نوشہرہ شریف کے متصل ایک گاؤں تھا۔ وہاں خاندان سادات کا ایک لڑکا تھا۔ اس سے شادی کر دی گئی۔ عشق و محبت کا یہ خاصہ ہوتا ہے جو اچھی اور پیاری شے ہو، وہ اپنے محبوب کی نذر کر دی جائے اور محبوب کی ہر شے اور آپ کے خاندان کے ہر فرد کی عزت و احترام بجا لاتا ہے۔ اب پھر ویسا ہی موقع درپیش آ رہا ہے۔ حضرت محمد پچیار صاحب نے اپنے بعد کی جانشینی پر اپنی اولاد سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کو منتخب کرنا مقدم جانا۔ وصیت نامہ لکھا گیا کہ میرے بعد سید زادہ جو میرا داماد ہے، میرا جانشین ہے۔ تمام صوبوں کو بلایا گیا۔ جو صوبا آپ کی نذر پیش کرتا تھا، آپ اٹھا کر اپنے داماد کے آگے رکھ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے بعد یہ میرا جانشین ہے۔ ان کی خدمت کیا کرنا۔ جب باری حضرت سید قائم کی آئی، یہ بھی آپ کے صوبا تھے۔ انہوں نے بھی آپ کے نذرانہ پیش کیا تو حضرت محمد پچیار صاحب نے حسب الطریق اٹھا کر اپنے داماد کے آگے رکھ دیا۔ سید حافظ قائم الدین صاحب نے جلدی سے اٹھا کر آپ کی اولاد کے پیش کر دیا اور کہا کہ میرا نذرانہ یہاں ہونا چاہیے۔ حضرت پچیار صاحب نے پھر اٹھا کر اپنے داماد کے آگے رکھ دیا۔ پھر جناب سید قائم الدین نے اٹھا کر آپ کی اولاد کے پیش کیا۔ حضرت محمد پچیار صاحب نے رنج میں آ کر فرمایا سامنے سے اٹھ جا۔ آپ اٹھ کر چند

قدم کے فاصلے پر جا بیٹھے۔ ادھر حضرت محمد پچیار صاحب کی لڑکی کا چھوٹا سا بیٹا تھا۔ جھٹ پٹ خطرناک مرض میں مبتلا ہوگیا۔ بی بی صاحب بیٹے کو لے کر باپ کے پاس آئی کہ اس کو کیا ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو سید حافظ کے پاس لے جاؤ۔ وہ حافظ صاحب کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے اٹھا کر اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا بہن جی! لڑکا میں نے لے لیا۔ آپ گدی رکھ لیں۔ مادری محبت کب برداشت کر سکتی تھی۔ کہہ دیا میں لڑکا رکھتی ہوں، گدی نہیں رکھتی۔ وصیت نامہ واپس کر دیا گیا۔ جناب سید حافظ قائم الدین صاحب کی نگاہ سے لڑکا فی الفور صحت یاب ہوا۔ بہن جی نے انہیں اٹھا لیا اور باپ کے پاس لے آئیں۔ حضرت جناب پچیار صاحب نے یہ فیصلہ سن کر جناب سید حافظ قائم کو یہ خطاب عطا فرمایا کہ تو میرا برق انداز ہے۔

## دعویٰ عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

اگر خاندان سادات میں سے کوئی صاحب عشق سرور دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے لئے حاصل ہونا ظاہر کرے تو اس کی شناخت و پہچان کے لئے میرے پاک مرشد اور جد امجد کے اخلاق حمیدہ اور طرز عمل سے موازنہ کر لینا بالکل صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔

اے برادران اسلام! عشق نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دعویٰ داران تمہاری خدمت میں رسول پاکؐ کے محبان صادقہ کے فعل و قول بطور معیار جو عشق و محبت کے حق و باطل کی شناخت کرانے والے پیش کئے جاتے ہیں۔ اس سے جانچ کر لیا کرو۔ جب تم اس پر پورے ثابت قدم ہو جاؤ گے تو پھر تم اپنے آپ کو کامیاب سمجھ لینا کہ اب ہم نفسانی خواہشات کے غلبہ سے محفوظ کئے گئے اور جنت ملنے کے مستحق بن کر سرٹیفکیٹ لے رہے ہیں۔ صرف قرآن پاک کی تلاوت پر بھروسہ رکھنا کہ یہ ہماری ہدایت و رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ بالکل بے سود ہے۔ سرور کائنات صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کاملہ قرآن کا مغز و ماحصل ہے۔ اس کے بغیر قرآن پاک کی حقیقت سمجھ میں ہی نہیں آتی اور نہ ہی اس کی اطاعت کاملہ حاصل ہو سکتی ہے۔ علماء کے پیدا کردہ اختلافات نے قرآن مجید کا شیرازہ بکھیر دیا ہے جس سے فرقہ بندی کا ظہور ہوگیا۔ اب ہر ایک فرقہ اپنے اپنے رائے و قیاس پر قرآن عظیم کا عامل و حامل ہو رہا ہے۔ کلام اللہ کی اصلی غرض جو ان کی نجات کے لئے کافی تھی، ضائع ہونے میں اپنا آپ ظاہر کر رہی ہے۔ اس حالت میں اہل قرآن بڑی بھی دوڑ کرے، تو ان کی رسائی اعراف تک ہو سکتی ہے۔ جنت تک پہنچ نہیں سکتا۔ اگر قرآن پاک اور حدیث مقدس کا تاکیدی امر نبی علیہ السلام کا عشق و محبت کاملہ حاصل ہو جائے، جس میں قرآن کریم کی حقیقی تعلیم بھری ہوئی ہے، وہ خودبخود تمہارے قلب میں القا ہوتی جائے گی۔ تمہیں حال وقت کے علماؤں سے پوچھنے کی حاجت نہ رہے گی۔ اس عمل پر ہی اصلاحیت کاملہ حاصل ہونے کا دارومدار ہے مگر تم دیکھتے نہیں۔ اس وقت ہمارے اور تمہارے دل غفلت اور نفس کی ناجائز خواہشوں کی عظمت سے بھرے ہوئے ہیں تو ناپاک برتن میں پاکیزہ اشیاء کس طرح اپنا قیام اختیار کر سکتی ہیں تو پھر قرآن جو نور ہے، اس کے لئے تو نہایت پاکیزہ اور نورانی ظرف کی ضرورت لازم آتی ہے۔ بس اب تم پہلے عشق سرور دو عالم علیہ السلام سے اپنے دل کو پاک کرو، پھر ان ہستیوں کی طرف رجوع کرو جو صحیح وارثان کتاب اور جانشین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں، تو پھر قرآن پاک کی حقیقی تعلیم حاصل ہو سکتی ہے۔ پس ایسے لوگ ہی پرہیزگار ہوا کرتے ہیں، جو تمام گناہوں سے محفوظ کئے جاتے ہیں۔ حدیث خلفاء تائید کرتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے میرے باراں خلفاء ہیں جو باراں امام ہیں۔ سلسلہ اجماعیہ کے خلفاء ایک تو باراں سے زیادہ ہیں* دوسرا ان میں فاسق و فاجر بھی ہیں۔ اس لئے وہ حدیث کے خلاف ہونے کے باطل ہیں۔ حق یہی ہے جو زبان نبی پاکؐ سے صادر ہوا ہے۔ ان کی پیروی پر ہی طریقہ دعا تعلیم کیا گیا کہ اس طرح کیا کرنا **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** ہم کو سیدھے راستے چلا۔ ان کے راستے،

جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ اسی صحت اور درستگی پر رسول خداؐ ہمیشہ ہی اپنے خاندان میں اس امر کی اہلیت دیکھتے ہوئے ان کی ہی اطاعت منوانے پر حکم کرتے رہے۔ جیسا کہ آپؐ نے یوں فرمایا ہے میرے اہل بیتؑ کشتی نوح کی مثال ہیں۔ جو اس پر سوار ہوگیا، اس نے نجات پائی۔ جو پیچھے رہ گیا، وہ غرق ہوگیا۔ اسی شرف و مرتبہ سے رسولؐ پاک نے اپنے اہل بیتؑ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کی محبت کو اپنی محبت اظہار فرمایا ہے۔

اس کے خلاف کوئی ایسی روایت و حدیث نہیں ہے کہ رسولؐ نے اپنے اہل بیت کو فرمایا ہو کہ میرے بعد صحابہ کی اطاعت کو میری اطاعت سمجھنا۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کسی صاحب نے اختلاف نہیں کیا تو وہ بطور تقیہ تھا۔ جیسا کہ اجماعی حکومت کے خلیفہ کی ظالمانہ تلوار کے رعب سے محققین مدت دراز تک تقیہ کرتے رہے ہیں۔

اب ایک وقت میں دو خلیفہ نبوت ہونا ممکن نہیں۔ ان میں ایک باطل ہے، جس کو صاحب ایمان تمیز کر سکتا ہے نہ کہ حاسد و منافق اور نفسانیت کے زیر اثر والا اور نہ ہی ایسے بے راہ جانے والے لوگوں کے دماغوں میں اس امر کا احساس ہی ہے کہ تحقیقات حق و باطل سے حدیث و روایت کی شناخت ہونے پر حقانیت حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن انہیں تو حاسد و منافق علماء کی پیدا کردہ سقیم بدعات سے اس قدر دلچسپی ہوگئی ہے، جو طبیعت ہی بن گئی ہے۔ وہ اقوال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جو اہل بیتؑ کے شان میں فرمائے ہوئے ہیں، جب ایسے لوگوں کے پیش نظر کئے جاتے ہیں تو ان کے دلوں میں اس قدر رنج و دکھ آتا ہے، جیسا کہ مشرکین اور منافقین کے دلوں کو پہنچتا تھا۔ جس کو اب اہل علم نے اس صورت عمل سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ایسے لوگ جو خاندان نبوت اہل بیت رسولؐ کے سچے واقعات شان عظیم کو گراتے ہیں اور ان کے حقوق کو نیست و نابود کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں، ان کی ایسی انتہائی مخالفت سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ جو پہلے لوگوں کی سخت مخالفت تھی،

سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہوتے حال وقت کے مخالفین کے سینوں میں جانگزیں ہونا ثابت ہوگئی ہے۔ جو ہروقت مخالفت میں سرگرم رہتے ہیں، تھوڑے دن ہوئے ہیں، میرے ایک عزیز نے مخالف کی معتبر کتاب سے ثابت کر کے جناب فاطمہ الزہراء صلوات اللہ علیہما کا حق فدک غصب ہونا اظہار کیا مگر مخالف فریقین نے نہایت بے باکی سے جو انسانیت کے خلاف تھی، عمل میں لا کر کہہ دیا کہ ہم اس واقعہ کو ہی نہیں مانتے۔ یہ جھوٹی روایت ہے۔ حالانکہ ان کے ہی سلسلہ اجماعیہ کا آٹھواں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سیرت میں لکھا ہے کہ جب وہ خلافت حکومت پر برسراقتدار ہوئے تو انہوں نے جو حقوق باغ فدک و خمس اہل بیت رسولؐ کے تھے، جن کو پہلی حکومتوں نے غصب کیا ہوا تھا، خاندان اہل بیت کو واپس دلائے گئے۔ اس کے علاوہ اور بھی مورخین کی معتبر کتابوں میں بھی یہی ذکر آیا ہے۔ جن کو محققین نے تسلیم کیا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ میرے عزیز اہل بیت رسولؐ کا حق فدک غصب ہونا مخالف کے پیش کرنا مناسب ہی نہ تھا۔

کیونکہ اس طرح مخالفین کے دل اصلاحیت نہیں پکڑتے۔ رسولِ خداؐ ابتدائی مسلمانوں کے عیب و نقاص کو بتدریج جیسا کہ شراب کے چھڑانے میں کیا گیا تو پھر ایسا ہی نابینا دل مسلمانوں کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کامل محبت کرنے کی تعلیم ہونی چاہیے۔ جو نابینا کو بینا ہونے کا باعث ہوا کرتی ہے۔ جب وہ اس عمل میں صحیح و کامل ہو جائیں تو پھر اہل بیت رسولؐ کی شان معظم ان کے گوش گزر ہو تو اس وقت لازماً آپؐ کی محبت و شان کو ان کے دلوں میں جائے سکونت مل جائے گی تو پھر اس عمل سے سب حقیقت مذہب منکشف ہو جائے گی۔ خود بخود ہی آپؐ کے حقوق غصب ہونے تسلیم کرلیں گے۔

## رسولؐ اور اہل بیتؑ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیتؑ کو پانچ باتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مساوی ٹھہرایا۔

اول: پروردگار نے فرمایا سلام ہو تجھ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیتؑ کے حق میں فرمایا سلام ہو آل یاسینؑ پر۔

دوم: آنحضرتؐ کو طٰہٰ سے یاد فرمایا اور اہل بیتؑ کے لئے طاہرین کہا۔

سوم: درود شریف نبیؐ پاک اور آپ کی آلؑ پر بھیجنا فرض ہے۔

چہارم: صدقہ نبیؐ پاک اور آپ کے اہل بیتؑ پر حرام ہے۔

پنجم: کہہ دے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تجھ سے اجر رسالت نہیں مانگتا مگر اہل بیتؑ کی مودت کیونکہ وہ مقرب اللہ ہیں اور اس طرح تم ان کے بھی مقربین بن جاؤ گے۔

## ارشاد نبویؐ

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

(موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتی ہے)

خلیل اللہ یعنی اللہ کا دوست جناب ابراہیمؑ کا لقب تھا سنتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ کا وقت آخر قریب آیا اور حضرت عزرائیل پیغام اجل لے کر آئے تو جناب ابراہیم نے کہا کہ جاؤ اور میری طرف سے اللہ تعالیٰ سے کہو، کیا کوئی دوست اپنے دوست کو موت دیتا ہے! اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ کہہ بھیجا کہ میرے خلیل سے کہنا "جب ایک دوست بلائے تو کیا دوسرا انکار کرتا ہے۔" اب ابراہیمؑ کے پاس کوئی جواب نہ تھا اور رخصت کے لیے تیار ہو گئے۔

# تائید حقیقی

عشق سے ہی محبوب کی اطاعت کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ غیر سے تعلیم لینے کی حاجت نہیں رہتی۔ اب اس امر کی تائید میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثبوت کے لئے کافی ہو سکتے ہیں۔ آپؓ عاشق بارگاہ رسولؐ تھے۔ آپؓ کے عشق کی یہ انتہا تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک دانت شہید ہونے کی تکالیف کو محسوس کر کے اپنے تمام دانت توڑ دیئے۔ ابھی حاضر خدمت بھی نہ ہوئے تھے' دور سے ہی اسلام کی عملی صورت کا علم جانتے۔ اطاعت اللہ و رسولؐ میں کامل تر تھے۔ اپنی والدہ ضعیفہ کی اطاعت میں پس و پیش نہ کرتے تھے۔ اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درگاہ پاک میں حاضر ہونے کی تڑپ ہر وقت دل میں رکھتے تھے۔ مگر والدہ کی اجازت کے بغیر حاضر خدمت رسولؐ ہونا اختیار کرنا نہ چاہتے تھے۔ اس لئے ظاہری زیارت رسول پاک علیہ السلام سے محروم رہے مگر آپ میں اس قدر قابلیت اور مقبولیت درگاہ سید العالمینؐ تھی۔ روایات میں آیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بروز قیامت اویس کی شفاعت سے بہت مسلمانوں کی بخشش ہوگی۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کی شان اظہار ہونے پر قرن کے لوگ بہت عزت کرنے لگ گئے۔ تو پھر آپؓ کوفہ کو چلے گئے اور بہت عرصہ تک لاپتہ رہے۔ حوالہ از کتاب "کشف المحجوب" داتا گنج بخش قدس سرہ کی تصنیف ہے لیکن حضرات ثلاثہ کی اطاعت سے منحرف رہے ہیں تاوقتیکہ حضرت علی علیہ السلام کی ظاہری خلافت کا موقع آیا تو حاضر ہو کر آپؑ کی بیعت کی اور آپؑ کی موافقت پر آپؑ کے مخالفین سے لڑے اور جنگ صفین میں شہادت کو قبول فرمایا۔

# روایت کفر پر علماءِ اسلام کی موافقت

ایک پنڈت جی کتابوں کا بستہ بغل میں لئے کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں اسی گاؤں کا ایک زمیندار ہل جوت رہا تھا۔ اس نے پنڈت جی کو دیکھا اور کہا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ پنڈت جی بولے کہ مناظرہ پر جا رہا ہوں۔ زمیندار نے کہا پنڈت جی جب آپ واپس آویں تو ہمیں بھی بتا جاویں کہ کس صاحب کو جیت ہوئی ہے۔ پنڈت جی نے فی الفور کہہ دیا کہ ہماری جیت ہوگی۔ زمیندار متعجب ہو کر بولا کہ پنڈت جی آپ تو ابھی راستے میں جا رہے ہو۔ وہاں نہ پہنچے اور نہ جلسہ میں شامل ہوئے تو تمہاری جیت کس طرح ہوگی۔ پنڈت جی بولے بھائی جان جو مقابل کا عالم سوال کرے گا، ہم نہ مانیں گے تو پھر ہماری ہی جیت ہوئی۔

اب جب محقق، علمائے فریقین کو حقانیت کے خلاف تجاوز کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو سرکار دو عالم علیہ السلام کو جن کی شان میں **ما ینطق** آیا ہے، آپؐ کی نہایت معتبر حدیث پاک کو پیش کرتا ہے تو وہ حدیث پر روایت کو ترجیح دیتے ہوئے کفر کی مطابقت پر کہہ دیتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے تو پھر ایسے لوگوں کی تعریف میں اس سے زیادہ کیا کہا جائے۔ حوالہ روایت کفر مولانا غوث علی پانی پت کے رہنے والوں کی کتاب تذکرہ غوثیہ سے دیکھ لیں۔

## یہ بچہ

کفار نے جناب ابوطالبؑ سے ایک بار کہا، کہ یہ بچہ (محمدؐ) ہمیں دے دو اور اس کے بدلے میں جتنے مرضی بچے ہم سے لے لو، تو ابوطالبؑ نے جواب دیا کہ "ہاں ٹھیک ہے یہ بچہ (محمدؐ) لے لو مگر اس کے بدلے میں مجھے ایسا ہی بچہ دو کہ جب وہ مکہ کی گلیوں میں چلتا ہو تو سنگریزے اٹھ اٹھ کر اسے سلام کریں۔ (مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب سے)

## در شان رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

**الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ**
نیاز مند کا آپؐ پر سلام ہو یا رسول اللہ
**الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ**
نیازمند کا آپؐ پر سلام ہو یا حبیب اللہ
**الصلوۃ والسلام علیک یا خلیل اللہ**
نیازمند کا آپؐ پر سلام ہو یا خلیل اللہ
**الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ**
نیاز مند کا آپؐ پر سلام ہو یا نبی اللہ
**الصلوۃ والسلام علیک یا صفی اللہ**
نیاز مند کا سلام ہو یا صفی اللہ
**الصلوۃ ولسلام علیک یا خیر خلق اللہ**
نیاز مند کا سلام ہو یا خیر خلق اللہ
**الصلوۃ والسلام علیک یا من اختیار اللہ**
نیاز مند کا سلام ہو یا من اختیار اللہ
**الصلوۃ والسلام علیک یا من ارسلہ اللہ**
نیاز مند کا سلام ہو من ارسلہ اللہ
**الصلوۃ والسلام علیک یا من زینہ اللہ**
نیاز مند کا سلام ہو یا من زینہ اللہ
**الصلوۃ والسلام علیک یا من شرفہ اللہ**
نیاز مند کا سلام ہو یا من شرفہ اللہ

الصلوة والسلام علیک یا من کرمہ اللہ
نیاز مند کا سلام ہو یا من کرمہ اللہ
الصلوة والسلام علیک یا من عظمتہ اللہ
نیاز مند کا سلام ہو یا من عظمتہ اللہ
الصلوة والسلام علیک یا سید المرسلین
نیاز مند کا سلام ہو یا سید المرسلینؑ
الصلوة والسلام علیک یا امام المتقین
نیاز مند کا سلام ہو یا امام المتقینؑ
الصلوة والسلام علیک یا خاتم النبیین
نیاز مند کا سلام ہو یا خاتم النبیینؑ
الصلوة والسلام علیک یا شفیع المذنبین
نیاز مند کا سلام ہو یا شفیع المذنبینؑ
الصلوة والسلام علیک یا رحمتہ العالمین
نیاز مند کا سلام ہو یا رحمتہ العالمینؑ
الصلوة والسلام علیک یا رب العالمین
نیاز مند کا سلام ہو یا رسولؑ رب العالمین

پل صراط پہ مستانہ وار جاتا ہوں
اسی کو حب علیؑ کا خمار کہتے ہیں

(علامہ رشید ترابی)

# قرآن عظیم دکھیا

مسلمانوں کی صورت حال کو دیکھ کر پریشان ہو کر غیر مذاہب کے آگے علماء کی عملی صورت دکھانے اور فوقیت اسلام بیان کرنے میں شرمسار ہو رہا ہے۔اس کی اپنی تعلیم پاک بے عیب تھی، جس کو عام دنیا کے مذاہب پر فوقیت تھی۔ آج عصر حاضر کے علمائے اسلام کے عقائد اور عمل سے پیچھے ہو رہا ہے اور نہایت افسردگی سے اسلام کے درمندوں کے سامنے رونا رو رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو محبت و اخلاق اور اتحاد و اتفاق کا درس دینے آیا تھا مگر افسوس میرے اپنے ہی علم کے وارث علماء جن کی بابت سنا گیا ہے کہ امت محمدیہؐ کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے سے ہوں گے لیکن انہوں نے میرے احکام اور خدا کے فرستادہ رسولؐ کی کلام کو اپنی من مانی تاویلات سے الٹ پلٹ کر کے بہت حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس موقع کو جانتے ہوئے حضور علیہ السلام منافقین کی طرف سے بہت خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ تو پروردگار عالم نے عشق محمدیؐ سے مومن کا ہونا اظہار کیا، جس پر قرآن مقدس و حدیث کا باہمی اتفاق و اتحاد پائے جانے کے اس امر پر اٹل فیصلہ کیا گیا مگر علمائے اسلام اس کو بھول کر غفلت کی میٹھی نیند سو رہے، عمل نہ کیا۔ اگر عمل ہو جاتا تو اختلافات پیدا نہ ہوتے۔ اسی کوتاہی سے گمراہ بن گئے۔ حاسد و منافقین کہلائے گئے۔ اب اللہ و رسولؐ ان کی پیروی کے مانع ہو رہے ہیں۔ اگر مجبوراً پیروی کی بھی جائے تو نجات و بخشش کا حاصل ہونا ناممکن ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے فہمیدہ انسان مسلمان کو چاہئے اپنے بے وقعت ایمان کو عشق محمدیؐ سے متصل کریں تو ایمان کامل حاصل ہو جائے گا۔

ملاں کی انہی غلط تاویلات آیات کو دیکھ کر مفکر اسلام، شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ مسلمانوں کی کج روی پر خون کے آنسو رو رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

ز من بر صوفی و ملاں سلامے | که پیغام خدا گفت اندارا
ولے تاویل شاں درحیرت انداخت | خدا و جبریل و مصطفیٰؐ را

ترجمہ: کہ میرا سلام صوفی ملاں کو پہنچا دو کہ مجھے پیغام خدا (قرآن) سناتا ہے لیکن جب وہ اس کی تاویل کرتا ہے تو خدا اور جرائیل اور محمد مصطفیٰؐ حیران ہو جاتے ہیں۔ یعنی خدا و جبریل و مصطفیٰؐ حیران ہو کر فرماتے ہیں ملعون یہ تاویل تو نے کیسے گھڑی۔ نہ خدا نے فرمائی، نہ جبریل نے پہنچائی، نہ محمد مصطفیٰؐ نے سمجھائی۔

کاش مسلمان قرآن پاک کی تاویل راسخون فی العلم سے لیتے تو آج تہتر فرقوں میں نہ بٹے ہوتے بلکہ ایک ہوتے اور سب کے سب صراط مستقیم پر ہوتے۔ دنیا میں وہ اقوام عالم میں سربلند ہوتے اور بروز محشر جنت ان کی مشتاق ہوتی۔

# غرض و غایت قرآن پاک

## جس کے عمل میں آنے سے درجات و انعامات ملتے ہیں

اس راہ حقیقت کے عاملین اور طے کرنے والے افراد کے لئے ایک خاص فرقہ کے اشخاص عائد نہیں ہو سکتے کہ یہی ہوں۔ اس لئے سنی شیعہ کو یہاں پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر یہ امر عمل ضروری ہے کہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کہنے والوں میں یہ ایک خاص خصوصیت ہونی چاہئے کہ دلوں میں جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق کامل ہو تو پھر ان سب کا انجام ایک ہی ہے۔ ایک ہی

پیانہ پر زلف محبوب کے فدائی ہونے کے ان سے تفرقات مذہبی دور ہوتے ہی ایک مرکز پر آ رہے ہیں۔ یہ اس وقت اپنی حقیقت باطنی سے راہ مستقیم و مقامات حق، جس کی طرف خدا سب کو بلاتا اور ہدایت کرتا ہے، تو پھر یہ وہاں کے وساکین کہلاتے ہیں اور یہ تمام ایک ہی عمل کے مقید عشق سے سیراب کئے ہوئے ہوتے ہیں اور اسی کے تحت نشوونما پاتے ہیں اور شان عظیم پاتے ہیں۔ جو اس میدان میں آتا ہے، وہ مرد جوانان مرد کہلاتا ہے۔

اس گھاٹ پر آنے والوں کی ایسی دھلائی ہوتی ہے، جو نہایت پاک و پاکیزہ اور منور ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ جام تریاق ہے، جو سب روگ دور کرتا ہے۔ جس نے اس کو نوش کر لیا، وہ نفس امارہ کے زہریلا خصائل خودی، تکبر مان گمان اور دیگر جملہ عیبوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہ وہ صراط ہے، جس پر چلنا قرب خدا تک پہنچا دیتا ہے۔ سب سے پہلے پروردگار عالم نے اسی تحریک پر بنیاد کائنات رکھی تھی۔ پھر اس نے اپنی ابتدائی مخلوق کو اپنا محبوب قرار دیا اور مسلمانوں کی ہدایت و راستی کے لئے اپنے محبوب کے عشق کو صراط مستقیم فرمایا جو امر الٰہیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اپنی کلام پاک میں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اپنے آباؤ اجداد، بہن بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور مال جو تم کماتے ہو اور مکان جس کو پسند اور مرغوب رکھتے ہو، اللہ کے رسولؐ سے زیادہ محبوب ہیں تو منتظر امر عذاب خدا رہو۔ خدا ہرگز ایسے فاسد عقیدہ لوگوں کو ہدایت کی راہ سے خارج سمجھ کر متقی ہونے کی تعلیم نہیں دیتا۔

غور سے دیکھا جائے تو یہ آیات قرآن نبیؐ پاک کے شان اظہار کا باعث ہو رہی ہیں اور ساتھ ہی یہ غرض محسوس کرا رہی ہیں کہ آپؐ کی ذات اقدس کا ہر مسلمان کے دل میں عشق و محبت کامل ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کے بغیر ہدایت پر آنے اور متقی ہونے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ فرمایا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں ان کے مال و جان، عیال و

اطفال اور اس کی دیگر تمام چیزوں سے محبوب تر نہیں ہوں۔ پس اب یاد ہونا چاہئے
کہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیم ہے، جس سے عشق نبوی حاصل کرنے کا سبق
ملتا ہے۔ غور کیا جائے تو فہم رسا کے نزدیک اس میں ہی سب حقیقت اسلام اور اتباع
قرآن آ جاتی ہے۔ جس نے اس کو حاصل کر لیا' وہ حقیقی اطاعت اللہ و رسولؐ میں
کامیاب ہوگیا۔ یہ صاف صاف لفظوں میں امر ہو رہا ہے۔ کوئی استعارہ و کنایہ نہیں
ہے' جو اپنے اظہار مطالب میں محتاج تاویل ہو کر ہر کس و ناکس انسان کی سمجھ میں نہ
آئے۔ لیکن یہ ایسا نہیں ہے۔ تفسیر کے لباس میں ظاہر ہے جس کو ہر آنکھ دیکھ سکتی
ہے۔ سب دماغ سمجھتے ہیں۔ مجاز باہمی اتحاد سے حقیقت کے حالات سے مطلع کرتا
ہے۔ اس سے ہر شخص ادنیٰ و اعلیٰ کے دل میں کم و بیش کیفیات آیات کا پایا جانا ہو
سکتا ہے۔ جس کو یہاں تائید کے لیے کہا جا سکتا ہے؟

ہوش مند اچھی طرح جانتا ہے کہ عاشق نہایت فرمانبردار ہوتا ہے۔ سوائے
اپنے محبوب کے جو کچھ دل کی آرزوؤں اور خواہشات و لذات حرص و ہوا اور دیگر
اسباب دنیا ان سب کی طلب محبوب میں کرتا ہے اور امر محبوب کو اپنے ذاتی ارادوں
و خواہشوں پر مقدم رکھتا ہے۔ اس کے تھوڑے حکم کو زیادہ عمل بن کر دکھاتا ہے۔
گویا پوری سے پوری اطاعت بجا لاتا ہے جو باعث خوشنودی محبوب ہوتا ہے۔ اس
لئے اس رکن کی طرف خدا توجہ دلاتا ہے کہ اسے ضروری و لازمی سمجھیں اور اس پر
عمل کریں۔ یہی صورت عمل حصول اصلاح و درجات میں کامیابی دیتی ہے۔ عرفا کاملین
اس کو اچھی طرح جانتے ہیں اور اس عمل کو نہایت موثر پاتے ہیں۔ یہاں تک کہ
محبوب کے قرب و وصال سے خدا حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ اہل تصوف نے رب کو
اپنے شیخ کی صورت پر دیکھا۔ اس بناء پر' رہنمائے دین جناب علی
علیہ السلام نے اپنے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشقانہ اطاعت کی۔
عمل فرار کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیا اور نہ ہی مخالفین رسول کے مقابلہ میں پس و پا
ہوئے۔ شب ہجرت تعمیل حکم میں اپنی جان کی پرواہ نہیں کی۔ ایسے خطرناک موقع پر

رسولؐ کے بستر پر بے دھڑک سوئے۔ جہاں چمکتی ہوئی تلواریں گھیرا ڈالے نظر آ رہی تھیں۔ جنگوں میں جہاں بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں' آپ ثابت قدم رہے۔ یہ عشق ہی تھا جو سب کچھ جان تک نثار کراتا تھا۔ جس کا ثمرہ زبان نبویؐ سے علیؑ منی و انا منہ پایا اور وارث علم امامت ہوئے۔ عاشق بارگاہ رسول حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی ہستی نہایت برگزیدہ محسوس کی جا رہی ہے جو کہ آپ کی ذات مقدسہ کو منصفانہ نگاہ سے دیکھتا ہے تو آپ کو ایک چشمہ ہدایت روشن چراغ شک و شبہات کے عالمین اور گمراہوں کے تاریک دلوں کی اصلاح کرنے والا پاتا ہے۔ ہر نابینا آپ کے اتباع سے بصیرت حاصل کرتا ہے۔

آپؓ کے صفات و حالات سے کئی عقدہ و نقاط اور مسائل حل ہوتے ہیں۔ جیسے کہ آپؓ کا حضرات ثلاثہ رضی اللہ عنہ سے دوری اختیار کرنا اور ان کی بیعت سے منحرف رہنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یہ تینوں صاحبان زمرہ عاشقین رسولؐ سے نہ تھے۔ ورنہ جنس کا ہم جنس کی طرف مائل ہونا لازمی امر ہے۔ دوم قرب جسمانی لاحاصل ہے۔ اس سے کوئی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ قرب روحانی ہو' جیسا عاشق صادق کو ہوتا ہے تو عقیدت مند دور سے فیض حاصل کر سکتا ہے۔ بعد وفات رسولؐ آپؓ کا شان اظہار ہونے کے قرن کے لوگ بہت عزت کرنے لگ گئے تو پھر آپ کوفہ کو چلے گئے اور بہت عرصہ تک لاپتہ رہے۔ تاوقت حضرت علی علیہ السلام کی ظاہری خلافت کا موقع آیا۔ تب حاضر ہو کر حضرتؑ کی بیعت کی اور آپ کی موافقت میں آپ کے مخالفین اور دشمنوں سے لڑتے رہے اور حرب صفین میں شہادت کو قبول فرمایا۔ آپؓ کو اس قدر عشق رسولؐ تھا کہ نبی پاکؐ کا ایک دانت شہید ہونے پر آپ نے اپنے سب دانت توڑ دیئے اور رسولؐ کی زبان سے وہ عہدہ و مرتبہ حاصل کیا کہ قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مصر کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری امت میں ان کی شفاعت ہوگی۔ سوم حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے اپنے محبوب کی تکلیف کو یاد کر کے یا اس کے قرب و وصال کی طلب میں اپنے وجود کو

مشکلات میں ڈالنا سخت سردی و گرمی میں روزہ و نماز کی ایذا' بھوک وپیاس کی تکلیف'
جملہ خواہشات طبعی کے روکنے میں ہر قسم کی سختی سے اپنے آپ کو اذیت دے لینا جائز
ولازم ہونے کے یہ فعل واجب سمجھا جاتا ہے جو محبت کے پرکھنے کے لئے ایک معیار
ہے اور یہی جہاد نفس کا مفہوم ہے' جس سے تزکیہ نفس ہو کر محبوب حقیقی تک رسائی
ہو سکتی ہے۔ دیگر متفرقات عاشق رسولؐ جنہوں نے پوری پوری فرمانبرداریاں کیں'
تکلیفوں میں رسولؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا' جنگوں میں مخالفین رسولؐ کو واصل جنہم کر
کے خود جام شہادت نوش فرما کا مستحق مدارج اعلیٰ ہوئے۔ جن کی نسبت خدا تعالیٰ
قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ شہید زندہ ہیں۔ انہیں مردہ مت کہو۔ یہ بہشت
میں آباد ہیں۔ معرکہ کربلا کے عاشقین بہادر جانثاروں کا منظر اس بات کو اور دوبالا کر
دکھاتا ہے اور قیامت تک کے لئے اپنے وفائے عشق سے آیت قرآن کے مصداق مال
و جان و اولاد کو راہ عشق میں کٹا کر تمام انعامات الہیہ پر قبضہ پالیا۔
جنت کے مالک اور مختار کا درجہ لے لیا۔ گنہگاروں کے شفیع بن گئے۔ دیگر
بزرگان دین' عاشقان رسولؐ' جنہوں نے حقانیت کے ساتھ دین کو پھیلایا اور ترقی دی'
ان پاک مقرب رسولؐ ہستیوں کا عشق و محبت بھی راہ حق کی تعلیم دیتا ہے۔ مرض
عصیان سے بچاتا اور شفا دلاتا ہے۔ طالب عقبیٰ کو درجات عظیمہ حاصل کرنے کے
لئے مرشد و شیخ کے عشق کی بہت ہی ضرورت ہے۔ اس سے ہی اس عمارت کی تعمیر
مکمل ہوتی ہے۔ جو اس میں صادق و کامل نکلتا ہے' وہ معجز عاصائے موسوی کی نظیر
ہے' جس سے نفس فرعون کو مغلوب کر کے سلطنت دین کا وارث ہو جاتا ہے۔
اب یاد رہے کہ گروہ عاشقان ہی ایک ایسا فرقہ ہے جو علم حق میں متصور
ہے۔ جسے فرقہ ناجیہ قرار دیا جاتا ہے۔ جس میں شامل ہونے والے قبول درگاہ ہیں۔ جو
اس میں داخل ہوگا' وہی درجات کے حاصل کرنے کا مستحق گنا جاتا ہے۔ جس شخص
میں عشق کے اثرات و جذبات کم و بیش نہ ہوں گے' وہ باطل پر ہے۔ خدا کی درگاہ
سے راندہ ہوا ہے۔ اے انسان ناداں! اب تجھے ایسا ہونا چاہئے کہ اس غفلت اور

اندھے پن کو چھوڑ دے اور بینا ہو جا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں محو ہو جا اور ویسے ہی درجات حاصل کر۔ ورنہ تو حیوان کیا' مردار سے بھی بدتر ہونے والا ہے۔ مگر افسوس تو اس اپنی آخری حالت کو بھول بیٹھا ہے۔ اس مختصر سی عمر کے لئے گمراہ بنا ہوا ہے۔ تمہیں ہوش چاہئے۔ یہ دنیا فناہ کا مقام چلنی سرا ہے۔ یہاں کی سکونت بہت جلد منقطع ہونے والی ہے۔

## عشقِ نبوی تزکیہ نفس کا ذریعہ

انسان اپنے نفسانی جذبات کام' کرودھ' غیبت معاشرتی تقاضوں کے سامنے ایک وقت میں سخت مجبور ہوتا ہے۔ جب وہ غلبے میں آتے ہیں تو پرہیزگاری کی باگ ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ بڑے بڑے عابد' زاہد اور حاجی مولوی' نمازی قسم کے انسانوں کو ناجائز امر کے مرتکب کر دیتے ہیں۔ ایسے موقع کے نہ پیدا ہونے اور اس کے بچنے کے لئے کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس کے کہ عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ مگر زبانی زبانی نہ ہو۔ حقیقی اور سچا عشق ہو تو پھر وہ تمام جذبات نفسانیت سے مبرا رہ سکتا ہے۔ اس بات میں خدیث پاک تائید کرتی ہے۔

کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک مال و جان اور اولاد اور ہر شے سے مجھے محبوب تر نہ جانے۔ **عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین** (رواۃ البخاری)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو اپنے ماں باپ' اپنا مال اور سب لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو۔

اس کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے ہی مومنیت حاصل ہوتی ہے۔ یہ مسلمانوں کی نجات کے لئے مفید اور نہایت اعلیٰ رتبہ

اور والا شان ہے۔ اس لئے مجھے خیال ہوگیا کہ کسی نہ کسی صاحب علم نے مومن کی سیرت لکھی ہوگی۔ اس کے صفات و کمالات بیان فرمائے ہوں گے۔ حاصل ہو جائیں تو میں یہاں بیان کر دوں مگر مجھے تلاش میں ناکامی ہوئی۔ آخر مجبور ہو کر مثال کے طور پر مومنیت کو سونے کی مشابہت دیتا ہوں کہ مومن سونے کا ٹکڑا ہے۔ جس طرح سونے میں کوئی نجس یعنی دیگر معدنی اشیاء کا میل ملاپ نہیں' وہ اپنی ذات میں منفرد ہے۔ پاک ہے اور خالص ہے۔ ویسے ہی خالص مومن کے اوصاف ہیں۔ یہ بھی فرقہ بندی ، باطل حدیث و روایات اور قرآن پاک کی ناجائز تاویلات کے عمل سے محفوظ اور پاک ہے۔ بے شک سونا حسیناناں کے حسن و جمال کو دوبالا کرتا ہے اور بادشاہوں کے تاج کی زیب و زینت ہے مگر مومنیت اس سے بڑھ کر ہے۔ اس کی اصل حقیقت عشق ہے جو مس خام کو کندن بنا دیتا ہے۔ یہ انسان کے قلب میں ایک نئی کیفیت پیدا کر دیتا ہے' جس سے نورانیت مل جاتی ہے تو پھر فرشتوں سے بڑھ کر مقرب الی اللہ ہو جاتا ہے۔ اے نادان انسان!! تو اس سلسلہ کو پکڑ' جہاں کوئی نہ کوئی ایسا ہی مرد خدا' جو اللہ کا مقرب ہو' مل جاتا ہے۔ جب تجھے مل جائے تو اس کے پاؤں پکڑ کر آنکھوں پر رکھ لے۔ اس کی اطاعت کر' اس کے زیر نگاہ خود کو رکھ۔ تاکہ تمہیں دین کا کچھ حصہ مل جائے' جس سے تیری عاقبت اچھی ہو جائے اور تمہیں راحت نصیب ہو۔

عشق اور محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کیخوشی کے ساتھ خوشی اور غم کے ساتھ غم منایا جائے۔ دستور زمانہ ہے کہ بوجہ مجبوری اگر انسان خوشی کے موقع پر نہ بھی پہنچ سکے تو درگزر ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر غم اور مصیبت کے موقع پر شریک نہ ہوا تو پھر وہ دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے۔ آیئے! تاریخ میں تلاش کریں کہ ہمارے رسولؐ کس کس موقع پر غمگین ہوئے تاکہ ہم ان کے غم میں شریک ہو کر ان سے دعویٰ محبت کو سچ ثابت کر سکیں اور سرکارؐ کی بارگاہ میں ان کے امتی ہونے کا ثبوت دیں اور بروز محشر آپؐ کی شفاعت کے مستحق ہو سکیں۔

## ولادت حسینؑ کے موقعہ پر---- گریہ رسولؐ ثقلین

(مشکوۃ شریف)

ہم تو اس لئے بھی روتے ہیں کہ بے دردی سے شہید کیے گئے۔ تین دن پانی نہیں ملا۔ خیموں کو آگ لگا دی گئی۔ سیدانیاں بے ردا نکلیں۔ دردناک کہانی بھی ہے، حادثہ دل خراش بھی ہے۔ سب کچھ ہے۔ لیکن ابھی تو واقعہ گزرا ہی نہیں ہے، رسولؐ کیوں رو رہے ہیں۔ جب حسینؑ کی ولادت ہوئی اور رسولؐ کی گود میں دیئے گئے۔فاطمہؑ نے کہا بابا میرا بچہ کیسا اچھا ہے۔ رسولؐ کی نگاہیں نیچی ہوگئیں۔ بابا میرا بچہ کتنا اچھا ہے دیکھیں نا۔ اب جو فاطمہؑ نے دیکھا کہ رسولؐ کی آنکھوں میں آنسو۔ شانے پہ ہاتھ رکھا اور کہا بابا کیا بات ہے۔ میرے حسینؑ میں کوئی عیب ہے، کوئی نقص ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا سیدہؑ تو دیر میں آئی۔ جبریل پہلے آگیا۔ یہ بچہ میرا بے جرم و خطا عراق میں قتل ہو جائے گا۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں کو کتنی خوشی ہوتی ہے اور اگر بچہ خوبصورت بھی ہو---- (حسینؑ اتنے خوبصورت تھے کہ حمید ابن مسلم لکھتا ہے کہ جب حسینؑ گھوڑے سے گر رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ ایسا حسین چہرہ کہ میں نے زندگی بھر نہیں دیکھا) اتنے حسین تھے--- باپ نجومی نہیں، کاذب نہیں۔ بلکہ صادق القول رسولؐ ہے جو یہ خبر دے رہا ہے اب بتاؤ اس ماں کے دل کی کیا حالت ہوگی جس کا ایمان ہے کہ باپ غلط نہیں ہو سکتا۔ اب زہرا پیچھے ہٹ گئیں اور ممتا آگے بڑھی۔ ممتا پوچھتی ہے کہ بابا اچھا یہ تو بتلائیں کہ آپؐ ہوں گے، جب میرے بچے کو قتل کیا جائے گا۔ کہا نہیں (پوچھنے کا مطلب یہ تھا کہ رحمتہ للعالمینؐ ہیں شاید حسینؑ کا دکھ دیکھ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیں اور مشیت الٰہی بدل جائے) بابا اس کا باپ علیؑ ہوگا (مطلب یہ تھا کہ اس کا باپ علیؑ بہادر ہے بھلا ان کی موجودگی میں کیسے کوئی میرے حسینؑ کو قتل کرے گا) بابا اس کا بڑا بھائی حسنؑ ہوگا۔ کہا وہ بھی نہیں ہوگا تو آخر میں ممتا کلیجہ پکڑ کر کہتی ہے کہ چکی چلانے والی ماں ہوگی۔ نہیں بیٹی تو بھی نہیں ہوگی۔ اب سیدہؑ پیچھے ہٹ گئی اور کہا "من بقاء الحسین" میرے بچے پر روئے گا کون؟ تو اس پر رسولؐ نے کہا بس بس سیدہؑ اس

کا وعدہ میں کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اک ایسی قوم کو پیدا کرے گا جو قیامت تک تیرے لال کو روئے گی۔

ایک دوسری روایت یہ بھی مشکوۃ شریف میں درج ہے جناب ام سلمیٰؓ (حرم رسولؐ) روایت کرتی ہیں کہ ایک دن حضورؐ میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں حجرے میں آرام کرنے جا رہا ہوں اور کسی کو اندر نہ جانے دینا۔ یہ کہہ کر حضورؐ اندر تشریف لے گئے اور حجرے کا دروازہ بند کر لیا۔

تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ چھوٹا شہزادہ حضرت حسینؑ میرے گھر میں داخل ہوئے۔ شہزادہ حجرے کی طرف جانے لگا تو میں نے روک دیا کہ آپؑ کے نانا نے منع فرمایا ہے تو حسینؑ نے کہا کیا مجھے بھی نانا نے منع فرمایا ہے۔ بس یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حجرے سے آواز آئی حضورؐ کی کہ میرے حسینؑ کو آنے دو۔ حسینؑ اندر چلے گئے اور حضورؐ نے پھر دروازہ بند کر لیا۔

جناب ام سلمیٰ فرماتی ہیں کہ کچھ ہی دیر بعد مجھے حجرے سے رونے کی آواز آئی۔ میں تڑپ کر اٹھی اور حجرے میں داخل ہوئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ حسینؑ حضورؐ کے سینے پر سوئے ہوئے ہیں اور حضورؐ زار و قطار رو رہے ہیں۔ ہچکی بندھی ہوئی ہے اور حضورؐ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہے۔ میں نے گھبرا کر حضورؐ سے گریہ کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا ام سلمیٰ! ابھی ابھی جبریل آیا تھا اور اس نے خبر دی ہے کہ یارسول اللہؐ آپ کا یہ بچہ جو آپ کی چھاتی پر سو رہا ہے، سرزمین عراق میں بے جرم و خطا شہید کر دیا جائے گا اور اے ام سلمیٰ یہ کربلا کی خاک بھی دے کر گیا ہے۔ اسے تم سنبھال کر رکھ لو کسی شیشی میں اور جب یہ مٹی خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا شہید ہوگیا۔

جناب ام سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ وہ مٹی میں نے ایک شیشی میں ڈال کر رکھ لی۔ ٦٠ ہجری میں جب حسینؑ نے عراق کا سفر اختیار کیا تو میں اکثر اس مٹی کو دیکھتی اور مجھے تسلی ہوجاتی کہ میرا حسینؑ خیر سے ہے۔ ٦١ ہجری کو جب سے محرم کا چاند شروع ہوا، مجھے بہت بے چینی ہوتی اور میں بار بار مٹی کو دیکھتی۔ ١٠ محرم کو عصر کا وقت تھا کہ عصر کی نماز کے بعد میری آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ رسولؐ خدا بہت پریشان حال ، بال بکھرے ہوئے، سر میں خاک، گریبان

چاک، آہ و بکا کر رہے ہیں۔ بی بی کہتی ہیں خواب میں ہی میں پوچھتی ہوں حضورؐ کیا ہوا۔ کہا ام سلمٰی تجھے پتہ نہیں کہ سرزمین کربلا سے آ رہا ہوں۔ میرے حسینؑ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

بی بی کہتی ہیں میں ایک دم چونک کر بیدار ہوئی۔ فوراً بھاگ کر اندر گئی مٹی دیکھنے کے لئے۔ اب جو شیشی کے سامنے سے پردہ ہٹایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ شیشی میں مٹی کی جگہ خون ابل رہا ہے۔

امام پاکؑ کا یہ معجزہ تو آج تک باقی ہے اور قیامت تک رہے گا کہ یوم عاشور خاک کربلا خون کی طرح سرخ ہو جاتی ہے۔ خاکسار کو یہ معجزہ متعدد بار دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ گلستان زہرا، ایبٹ روڈ لاہور سادات اعظام کے پاس خاک کربلا کی بنی ہوئی ایک تسبیح ہے جو باپ دادا کے زمانے سے ان کے پاس چلی آ رہی ہے اور یوم عاشور ہر سال نماز عصر کے بعد اس کی زیارت کرواتے ہیں۔ ہزاروں لوگ ہر سال زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ تسبیح کے دانے مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ گویا مٹی رنگ کے ہیں۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے تسبیح کا کچھ حصہ سرخ ہو جاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ مدھم ہو جاتا ہے اور تسبیح میں کسی اور جگہ سے سرخ ہونا شروع ہو جاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے بہت سرخ ہو جاتا ہے اور پھر مدھم پڑ جاتا ہے۔ لوگ ماتم کر رہے ہوتے ہیں، زنجیر زنی ہو رہی ہوتی ہے۔ یہ دیکھنے میں آیا ہے جوں جوں ماتم تیز ہوتا ہے، تسبیح کے دانے بھی زیادہ سرخ ہو جاتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خون جوش مارتا ہو۔

جو کوئی بھی رسولؐ اور آل رسولؐ سے محبت کا دعویٰ رکھتا ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ مجالس امام حسین علیہ السلام میں شریک ہو کر اپنے آقا و مولا سرور کائناتؐ فخر موجوداتؐ کی خدمت اقدس میں ان کے نواسے کا پرسہ دے اور اس بات کا عملی ثبوت پیش کرے کہ وہ یزیدوں سے نفرت کرتا ہے اور آپکے حسینؑ سے محبت کرتا ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ جلائی جا رہی تھی اور انہیں آگ میں ڈالنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ ایک ننھا سا پرندہ اپنی چونچ میں پانی لیے اڑتا جا رہا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ تو اس نے کہا کہ اس آگ پر پانی ڈالنے جا رہا ہوں جو ابراہیمؑ کے لیے جلائی گئی ہے تو اس نے ہنس کر کہا اے نادان! تمہارے دو قطرے پانی ڈال دینے سے وہ اتنی بڑی آگ کیا بجھ جائے

گی تو اس پرندے نے جواب دیا تھا کہ بے شک پانی کے یہ دو قطرے آگ سرد نہیں کر سکتے مگر اتنا ضرور ہے کہ میرے خالق کو پتہ چل جائے کہ میں آگ جلانے والوں میں سے نہیں ہوں بلکہ ابراہیم کی حمایت کرنے والوں میں سے ہوں۔

یہی وجہ ہے ہمارے ماتم، احتجاج اور گریہ کی، کہ ہم بتاتے ہیں آقا! ہم یزیدوں میں سے نہیں بلکہ ان سے نفرت کرتے ہیں اور آپکے حسینؑ سے محبت کرتے ہیں۔

محدثین میں ایک بہت بڑا نام شاہ عبدالحق محدث دہلوی جن کی رائے کم از کم اہل سنت والجماعت کے لیے تو حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے ان کی مشہور زمانہ کتاب "سر الشہادتین" (یعنی دو شہادتوں کا راز) جس کے کئی زبانوں میں ترجمے ہوئے "تحریر الشہادتین" "تقریر الشہادتین" وغیرہ۔ اس بلند پایہ تصنیف کا خلاصہ یہ ہے۔

ہمارے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار ہیں لہٰذا تمام انبیاءؑ کی تمام فضیلتیں حضورؐ کی ذات اقدس میں جمع ہیں۔ شہادت، اک بہت بڑی فضیلت ہے جو متعدد سابقہ انبیاء کو حاصل ہوئی اب یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ سردار انبیاء کو اس فضیلت سے محروم رکھتا لیکن حضورؐ کی براہ راست شہادت سے دین مکمل نہ ہو پاتا چنانچہ اللہ نے حضورؐ کو دو نواسے حسنؑ اور حسینؑ عطا فرمائے اور ان کے ذریعے سے حضورؐ کو "شہادت" کی فضیلت سے سرفراز فرمایا۔ اب شہادت دو قسم کی ہوتی ہے ایک خفیہ اور دوسری ظاہری چنانچہ امام حسنؑ کو خفیہ طور پر یعنی زہر سے شہید کیا گیا اور امام حسینؑ کو ظاہری طور پر تلوار و خنجر سے شہید کیا گیا۔ شہید انبیاءؑ میں سے کسی کو خفیہ شہادت ملی اور کسی کو ظاہری شہادت نصیب ہوئی مگر ہمارے حضورؐ کو حسنینؑ شریفین کے ذریعے دونوں شہادتیں ملیں، تو اس طرح سے باقی فضائل کی طرح "فضیلت شہادت" بھی حضورؐ کو بدرجہ کمال حاصل تھی۔

اب بقول شاہ عبدالحق محدث دہلوی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی شہادت اصل میں رسولؐ اللہ کی شہادت ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی رسولؐ سے محبت کا دعویدار ہو اور رسولؐ کی ظلم وجور سے شہادت پر اشکبار نہ ہو۔

وما علینا الا البلاغ المبین

# نوحہ

(نوحہ کناں جناب سید تجمل حسین شاہ صاحب مدظلہ' زنجانی الکاظمی)

سجدے میں مار ڈالا فرزند مصطفیٰؐ کو
اللہ اب بچائے زینبؑ تیری ردا کو

پانی طلب کیا تھا ظالم نے تیر مارا
آیا نہ رحم ہر گز بچے پہ حرملا کو

معصوم کی وہ گردن وہ تیر حرملا کا
اصغرؑ نے مسکرا کے تڑپا دیا قضا کو

شبیرؑ نے نکالی اکبرؑ کے دل سے برچھی
تڑپا گیا یہ منظر ارواح انبیاءؑ کو

وعدے پہ جی رہی ہوں راہ دیکھتی ہوں بھائی
صغریٰؑ نے خط میں لکھا ہمشکل مصطفیٰؐ کو

زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے گر رہے ہیں
اب کون دے سہارا مظلوم کربلاؑ کو

چادر چھنی جو سر سے گھبرا کے بنت زہراؑ
دیتی رہی صدائیں عباسؑ باوفا کو

چھینے گئے ہیں گوہر بے حال ہے سکینہؑ
کر دے خبر یہ کوئی معصومہ کے چچا کو

نرغے میں دشمنوں کے زینبؑ کی بے روائی
بھولی نہ زندگی بھر بیمار کربلاؑ کو

کوفے کے رہنے والو زہرہؑ کی بیٹیاں ہیں

کیوں مارتے ہو پتھر بھولے ہو کیا خدا کو
سجدے میں مار ڈالا فرزند مصطفیؐ کو
اللہ اب بچائے زینبؑ تیری ردا کو

## حسینؑ و زینبؑ

صدیاں بیت چکیں مگر
حسینؑ اور کربلا آج بھی
دنیا بھر کے عزت پسندوں اور آزادی پسندوں کے لیے
مینارہ نور ہیں
حق و باطل کے درمیان ریگزار کربلا میں
شروع ہونے والا معرکہ
بظاہر روز عاشورہ خانوادہ رسولؐ کے خیمے جلنے پر مکمل ہوگیا تھا
لیکن درحقیقت
معرکہ حق و باطل تو شام غریباں کے بعد شروع ہوا
زینبؑ بنت علیؑ نے
اپنے خطبوں میں حق و باطل کے اس معرکہ کے پس پردہ کارفرما
سازشوں کو کچھ اس طرح بے نقاب کیا کہ
ظلمت کدہ شام کے در و بام بھی بول اٹھے کہ
بنت علیؑ نے سچائیوں کے علم کو بلند کر کے
حسینی مشن کے مقاصد کو دنیائے اسلام پر پوری طرح
عیاں کر دیا ہے اور---------- حسینؑ و زینبؑ
صبر و استقامت اور عزم و جلال کی زندہ مثال بن گئے

# عید قربانی پر تبصرہ

یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں سے برگزیدہ' سب نبیوں اور رسولوں کے سردار تھے۔ آپؐ کی تعلیم پاک اور امر شریعت کاملہ نے غیر اسلام تمام مذہبوں اور فرقوں کے اصولوں کو ناکمل ثابت کر دکھایا۔ بس اس سے اور کیا زیادہ اسلام کے کمال کا ثبوت ہونا چاہئے' جو تیرہ سو سال کے اندر تمام دنیا کے ہر حصہ میں کم و بیش کلمہ توحید کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ ایسی فضیلت اور کمالیت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا بالکل صحیح اور مناسب ہے کہ اسلام ہی خدا کا سب سے پسندیدہ اور پیدا کیا ہوا مذہب ہے۔ اس کے تمام احکام راہ راستی اور اطاعت خداوندی کا باعث ہیں۔ جس پر عمل کرنا درجات عظیمہ حاصل ہونے اور جنت میں جانا واجب ہو رہا ہے۔ اسی کمالیت اور کاملیت کی وجہ سے اسلام کا رتبہ بلند و بالا سمجھا جاتا ہے۔ اگر آپ کی کاملہ دینی تعلیم میں دوسرے کسی نبی کے فعل کی شمولیت کی جائے تو پھر آپ کے مذہبی اصول ناکمل ہونے کا امکان ہو جاتا ہے۔ مگر جائے حیرت ہے کہ علماء نے کیوں ایسا کیا۔ جو اس عارضی سنت ابراہیمؑ دنبہ کی قربانی کو ایک رکن اسلام کا قرار دیا کہ قیامت کے روز مسلمان قربانی والے جانوروں پر سوار ہو کر پل صراط سے گزر کر جنت میں داخل ہوں گے۔ جب یہ مسئلہ زیر تحقیق لایا گیا تو پھر دنبہ کی عارضی قربانی کی اتنی شان اور اسلام کا جزو ثابت نہیں ہوتا۔ جب کہ قربانی ادا کرنے والا خود ہی تیسرا حصہ (۱/۳) مذبوحہ جانور کا اپنے گھر تصرف میں لاتا ہے اس حساب سے قربانی کا جانور ڈھائی ٹانگ والا رہ جاتا ہے جو چلنے پھرنے میں معذور اور لاچار ہوتا ہے۔ وہ ایسی حالت میں انسان کا وزن برداشت کر

کے کس طرح جنت میں لے جا سکتا ہے۔ اس کو اتنی ناجائز شان دینے والا مداخلت بے جا کا مرتکب کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ عمل اور عقیدہ اسلام اور نبی پاک علیہ الصلوۃ والتسلیم کی افضلیت کے خلاف ہے۔ ادھر اہل تحقیق ثابت کرتے ہیں کہ بے شک قربانی شعائر اللہ ہے لیکن اللہ اور رسولؐ کی اس قربانی کے عمل سے دوسری غرض بھی مخصوص کی جاتی ہے ان رقیق القلب مسلمانوں پر جو تھوڑے خطرۂ جان کے موقع پر رونا اختیار کرتے اور جنگوں میں قتال دیکھ کر میدان جنگ سے فرار اختیار کرتے تھے۔

حضور آقائے دو جہانؐ نے انؓ کے دل کی تقویت اور حوصلہ افزائی کے لیے اس موقع کی اشد ضرورت کو انبوہ کثیر جانوروں کی خون ریزی کو مباح فرمایا۔ یہ مسلمان جوں جوں اپنے ہاتھ سے جانوروں کو ذبح کرتے' ان کا گوشت کھاتے اور دوسروں کو کھلانے کا عمل کرنے لگے' ان میں برداشت کی سختی اور قوت پیدا ہوتی گئی اور یہاں تک کہ افواج اسلامی کو اس قدر طاقت ور اور مضبوط بنا دیا کہ وہ علاقہ پر علاقہ فتح کرنے لگے۔ کسب اکتساب قصاب اس عمل کی تائید کرتا ہے کہ قصاب بڑے مضبوط دل کے ہوتے ہیں۔ ان کا دل قوی ہونے کی وجوہات بڑی حد تک یہی ہیں کہ وہ جانوروں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے رہتے ہیں۔ اس عمل سے دوسرے لوگوں کی نسبت ان کے دل بے خوف ہوتے ہیں۔ جب وہ کسی بھی خانگی معاملات میں نزاع کا موقع دیکھتے ہیں تو مقابل کے فریق پر حملہ کرتے اور جرات کا ثبوت دکھاتے ہیں اور مرنے مارنے کو خاطر میں نہیں لاتے اور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس مقصد پر عارضی قربانی کا سلسلہ جاری ہوا ہے جو نہایت موثر ثابت کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض حضرات جرات و دلاوری میں حدود شرعی سے تجاوز کر گئے اور اپنی اہلیت کو بھول گئے۔ رونے والے ایک نہایت زبردست حاکم قرار دیئے گئے۔ ان کے حکم کی تعمیل میں کوئی توقف کرتا تو اسے قتل کرنے یا جلا وطن کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ بھاگنے والے بالا نشین کا رتبہ حاصل کر بیٹھے۔ تشدد و سختی ان کے ہم رکاب رہتی۔ جدھر

حملہ کرتے، اپنے رعب سے تسلط جماتے۔ اہل حقوق کے حق غصب کرتے جاتے تھے۔ جنہوں نے اپنی حاصل کردہ جرات و توانائی کو دائرہ اسلام کے اندر رکھا۔ اپنے کردار میں نفسانی خواہشات کا شائبہ نہ آنے دیا۔ طاقت کے جذبات کو دین حقہ کی خدمت اور تعمیری اساس میں استعمال کیا۔ وہ لوگ خیر البریہ ہیں۔ انہوں نے راستگاری حاصل کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نجات یافتہ کہلائے جاتے ہیں۔ ان کے بڑے بلند درجات ہوں گے۔

اے طالبان جنت!! یاد رکھو! جنت اس عارضی قربانی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ حقیقی قربانی۔ جہاد فی سبیل اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔ دھیان رکھو اب جنت ملنے کے ذرائع پیش نظر آنے والے ہیں۔ بعد از نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین کی طاقت بڑھ گئی۔ ہر ایک نے احکام اسلام کی عظمت میں خلل ڈالنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تقدم کو تاخر دیا گیا۔ عظمت کو افواج کے تحت رکھا گیا۔ اہل علم پر لاعلموں کو سبقت دی گئی۔ اہل شجاعت کی جگہ مردہ دل شمار ہوئے۔ اہل بیت رسول سلام اللہ علیہم اجمعین کا مفہوم نساء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھا گیا اور ان کی اطاعت واجب کی گئی۔ حتیٰ کہ تمام دین اسلام کے احکام کی عظمت اور حقانیت کو اپنے اپنے مقام سے گرا دیا گیا۔ قریب تھا کہ اسلام نابود کر دیا جاتا۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اسلام کی زندگی سے ہی بانئ اسلام کی زندگی وابستہ ہے۔ اگر خدانخواستہ اسلام نہ رہے تو پھر آپؐ کا آنا اور نبوت کا نام و نشان تک بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ اب جو اسلام کی نیم جان سلامتی کی توقع ہے، تو وہ اس امر عظیم میں ہے جو ارشاد نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ **الحسین منی و انا من الحسین** "حسین (علیہ الصلوۃ) مجھ سے ہیں اور میں حسین (علیہ الصلوۃ) سے ہوں"۔ اس سے مطلب صاف ظاہر ہے کہ حسین علیہ السلام کے تعلق اور واسطہ سے ہی اسلام کی ظاہری اور باطنی زندگی وابستہ ہے اور اسی تعلق اور واسطہ پر نبوت کی زندگی کا تمام تر انحصار

ہے، جس کو بحکم رب العالمین حسین علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات سے وابستہ ہونا ثابت ہے۔ ادھر سے ظلمت کے طوفان کی آمد ہو رہی ہے جو جہاد فی سبیل اللہ کا موقع بنا رہی ہے۔ جس کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یہی فدیہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبح عظیم کا سبب بن رہا ہے، جس سے اسلام بچ سکتا ہے۔ میرے آقا سیدنا حضرت حسین علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات والا ہر لحظہ اور ہر وقت کی حقیقت کو جاننے والے خدا کی رضامندی میں منتظر اور مستعد ہیں کہ کب حکم ہو۔ ادھر سے اعدائے لعین کی باطل افواج نے آ گھیرا۔ یزید پلید ازلی اور ابدی ملعون کی ناروا اطاعت کی پیش کش کی گئی۔ آپؑ نے باطل کے سامنے جھکنا منظور نہ فرمایا۔ اپنے مقدس رفقاء بھتیجے، بیٹے اور اپنی پاک جان جو جان عالم ہے، دے کر گلشن اسلام کو جو ظلم و ستم اور جور ناروا کی سختی سے پامال ہو رہا تھا، اسے اپنے پاک حلقوم جو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بوسہ گاہ **تھی**، کا خون دے کر سیراب و شاداب کیا۔ اسلام کو حیات تازہ عطا فرمائی اور تاقیامت زندہ ٔ جاوید کر دیا۔ اپنا سب کچھ خدا کی خوشنودی میں دے دیا اور جو کچھ خدا کے پاس تھا، وہ لے لیا۔ جنت کو خرید لیا۔ مالک جنت قرار دیئے گئے۔ اب سوائے محبان حسین علیہ الصلوۃ والسلام کے کوئی جنت میں نہیں جا سکتا۔ اب طالبان جنت کو چاہیے کہ وہ جنت کے مالکان اور ورثا سے تعلق پیدا کریں ان کی یاد اور عشق و محبت میں رہیں۔ ان کی شان اور عظمت کو دل و جان سے تسلیم کریں تو پھر جنت میں جا سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسینؑ کی محبت میری محبت ہے۔ میری محبت اللہ کی محبت ہے۔ نبی پاک علیہ الصلوۃ والتسلیم کے اس کلام سے حسین علیہ السلام کی محبت واجب و لازم ہو رہی ہے، جو اس پر عمل نہ کرے، اس کی بدبختی اور گمراہی ہے۔

# صحابہ و خلفاء کی تحقیقات، منافقین کی خلاف ورزی

یہی مسلمانی ہے جو اللہ پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر امر میں اطاعت بجا لانا ہوتا ہے۔ بعض علماء صحابہ کی بھی اطاعت اس میں شامل کرتے ہیں اور ان کا شان اظہار کرنا لازم جانتے ہیں۔ لیکن اس صورت اعتقادی میں اطاعت صحابہ نامناسب ثابت کی جاتی ہے جیسا کہ نبی پاکؐ کی اطاعت میں **ماینطق عن الھوی** کا حکم اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ اس لیے ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت سمجھتے ہیں لیکن صحابہ کی اطاعت کے لیے کلام اللہ میں کوئی امر اطاعت ثابت نہیں ہوتا۔ پھر حکم خدا کے بغیر صحابہ کی اطاعت کو واجب کر لینا کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔

نبوت تو ایک نہایت اعلیٰ، جلیل القدر عظیم الشان مرتبہ ہے جو فطرت سے ہی آپ کے پاکیزہ ہونے اور تمام منہیات شرعیہ سے ابتداء سے لے کر آخر زندگی تک محفوظ رہنے کو ثابت کیا گیا ہے۔ جن کے لیے کسی وقت میں بھی اللہ پاک کی اطاعت سے سرمو بھی انحراف کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ اللہ کے امر پر سب کام کرتے ہیں۔ ان کے قول و فعل امت کے لیے ہدایت و راستی حاصل کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ آپ کے حکم و فعل میں خطا و نسیان کا وہم و گمان اظہار کرنا اپنے ایمان کے ناقص ہونے پر دلائل پیش کرنا ہوتا ہے لیکن اہل بصیرت انسان نبی پاک علیہ السلام کے قول و کلام پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ وہ انہیں اللہ پاک کی طرف سے حقیقی فرستادہ جانتے ہیں۔ اس لیے وہ ان کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت سمجھتے اور ان کی محبت کو اللہ کی محبت کہا کرتے ہیں۔ جیسا کہ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی**

**یحببکم اللہ** قرآن میں آیا ہے۔ صحابہ تو نبی کے مقابلہ میں ایک عارضی عہدہ ہے۔ ان کی حالت ابتدائے زندگی شرک و کفر اور غفلت و عصیاں کے زیر اثر رہ کر مسلمان ہونے پر نبی پاکؐ کی خدمت میں آنے جانے اور رہنے سے صحابہ کہلائے جاتے ہیں۔ ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے اور بس۔ ادھر اہل علم نے صحابہ کی دو شاخیں کر دی ہیں۔ ایک حقی' دوسری لاحقی۔ لیکن لفظ ایک ہی ہے۔ صحابہ دونوں پر استعمال کرنے سے ایک ہی گروہ صحابہ کا محسوس کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہم دونوں میں فرق و شناخت نہ کر سکنے کے باعث ایک ہی دائرہ میں رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ سب صحابہ ایک ہی شان کے ہیں لیکن حق تعالیٰ عملی صورت کی بنا پر قرآن پاک میں صحابہ شان کی منافات کرتا ہے۔ **اصحاب الجنہ و اصحاب النار** سے یاد دلاتا ہے کہ سب صحابہ ایک رتبہ کے نہیں ہیں۔ اس کی تائید پر صحیح بخاری' میں حدیث موجود ہے جو اللہ و نبی پاکؐ کی باہمی گفتگو سے صادر ہوئی کہ بعض صحابہ حوض کوثر سے دھکیل دیئے جائیں گے۔ رسولؐ نے فرمایا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ حکم ہوا کہ تیرے بعد ان سے بہت بدعات امر جاری ہوں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا تباہی ہو۔ میرے ایسے اصحاب کے لیے تو پھر اس موقع پر بھی بعض کا بے راہ جانا ثابت کیا جا رہا ہے۔ اب جو ان تمام اصحابہ کا نام و تخلص اظہار نہ کیے جانے کے' سب صحابہ کی حالت مشتبہ محسوس کی جاتی ہے کہ حضرت عمر کیا ہیں اور حضرت ابوبکر کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ ان کے ظاہری و باطنی ارادات و افعالات سوائے اللہ اور رسولؐ پاک کے تمیز مشکل ہونے کے باعث ہم سب کی پیروی کو چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ان کی اطاعت خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ اب ہم حدیث اور قرآن پاک کے حکم کو دیکھتے ہیں کہ بعد جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کس کی اطاعت کا امر کرتا ہے۔ تحقیقات سے تو خلفاء رسول کی اطاعت واجب ہو رہی ہے۔

مخلوقات کی ہدایت کا ذمہ خود خالق کائنات نے اٹھا رکھا ہے۔ پوری کائنات میں فطری

ہدایت کا مربوط نظام رائج ہے اور ہر شے اپنے مالک کی اطاعت میں مصروف۔ انسان کو خود اس کے رب نے ایک حد تک مختار بنا کر اسے آزمائش میں مبتلا کیا ہے اور دیگر انواع کے برعکس اس کی ہدایت کا مخصوص بندوبست فرمایا۔ چنانچہ انسان کی ہدایت کے لیے آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک اک منظم سلسلہ جاری کیا اور وحی و الہام کے ذریعہ انسانیت کو ایک معتدل آئین حیات عطا کیا اور انسان کو ان ہادیان برحق سے محبت اور اطاعت کا حکم دیا۔ انسان کو عقل سلیم سے نوازا۔ تاکہ ہادی برحق کو پہچاننے میں دھوکہ نہ کھائے۔ اب اسی عقل کی روشنی میں انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ کسی عیب دار اور کم علم ہستی کی اطاعت اور پیروی کرے۔ چنانچہ خالق ارض و سما نے بھی ہادیان دین بے عیب پیدا کیے اور علم کے ساتھ پیدا کیے۔ اب حضورؐ کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ آئمہ اہل بیتؑ ہی ایسی شخصیات ہیں جو ان خصوصیات کی حامل ہیں۔ قرآن پاک نے انما یرید اللہ کی سند دے کر اہل بیتؑ کو بے عیب قرار دیا اور حضورؐ نے انا مدینتہ العلم و علی بابھا کہہ کر ان کے کامل العلم ہونے کا اظہار فرمایا۔ اب صحابہ کرام کی پیروری اس لیے ممکن نہیں کہ وہ ان خصوصیات کے حامل نہیں۔ کسی صحابی کو ہادی یا رہبر تسلیم کرنا تو دور کی بات، ہم تو کسی کے ایمان کے بارے میں بھی یقین سے نہیں کہہ سکتے۔

ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور دل کے راز اللہ جانے یا اس کا رسولؐ۔ اب نہ قرآن پاک میں کہیں لکھا ہے کہ سارے صحابہ ایمان میں راسخ اور نہ حضورؐ کی کوئی ایسی حدیث ملتی ہے کہ سب کے سب میرے اصحاب کامل الایمان ہیں بلکہ کچھ صحابہ کی شان میں تو سورۃ منافقون اتر آئی اور کچھ کے بارے میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حوض کوثر سے ہٹا دیئے جائیں گے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سب صحابہ بُرے تھے یا ان میں سے کوئی صاحب ایمان نہ تھا۔ نہیں۔ بہت سے صحابہ کرام پکے مومن تھے مگر مسئلہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا یہ جم غفیر مومنین اور منافقین کا مجموعہ ہے۔ تاریخ صحابہ کی روشنی میں مومن اور منافق کی پہچان مشکل ہوگئی۔ جب تک خالص مومن علیحدہ نہیں کر لیے جاتے، تمام صحابہ کا ایمان مشکوک رہے گا۔ لہٰذا عقل کی روشنی میں صحابہ کی پیروی ممکن نہیں۔

مثال کے طور پر اگر میں سو گلاس شربت کا بھر کر آپ کے سامنے رکھ دوں اور بتا دوں کہ اس سو میں سے کسی ایک میں زہر ملا ہوا ہے اور آپ سے کہوں کہ کوئی سا ایک گلاس نوش فرمائیں۔ آپ ایمان سے بتائیں کہ کسی ایک گلاس کی طرف بھی ہاتھ بڑھائیں گے؟ آپ کسی ایک گلاس کو بھی منہ نہیں لگائیں گے۔ اس لئے کہ پتہ نہیں کس میں زہر ہے۔ لہٰذا سب مشکوک اور ناقابل استعمال ہوں گے اور کسی کی اطاعت اور پیروی کا معاملہ تو ویسے ہی بڑا نازک ہے۔ یہاں تو شک کی گنجائش ہی نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ شک ایمان کی ضد ہے۔ لہٰذا جہاں شک آگیا' وہاں سے ایمان رخصت ہوا۔

ایک مغربی مفکر Shopkenhor اپنی کتاب A Smir k with Islam میں لکھتے ہیں کہ رسولؐ کی زندگی تک تو ہم نے منافقین کا بہت شور سنا۔ ہر طرف منافق' منافق کی صدائیں اور پھر ایک آدھ آیت نہیں' پوری سورۂ منافقون اتر آئی۔ اس کے بعد تو یہ حال تھا کہ صحابی ایک دوسرے کی طرف بھی شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے مگر رسولؐ کی وفات کے بعد کی تاریخ میں منافقین کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ سارے منافقین اک دم کہاں چلے گئے' کیا ہوا' یہ سب کہاں غائب ہوگئے؟

مصنف کہتا ہے کہ میری نظر میں اب صرف تین صورتیں ہیں:

۱۔ سب کے سب بعد رسولؐ مسلمان ہوگئے ہوں۔ (لیکن تاریخ میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور ویسے بھی جو رسولؐ کی موجودگی میں ایمان نہ لائے' انہوں نے بعد رسولؐ کیا مسلمان ہونا تھا)۔

۲۔ سب کے سب منافقین کو قتل کر دیا گیا ہو (ایسا بھی تاریخ میں کہیں نہیں) اور

۳۔ اب تیسری اور آخری صورت جو ممکن ہو سکتی ہے' وہ صرف یہ کہ پھر یہی گروہ منافقین ہی برسر اقتدار آگیا ہو۔

## کارنامہ حسینؑ

حسینؑ نے کربلا میں اس منافقت کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا، جو رسولؐ کے زمانے سے چلی آ رہی تھی۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، بعض اصحاب اوپر سے رسولؐ کے ساتھ مگر اندر سے کفار کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور وفات رسولؐ تک ان منافقین کی نشاندہی نہ ہو سکی۔ اسی طرح حضرت علیؑ کے پاس بھی کچھ ایسے بیٹھے تھے، جو یہاں کی خبریں معاویہ کو پہنچاتے تھے۔ مختصر یہ کہ واقعہ کربلا تک یہ سلسلہ جاری رہا اور مسلمانوں کی دوہری پالیسی کا دامن چاک نہ ہو سکا۔

چنانچہ مسلم بن عقیل کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا کہ شروع میں تو اہل کوفہ کی خاصی تعداد نے آپ کی حمایت کا اعلان کیا۔ مگر آہستہ آہستہ ساتھ چھوڑتے گئے۔ جب امامؑ پاک کربلا کی طرف رواں تھے تو راستہ میں ایک عرابی ملا، جس نے اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا تھا کہ "اہل کوفہ کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں یزید کے ساتھ ہیں"۔

کربلا میں حسینؑ نے مسلمانوں اور اسلام کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی، ہمیشہ کے لئے کہ اب کوئی منافق نہیں، جو اِس طرف ہو اور کوئی اہل بیتؑ کا ماننے والا نہیں جو اُس طرف ہو اور یہی روایت آج تک قائم ہے کہ کوئی منافق نہیں جو اِدھر ہو اور کوئی اہل بیت سے محبت رکھنے والا نہیں، جو سوگواران حسینؑ میں شامل نہیں۔ یعنی اگر کوئی دعویٰ محبت اہل بیتؑ کرتا ہے اور وہ سوگواران امام کی صف میں موجود نہیں تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

## زینت

دل کی زینت دردِ حسینؑ ‏ ‏ ‏ زبان کی زینت وردِ حسینؑ
سوچ کی زینت رضائے حسینؑ ‏ ‏ ‏ سر کی زینت پائے حسینؑ
آنکھ کی زینت خالص آنسو ‏ ‏ ‏ لب کی زینت ہائے حسینؑ

# خلفائے رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت اظہار

اکثر علماء حضرات خلیفہ رسالت کی پہچان میں نہایت کوتہ اندیشی اختیار کر رہے ہیں۔ ان کے حق و باطل ہونے اور کہلانے میں غور ہی نہیں ہے کہ کن صفات کا انسان اس رتبہ و مقام کا اہل ہو سکتا ہے' جس کو اب صاحب تحقیقات نے اس طرح پر لکھا ہے۔ کہ خلیفہ رسولؐ رسالت کے سب صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ اس کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ وہ قبل ہی سے پاکیزہ و منزہ ہر صفت و اوصاف اور علم دینیہ میں جملہ انسانوں پر سبقت رکھنے والا' مانند نبیؐ و رسولؐ ہونا چاہیئے۔ تو پھر وہ رسالت کا کام چلا سکتا ہے اور محافظ حقیقی ہو سکتا ہے۔ اس کے ظاہری و باطنی علوم اکتسابی نہیں ہوتے۔ وہ نبوت و رسالت کی طرح اللہ سے علم حاصل کیے ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا انتخاب لوگوں کی رائے کے مطابق ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا منتخب کرنا اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام ہے۔ کیونکہ وہ ہر ایک انسان کی باطنی حالت بھلائی برائی کو ابتداء سے لے کر آخر زندگی تک باخوبی جانتے ہیں کہ جو اپنی فطری کمالیت اور استعداد سے مسند رسالت کا حقیقی وارث ہوتا ہے تو پھر وہ ان کو نائب دین کے لئے انتخاب کرتے ہیں۔ جیسا کہ رسول پاکؐ کی زبان حق سے اظہار کیا جائے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو عہدہ تھے۔ ایک رسالت' دوسری حکومت دنیوی یعنی بادشاہت۔ دنیوی حکومت غصب ہو سکتی ہے لیکن رسالت اور خلافت رسالت غصب نہیں ہو سکتی۔ یہ کوئی ایسا دنیوی عہدہ نہیں ہے' جو غصب ہو سکے۔ یہ روحانی حکومت ہے۔ علمی ملکیت ہے۔ عیرا غیرا اس کو حاصل نہیں کر

سکتا۔ جس کو محققین اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اگر انسان کی دماغی صحت' خواب غفلت سے بیداری اور حق کی طلب تحقیقات میں شامل حال ہوں تو خود بخود رسالت کی ماہیت پر غور ہو کر ثابت ہو سکتا ہے کہ نبوت و رسالت ایک علم ربانی ہے۔ جس کی حقیقت نور ہے۔ جو فطرۃ نبی کے قلب میں پیوستہ ہوتا ہے۔ جسے جائے نزول امر الٰہی تصور کیا جا سکتا ہے۔ تو پھر اسی نور نبوت و رسالت کی نورانیت نبی علیہ السلام کے روحانی مقربین اور جزوی محققین ہستیوں کے آئینہ شفاف قلوب میں لازمی پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے اندر صفات نبوت و رسالت حاصل کر کے دین کے کاموں کو سرانجام دے کر رسالت کی عظمت کو بحال رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ ہادی خلق رہنمائے دین اور جانشین رسالت کہلائے جاتے ہیں۔ اب ان ہر دو مخصوص کی ہوئی ہستیوں رسالت اور خلافت رسالت کو آپس میں وہی مناسبت ہے جو چاند کو سورج سے روشنی حاصل ہے۔ اس لئے نہ اسے غاصبین اڑا سکتے ہیں اور نہ منافقین لے سکتے ہیں۔ ایسے بزرگان اعظام و اکرام مستحق خلافت رسالت ہستیوں کی شان اظہار مختلف اوقات پر زبان رسولؐ سے صادر ہوتی رہی ہے۔ مگر سیاہ قلبوں اور سپرہ چشموں کو ظلمت سے انتہائی دلچسپی ہونے کے باعث نورانی ہستیوں کی طرف رخ نہ کرنے کے' ان کی پہچان نہ کر سکے۔ اس واسطے راہ حق سے محروم رہے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک وقت پر اپنے ہر دو منصب عالیہ رسالت و حکومت کی سربلندی کے باعث مسلمانوں کی جانوں سے اولیٰ ہونا قرار دیا۔ سب نے تسلیم کیا اور مانا کہ آپ ہماری جانوں سے بہتر ہیں۔ پھر دوبارہ اسی دوران میں اولیٰ کی حقیقت کو دوسرے لفظ میں اسی مدارج کے تحت جو آپ کے دونوں عہدہ پر مشتمل ہے' اظہار کر کے کہا گیا کہ میں تمہارا مولا ہوں۔ سب نے من آمنا کیا' منظور کیا۔ پس اولیٰ و مولا کا آپ کے نزدیک ایک ہی حقیقت' ایک دوسرے کا معنی اور ایک ہی شان و مراتب ہے' جس پر جملہ محققین کا ایمان ہے۔

ان کی عقیدت اظہار سے آپؐ کے سب مراتب پیش نظر ہو کر ان کی زبان

سے بے ساختہ نکل رہا ہے کہ آپ ہمارے بادشاہ ہیں دین دنیا کے آقا ہیں۔ دین دنیا کے مولا ہیں۔ دین دنیا کے ہمارے صاحب ہیں اب اس کے خلاف بھی حال وقت کے علماء معترض تعصب سے مولا کا بے جا معنی لے کر آپ کی شان گرامی کو گراتے ہیں اور **انا بشر مثلکم** سے ظاہری ہستی کو لے کر اپنے جیسے بشر ہونے کی مثال کو لیتے ہیں۔ یہ ان کا نقص ایمان ہے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ تعلیم اسلام کے واقعات بتا رہے ہیں کہ آپؐ نے اپنی کلام صداقت سے عرب کے وحشیانہ بسر زندگی لوگوں کی اصلاح فرمائی۔ ان کے دلوں سے شرک و کفر کی تاریکی دور کر کے توحید الٰہی پر قائم کیا اور ان کے فعل و عادات قبیحہ جرائم پیشہ قتل و غارت' خونریزی' شراب نوشی وغیرہ وغیرہ جو ان میں رائج تھے' ان سے نجات دلا کر دور دور تک علاقوں میں اصلاحیت کا بیج بو دیا۔ پھر ایسے رہبر کامل کی شان میں بدگمان ہونا بے حد جہالت ہے۔ ادھر آپؐ کی سلطنت دنیوی کی شان و شوکت کے جھنڈے بھی لہرانے لگے۔ دولت دنیا نے آپؐ کی طرف منہ کر لیا۔ بارگاہ اقدس میں انبار کے انبار دولت کے جمع ہونے لگے جو مجاہدین اور غربا و مساکین میں تقسیم کئے جاتے تھے۔ بہت لوگ یہ حالت دیکھ کر دولت حاصل کرنے کے لالچ سے اسلام میں داخل ہوتے گئے' جو تعداد میں ایک گروہ کثیر ہوگیا تھا' جسے منافق کہا جاتا ہے۔ رسولؐ پاک کو ان کی طرف سے بہت خطرہ رہتا تھا کہ یہ کہیں موضوع اور باطل روایات کو تعلیم اسلام میں ملا کر رسالت و اسلام کی حقانیت کو ضائع نہ کر دیں۔ جب آپؐ کو ان کی طرف سے شرارت کے کچھ آثار نظر آنے لگے تو پھر آپؐ نے رسالت و حکومت کے اصول پر ان سے شرارت کے نفی کرنے کے لئے سزا کا حکم لگا کر ڈرایا' دھمکایا۔ جس سے وہ باز آ گئے۔ مگر ایسے لوگوں کی طرف سے ایک وقت پر پھر بہت خطرہ ثابت ہوا جس کے دفعیہ کا ذریعہ پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

آپؐ جانتے تھے کہ رسالت و خلافت سے علیحدہ حکومت دنیوی کا مقابل میں قائم ہونا مخالفت کا باعث ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ حکومت دنیوی جبر و تشدد سے

کام لیتی ہے، اور لطف و آسائش اور عیش پرستی کا شوق دلاتی ہے۔ جبکہ رسالت اور خلافت محبت و اخلاق کی تعلیم اور زہد و تقویٰ کا سبق دیتی اور عیش پرستی سے روکتی ہے۔ اس لئے دونوں فریق میں اضداد کی صورت پائے جانے سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم اسلام کے اختتام پر اسی خیال کو مدنظر رکھ کر اپنے نائب دین کے ساتھ حکومت دنیوی کو وابستہ کرنے میں اپنا مقام درجات **من کنت مولا** دین دنیا کا جس کے مفہوم میں آپؐ کے دونوں عہدہ کی سرداری و خصوصیات کا موجود و مخلوط ہونا عطا کر کے حاضرین میں اظہار فرمایا۔ آپؐ کا اس وقت ایسے حالات کو سر انجام دینے میں حکومت و خلافت رسالت کو اکٹھا کرنے میں یہی مقصود صادر تھا کہ میرے بعد خلافت و رسالت کی مخالفت بے جا طاقت کی نفی رہے اور سابقہ رعب و ہیبت رسالت بدستور رہ کر منافقین کا خاتمہ ہو جائے اور تعلیم اسلام باطل روایات اور بدعات سے محفوظ رہے لیکن نحیف الایمان مسلمانوں نے اس فرمان پر عمل نہ کیا۔ خلیفہ رسالت کو حکومت دنیوی میں منتخب نہ کیا۔ اگر عمل کر لیتے تو اختلافات مذہبی جو آج نظر آ رہے ہیں، کبھی نہ ہوتے۔ ایک ہی مذہب ہوتا۔ ایک ہی لائن پر چلتے اور ابدی زندگی حاصل کرتے۔ اجماعی خلافت کم فہموں کے لئے سخت دھوکہ ہو رہا ہے، جس سے ان کا ایمان ضائع ہو رہا ہے۔ وہ اپنی عقیدت میں خلافت اجماعی کو خلافت رسالت دینیہ سمجھ رہے ہیں۔ یہ ان کا خیال و عقائد سراسر نافہمی کا باعث ہیں۔ اس خلافت کو اسلام کی حقانیت سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ تو ایک دنیوی حکومت ہے جو رسولؐ و اسلام کے خلاف کام کرتی رہی ہے، جس کا زور چڑھا، وہی خلیفہ حکومت بن بیٹھا۔ ان حکومتوں کے حاکموں و فرمانرواں نے اہل حقوق کے حق غصب کئے، پاک ہستیوں پر ظلم و ستم کرنا جائز قرار دیا۔ موضوع حدیث اور باطل روایات سے رسالت و اسلام کی شان و عظمت کو ملیامیٹ کر دیا۔ جس سے آج رسولؐ پاک کو اپنے جیسا بشر یعنی خواہشوں کا پتلا گردانا جاتا ہے۔

خلافت رسالت کی ان کے نزدیک کوئی وقعت ہی نہیں۔ فاسق و فاجر بھی

خلیفہ رسول ہو سکتا ہے اور ہوتے آئے ہیں۔ یہ ایسی اندھا دھند اور ناداری مسلمانوں کے عقیدہ میں قیام کر گئی ہے، جس کا آج دور کرنا نہایت محال و مشکل ہے۔ حقیقتاً ایسی حالت مرض مہلک کی مثال پر ہے اور لاعلاج ہے۔ اس کی کوئی دوا نہیں۔ جو اسے صحت پر لاوے۔ لیکن اب صاحبان تحقیق کو ایک بھولی ہوئی ہدایت ایسے لوگوں کی بہتری کے لئے سوجھی ہے، جو تجربہ سے مفید ثابت کی گئی ہے کہ حکماء حاذق روحانی جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نورانیت اور روحانیت کا پرتو جو ایسے لوگوں کے بدعقیدہ دلوں سے مٹ گیا ہے، یا حاصل ہی نہیں ہوا ہے تو اسے پیدا، زندہ اور قائم کیا جائے تو ممکن ہے کہ ان کی اصلاح ہو جائے۔ ورنہ اس بے جا تقلید کا اثر دل و دماغ میں فطرت ہی بن گیا ہے۔ جسے دور کرنا ناممکن ہے۔ اب جاننے والے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حکیم مطلق کی کتاب مقدسہ سے جو اسی غرض کا یہ ایک نسخہ ملتا ہے، جس کے عمل میں آنے سے نابینا دلوں کو بینائی مل جانے کا باعث ہو سکتا ہے۔ وہ کیا نسخہ ہے، وہ یہی ہے، رسولؐ پاک کی کامل محبت، جس سے تذکیہ قلب حاصل ہوتا ہے اور نورانیت ملتی ہے۔

پروردگار عالم نے اس نسخہ کو جابجا کئی موقع پر اس کے عمل کی تاکید فرمائی ہے۔ ہادی رہنماؐ نے **خود** بھی بارہا فرمایا ہے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک مال و جان، اولاد اور ہر محبوب شے سے مجھے محبوب تر نہ جانے۔ اے مسلمانو! اس بات کو سوچو اور عمل کرو۔ اپنے اندر رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کو اس قدر بڑھاؤ کہ تمہیں مومنیت حاصل ہو جائے۔ پھر تم دیکھو گے کہ کیا اسرار الٰہی نظر آ رہے ہیں۔ تمہارے دلوں میں روشنی پیدا ہوگی۔ دیکھنے والی آنکھیں مل جائیں گی۔ پھر تم دور نزدیک کی حقیقت اور ہر امر حق کو بھی جان سکو گے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ قرآن پاک میں مومن کی شان میں **قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ و المومنون** "توبہ آیت ۱۰۵" مسلمانوں کو بتا رہا ہے جو عمل کرو، تمہارے عمل کو خدا، رسولؐ اور مومنین دیکھ رہے ہیں۔ جب تمہارا اس بات پر عمل ہو جائے گا تو امور رسالت

میں جو موضوع احادیث و روایات ملائی گئی ہیں، جن کو آج حق پر ترجیح دی جاتی ہے، پھر تجھے اس کو باطل جاننے اور رد کرنے کی استعداد حاصل ہو جائے گی۔ وہ سرکار دو جہاںؐ، صاحبوں کے صاحب، جو تمام خلائق سے بہترین ہستی اور جملہ مخلوق سے عزت و عظمت والے اور سب زمین و آسمان بیچ رہنے والوں سے پروردگار کے نزدیک عزت و بلندی والے **اول المخلوقین اول الیقین** جس کو خدائے پاک نے اپنی کلام مقدس میں محبوب رب العالمین و رحمت العالمین سے پکارا اور ان کے امر کو اپنا امر قرار دیا اور ان کی محبت کو اپنی محبت اظہار فرمایا۔ جب یہ شان نبوت و رسالت اور ان کا عالی مرتبہ و مقام تمہارے ذہن و عقل میں حقیقی عقیدت کے ساتھ قیام حاصل کرلے گا تو پھر خلافت رسالت جو فرع رسالت ہے، اس کا مصداق سمجھ میں آ جائے گا کہ رسالت کا نائب وہی ہو سکتا ہے جو نبوت و رسالت کا مثل و نظیر ہو۔ ان جیسے صفات پاکیزہ رکھتا ہو، جو ابتداء سے ہی پاک اسلام پر پیدا ہو۔ اسلام کی گود میں پرورش پانے والا، جسے شرک و کفر کی ہوا تک بھی نہ لگی ہو تو پھر ایسا وجود پاک جو تعلیم نبوت و رسالت سے اپنے اندر صفات نبوت لے کر صلاحیت نبوت کی سند حاصل کئے ہو، جو عقل و فطرت اور عدل و انصاف کے نزدیک ایسا کامل انسان خلیفہ رسالت کے لئے انتخاب کرنا اور کئے کو سمجھنا اور اس کی اطاعت کرنا تعلیم اسلام کی زندگی کا باعث ہو سکتا ہے لیکن یہ اس وقت شروع ہی سے اس اصول پر سلسلہ خلافت کو عمل میں نہیں لایا گیا۔ کیونکہ منافقین کی کثرت تھی اور مومنین کی قلت۔ اس لئے اکثریت نے اپنا تسلط جما لیا اور حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، خلیفہ بن گئے۔ اب حکومت سے مراد بادشاہت دنیوی لی جاتی ہے اور خلیفہ سے خلافت رسالت صادق آ رہی ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت و رسالت کی خواہش نہ رکھتے تھے۔ اگر خلافت حاصل کرنے کی استعداد رکھتے تو رسولؐ اللہ کی زندگی میں ہی پیش نماز کی رو سے حاضرین میں اعلان کر کے قلبی اطمینان و تسلی کر لیتے اور کہہ سکتے تھے کہ میں رسولؐ خدا کا تجویز کردہ خلیفہ رسول ہوں۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ بلکہ اجلاس سقیفہ میں

حضرت عمر کے کہنے پر انکار کرتے تھے کہتے تھے کہ مجھے خلیفہ نہ بناؤ۔ یہ میرا مقام نہیں ہے۔ لیکن حضرت عمر نے مجبور کر کے مستعد کر لیا۔ سب سے پہلے حضرت عمر نے ان کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دیئے اور بیعت کی تو پھر سلسلہ بیعت شروع ہوگیا۔ جو آتا' بیعت کرتا جاتا تھا۔ از تاریخ عاصم کوفی۔

اب حضرت ابوبکر کو حکومت حاصل ہونے کے' مضبوط دل ہوگئے۔ رعب جمانے کے لئے' جبر و تشدد کو عمل میں لے لیا۔ زکوٰۃ وصول کرنی شروع کر دی۔ جو کوئی انکار کرتا اور آپ کو خلیفہ تسلیم نہ کرتا' اس کو قتل کرتے۔ بعض کو جلا وطنی کی سزا دیتے اور اہل حقوق کے حق غصب کرتے۔ ایسی ایسی کامیابیاں ہونے کے عام مشتہر کر دیا گیا کہ حضرت ابوبکر خلیفہ رسالت ہوگئے۔ نہج البلاغت میں جناب علیؑ پاک فرماتے ہیں ابوبکر نے بناوٹ سے خرقہ خلافت پہن لیا۔

اس عمل رسالت کا غرض و مقصد جو عصر حاضر کے صاحب تحقیقات نے ثابت کیا' وہی ابتداء میں حضرت ابوبکر کا بھی تھا کہ پیش نماز ایک مسئلہ اہم تھا جو آپ حل فرما گئے کہ محکوم کے پیچھے حاکم اور غلام کے پیچھے آقا اور پاسپاریہ کے پیچھے عالم و فاضل کی نماز صحیح ادا ہو سکتی ہے۔ اگر آپ ایسا نہ کر جاتے تو کم علم اور غریب ملا کے پیچھے گاؤں کے چودھری اور رئیس آدمی نماز ادا کرنے کو اپنی توہین سمجھتے۔

حکومت بھی ایک نہایت زبردست طاقت ہوتی ہے۔ چاہے تو سچ کو جھوٹ کر دے اور جھوٹ کو سچ کر دکھائے۔ جیسا کہ حکومت کے کارندے تحکم شاہی سے پیش نماز کے غیر مقصد حاکمیتؐ نابود ہونے کو از سرنو تازہ کر کے دلیل خلافت کا معیار بنا دیا اور اس امر کے مخالفین کے لئے سخت سزا "قتل" کا حکم لگایا۔ تب سے ہی حکومت کے رعب کے باعث محققین سر نہ اٹھا سکے۔ اسی طرح زمانہ طویل گزر گیا۔ باطل کو جمعیت کاملہ حاصل ہوگئی۔ جس کا جنبش کھانا محال ہوگیا۔ اب اس کے خلاف قرآن پاک کی تعلیم و ہدایت' جس کا عمل در آمد حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہو چکا تھا' پیش کیا جاتا ہے' جس سے عقلمند انسان جو حرص و ہوا نفسانیہ کے قابو نہ

ہو، وہ حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے نہ کہ حاسد و منافقین۔

لیکن جو اشخاص صادق الاسلام ہیں، وہ جانتے ہیں کہ خلافت رسالت ایک رکن اسلامی ہے۔ اس سے تعمیر دین کے کامل ہونے کے اور کوئی معنے ہی نہیں تو پھر ایسا کب ہو سکتا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی نسبت اظہار نہ فرمائیں۔ جب کہ آپ کو امر الٰہی ہو چکا ہے **فاذا فرغت فانصب و الی ربک فارغب** جب تم تبلیغ سے فارغ ہو جاؤ تو اپنی جگہ خلیفہ نصب کر اور اپنے رب کی طرف رجوع کر اور وصال کے لئے تیار ہو جا۔ واقعات تاریخی بتلاتے ہیں کہ جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی کے آخری حج سے فارغ ہو کر خم غدیر کے مقام پر پہنچے تو اس وقت آپ کو اسی آیت مذکورہ کی مطابقت حکم الٰہی نازل ہوا **یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس** اے رسول پہنچا دو وہ حکم جو تم کو دیا گیا اور تم پر نازل کیا گیا تھا۔ پس اگر تم نے اس کو نہ ادا کیا تو تم نے میری رسالت ہی نہیں کی اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ اس وقت آپ نے اونٹوں کے پالانوں کا ممبر بنایا۔ اس پر کھڑا ہو کر پہلے ایک مختصر خطبہ اللہ کی حمد و ثناء میں فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا: حدیث اول: میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب اللہ، دوسرے میری عترت یعنی میرے اہل بیتؑ جب تک تم ان سے تمسک رکھو گے، کبھی گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ اب اس فرمان میں غور کیا جائے تو اس کی ظاہری اور معنوی صورت کا یہی مقصد نظر آتا ہے کہ اہل بیتؑ رسولؐ معلم قرآن ہیں۔ ان کو اپنا قائم مقام کر کے چھوڑ رہے ہیں۔ پھر حضرت کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا اے مسلمانو! کیا میں تمہاری جانوں سے بہتر اور مالک نہیں ہوں۔ سب نے کہا کیوں نہیں۔ آپ بہتر و مالک ہیں۔ تین بار یہ اقرار لیا۔ پھر فرمایا:

حدیث دوم: **من کنت مولا فھذا علی مولا** جس مسلمان کا میں مولا و آقا ہوں،

نوٹ: اس باب کے اختتام پر حضورؐ کا مکمل خطبہ غدیر ملاحظہ فرمائیں

اس کا علیؑ بھی مولا و آقا ہے۔ مولا کا معنی خود شان محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اخذ ہو رہا ہے کہ آپ تمام مسلمانوں کے آقا ہیں، صاحب ہیں، سردار ہیں۔ اسی معنے میں علی علیہ السلام ہر مسلمان کے آقا ہیں، صاحب ہیں، سردار ہیں۔ گویا نبی پاک ان میں اپنی جیسی شان و صفات اظہار کر کے علی علیہ السلام کو اپنا جابجا تسلیم کرا رہے ہیں۔ اسی واسطے ان کے حق میں فرمایا گیا ہے کہ علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ ان سے محبت مجھ سے محبت، ان سے دشمنی مجھ سے دشمنی۔ یہ امور صریحاً علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ معین فرما رہے ہیں۔ جب رسولؐ پاک اس امر الہیہ کی اپنے فعل و قول سے حق ادائی کر چکے تو حکم خدا **الیوم اکملت لکم دینکم انعمت علیکم نعمتی** نازل ہوا۔ آج ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں پوری کر دیں۔ اس وقت جانشین رسول کو لوگوں نے مبارک بادیں دیں۔ حسانؓ بن ثابت نے قصیدہ پڑھا۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے بھی حق کی تائید فرمائی کہ آج سے آپؑ کل مومنین و مومنات کے مولا ہوئے۔

تیسری حدیث: **انا مدینتہ العلم و علی بابہا** میں شہر علم ہوں اور علیؑ میرے اظہار علم کا دروازہ۔ اس کلام پاک سے ثابت ہو رہا ہے کہ جو کچھ شہر علم میں ہے، وہی باب العلم میں موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علم القرآن لے کر، ہدایت خلق کے لئے آئے۔ اور آپؐ کے بعد خلافت شہادت رسالت سے علوم قرآن حاصل ہونا ثابت ہے، وہی جانشین ہونے کا حق رکھتا ہے بلکہ وہی خلیفہ رسالت کہلا سکتا اور ہوتا ہے۔

چہارم حدیث: جنگ تبوک کے موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علی علیہ السلام کو محافظ بنا کر پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علیؑ پاک کو ساتھ نہ لے جانے کی ناشادگی دیکھی تو فرمایا تو اس بات پر راضی نہیں ہے **انت منی بمنزلہ ہارون من موسی** تم مجھ سے ایسے ہو جیسے کہ ہارون موسیٰ کے لئے، ویسے ہی تم ہو۔ مگر میرے بعد نبوت نہیں ہے ورنہ تم نبی ہوتے۔ باقی

صفات آپ کو مثل ہارون بنا رہے ہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا زاد بھائی تھے اور خلیفہ تھے اور ہدایت خلق اور تبلیغ موسوی میں شامل حال تھے۔ اگر آپ ویسے ہی بھائی اور خلیفہ نہ ہوتے تو جس طرح آپ نے نبوت کی نفی کی ہے' خلافت کی بھی نفی کی جاتی۔ جب ایسا نہیں کیا گیا تو پھر یہی منشاء رسالت صادر ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلا فصل نائب دین تھے۔ یہ حدیث اکثر کتب احادیث میں موجود و مشہور ہے۔ محمد بن اسماعیل بخاری نے بھی اس کو لکھا ہے۔

حدیث پنجم: **القران مع علیؑ** علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ۔ یہ ایک ابدی حقیقت اور دلیل ہے جس سے علی علیہ السلام کا عالم القرآن ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ قرآن وہ مکمل کتاب ہے' جس میں سب کچھ ہے۔ خود قرآن دعویٰ سے کہہ رہا ہے **ولا رطب و لا یابس** اس کا عالم' اس کا علم جاننے والا' کسی معاملات کے عمل کرنے میں عاجز نہیں ہوتا۔ نہ کسی علمی مشکلات میں غیر کا محتاج ہوتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت خلق کے لئے اللہ سے پاک علم قرآن لائے' جس کی تعلیم باعث راہ حق دکھانے کے ہے۔ آپ کے بعد وہ نہایت قابل انسان ہے' جو اپنے اندر قرآن پاک کا مکمل اور پورا علم رکھتا ہو۔ ایسے بزرگ عظیم الشان بشر کے لئے اپنے صاحب' آقا و مولا کا حقیقی جانشین ہونا لازم آ رہا ہے۔ حلیتہ اولیا میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے بعد میری امت کے لئے اس چیز کو بیان کرنے والا ہے' جس کے ساتھ مجھ کو بھیجا گیا ہے۔ یعنی میرے بعد کلام الٰہی کو پہچاننے والا ہے۔ اس کی دوستی ایمان ہے اور اس سے دشمنی نفاق۔ یہ حدیث پاک علی علیہ السلام کو خلیفہ نبیؐ برحق بنا رہی ہے۔

حدیث ششم: **علی منی انا منہ** علی میرا اور میں علی کا ہوں۔ ایسی جہت ومحبت کا مفہوم علی علیہ السلام کو وراثت رسالت کا وارث بنانا چاہتا ہے اور یہ روایت اس کی

تائید کرتی ہے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ برات دے کر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ ابھی رستے میں ہی تھے تو حکم الٰہی ہوا کہ تم خود جاؤ۔ یا وہ جائے جو تجھ سے ہو۔ اس وقت حضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ تم جلدی جاؤ اور انہیں واپس کر دو اور خود جا کر سورہ کی تبلیغ کرو۔ حضرت علی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ اب اس امر میں غور کیا جائے تو پروردگار عالم نے بھی حضرت علی علیہ السلام کو رسولؐ پاک کی جگہ کام کرنے والا تجویز فرما دیا تھا۔ اس لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قائم مقام کر کے بھیج دیا۔ اب یہ دلیل ہے آئندہ وقت کے لئے کہ حضرتؐ کے بعد کام کرنے والا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس سے یہ حالات نائب حقیقی ہونے پر صادق آ رہے ہیں۔

حدیث ہفتم: **(اخوجہ الدیلمی)** میں بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے بہ تحقیق میرے بعد علیؑ تمہارا ولی ہے۔ بس تم علیؑ کو دوست رکھو۔ کیونکہ وہ وہی کچھ کرتا ہے، جس کا کہ اس کو حکم ہوتا ہے۔ ولی کا معنیٰ جانتے ہی ہونگے۔ مقرب خدا ہوتا ہے۔ یہ امر تاکیدی بھی صاحب خلافت کا پتہ دے رہا ہے۔

حدیث ہشتم: **من نور واحد** فرماتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ علیؑ اور میں ایک نور سے ہیں۔ حقیقتاً آپؐ نے اپنا نظیر بیان کر دیا۔ آپؐ نے مثل کو مسلمانوں کے لئے پیش کیا۔ آپ نے جزو نور کا پتہ دے دیا۔ اب سوائے اس بات کے جس کا اظہار رسولؐ پاک کی یہ غرض محسوس کرا رہا ہے، کہ کار رسالت کو سر انجام دینے والا قریب قریب اپنے مولا کے مراتب کا انسان ہوتا ہے۔ پھر وہ محافظت اسلام میں دھوکہ و لغزش نہیں کھاتا۔ اپنے کام میں ثابت قدم رہتا ہے۔ اس لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اپنے انتخاب کردہ قائم مقام کا کئی موقع پر اظہار فرماتے رہے۔ مختلف حدیثوں کے فقرہ فقرہ میں قابلیت خلافت کا نشان دیتے رہے کہ کسی طرح ان مسلمانوں کے ذہن میں مصداق نائب رسول کی شان حقیقت آ جائے تو

حیات ابدی حاصل کریں۔ انسان اندھا نہ ہو' آنکھیں رکھتا ہو۔ پھر وہ ایسا کون ہے' جو آنکھیں ہوتے دیکھ اور سمجھ نہ سکتا ہو کہ نور کی جگہ نور ہی کام چلا سکتا ہے۔ نور ہی شرک و کفر کی ظلمت کو دور کرنے سے روک سکتا ہے۔ پھر ایسا نور جو جزو محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کون مستحق خلافت رسالت ہو سکتا ہے۔ پس یہ حدیث پاک بھی علی علیہ السلام کو خلیفہ برحق نائب دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا رہی ہے۔

حدیث نہم: (اخوجہ الدار قطنی) ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سرور کائناتؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ علیؑ باب حطہ ہے۔ یعنی گناہوں کے کفارہ کا دراوزہ ہے۔ جو شخص اس میں داخل ہو' وہ مومن ہے اور جو شخص اس سے نکل گیا' وہ کافر ہے۔ اس حدیث پاک سے صاف پیروی کا حکم صادر ہے' جس کو عمل میں لانے سے نجات و مومنیت حاصل ہوتی ہے اور آپ کا عین نائب رسولؐ ہونا ثابت کیا جا رہا ہے۔

حدیث دہم: (اخوجہ الحاکم) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے میری اطاعت کی' اس نے خدا کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی' اس نے خدائے پاک کی نافرمانی کی۔ جس نے علیؑ کی اطاعت کی' اس نے میری اطاعت کی' جس نے ان کی نافرمانی کی' اس نے میری نافرمانی کی۔ حقیقت میں یہ وہ امر عظیم ہے' جو مقابل میں دیگر تمام صحابہ کی اطاعت کی ضرورت کو رہنے نہیں دیتا۔ علی علیہ السلام کو قائم مقام رسولؐ محسوس کرا رہا ہے۔

حدیث یازدہم: ابونعیم کی کتاب الاولیاء میں مندرج ہے کہ ابن سمرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد باراں (۱۲) خلیفے ہوں گے۔ جو کل قریش سے ہوں گے۔ جس کو سید علی ہمدانی نے بھی نقل کیا ہے کہ ان خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے' **کلھم من قریش** سب کے نسب بنی ہاشم سے۔ یہ سب کے سب قریش کی شاخ بنی ہاشم سے ہوں گے۔ اب بعد رسول اکرم صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم وہ سلسلہ خلافت کے جاری ہیں۔ ان ہر دو کی مطابقت اس حدیث پاک سے کرنی ہے۔ اول خلافت اجماعیہ جن کے خلفاء گنتی میں باراں سے زیادہ ہیں اور ان میں فاسق و فاجر بھی موجود ہیں۔ دوسرا سلسلہ امامیہ جو اہل بیتؑ رسول سے جاری ہے، جو حدیث پاک سے ابواب علوم رسولؐ ہیں۔ ان کی ہستیاں طیب و طاہر ایت تطہیران کی شاہد حال ہے۔ تقدم ان میں حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہیں اور یہ باراں ہیں۔ عقل مند انسان جو تحقیق دانی کی استعداد رکھتا ہو، وہ حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے۔

حدیث دواز دہم: (اخوجہ بن مردویہ) جناب ام سلمہؓ سے منقول ہے فرماتی تھیں، جناب امیرؑ حق پر تھے۔ جس نے ان کی پیروی کی اس نے حق کا اتباع کیا اور جس نے ان کو چھوڑا اس نے حق کو چھوڑا۔ آج کے دن سے پہلے عہد ہو چکا ہے۔

○

ایک مسئلہ حضرت علیؑ کے سامنے پیش ہوا کہ ایک بچہ جس کے لیے دو عورتیں دعویدار ہیں ایک کہتی کہ یہ میرا بچہ ہے اور دوسری کا بھی یہی دعویٰ کہ یہ بچہ میرا ہے اب دونوں میں سے ایک حقیقی ماں تھی اور ایک جعلی۔ حضرت علیؑ نے فیصلہ یہ سنایا کہ بچہ دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ بس یہ سننا تھا کہ اصل ماں تڑپ گی اور کہا کہ آپؑ بچہ اسے دے دیں، میں ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتی بس کچھ ایسی ہی صورت مسئلہ خلافت تھا کہ حقیقی وارث خلافت خاموش بیٹھ گیا اور تلوار نہ اٹھائی۔
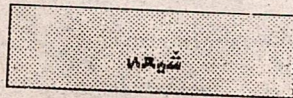
"المنجد" عربی ڈکشنری میں "شیعہ" کی تعریف یہ ہے "جو بھی علیؓ سے محبت کرے وہ شیعہ ہو جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو۔

حدیث سیز دہم: امام البیھقی رحمتہ اللہ نے فضائل صحابہ میں لکھا ہے رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے ''اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدمؑ کو اور فہم میں حضرت نوحؑ کو اور حلم میں حضرت جناب ابراہیمؑ کو اور زہد میں حضرت یحییٰؑ بن زکریاؑ کو اور حملہ میں حضرت موسیٰؑ کو دیکھنا چاہے تو علیؑ بن ابی طالب کو دیکھ لے''۔ یہ آپؐ کے حقیقی خلیفہ رسالت ہونے پر بین دلیل ہے جس کو عقل سلیم نے تسلیم کر کے آپ کے اس شان عظیم کو سر آنکھوں پر رکھ لیا۔ لیکن جہالت کے پروردہ حاسد و منافقین کے گروہ نے اس حدیث پاک کے خلاف عمل درآمد کا بیڑہ اٹھالیا۔ حکومت دنیوی کو آپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ نااہل ہستیاں، جن میں خلفائے رسالت کے خصوصیات علم و شجاعت اور فطرۃ" پاکیزگی و اخلاق محمدؐ نہ پائے جانے کے اس مقام پر خلیفتہ الرسول مشتہر کر دیا گیا۔ اور ان کے فعل و قول کے ساتھ ہی منافقین کی اختراع و ایجاد موضوع حدیث و روایت کی اطاعت فرض کی گئی۔ جس کا یہ انجام ہوا جو اسلام کا عملی وجود مرض متعدی کی مثال بن گیا۔

حدیث چہار دہم: حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومن موت سے خوف نہیں کھاتا۔ جب موت اس کے قریب آتی ہے تو لب تبسم ہوتا ہے۔ اسی خواص کے باعث نہ وہ جنگوں میں فرار ہونا اختیار کرتا ہے، نہ دشمن کے شدید حملوں میں پس و پا ہوتا ہے اور نہ ہی بے جا غم کے مقام کو خطرہ جان سمجھ کر روتا ہے۔ بلکہ فرمان رسولؐ کو تسلیم کر کے شب ہجرت بستر رسولؐ پر بے دھڑک سوتا ہے۔ اب بیدار دماغ اور زندہ فہم انسان جس کے فعل و عمل میں آیت قرآن کی خصوصیت سمجھ سکتا ہے، وہی مومن ہوتا ہے پروردگار عالم مومن کا درجہ قرآن پاک میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرما رہا ہے جو عمل چاہو کرو۔ تمہارے اعمال کو اللہ و رسولؐ اور خاص مومنین دیکھتے ہیں مگر جس صاحب کا رتبہ کتب حدیث میں امیرالمومنین یعسوب المومنین ملتا ہو، اس کا درجہ کس قدر بلند ہو سکتا ہوگا۔ اب یہ جو سلسلہ اللہ و رسولؐ و مومنین کا درجہ بدرجہ قرآن پاک بتا رہا ہے، اسی سے ہی خلافت رسالت کا پتہ چلتا ہے کہ کون سی ہستی خلیفہ

رسولؐ ہو سکتی ہے۔ یہ جو اللہ کے بعد دوسرا درجہ نبیؐ و رسولؐ کا ہوتا ہے' اس سے ہی نبی و رسول خدا کا خلیفہ کہلایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے برتر کوئی اور ہستی مقرب خدا نہیں ہوتی۔ اسی قربت کے لحاظ پر اللہ پاک نے نبیؐ و رسولؐ کو اپنا خلیفہ اظہار فرمایا جو خدا کی جگہ پر ہدایت کا رستہ بتاتا ہے۔ اب رسول کے بعد مومن کا درجہ ہے جو اسی اصول الہیہ کی مطابقت پر رسول اپنا خلیفہ مومن کو انتخاب کرتا ہے اور وہی ہو سکتا ہے۔ جو اس کے خلاف خلافت و رسالت کا مدعی ہوگا' وہ کاذب ہے۔

(اخوجہ الدیلمی) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہ تحقیق شب معراج میں' پروردگار نے مجھ کو علیؑ کے تین لقب بتائے کہ وہ مومنوں کا سردار' متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ اور منہ والوں کا پیشوا ہے۔ اب سردار مومنین کے موجود ہوتے ہوئے سچا جھوٹا مومن کس طرح خلیفہ رسولؐ ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں تو علیؑ پاک ہی خلیفہ رسول برحق ہو سکتے ہیں۔

حدیث پانزدہم: (اخرج سید علی الصمدانی فی سورۃ القمر' ۷) انس بن مالکؓ سے مروی ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو تمام انبیاء و رسولوں سے برگزیدہ کیا ہے اور مجھ کو وصی بنانے کا اختیار دیا ہے۔ پس میں نے اپنے ابن عم کو انتخاب کیا ہے اور اس کی وجہ سے میرے بازو کو قوی کیا ہے جس طرح موسیٰ کے بازو کو ان کے بھائی ہارون سے قوی کیا۔ پس وہ میرا خلیفہ اور وزیر ہے۔ اگر میرے بعد نبوت ہوتی تو وہ نبی ہوتا۔ یہ حدیث پاک تو بالکل صاف لفظوں میں علی علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل ہونے کا اظہار کر رہی ہے۔

حدیث ششِ دہم: (اخوجہ الدیلمی) سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم والا علیؑ بن ابی طالب ہے۔ ذیل کی روایات اس حدیث پاک کی تائید کر رہی ہے۔ (اربعین الوازی) میں جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں "مجھے رسول خدا صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علم کے ہزار باب تعلیم کیے ہیں۔ پس ہر باب سے ہزار ہزار ابواب علم میرے لیے کھل گئے۔(اخوجہ الدیلمی) عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب علیؑ کی نسبت پوچھا گیا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ حکمت دس حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ پس علیؑ کو نو حصے اس کے دیئے گئے ہیں اور ایک حصہ سب لوگوں کو دیا گیا۔ (استیعاب) عبدالملک بن ابی سلیمانؒ کہتا ہے کہ میں نے عطاؒ سے پوچھا کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کیا کوئی شخص علیؑ بن ابی طالب سے زیادہ تر علم والا تھا۔ عطاؒ نے جواب دیا خدا کی قسم کوئی بھی نہیں ہے (اخوجہ الحضرمی) میں نقل ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا روئے زمین میں تین عالم ہیں۔ ایک عالم شام میں ہے اور ایک عالم حجاز میں اور ایک عالم عراق میں۔ پس اہل شام کا عالم ابو ذر رضی اللہ عنہ ہیں اور اہل حجاز کے عالم امیرالمومنین علی علیہ السلام ہیں اور اہل عراق کا عالم اپنی ذات سے مراد لی ہے اور عالم اہل شام اور اہل عراق دونوں حجاز کے عالم کی طرف محتاج ہیں۔ اور اہل حجاز کا عالم ان دونوں کی طرف احتیاج نہیں رکھتا (اخوجہ احمد فی المناقب)

ابی حازم کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے معاویہ کے پاس آکر ایک مسئلہ پوچھا۔ معاویہ نے کہا یہ مسئلہ جناب امیر علیہ السلام سے جا کر پوچھو۔ کیونکہ وہ زیادہ علم والے ہیں۔ سائل نے کہا اے امیر! مجھے تمہارا کہنا ان کے جواب سے بہتر ہے۔ معاویہ نے کہا کیا بری بات تیرے منہ سے نکلی ہے۔ تو نے ایسے شخص سے کراہت کی ہے جسے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علم کے ساتھ ان کے پیمانہ کو پُر کر دیا ہے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی مشکل پیش آیا کرتی تھی تو ان سے حل فرمایا کرتے تھے۔ یہ مختصر حدیث و روایات شان و علم علیؑ پر تحریر کیے گئے ہیں جس سے آنجنابؑ کا عالم بے نظیر ہونا ثابت ہو کر سردار لولاک جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قائم مقامی پر حقیقی قبضہ رکھتا ہے جس کو اہل ایمان اور صاحبان

عادل و فہیم بے ریا نے تسلیم کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ عالم کا جانشین عالم ہی ہوا کرتا ہے۔ وہی علمی دینی معاملات کو سر انجام دے سکتا ہے۔ ان کا غیر مسئلہ علمی میں دوسرے کا محتاج ثابت ہوا ہے۔ اس لیے یہ دلائل و روایات خلیفہ رسالت علی علیہ السلام پر صادق آ رہی ہیں۔ اب میں ان حدیث و روایات کو ختم کرتا ہوں اور آیات قرآن پاک جو خلافت رسالت کے مصداق پر صادق آئے ہیں، پیش کرتا ہوں۔

آیت اول:

**"ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم ثمہ نبتہل فنجعل لعنتہ اللہ علی الکاذبین"**

ترجمہ: "اے محمدؐ کہو جھگڑنے والوں سے آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جاں اور تمہاری جان کو پھر دعا کریں اللہ سے۔ پس لعنت ڈالیں جھوٹوں پر"۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **انفسنا** سے جناب علیؑ اور **ابنا** سے جناب حسنؑ اور حسینؑ اور نسائنا سے جناب سیدہؑ مراد ہیں اور یہ واقعہ مباہلہ نجران کا ہے، جس میں سچے اللہ کے فرمان پر صادق پیشوا دین نے ان حضرات علیؑ، حسنؑ، حسینؑ و فاطمہؑ کو صادقین قرار دے کر ہمراہ لے کر جاتے ہیں اور یہی امر الٰہی اعلان کرتے ہیں۔ نصرانی اور ان کے پیشوا اسقف آتے ہیں۔ آپ کے نورانی چہروں کا رعب ان کے دلوں پر چھا گیا۔ انہوں نے جان لیا کہ اگر ہم ان سے مباہلہ کریں گے تو تباہ ہو جائیں گے۔ مباہلہ سے انکار کر دیا۔ جس کا یہ نتیجہ ثابت کیا گیا ہے کہ مقابل کا فریق اپنے دعوے و عقیدہ میں جھوٹا تھا۔ اس لیے وہ اپنے باطلانہ مقام و عقائد سے گر جانے کا باعث ہو کر مباہلہ کی جرات نہ کر سکا۔ خوف زدہ ہو کر رہ گیا، جھوٹا ہو گیا اور یہ پانچوں ہستیاں صدیق کہلانے کی مستحق شمار کی گئیں۔ اس وقت سے ہی ان حضرات کے صادق ہونے پر خدائی دستخط ہو چکے ہیں کہ یہ خدا کے بنائے ہوئے صادق ہیں۔ اس لیے یہ جھوٹ پر کبھی کھڑے نہیں ہو سکتے۔ آپ ہر موقع کے دعوے

میں سچے ہیں۔ اسی بناء پر علماء محققین ان حضرات کو صادق و صدیق کے شان اعلیٰ سے یاد فرما رہے ہیں اور دوسرا ان پاک ہستیوں کے اظہار شان کے علاوہ آیت کا مفہوم یہ بھی بتا رہا ہے جو کوئی آئندہ بھی آپؑ کے خلاف کسی امر کا مدعی ہوگا یا آپؑ کے غیر کو آپ پر ترجیح دے گا تو وہ جھوٹا ہوگا۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہوگی

اب اہل بصیرت کو چاہیے کہ اس آیت کی معنوی غرض و غایت سے جو اہل بیتؑ رسولؐ کی شان و عظمت اور مراتب و درجات حاصل ہو رہے ہیں' اسے اپنے اندر تقدم رکھیں۔ جب کہیں ایسا معاملہ نظر آوے اور کتب تاریخ سے مل جائے' جہاں یہ اطہر وجود اپنا حق طلب کرنا اظہار فرماویں تو وہاں ان کے مخالف کو باطل سمجھیں اور ان کو صادق جان کر ان کے پیرو رہیں۔ خدا عزوجل قرآن پاک میں تجھے یہی ہدایت کرتا ہے **یا ایھاالذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین** "اے مسلمانو! خدا سے ڈرو اور صادقین (سچوں) کے ساتھ ہو جاؤ"۔ ایسے مصدقہ اور صاحب درجات بشر جن کو پروردگار عالم خاص خصوصیت سے رسولؐ پاک کے ساتھ بشریک دعا فرما کر ان کے شان عظیمہ سے آگاہی بخشیں' جس سے ان کی اطاعت فرض آ رہی ہے۔ پھر ان سے بہتر اور کون سچا پیشوائے دین ہو سکتا ہے۔ لہٰذا بعد رسولؐ ان کی پیروی صادق آ رہی ہے اور یہی جانشین رسولؐ ہیں۔ ان میں تقدم علی علیہ السلام ہیں۔ اب یہاں ایک اور عقدہ حل ہو رہا ہے کہ ان حضرات اہل بیتؑ رسولؐ کا ازروئے قرآن و حدیث صدیقین ہونا ثابت ہو رہا ہے اور آپ کے غیر کا اس موقع پر دعا میں شامل نہ ہونا ان کا صدیقین سے محروم رہنا لازم آ رہا ہے۔ پھر انہیں صدیق کہا جانا قرآن و حدیث کے خلاف ہے بلکہ فعل منافقانہ ہے' حسد ہے' تعصب ہے اہل بیتؑ رسولؐ کی صریحاً" مخالفت ہے۔ سونا کے مقابل میں ملمع پیش کر کے لاعلموں اور کم فہموں کو دھوکہ دیا جا رہا ہے۔

آیت دوم:

**"و منھم من یسمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین**

**اوتو للعلم ماذا قال انفا**

اے رسولؐ ان لوگوں میں سے جو تمہارے پاس بیٹھتے اور تمہاری زبان سے کلام اللہ سنتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو خوب کان لگا کر سنتے ہیں اور جب باہر جاتے ہیں تو ان لوگوں سے کہتے ہیں جن کو علم عطا ہویا ہوا ہے کہ اس وقت رسولؐ نے کیا فرمایا ہے، ہم نہیں سمجھے۔ پھران سے اپنی تسلی کرتے ہیں۔ عقل و عدل شامل حال ہو تو ان آیات کا مطلب بالکل صاف دکھائی دے رہا ہے کہ رسولؐ پاک قرآن مجید کی تعلیم دینے والے ہیں اور **اوتو العلم** کے مصداق نافہم مسلمانوں کی رہنمائی کر کے تسلی بخشنے والے ہیں۔ لہٰذا ان ہر دو حضرات کا آپس میں فطرةً" اتحاد ثابت ہوتا ہے جیسا کہ جو رسولؐ کا علم ہے۔ وہی اوتوالعلم کے مصداق کا علم ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم القرآن کے ساتھ مبعوث بر رسالت ہوئے اور اوتوالعلم عطا الٰہی سے عالم القرآن ظاہر ہو رہے ہیں۔ ایک صاحب تو بنیاد اسلام رکھنے والے ہیں۔ دوسرے صاحب رسولؐ کی تعلیم قرآن و اسلام کو تقویت دینے کا باعث بن رہے ہیں۔ اس سے یہی بالائی حالات اور باہمی ارتباط سے محسوس کیا جاتا ہے کہ اوتوالعلم نور رسالت کا ایک حصہ ہے اور جزو ہے جو علم و صفات میں یکساں ثابت کیا جا رہا ہے۔ اب اس سے خلیفہ رسالت کے بارے میں یہی نکتہ ثابت ہو رہا ہے کہ جب ایک صاحب کی عدم موجودگی ہوگی تو اصولاً دوسرا صاحب اس کی جگہ اسلام کا محافظ شمار کیا جائے گا۔ پس وہی حقیقی نائب رسول کہلا سکتا ہے۔ پروردگار عالم نے خاص وقت و موقع کے لیے استعداد علمی میں اوتوالعلم کو سب مسلمانوں پر فضیلت دے کر اپنی مصلحت کا اظہار فرمایا۔ عالم القرآن کو انتخاب خلافت رسالت کا معیار بنایا کہ عالم کا جانشین عالم ہی ہوتا ہے۔ غور میں اگر صحت و صداقت ہو، فکر و دماغ صحیح ہو تو یہ بے ساختہ کہنا پڑے گا کہ اوتوالعلم کا مصداق ہی دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی حامی و مددگار اور اسلام کو سنبھالنے والا مسند رسالت کا وارث ہو سکتا ہے جو رسولؐ کی کار رسالت کی تقویم کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ پھر ایسی عظیم الشان ہستی کا پتہ

ہوتے ہوئے ان کے غیر کو ترجیح دی جاتی ہے۔ حقیقت میں ایسے لوگ علمائے زمانہ حسد کے پروردہ ہیں۔ ان کے دل میں رسولؐ پاک اور آپ کی کلام پاک کی بھی کوئی عظمت نہیں دیکھی جاتی۔ وہ شان رسالتؐ سے بالکل اندھے **انا بشر مثلکم** کی باطل تاویل کو پیش کر کے آپکا مثل اپنے جیسا جانتے ہیں اور آپ کی کلام بے عیب میں بھول و ہذیان کا احتمال رکھ کر حدیث پاک جس میں فضائل قرآنی کے مطابق اوتوالعلم کی معنوی ہستی کا پتہ دیں۔ اس پر یقیناً عمل نہیں کرتے۔ اسے عارضی کہہ کر اپنی رائے و قیاس اور تاویل کو تقدم رکھ کر اپنے پیراؤں کو اختلاف میں پھنسائے اپنی پیٹ پوجا کا وسیلہ جانتے ہیں۔

وہ سرکار دوجہاںؐ جن کی شان **ما ینطق عن الھوی** ہے۔ آپ اوتوالعلم کے مصداق علی علیہ السلام کو قرار فرماتے ہیں ارشاد ہوا **انا مدینتہ العلم علی البابہا** میں شہر علم ہوں علیؑ میرے علم کا مظہر ظاہر کرنے والا ہے۔ پس یہ حدیث جو عین اس آیت کا معنی ہے، جس کی نسبت قرآن پاک میں علمیہ نعلیہ جو اوتوالعلم کو رسولؐ کے ساتھ تھی، وہی باب العلم کو رسولؐ کے ساتھ صادق آ رہی ہے۔ جس کا حاصل مطلب یہی ہے کہ اوتوالعلم اور باب العلم ایک ہی ہیں جو علی علیہ السلام ہیں۔

حضرت عمرؓ اسی نظریہ پر علم علیؑ کی تائید کر رہے ہیں۔ جب ان کو مسئلہ علمی میں مشکلات پیش آتی تھیں تو آپ کی طرف رجوع کرتے تو آپ حل فرمایا کرتے۔ کئی بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہنے کا موقع ملتا رہا اور کہہ دیا کرتے تھے کہ علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوگیا تھا۔ بس اب یہاں اس آیت اور حدیث روایات کے متفقہ ہونے پر یہ فقرہ موزوں آ رہا ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ جو عالم القرآن ہو گا، اس کی ملکیت خلافت رسالت ہے۔ علم القرآن کا حاصل ہونا ایک قسم کی علمیہ ڈگری ہے۔ اس کے بغیر دینی خلافت کا ملنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ جو صاحب اس کے خلاف خلیفہ رسول منتخب ہوں، وہ حقیقت میں جھوٹے خلیفہ رسالت ہوتے ہیں۔ وہ تو خود اپنے جھوٹے پن کے اظہار پر خلافت دینیہ کا کام چلانے میں غیر کا محتاج ہونا

ثابت کرا رہے ہیں، جس سے خلافت محمدیہؐ د۔لنیہ کے حق و باطل سمجھنے والوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ تو پھر یہ لازمی کہنا پڑتا ہے کہ اس دائرہ علوم قرآن میں سوائے اہل بیتؑ اطہار کے دوسرا کوئی صاحب بھی سارٹیفکیٹ (رسالتی) حاصل کر کے داخل دائرہ علوم، حق دار رسالت نہیں ہے۔ اسی واسطے محکمہ منصفی نے فیصلہ دے دیا ہوا ہے جس کو محققانہ دلوں اور عادلانہ دماغوں نے تسلیم کر لیا کہ بعد رسولؐ حضرت علی علیہ السلام بلا فصل خلیفہ رسالت ہیں۔

آیت سوم:

**"اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم**

ترجمہ: "اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور اولی الامر کی"۔

اس آیت کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ کے بعد اولی الامر کی اطاعت فرض ہے، جس کی نسبت رسولؐ اللہ نے دوسرے لفظوں میں ارشاد کیا ہے کہ میرے باراں خلفاء ہوں گے۔ جن کی مسلمانوں کے لیے اطاعت فرض ہے۔ اس سے ثابت کیا جاتا ہے کہ کلام اللہ و رسولؐ کا مقصد ایک ہی ہے۔ خلفائے رسالت یہی اولی الامر ہیں، جن کی اطاعت بعد رسولؐ فرض ہے لیکن مسلمانوں کا راہ حق پر آنا بغیر صدق و سچائی ممکن نہیں ہے۔ علماء مقدمین میں سے بہت اور آئندہ آنے والوں میں بھی عام اس امر اولی الامر اور خلافت و رسالت کی حقیقت نہ سمجھنے کے باعث قرآن و حدیث کی غرض کے خلاف عقیدت رکھتے ہیں۔ لیکن جب ان میں ایسے نقص و عیب اور کمی ہونے کا باعث تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ایسے علماؤں کو عشق و محبت رسولؐ کاملہ حاصل نہ ہونے سے علم الحقائق جن کے قواعد عمل سے روشن ضمیری اور انکشاف حق حاصل ہوتا ہے۔ محروم ثابت کیے گئے ہیں۔ اس واسطے نہ تو انہیں پوری شان و عظمت رسالتؐ حاصل ہے اور نہ اولی الامر کی حقیقت سے واقفیت اور نہ خلفائے رسالت کے درجات عظیم کی پہچان کر سکتے ہیں۔ اپنی ہی من مانی تاویلات سے مکھی پر مکھی مارتے چلے جا رہے ہیں۔

اولی الامر سے مراد سیاست جو اس وقت ان کے پیش نظر تھی، یعنی حکومت دنیوی جسے نافہمی سے رسالت کا مجموعہ صفات و درجات جان کر انؑ کے درس ہو رہے اور اسی عقیدہؔ کو ترقی دیتے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح رسولؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہو سکتی ہے، ویسے ہی بعد رسولؐ ان حکومت والوں کی اطاعت اللہ و رسولؐ کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ اگر اسے سوچا جائے تو یہ ان کا عقیدہ حالات رسالتؐ کے خلاف ہے۔ ان حاکموں میں تو خواہشات نفسانیہ اور محبت دنیوی کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ اسی واسطے وہ اپنی خواہشات و اعتراض کو پورا کرنے میں غیض و غضب کو عمل میں لاتے اور تشدد کے بے جا حملوں سے بندگان خدا کو طرح طرح کی تکلیف و مصائب کا نقشہ دکھا کر اپنی اطاعت و پیروی منواتے رہے ہیں۔ جیسا کہ ایسا ہی تاریخ کتب سے مل سکتا ہے۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ مسلمانوں میں حکومت کا سلسلہ رسولؐ پاک سے ہی چلا آ رہا تھا۔ پھر یکے بعد دیگرے جس کا زور چڑھا، بادشاہ ہوتے گئے۔ تب سے ہی حکومت رسالتؐ کے اصول تبدیل ہوگئے۔ سیاست دنیا کا رنگ آگیا۔ قہر و غضب تندی تیزی کو عمل میں لایا گیا، جس سے فتوحات ہوتے جا رہے تھے جیسا کہ ہر زمانہ وقت کے بادشاہوں سے ہوتا رہا ہے کہ جس کا غلبہ ہوا، وہی فتوحات حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا گیا۔ اس وقت کے طرز عمل کو دیکھ کر غیر مذاہب کو اعتراض بنانے کا موقع مل گیا اور کہہ دیا کہ اسلام تلوار سے پھیلایا گیا ہے مگر ابھی تک بھی حکومت کے شیدائی حکومت والوں کے ہی ثنا خوان ہوتے جا رہے ہیں۔

حکومت کا بہت علاقوں پر فتح مند ہونے کی جرات کو اس قدر طول دے کر بلند کیا جو حکومت کی اطاعت کو ایک رکن اسلام قرار دیا جاتا ہے اور تعلیم قرآن کے مطابق کہہ دینے میں زور دیا گیا ہے کہ جیسا رسولؐ کے عمل کی اطاعت ہے، ویسے ہی بعد رسولؐ حکومت والوں کے فعل و قول کی اطاعت عین رسولؐ کی اطاعت ہے۔ جب اس طرز اعمال کو جناب رسولؐ پاک کی اشاعت اسلام کی طرح سے کرایا جائے تو پھر ان کا ایسا عقیدہ و عمل اصولات رسالت کی حدود سے باہر ثابت ہوتا ہے۔ جناب

رسالت مآبؐ نے ظاہری حکومت سے شرک و کفر پر فتح حاصل نہیں کی۔ آپؐ نے تو نبوت و رسالت کی روحانی حکومت اور اخلاق عظیم سے اسلام پھیلایا ہے۔ انسان میں دین رسائی ہو تو پھر سمجھ سکتا ہے کہ رسولؐ پاک کی ہستی کے بعد حکومت والوں کی ویسی اطاعت راہ ہدایت حاصل کرنے میں کس طرح یکساں ہو سکتی ہے۔

ہم تو حضور علیہ السلام کے صفات پاکیزہ اور درجات عظیمہ کے باعث آپ سے نیکوکاری کے سبق لے رہے ہیں اور آپ کے فعل و قول کی پیروی کو اس لیے اطاعت خدا جانتے ہیں اور آپ کا امر اللہ کا امر ہونا مانتے ہیں۔ جیسے کہ حق تعالیٰ قرآن پاک میں آپ کی شان میں ارشاد کرتا ہے **ما ینطق عن الھوی** وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ جو کچھ وہ کہتا ہے' وہ میرا ہی کہنا ہوتا ہے۔ اس واسطے ہم اپنے رسولؐ پاک کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت جانتے ہیں اور آپ کی محبت کو اللہ کی محبت کہہ سکتے ہیں۔

شاہان دنیا کی اطاعت کو ہم کیونکر اللہ و رسولؐ کی اطاعت کے برابر سمجھیں اور کیونکر ان کے قول و فعل کی پیروی کو رضائے الٰہی تسلیم کریں۔ جب کہ دیکھا جاتا ہے کہ سلسلہ حکومت مسلمین میں بعض ظالم تھے' جنہوں نے بے گناہوں کو قتل کیا۔ فاسق و فاجر بھی تھے' غاصب بھی تھے۔ انہوں نے اہل حقوق کے حق غصب کیے۔ شراب نوشی اور زانی بھی ثابت کیے گئے ہیں۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ان کی اطاعت اللہ و رسولؐ کی اطاعت ہو سکے اور ان کے افعال کی اتباع اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی سمجھی جائے۔ اس لیے اولی الامر سے شاہان مسلمین حکومت والے انتخاب کر لینا اور ان کی مطابقت کرنا سراسر غلط راستی اور نافہمی کا باعث ہے۔ اولی الامر کے مصداق خلفائے رسالت ثابت ہو چکے ہیں جو رسولؐ کی جگہ رسالت کا کام چلانے والے وہ اپنی ذاتی صفات میں اسوۂ حسنہ ہونے کی کامل مثال ہیں۔ ان کے نفس فطرۃ" شرک و کفر اور سب خطا و نسیان اور تمام کدورتوں اور موضوعات حدیث و روایات سے پاک صاف علم رسالت کے عالم' مرسل نبوت کی نظیر

انہیں علم لدنی روحانی حکومت کا حاصل ہونا' ان کے دل اللہ کے امر نازل ہونے کا مقام ثابت کیے گئے ہیں۔ ان کے چہروں پر نور ولایت کے آثار نمایاں ہوں' جسے غیر مذاہب کا پیشوا دیکھ کر کہہ رہا ہو کہ اگر یہ پہاڑ پر دعا کریں تو وہ اپنی جگہ سے چل نکلے۔ پس اصولاً اس جگہ بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی جیسی ہستیوں کی ضرورت ہے تو پھر ان کی اطاعت عین اللہ و رسولؐ کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ اس شان والی تو پھر یہی ہستیاں ہیں جو اہل بیتؑ رسولؐ ہیں۔ جن کی نسبت خدائے عز و جل نے زبان رسولؐ سے بار بار کہلوا دیا۔ رسولؐ نے فرما دیا کہ میرے اہل بیتؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ میرے بعد یہ خلفائے رسالتؐ ہیں۔ ان کی پیروی اور تمسک کے بغیر ہر مسلمان کی بخشش ناممکن و محال ہے۔ یہی اولی الامر ہیں۔ نائب دین جانشین رسولؐ ہیں۔ ان میں تقدم حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بعد میں آپؑ کی اولاد پاک۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بعد از رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولی الامر کی اطاعت فرض ہو رہی ہے۔ جس طرح رسولؐ خدا کی اطاعت فرض ہے۔ جیسا کہ آپ کے قول و فعل کی پیروی ہدایت اور راہ راستی حاصل کرنے کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اولی الامر کے فعل و عمل کی بعینہ اطاعت ہونی چاہیے تو پھر وہ اللہ و رسولؐ کی مطابقت کہلائی جا سکتی ہے تو پھر ایسی اطاعت اصولاً حقی اطاعت ہے۔ جس کے غافل ہونے سے نجات کی امید نہیں ہو سکتی ہے۔ جہاں اس کے خلاف صحیح معنی میں اولی الامر کے مصداق کی پہچان ہی نہیں ہو سکی تو وہاں اللہ و رسولؐ کی موافقت پر نہ اطاعت رہی اور نہ ایمان رہا۔ اس لیے صاحب علم و فہم کو سوچنا اور دیکھنا چاہیے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو عہدہ ہائے عظیمہ کے مالک تھے۔ ایک رسالت' دوسری بادشاہت دنیوی لیکن اکثر علماء کی نافہمی اور کوتاہ نظری صرف پوست حکومت تک پہنچتی ہے۔ مغز رسالت تک رسائی نہ کر سکی۔ انہوں نے اولی الامر سے مراد خلافت و حکومت کو لے لیا۔ خلافت و رسالت جو مظہر علم رسالت تھی' جس کی

پیروی اللہ و رسولؐ کی خوشنودی کا باعث تھا۔ اس کے شان و مقام کو چھوڑ دیا۔ ادھر بادشاہت کے چاہنے والوں نے نفسانیت سے اپنی نااہلیت کو بھی نہیں دیکھا۔ اس کمی کی وجہ سے نہ اس بات کو سوچا سمجھا کہ جس طرح آپؐ کی رسالت کے ساتھ حکومت دنیوی کی ضرورت تھی اور حکومت حاصل تھی۔ جس کے رعب سے منافقین کے مخالفانہ حملوں کی نفی ہوتی چلی آ رہی تھی۔ ویسے ہی بعد رسولؐ حقیقی خلیفہ رسالت کے لیے حکومت دنیوی کی ضرورت لازم آ رہی ہے۔ مگر نااہلوں نے حرص دنیا کے زیر اثر ہو کر حکومت پر خود قبضہ کر لیا جس کو اہل بصیرت ان کے لیے یہی اسباب' حب دنیا' حکومت پر قبضہ پانے کی جرات ثابت کرتے ہیں۔ ورنہ وہ اس رتبہ حاصل کرنے کے اہل نہ تھے۔ حکومت پر تسلط جما لینا ان کا حق نہ تھا۔ پھر کیوں نہ اسے جابرانہ حکومت قرار دیا جائے جیسا کہ عام حکومتیں ہوا کرتی ہیں۔ پھر ان کا ایسا ہونے کے حکومت کرنا رعیت پر اور ان کو زیر اطاعت لانے میں بوسیلہ جبر و تشدد خوف و سزا اور مار کے' ایک وقت پر بہت بے گناہ زیر سزا ہوئے۔ سینکڑوں ظلم و ستم کا شکار بنے' پھر تسلط قائم ہوا اور فتوحات ہونے لگے لیکن حضور علیہ السلام کے سب جنگ دفاعی تھے۔ دشمن کے حملہ کو روکنے کے لیے ہوا کرتے تھے۔

آپ نے پہلے کبھی حملہ نہیں فرمایا تھا۔ مگر بعد کے اسلامی حکمران اصول نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف دنیوی حکومت کے راہ و روش پر سینہ زوری اور طاقت کے بل بوتے حملوں سے مالک علاقہ کو مغلوب کر کے اپنا قبضہ جما لیتے تھے۔ اسی طرز عمل کو دیکھ کر اسلام کے ساتھ اعتراض آگیا۔ اب یہی معترض کا اعتراض اور اہل بیت رسولؐ سے مخالفت کرنا بین ثبوت ہے' جس سے ان کے بے جا تشدد کا اظہار ہو رہا ہے' جس کو دیکھ کر لازمی کہا جا سکتا ہے کہ ان حضرات کے فتوح میں کوئی خاص اسلامی وقعت نظر نہیں آتی۔ جس سے گزشتہ حکومتوں پر ترجیح حاصل ہو۔ اس لیے نہ وہ باعث فخر کہلا سکتے ہیں۔ دنیا میں ان حکومتوں کے پیشتر بڑے بڑے حکمران ہوتے گئے ہیں' جنہیں ہر مقام پر فیروزمندی حاصل ہوتی رہی۔ جو بہت علاقہ اپنی

بادشاہی کے بنا گئے۔ آئندہ بھی ایسے ایسے اور ان سے بڑھ چڑھ کر آتے رہیں گے لیکن ان مسلمانوں حاکموں میں اصول اسلامی نہ ہونے کے ان کے حملوں میں اہل حقوق کے حق ضائع ہوئے اور انہیں سخت اذیتیں حاصل ہوئیں۔ ایسے ایسے ظالمانہ بے عدل و انصاف فعل و عمل جو قرآن پاک اور حدیث مقدسہ کے خلاف ثابت ہوتے ہیں۔ اس جگہ ان کی کارروائیوں کے مفصل حالات بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ نور ایمان اور خلافت الہیہ کے مصنف صاحبان نے تفصیل کے ساتھ ان کے بے راہ جانے کے حالات لکھے ہیں۔ دیکھنا چاہتے ہو تو وہاں سے ملاحظہ کر لیجئے۔ ایسے حاکموں کے قول و فعل کی پیروی کرنا اطاعت بجا لانا دیدہ دانستہ غلطی کے مترادف ہے۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ بادشاہ دنیا اولی الامر کے مصداق نہیں ہیں۔ تو پھر وہ خلیفہ رسالت کہلانے کے اہل نہیں ہو سکتے۔ صرف ان کو اتنا فوق دیا جا سکتا ہے کہ یہ مسلمان بادشاہ ہوئے ہیں۔

### آیت چہارم:

سلسلہ نبوت و رسالت اور ان کے وصایت میں مطہریت کا ہونا لازمی امر ہے۔ اس واسطے کہنے میں چلا آ رہا ہے کہ نبوت و رسالت کی ہستیاں فطرۃ" پاک اور ان کی تعلیم پاک منشاء الٰہی کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ اس پاکیزگی کے باعث تمام انبیاء اور رسل علیہ السلام اللہ پاک کے خلفاء کہلائے جاتے ہیں۔ اس لیے ہم ان کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت جانتے اور ان کی محبت کو اللہ کی محبت سمجھتے ہیں۔ اب ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کی اطاعت واجب ہو رہی ہے۔ لیکن خلیفہ میں بھی پاکیزگی ہونا چاہیے۔ بغیر پاکیزگی کاملہ کے اطاعت واجب نہیں ہو سکتی۔ یہی اصول قدیم سے رب العزت کے عمل میں چلا آ رہا تھا کہ جب کبھی نبی یا ہادی رسول ہدایت کے لیے بھیجتا پاک سیرت ہوتا تھا۔ اب مسند پاک پر جس کی شان و منزلت نہایت بالا و بلند ہے۔ اس کا قائم مقام ویسے ہی اصول الٰہی کے مطابق نفوس مطہر ہونا چاہیے۔ جو ابتداء سے لے کر آخر زندگی تک تمام گناہ

صغیرا کبیرا سے پاک ہو۔ جس میں صفات نبوت و رسالت اور اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پایا گیا ہو تو پھر آیات الٰہی کی عملی صحت صحیح ہونے کے۔ ان کی اطاعت، اللہ و رسولؐ کی اطاعت ہو سکتی ہے تو پھر ان صفات کے افراد اجزائے محمدیؐ آئمہ اہل بیتؑ رسولؐ ہی ہو سکتے ہیں۔ جن میں تقدم حضرت علی علیہ السلام ہیں، یہی جانشین رسولؐ ہیں۔ ان کی شان اطہر میں آیت تطہیر **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت و یطھر کم تطھیرا** جب نازل ہوئی تو رسولؐ خدا نے جناب حسنؑ، حسینؑ، علیؑ و فاطمہؑ کو لے کر فرمایا۔ اے میرے پروردگار! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اس وقت آپؐ کے حرم پاک ام مسلمہؓ صاحبہ موجود تھے۔ انہوں نے پوچھا میں بھی اس میں شامل ہوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں، تم اپنی جگہ پر ہو۔

دوسرا ثبوت آپ کی پاکیزگی کا یہ ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام کو بچپن میں ہی اپنے پاس لے آئے تھے۔ آپؐ کی گود میں بیٹوں کی مانند پرورش پاتے۔ آپ کے طرز و عمل کی تعلیم حاصل کرتے، ہر فعل عبادات میں سہیم و رفیق ہوتے۔ جب آپ غار حرا میں عبادت خدا کے لیے تشریف لے جاتے، آپ بھی ساتھ جاتے۔ عبادت کے آداب، قیام، رکوع، سجود بجا لاتے۔ کوئی ساعت آپ سے جدا نہ ہوتے۔ جب آپ نے نبوت کا اعلان کیا تو سب سے پہلے علی علیہ السلام نے تصدیق فرمائی۔ اب کون ہے جو آپ کی برابری کر سکے۔ آپ کو تمام صحابہ پر فضیلت حاصل ہے۔ بلکہ اس سے ہی قبل آپ نبی و رسولوں کی مانند فطرۃ" پاک والدہ کے پاک بطن میں صاحب ایمان تھے۔

جب علیؑ پاک کی ولادت ہوئی تو اس وقت آپؑ نے اپنی آنکھیں بند رکھی ہوئی تھیں اور اپنی والدہ کا دوودھ بھی نہ پیتے تھے۔ تیسرے دن رسولؐ خدا تشریف لائے۔ آپؐ نے انہیں اٹھا کر گود میں لے لیا۔ اس وقت آپؑ نے آنکھیں کھولیں۔ سب سے پہلے حضورؐ کے چہرۂ مبارک پر نظر ڈالی۔ آپؐ نے اپنی زبان ان کے منہ میں ڈال دی۔ چوسنا شروع کیا، بعد میں دودھ پیا۔ آنحضرتؐ نے علیؑ نام رکھا۔

اب حضورؐ کا مکمل خطبہ غدیر قارئین کی نذر کرتا ہوں مگر اس سے پہلے آیہ بلغ کی کچھ وضاحت پیش خدمت ہے۔

---

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید کے پارہ چھ سورۃ المائدہ، آیت ۶۷ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین ○

ترجمہ : "اے رسول (آخری) پہنچا دو جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تجھ پر بھیجا گیا ہے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے رسالت کا کوئی کام ہی نہیں کیا اور اللہ لوگوں کے شر سے تجھے بچائے گا۔ اللہ ہرگز کافروں کے گروہ کی ہدایت نہیں کرتا"۔

اس آیہ کریمہ میں اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ نے یہ نہیں بتایا کہ کیا پہنچایا جائے۔ پھر دیکھنے والی بات یہ ہے کیا حضورؐ نے اللہ کا وہ خاص پیغام پہنچایا۔ اگر پہنچایا تو کیا پہنچایا۔ جس پر آپؐ کی ساری رسالت کا دارومدار ہے۔ اگر نہ پہنچایا تو ساری عمر کی محنت جو احکام الٰہی کے پہنچانے میں کی، اور اتنی مصیبتیں اور تکالیف اٹھائیں، سب ضائع ہو جائیں گی۔

ایک چھوٹی سی مثال سے ظاہر کر دوں کہ اللہ نے واضح طور پر پیغام کا ذکر کیوں نہیں فرمایا۔ اگر میں زید سے کہوں کہ تم نے میرا پیغام فلاں شخص کو پہنچا دیا ہے یا نہیں، یہاں میں نے اس پیغام کو نہیں بتایا۔ کیونکہ وہ پیغام میں پہلے بتا چکا تھا۔ اس لئے اب اس پیغام کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اگر زید یہ جواب دے کہ میں نے کسی خوف یا خدشہ کی وجہ سے نہیں پہنچایا اور میں اسے کہوں کہ کچھ بھی ہو، ابھی پیغام پہنچاؤ۔ باقی میں خود نمٹ لوں گا۔ اگر نہ پہنچایا تو میں تم سے قطع تعلق کر لوں گا۔ بالکل یہی پوزیشن اس آیہ کریمہ کی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغام تو پہلے آ چکا تھا۔ اب اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف یاد دہانی کرانی مقصود تھی۔ پھر وہ اللہ کا حکم کیوں نہ پہنچایا۔ کیونکہ حضورؐ کو خدشہ تھا کہ لوگ اس حکم کو

نہ مانیں گے۔ اسی لئے اس آیت میں اللہ نے حضورؐ کو تسلی دی اور فرمایا کہ اللہ لوگوں کے شر شرارت سے بچائے گا۔

زیر عنوان آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ رسولؐ خدا حجتہ الوداع (۱۰ھ) سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ جب آپؐ غدیر خم کے مقام پر پہنچے تو مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

بحمداللہ ہم سب رسولؐ کے ماننے والے ہیں لیکن جناب ماننا کسی کا، اس کی ذات کا ماننا کافی نہیں۔ ماننا تو اصل میں بات کا ہے۔ ذات کو ماننا اور بات کو نہ ماننا، یہ وہ بنیاد ہے جسے شیطان نے اپنے ہاتھ سے رکھا۔ جرم اس کا یہ نہیں تھا کہ اس نے اللہ کی ذات کو نہ مانا ہو۔ مانا تھا اور مانتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ مردود بارگاہ ہونے کے بعد بھی جب اس نے خدا سے کچھ کہا "رب" کہہ کر کہا۔ منکر ربوبیت نہ تھا، ذات کا ماننے والا پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی رہا۔ جرم اگر تھا تو یہ تھا کہ ذات کو تو مانتا تھا مگر بات کو نہ مانا۔ ماننا اصل میں حضرات بات کا ہے۔ بات تو جب بنے گی کہ جب بات کو مانا جائے۔ اللہ کو کوئی مانتا ہے اس کی بات کو نہیں مانتا اور رسولؐ کو کوئی مانتا ہے یعنی ذات کو مانتا ہے مگر بات کو نہیں مانتا تو کیا رہ گیا اس ماننے میں اور میں محترم قارئین سے اشارۃً" یہ جملہ کہنا چاہتا ہوں کہ باتیں بھی حضرات بہت سی ہوتی ہیں، کوئی بات پہلی ہے کوئی دوسری اور کوئی تیسری ہے تو جب تک بات اوائل میں رہے ایک بات کے نہ ماننے کو ختم کر دیا جائے گا۔ دوسری بات کے مان لینے سے، ایک بات کے نہ ماننے کا داغ دھل جائے گا۔ دوسری بات کے مان لینے سے، لیکن بڑا اہم مسئلہ تو ہے آخری بات کا۔ اگر آخری بات کو نہ مانا تو یہ داغ کس بات کے ماننے سے دھلے گا اس کے بعد تو بات ہی نہیں۔ سب سے زیادہ جو اہم بات ہے وہ آخری بات ہے اور وہ آخری بات ہو بھی تو آخری نبیؐ کی ہو۔ ادھر اس کا آخری نبیؐ ہونا اور آخری بات کا بھی آخری ہونا۔ بس سمجھ لیجئے کہ فیصلہ اسی پر ہے ماننے نہ ماننے کا فیصلہ اسی پر ہے۔ اب اس موقع پر عرض کروں گا کہ ماننے یا نہ ماننے والوں کا تو ذکر ترک کرو، رسولؐ بھی اگر ہزاروں احکام پہنچا چکے تو کوئی اللہ کا پیغام آخری بھی تو ہوگا تو خداوند عالم نے آخری پیغام کے لیے کہہ دیا کہ اگر تو نے یہ نہ پہنچایا تو کوئی پیغام نہ پہنچایا۔ بات نبیؐ سے ہو رہی ہے اور کان ہمارے گھولے جا رہے ہیں۔ اور ہمیں کہا جا رہا ہے

کہ تم کیا چیز ہو اگر میرا پیغمبرؐ بھی آخری پیغام نہ پہنچائے جبکہ ہر پیغام پہلا پہنچا چکا ہے تو اس نے رسالت کا کوئی کام نہیں کیا۔ سننے والو سنو اور غور سے سنو، سنی ان سنی مت کر دو۔ غور سے سنو کہ اگر تم نے آخری نبیؐ کی آخری بات کو نہ مانا تو پھر ماننے والوں کے دائرے سے نکل گئے جس طرح رسولؐ نے سب کچھ پہنچایا مگر آخری بات نہ پہنچائی تو نہیں پہنچایا کچھ بھی۔ اسی طرح اگر تم نے نبیؐ کی آخری بات کو نہ مانا تو جتنی بھی پہلی باتوں کو مانا، نہیں مانا۔

آخر غدیر خم کے مقام پر **سورۂ مائدہ کی یہی** آیت نمبر ۶۷، پارہ نمبر ۶ بتاریخ ۱۸ ذی الحج ۱۰ھ بروز پنج شنبہ بمطابق ۱۷ مارچ ۶۳۲ء کو نازل ہوئی۔ غدیر خم مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اس شاہراہ عام پر ہے جہاں سے قافلوں کے لیے یمن، مصر اور شام کی طرف راستے نکلتے ہیں اور یہ علاقہ بحرۂ قلزم کے ساحل سے نسبتاً بہت قریب ہے۔ غدیر کے معنی ہیں تالاب یا چشمہ جو اکثر خشک ہو جاتا ہے۔ غدیر کی نشیبی زمین جو اس میں پانی کا چشمہ ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوئی وادی خم میں ہے۔ یہ مقام مکہ معظمہ سے تقریباً ۶۹ میل کے فاصلہ پر اور مدینہ منورہ سے تقریباً ۱۱۱ میل کے فاصلہ پر ہے۔ غدیر خم سے مدینے جانے والے پہلے جحفہ جاتے ہیں جو یہاں سے تین میل ہے اور پھر جحفہ سے تقریباً ۱۰۸ میل کی مسافت طے کر کے مدینہ منورہ پہنچتے ہیں۔

حضرت رسولؐ خدا پیغمبر آخرالزماں تھے۔ ختم الرسلؐ تھے۔ قیامت تک آپؐ کی رسالت جاری رہنی تھی۔ وہ پیغام ان لوگوں کے مقرر کرنے کے متعلق تھا کہ جو آپؐ کی رسالت کو قیامت تک پہنچائے۔ اس حکم کے پہنچتے ہی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ سب ٹھہر جائیں۔ جو آگے چلے گئے ہیں وہ پیچھے بلا لیے جائیں۔ نماز کی منادی ہوئی اور آپ نے وہ اعلان کیا جس کے متعلق یہ حکم دیا گیا تھا، دیکھو کتاب تفسیر الدر المنشور از جلال الدین سیوطی الجزء الثانی ص ۲۹۸، اسباب نزول القرآن واحدی نے تفسیر مجمع البیان عیاشی در تفسیر آیہ کریمہ تفسیر کبیر مفاتیح الغیب از فخرالدین محمد بن عمر الرازی، مطالب السئول از محمد بن طلحہ القرشی اور تفسیر غرائب القرآن کہتے ہیں کہ اس آیہ میں تصریح پیغام بھی کر دی گئی تھی اور الفاظ ان علیاء مولی المومنین بھی تھے۔ دیکھو توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل شہاب الدین احمد، جلال الدین سیوطی کی کتاب الدر المنثور جلد دوم، ص ۲۹۸، حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی وغیرہ۔

# حضورؐ کا آخری خطبہ

رحمٰن (و) رحیم خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) سب تعریف اسی خدا کے لیے زیبا ہے۔ جو اپنی توحید میں (لوگوں کے خیالات سے) دور و برتر ہے اور اپنی یکتائی میں نزدیک ہے اور اپنی سلطنت میں غالب اور اپنی خدائی کے اصول میں عظیم الشان ہے جو چیز جہاں جہاں ہے اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں۔ تمام مخلوق پر اپنی قدرت اور اپنی دلیل سے غالب ہے۔ ایسا صاحب عزت و بزرگی کہ ہمیشہ سے ہے اور ایسا لائق حمد کہ ہمیشہ رہے گا تمام بلند چیزوں کا پیدا کرنے والا اور تمام بچھی ہوئی چیزوں کا بچھانے والا زمینوں کا اور آسمانوں کا انتظام کرنے والا۔ سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ جس کے سب نام لیوا ہیں۔ تمام فرشتوں کا اور روح کا پروردگار جن جن چیزوں کو پیدا کیا ہے ان سب پر احسان و انعام کرنے والا ہر آنکھ کو خود دیکھتا ہے حالانکہ آنکھیں اس کو نہیں دیکھتیں۔ صاحب کرم بردبار بتدریج کام کرنے والا جس نے ہر شے کو اپنی وسیع رحمت سے حصہ دیا ہے اور اپنی نعمت سے مخلوق پر احسان کیا ہے۔ انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا نہ عذاب دینے میں جس کے لوگ مستحق بھی ہوں پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے اور دلوں کے حال سے آگاہ ہے۔ پوشیدہ باتیں اس پر چھپی نہیں رہتیں اور نہ خفیہ باتوں میں اس کو کوئی شبہ پڑ سکتا ہے۔ ہر شے پر اس کا احاطہ ہے۔ اور ہر چیز پر اس کی قدرت حاوی ہے۔ کوئی شے اس کے مانند نہیں ہے اور وہی شے کا پیدا کرنے والا ہے جبکہ کوئی شے موجود نہ تھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ عدل و انصاف کے ساتھ باقی رہے گی۔ اس زبردست حکمت والے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اِس کی شان اس سے زیادہ ہے کہ بینائیاں اس کا ادراک کر سکیں۔ حالانکہ وہ بینائیوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ بڑا باریک بین اور کار آگاہ ہے۔ کوئی شخص اس کے اوصاف کو ازروئے معائنہ بیان نہیں کر سکتا۔ اور نہ کوئی ظاہر یا باطن کی رو سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ وہ کیا ہے؟ ہاں انہی چیزوں سے اس کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے جن کو کہ اس نے اپنی ذات (کی

معرفت) کے لیے قائم کیا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کی قدوسیت تمام عالم پر حاوی اور اس کا نور ابدا الاباد پر غالب ہے اور اس کا حکم بغیر کسی مشورہ دینے والے کے مشورہ کے نافذ و جاری ہے۔ معاملات کے اندازہ کرنے میں کوئی اس کا شریک نہیں اور اس کی تدبیر میں اختلاف نہیں ہے۔

جس چیز کی اس نے صورت بنائی نئی بنائی (یعنی اس کی مثال پہلے سے موجود نہ تھی) اور جو کچھ بھی پیدا کیا اس طرح پیدا کیا کہ نہ کسی کی مدد لینی پڑی اور نہ تکلیف اٹھانی پڑی اور نہ کوئی حیلہ کرنا پڑا۔ پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور وہ ہوگئی اور جس وقت اسے پیدا کر دیا وجود میں آ گئی اور وہ وہی خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو کاریگری میں پختہ ہے۔ اچھی اچھی چیزیں بنانے والا ایسا منصف کہ کبھی ظلم نہیں کرتا اور ایسا کریم کہ تمام امور کی بازگشت اسی کی طرف ہوگی اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہر چیز اس کی قدرت کے آگے پست اور ہر شے اس کی ہیبت سے سرنگوں ہے۔ تمام فرشتوں کا وہ مالک اور تمام آسمانوں کا گردش دینے والا سورج اور چاند کو کام میں لگانے والا کہ ان میں سے ہر ایک معین وقت کے لیے گردش میں ہے وہ رات کو دن پر مسولی کر دیتا ہے اور دن کو رات پر غالب کہ ایک دوسرے کے پیچھے لگا چلا جاتا ہے۔ ہر کینہ توز ظالم کا سر توڑنے والا ہے اور ہر سرکش شیطان کا ہلاک کرنے والا نہ اس کا کوئی مدمقابل ہے اور نہ اس کا کوئی شریک۔ یکتا ہے بے نیاز ہے نہ اس کا کوئی فرزند ہے اور نہ وہ کسی کا فرزند ہے اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی ہے۔ معبود یکتا اور پروردگار بزرگ جو چاہتا ہے وہ فوراً ہو جاتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے فوراً فیصل کر دیتا ہے۔ وہ جانتا ہے اور کماحقہ جانتا ہے وہ مارتا ہے اور جلاتا ہے وہی فقیر کرتا ہے اور وہی امیر۔ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔ وہی قریب کرتا ہے وہی دور کرتا ہے۔ وہی روک لیتا ہے وہی عطا کرتا ہے۔ ہر طرح کا اختیار اسی کو ہے اور ہر طرح کی تعریف اسی کے لیے ہے سب خیر و خوبی اسی کے ہاتھ ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ رات کو دن میں ٹھونس دیتا ہے اور دن کو رات میں ٹوم دیتا ہے سوائے اس زبردست بڑے بخشنے والے کے اور کوئی معبود نہیں ہے۔ دعاء کا قبول کرنے والا اور عطیات کا دل کھول کر دینے والا تمام جنوں اور آدمیوں کا پرورش کرنے والا اس کے

لیے کوئی چیز بھی مشکل نہیں ہے نہ فریاد کرنے والوں کی فریاد اس کو پریشان کر سکتی ہے اور نہ گریہ زاری کرنے والوں کی گریہ و زاری اس کو تنگ اور عاجز کر سکتی ہے نیک بندوں کا بچانے والا اور فلاح پانے والوں کو توفیق دینے والا۔ تمام عالموں کا سردار ہر اس شخص کے ذمے جس جس کو پیدا کیا یہ استحقاق رکھتا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کرے اور ہر ایک خوشی اور ناخوشی اور سختی اور آسانی کی حالت میں اس کی تعریف کرنے میں اس پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کے حکم کو سنتا ہو اور اس کی اطاعت کے لیے حاضر اور جو کچھ اس کو پسند ہے اس کے بجا لانے پر تیار اور اس کا فیصلہ ماننے پر مستعد۔ اس خواہش سے بھی کہ اس کی اطاعت کے لیے آمادہ ہو اور اس خوف سے بھی کہ اس کی عقوبت سے ڈرتا ہو کیونکہ اس کے بدلہ لینے سے بے خوف نہ ہونا چاہیے اور اس بات سے نہ ڈرنا چاہیے کہ اس کی طرف سے کوئی ظلم ہوگا۔

پھر فرمایا کہ لوگو! میری بات کی حفاظت کرنا کہ اس سے میرے بعد نفع اٹھاؤ گے اور اسے خوب سمجھنا کہ درجہ اعلیٰ پاؤ گے دیکھو میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ دنیا کی خاطر تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی گردن پر تلوار چلائے کہ اگر تم نے ایسا کیا اور ضرور تم کرو گے تو تم مجھ کو جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کے مابین ایک لشکر میں دیکھو گے کہ میں خود تم پر تلوار چلاتا ہوں گا۔ پھر دائیں طرف دیکھا اور ذرا خاموش ہوئے۔ پھر فرمایا کہ اگر اللہ نے چاہا میں ہوں گا ورنہ علیؑ ابن ابی طالب میری جگہ ہوں گے۔ پھر فرمایا آگاہ رہو کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم نے ان دونوں سے تمسک کیا تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک تو اللہ کی کتاب ہے اور دوسرے میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں، اس لیے کہ باریک بین اور ہر چیز کے جاننے والے پروردگار نے مجھے خبر پہنچائی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ لیں۔ آگاہ رہو جس نے ان دونوں کو مضبوط پکڑ لیا اس نے ضرور نجات پائی اور جس نے ان دونوں کی مخالفت کی وہ ضرور ہلاک ہو جائے گا۔

لوگو! میں نے حکم پہنچا دیا؟ سب بولے، جی ہاں پہنچا دیا۔ فرمایا، الٰہی تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا خوب سمجھ لو کہ تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے اور وہ مجھے

پہچانتے بھی ہوں گے مگر میرے پاس سے ہٹا دیئے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا کہ الٰہی یہ تو میرے اصحاب ہیں تب مجھ سے کہا جائے گا کہ اے محمدؐ! انہوں نے تمہارے بعد بڑے بڑے فتنے برپا کیے اور تمہاری سنت کو بدل ڈالا تو اس وقت میں کہوں گا کہ "دور کر دو ان کو دور کردو"۔

میں اپنی ذات کے لیے اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرتا ہوں اور اس کے مالک ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور جو کچھ اس نے میری طرف وحی فرمایا ہے اسے ادا کرتا ہوں۔ اس خوف سے کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھ پر ایسی بلا نازل ہوگی کہ جسے مجھ سے کوئی دفع نہ کر سکے گا۔ خواہ کیسا ہی بڑا تدبیر کرنے والا کیوں نہ ہو۔ سوائے اس خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے مجھے اطلاع دی ہے کہ جو حکم اس وقت مجھ پر نازل کیا گیا ہے اگر میں اسے نہ پہنچاؤں تو گویا میں نے اس کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اس بزرگ و برتر خدا نے اس بات کی ضمانت فرمائی ہے کہ وہ مجھے آدمیوں کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اللہ خود کافی اور کریم ہے۔ جس نے میرے پاس ان لفظوں میں وحی فرمائی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے رسولؐ! جو کچھ تمہارے پاس علیؑ کے بارے میں تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ کیا گویا تم نے اس کی رسالت ہی نہ پہنچائی اور اللہ آدمیوں کے شر سے تم کو محفوظ رکھے گا۔ اے لوگو! جو کچھ بھی اس نے نازل فرمایا میں نے اس کے پہنچانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اور اب میں اس آیت کی شان نزول بھی تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہوں کہ جبرئیلؑ میرے پاس تین مرتبہ آئے اور میرے پروردگار کی طرف سے جو خود سلام ہے یہ حکم مع سلام لائے کہ میں اس مقام پر کھڑا ہوں اور ہر گورے اور کالے کو یہ اطلاع دوں کہ علیؑ ابن ابی طالب میرے بھائی اور میرے وصی اور میرے خلیفہ اور میرے بعد امام ہیں۔ ان کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی۔ فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبیؑ نہ ہوگا۔ ہاں وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے بعد تم سب کا ولی ضرور ہے۔ اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی کتاب میں ایک آیت نازل فرما چکا ہے۔ (سورۂ مائدہ' آیت ۵۵) وہ یہ ہے سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو ایمان

لائے نماز پڑھتے ہیں۔ اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دی اور ہر حال میں خدا کی خوشنودی اس کے مدنظر تھی اور اے لوگو! میں نے جبرئیل امین سے یہ خواہش کی کہ خدائے تعالیٰ مجھے اس حکم کے تم تک پہنچانے سے معافی دے اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ متقی تم میں بہت کم ہیں اور منافق زیادہ۔ اور گنہگار چالیں چلنے کو تیار اور اسلام کی ہنسی اڑانے والے حیلہ جوئی کے لیے مستعد۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر خدائے تعالیٰ اپنی کتاب میں اس طرح فرماتا ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے وہ کچھ کہتے ہیں جو کچھ ان کے دلوں میں نہیں ہوتا اور وہ اسے معمولی بات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت بات ہے (سورۂ النور' آیت ۱۵) اور وہ مجھے کتنی ہی دفعہ تکلیفیں بھی دے چکے ہیں۔ یہاں تک کہ میرا نام رکھا کہ یہ کان ہی کان ہیں اور میری نسبت گمان بھی کر لیا کہ میں ایسا ہی ہوں۔ (سورۂ التوبہ' آیت ۶۱) اس وجہ سے کہ میں علیؑ کو اپنے پاس زیادہ رکھتا ہوں اور ان کی طرف توجہ زیادہ کرتا ہوں۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مجھ پر یہ آیت نازل کی' اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو نبیؐ کو ایذا دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ کان ہی کان ہیں۔ تم ان لوگوں کے برخلاف جو تم کو ایسا سمجھتے ہیں یہ کہہ دو کہ تمہارے لیے ان کا کان ہونا بہتر ہے اور اگر میں یہ چاہوں کہ ان کے نام بتلا دوں تو بتلا سکتا ہوں اور اگر یہ چاہوں کہ ان کا پتہ بتا دوں تو بتا سکتا ہوں لیکن واللہ میں نے ان کے تمام معاملات میں اخلاق کریمانہ کا برتاؤ کیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ میراؐ یہ کوئی عذر قبول نہیں فرماتا اور یہی حکم دیتا ہے کہ میری طرف جو کچھ اس وقت نازل کیا ہے وہ پہنچا دوں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اے رسولؐ! جو کچھ علیؑ کے بارے میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نازل کیا گیا ہے وہ پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (گویا) تم نے اس کی رسالت ہی نہ پہنچائی اور اللہ تم کو آدمیوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ سو اے لوگو! تم سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ کو یقیناً تمہارے واسطے ایسا ولی اور ایسا امام مقرر کر دیا ہے جس کی اطاعت مہاجرین پر بھی لازم ہے اور انصار پر بھی اور جو نیکی میں ان کے تابع ہیں ان پر بھی اور جنگلی پر بھی اور شہری پر بھی' عجمی پر بھی اور عربی پر بھی' آزاد پر بھی اور غلام پر بھی' بچے پر بھی اور بوڑھے پر بھی' گورے پر

بھی اور کالے پر بھی اور خدا کو یکتا ماننے والے پر اس کا حکم جاری ہوگا۔ اس کا قول ماننا پڑے گا۔ اس کا فرمان نافذ ہوگا جو اس کی مخالفت کرے گا، ملعون ہو جائے گا اور جو اس کی متابعت اور اس کی تصدیق کرے گا اس پر رحم کیا جائے گا کہ اللہ نے خود اس کو مغفور فرمایا ہے اور جو شخص اس کی بات سنے گا اور اس کی اطاعت کرے گا اس کو بھی۔

اے لوگو یہ آخری مقام ہے کہ میں اس جگہ اس کو قائم مقام بناتا ہوں۔ پس تم سنو اور مانو اور اپنے پروردگار کے حکم کی اطاعت کرو کہ خدائے عزوجل تمہارا پروردگار اور تمہارا ولی اور تمہارا معبود ہے۔ پھر اس کے بعد اس کا رسولؐ محمدؐ تمہارا ولی ہے۔ جو اس وقت کھڑا ہوا تم سے بات کر رہا ہے۔ پھر میرے بعد تمہارے پروردگار کے حکم سے علیؑ تمہارا ولی اور تمہارا امام ہے۔ پھر قیامت کے دن تک یعنی اس دن تک کہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ کے حضور میں پہنچو گے۔ امامت میری اولاد میں چلی جائے گی جو علیؑ کی صلب سے ہوگی۔ کوئی چیز حلال نہ ہوگی سوائے اس کے جس کو اللہ نے حلال قرار دیا اس نے مجھے حلال و حرام پہنچوا دیا اور میں نے اپنے پروردگار کی کتاب کا علم اور حلال و حرام کا علم علیؑ کے سپرد کر دیا۔

اے لوگو! کوئی علم ایسا نہیں ہے جسے خدائے تعالیٰ نے میری ذات میں احصار نہ فرما دیا ہو اور میں نے وہ امام المتقین علیؑ کے سپرد نہ کر دیا ہو۔ کوئی علم ایسا نہیں ہے کہ میں نے علیؑ کو تعلیم نہ کیا ہو امام مبین یہی ہے لوگو! اس سے بھٹک کر دوسری طرف نہ جانا اس سے الگ نہ ہونا۔ اس کو حاکم بنانے سے نفرت نہ کرنا۔ اس لیے کہ یہی حق کی ہدایت کرے گا اور یہی حق پر عمل کرے گا اور یہی باطل کو مضمحل کرے گا۔ اور یہی اس سے باز رکھے گا اور اللہ کے کام سے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسے باز نہ رکھے گی۔ پھر یہ بھی سمجھ لو کہ یہی پہلا شخص ہے جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لایا اور جس نے رسولؐ پر جان فدا کی۔ اور رسولؐ کے ساتھ ہو کر اللہ کی عبادت ایسی حالت میں کرتا رہا کہ کوئی اور شخص مردوں میں سے رسول اللہ کا ساتھی نہ تھا۔

لوگو! اس کی فضیلت تسلیم کرو کہ اسے اللہ نے فضیلت دی ہے اور اس کی امامت کو مانو کہ اللہ نے اس کو امام مقرر کیا ہے۔ لوگو! یہ اللہ کی طرف سے امام ہے اور اللہ کسی ایسے

شخص کی توبہ قبول نہ کرے گا جو اس کی ولایت کا منکر ہو اور ہرگز اسے نہ بخشے گا اور اللہ پر لازم ہے کہ جو علیؑ کے بارے میں اس کے حکم کی مخالفت کرے اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرے کہ اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سخت سے سخت اور انوکھے سے انوکھا عذاب دے۔ پس تم اس کی مخالفت سے بچے رہنا اور کہیں اس آگ میں نہ چلے جاؤ جس کا ایندھن آدمی ہوں گے۔ اور پھر وہ کافروں ہی کے لیے تیار کی گئی ہے۔

لوگو! میرے ہی سبب سے پہلوں کو بشارت دی گئی ہے۔ نبی ہوں تو' رسول ہوں تو' اور میں ہی تمام نبیوں اور رسولوں کا خاتمہ ہوں اور تمام مخلوق پر کہ وہ آسمان کے رہنے والے ہوں تو اور زمینوں کے رہنے والے ہوں تو خدا کی حجت ہوں۔ پس جو اس میں شک کرے وہ ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ اب سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں کافر ہوا کرتے تھے۔ اور جو میرے قول میں کچھ بھی شک کرے تو اس نے گویا کل امور میں شک کیا اور جو کل باتوں میں شک کرنے والا ہے جہنم اس کے واسطے تیار ہے۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان و کرم سے جو مجھ پر ہر دم مبذول ہے یہ فضیلت مجھے عطا فرمائی ہے۔ اس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں ہمیشہ ہمیشہ سے ہر حال میں اسی کی مدح و ثناء کرتا رہا ہوں۔ لوگو! علیؑ کو بزرگ جانو کہ وہ میرے بعد کل لوگوں سے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت افضل ہے۔ ہمارے ہی سبب سے اللہ تعالیٰ رزق نازل فرماتا ہے اور سب مخلوق اسی سے باقی ہے جو شخص میرے اس قول کو رد کرے وہ ملعون ہے ملعون ہے مغضوب ہے مغضوب ہے۔ اگرچہ اس کے خیال کے مطابق نہ ہو آگاہ ہو جاؤ کہ جبرئیلؑ امین نے مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے خبر پہنچائی ہے اور وہ خود یہ فرماتا ہے کہ جو شخص علیؑ سے دشمنی کرے اور ان سے دوستی نہ رکھے تو اس پر میری لعنت بھی ہوگی اور میرا غضب بھی ہوگا۔ پس ہر نفس کو غور کرنا لازم ہے کہ وہ کل کے لیے آگے کیا بھیجتا ہے۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی مخالفت نہ کرو کہ ثابت قدمی کے بعد کہیں قدم لغزش نہ کر جائیں۔ بیشک جو کچھ تم کرتے ہو خدائے تعالیٰ اس سے خبردار ہے۔

لوگو! وہ جنب اللہ ہے (اسی کے بارے میں) اللہ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا کہ بعض نفس یہ کہے گا کہ افسوس میں نے جنب اللہ کے بارے میں کیسی کوتاہی کی! (یحسرتی علی

ما فرطب جنب اللہ)

لوگو! قرآن مجید میں غور کرو اور اس کی آیتوں کو سمجھو اور اس کے محکمات میں نظر ڈالو اور اس کے متشابہات کی پیروی نہ کرو۔ خدا کی قسم سوائے اس شخص کے جس کا ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہوں اور جس کو میں اپنی طرف اٹھائے ہوئے ہوں اور جس کا بازو میں تھامے ہوئے ہوں کوئی اور تنبیہوں کو تمہارے لیے کھول کر بیان نہ کرے گا۔ اور اس کی تفسیر کی تمہارے لیے وضاحت نہ کرے گا اور تمہارا سکھانے والا نہ بنے گا۔ بے شک جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اس کا مولا ہے اور یہی علیؑ ابن ابی طالب میرا بھائی میرا وصی ہے اور اس کا یہ ولی ہونا اللہ کی طرف سے ہے اور اسی نے مجھ پر نازل فرمایا ہے۔

لوگو! یہ علیؑ اور جتنے میری اولاد میں سے معصوم ہیں وہ سب ثقل اصغر ہیں اور قرآن مجید ثقل اکبر ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھ والے کے حالات سے آگاہی دینے والا ہے اور اس سے موافقت کرنے والا ہے۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچیں۔ یہ خدائے تعالیٰ کی مخلوق میں اس کے امین ہیں اور اللہ کی زمین میں اس کے مقرر کیے ہوئے حاکم۔ آگاہ رہو کہ میں نے ادا کر دیا۔ سمجھ لو کہ میں نے پہنچا دیا۔ ہوشیار ہو کہ میں نے سنا دیا۔ خبردار ہو کہ میں نے کھول کر بیان کر دیا۔ دیکھو خدائے عزوجل نے فرمایا اور میں نے خدائے عزوجل کی طرف سے سنا دیا۔ سمجھ رکھو کہ میرے اس بھائی کے سوا کوئی اور امیر المومنین نہ ہوگا اور میرے بعد اس کے سوا کسی دوسرے کے واسطے امامت مومنین جائز نہیں ہے۔ پھر علیؑ کے بازو پر ہاتھ مار کر ان کو اور بلند کیا یہاں تک کہ ان کے پاؤں حضرت رسولؐ خدا کے گھٹنوں کے برابر آ گئے۔ حالانکہ ہاتھ تو اسی وقت سے تھامے ہوئے تھے جس وقت سے کہ آپ منبر پر تشریف لے گئے تھے۔ پھر فرمایا' لوگو! یہ علیؑ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرے علم کا خازن اور میری امت پر اور کتاب خدا کی تفسیر پر اور میرا خلیفہ اور خدا کی طرف بلانے والا اور جن چیزوں کو خدائے تعالیٰ پسند فرماتا ہے ان پر عمل کرنے والا اور خدا کے دشمنوں سے لڑنے والا اور خدا کی اطاعت پر دوستی کرنے والا اور اس کی نافرمانی سے روکنے والا' خدا کے رسولؐ کا خلیفہ' مومنوں کا امیرؑ خدا تک پہنچانے والا اور خدا کے حکم سے ناکثین و

قاسطین و مارقین سے لڑنے والا ہے۔ میں اپنے پروردگار خدا تعالیٰ کے حکم کے بموجب کہتا ہوں اور میری بات پلٹی نہیں جائے گی۔ میں بحکم خدا یہ کہتا ہوں کہ یا اللہ! تو اس سے دوستی رکھیو جو اس سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھیو جو اس سے دشمنی رکھے اور اس پر لعنت کیجیو جو اس کو انکار کرے اور اس پر غضب نازل کیجیو جو اس کے حق کا منکر ہو جائے۔

یا اللہ! تو نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی کہ امامت تیرے ولی علیؑ کے لیے ہے اور جب میں نے اس کو کھول کر بیان کیا اور علیؑ کو اپنا قائم مقام مقرر کر دیا تو تو نے وہ آیت نازل فرمائی جس نے اپنے بندوں کے دین کی تکمیل کر دی اور ان پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تو نے ان کے لیے دین اسلام کو پسند فرما لیا پھر تو نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواستگار ہوگا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ یا اللہ میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے پہنچا دیا۔ لوگو! سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدائے عزوجل نے دین کو اس علیؑ کی امامت کے ساتھ کامل کیا ہے۔ پس جو شخص اس کو امام نہ مانے اور اس کے بعد قیامت تک میری اولاد سے اور اس کے صلب سے جو اس کے قائم مقام ہوں ان کو امام نہ مانے تو جب وہ خدا کے حضور میں پیش کیا جائے گا تو وہ وہی لوگ ہوں گے جن کے کل اعمال بیکار کر دیئے جائیں گے اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ) جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ اللہ ان کے عذاب میں تخفیف نہ فرمائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

لوگو! علیؑ تم سب سے زیادہ میری نصرت کرنے والا ہے اور تم سب سے زیادہ مجھ سے قرابت رکھنے والا ہے اور تم سب سے زیادہ میرا عزیز ہے اور خدائے عزوجل اور میں دونوں اس سے راضی ہیں۔ خوشنودی خدا کی کوئی آیت ایسی نہیں اتری جو اس کے بارے میں نہ ہو اور مومنوں کو کسی جگہ خدائے تعالیٰ نے مخاطب نہیں کیا مگر یہ کہ آغاز اسی سے فرمایا ہے اور قرآن مجید میں مدح کی کوئی آیت ایسی نہیں اتری جو اس کی شان میں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ ھل اتی علی الانسان میں جنت کی شہادت خاص اسی کے لیے دی ہے اور وہ سورت اس کے سوا کسی دوسرے کی شان میں نازل نہیں فرمائی اور نہ اس کے سوا کسی اور کی اس میں تعریف فرمائی ہے۔

لوگو! وہ اللہ کے دین کی نصرت کرنے والا اور اللہ کے رسولؐ کی طرف سے جدال و قتال کرنے والا اور وہ چیدہ برگزیدہ خدا تک پہنچانے والا اور خود ہدایت یافتہ ہے۔ تمہارا نبیؐ سب سے اچھا نبیؐ اور تمہارا وصی سب سے اچھا وصی ہے اور اس کی اولاد سے بہترین اوصیاء ہوں گے۔ لوگو! ہر نبیؐ کی ذریت خود اس کے صلب سے ہوئی ہے اور میری ذریت علیؑ کے صلب سے ہے۔ لوگو! ابلیس نے آدم علیہ السلام کو حسد کے سبب جنت سے نکلوایا پس تم علیؑ سے حسد نہ کرنا ورنہ تمہارے کل اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تمہارے قدم لغزش کر جائیں گے۔ آدم (علیہ السلام) صرف ایک ترک اولیٰ کے سبب زمین پر اتار دیئے گئے تھے۔ حالانکہ وہ خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔ پھر تمہاری کیا حالت ہوگی؟ جس حال میں کہ تم ہو جو کچھ ہو اور تم میں بعض خدا کے دشمن بھی موجود ہیں۔ خبردار رہو کہ علیؑ سے سوائے شقی کے دوسرا کوئی بغض نہ رکھے گا۔ اور سوائے برگزیدہ خدا کے کوئی دوسرا علیؑ کا دوست نہ بنے گا اور سوائے مومن خاص کے کوئی دوسرا اس پر ایمان نہ لائے گا۔ واللہ علیؑ ہی کے بارے میں خدائے تعالیٰ نے سورۃ العصر نازل فرمائی ہے۔

پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر آنحضرتؐ نے سورۃ والعصر تلاوت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ لوگو! میں نے اللہ کو گواہ کیا اور اپنی رسالت تم کو پہنچا دی اور رسولؐ کے ذمہ سوائے کھول کر پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں ہے۔ لوگو! اللہ سے ایسے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم تسلیم کرنے والے ہو۔ لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ پر اور اس نور پر جو اس کے ساتھ ہی ساتھ اتارا گیا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر ان کو ان کی پشت کی طرف پھرا دیں۔ لوگو! خدائے عزوجل کی طرف سے نور مجھ میں موجود ہے پھر وہ علیؑ میں چلا جائے گا۔ پھر اس کی نسل میں مہدیؑ قائم تک رہے گا جو اللہ کے حق کی بابت بھی مواخذہ کرے گا اور ہمارے ہر حق کی بابت اس لیے کہ خدائے عزوجل نے تمام اہل عالم کے تقصیر کرنے والوں پر، عناد برتنے والوں پر، مخالفت کرنے والوں پر، ضمانت کرنے والوں پر، گناہ کرنے والوں پر اور ظلم کرنے والوں پر ہم کو حجت قرار دیا ہے۔ لوگو! میں تم کو ڈراتا ہوں کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسولؐ ہوں۔ مجھ سے پہلے دیگر رسول بھی گزر چکے

ہیں۔ کیا میں مرجاؤں گا یا قتل کر دیا جاؤں گا تو تم اپنے پچھلے پاؤں پلٹ جاؤ گے اور جو شخص اپنے پچھلے پاؤں پلٹ جائے گا تو وہ اللہ کا کبھی کچھ نہ بگاڑے گا اور اللہ شکرگزار بندوں کو جزائے خیر دے گا۔ آگاہ رہو کہ علیؑ صبر و شکر سے موصوف ہیں اور ان کے بعد میری وہ اولاد جو ان کے صلب سے ہے۔ لوگو! تم اللہ تعالیٰ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتلاؤ ورنہ وہ تم سے ناراض ہو جائے گا اور اس کی طرف سے تم کو عذاب پہنچے گا۔ یقیناً وہ ایسے لوگوں کی گھات میں ہے۔ لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو جہنم کی طرف بلائیں گے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ لوگو! اللہ تعالیٰ اور مَیں دونوں ایسے جہنم کی طرف بلانے والے اماموں سے بیزار ہیں۔ لوگو! یقیناً وہ سب اور ان کے دوست دار اور ان کے پیرو اور ان کے مددگار جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ہوں گے۔ تکبر کرنے والوں کی جگہ کیسی بری ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہی اشخاص اصحاب صحیفہ ہیں۔ پس تم میں سے (جس کو مطلوب ہو) چاہئے کہ وہ صحیفہ میں نظر کرے (راوی کہتا ہے کہ جملہ حاضرین سے امر صحیفہ پوشیدہ رہا۔ یعنی وہ یہ نہ سمجھے کہ آنحضرتؐ کس صحیفہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں) سوائے چند لوگوں کے (یعنی وہ لوگ سمجھ گئے کہ حضرتؐ کا مقصود کیا ہے۔ (مترجم کہتا ہے کہ اس کلام میں صحیفہ سے وہ صحیفہ ملعونہ مراد ہے، جس کو منافقین نے غصب خلافت کے باب میں باہم عہد کر کے لکھا تھا) لوگو! میں امامت اور وراثت کو قیامت تک اپنی اولاد میں چھوڑتا ہوں۔ جس بات کو پہنچانے کا مجھ کو حکم دیا گیا تھا، وہ میں نے پہنچا دی تاکہ ہر حاضر و غائب پر حجت ہو اور ہر اس شخص پر جو یہاں موجود ہے یا یہاں موجود نہیں ہے اور ہر اس شخص پر جو پیدا ہو چکا ہے یا جو پیدا نہیں ہوا ہے۔

اس لئے کہ ہر حاضر کو لازم ہے کہ غائب تک اس کو پہنچائے اور ہر باپ کو لازم ہے کہ اپنے بیٹے کو یہ خبر پہنچائے اور یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا اور عنقریب لوگ اس کو ازروئے غصب سلطنت بنا لیں گے۔ آگاہ رہو کہ خدائے تعالیٰ غصب کرنے والوں پر اور ان کے ساتھیوں پر لعنت کرے گا اور اسی وقت اے دونوں گروہو! ہم تمہارا حساب لینے کے لئے جلدی سے فارغ ہو جائیں گے۔ پھر تم دونوں پر آگ کی لپیٹ اور پگھلا ہوا تانبا بھیجا جائے گا کہ تم دونوں اسے روک نہ سکو گے۔ لوگو! یقیناً خدائے عزوجل جس حالت میں کہ تم ہو،

اسی میں تم کو نہ چھوڑے گا۔ جب تک کہ برے کو اچھے سے الگ نہ کرے اور اللہ کا یہ کام نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کر دے ۔ لوگو! کوئی بستی ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ اس کی تکذیب کرنے والوں کو اس کی تکذیب کے باعث ہلاک کر دے گا اور اسی طرح ہر ظلم کرنے والی بستی بھی ہلاک کی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ ذکر فرما چکا ہے اور یہ علیؑ تمہارا امام ہے اور تمہارا ولی ہے اور وہ اللہ کے وعدے ہیں اور اللہ نے جو وعدہ اس سے کر لیا ہے' وہ سچا کر دکھائے گا۔ لوگو! تم سے پہلے بہت سے بھک گئے اور اللہ نے پہلوں کو بھی ہلاک کر دیا اور وہ پچھلوں کو بھی ہلاک کرنے والا ہے۔ لوگو! بے شک اللہ نے مجھ کو بھی امر فرمایا نہی بھی فرمائی اور میں نے علیؑ کو امر بھی کیا اور نہی بھی کی۔ پس علیؑ نے امر و نہی (کا حکم) خدا کی طرف سے سیکھا۔

لہٰذا تم اس کے امر کو سنو تو سلامت رہو گے اور اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پاؤ گے اور اس کے نہی کرنے سے باز رہو تو کامیاب ہو جاؤ گے اور جدھر وہ لے چلنا چاہتا ہے' ادھر ہی چلو اور مختلف راستے تم کو اس کے راستے سے نہ ہٹا دیں۔ میں خدا کی صراط مستقیم ہوں۔ جس کے اتباع کا خود خدا نے تم کو حکم دیا ہے۔ پھر میرے بعد علیؑ صراط مستقیم ہیں۔ پھر میرے بیٹے جو اس کی صلب سے ہیں۔ ایسے امام ہیں' جو حق کی راہبری کریں گے اور خود اسی پر چلیں گے۔ پھر آنحضرتؐ نے پوری سورۂ الحمد تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ یہ میرے بارے میں بھی نازل ہوئی ہے اور ان کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہے اور ان کے لئے عام بھی ہے اور انہی کے لئے خاص بھی ہے۔ وہی اللہ کے ایسے وصی ہیں' جن کو نہ آئندہ کی بابت کوئی خوف ہوگا اور نہ گزشتہ کا رنج کریں گے۔

آگاہ رہو کہ اللہ کے گروہ کے لوگ وہی تو غالب آنے والے لوگ ہیں۔ (سورۂ مائدہ' آیت ۵۶) سمجھ لو کہ علیؑ کے دشمن وہی نافرمانی کرنے والے اور زیادتی کرنے والے ہیں اور وہی ان شیاطین کے بھائی ہیں جو دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے کان میں سنہری باتیں پھونکتے رہا کرتے ہیں۔ خبردار رہو کہ ان کے دوست جتنے ہیں' وہی پکے مومن ہیں' جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو جو اللہ اور قیامت کے دن

پر ایمان رکھتے ہیں' ایسے لوگوں سے دوستی کرتے نہ پاؤ گے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہو۔ آگاہ رہو کہ ان کے جو دوست دار ہیں' ان کے اوصاف خدائے عزوجل نے یوں بیان فرمائے ہیں کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے ملتبس (ملوث) نہ کیا۔ (سورۃ الانعام' آیت ۸۲) امن و امان انہی کے لئے ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ خبردار رہو' ان کے دوست دار جو ہیں' وہ امن وامان کے ساتھ جنت میں پہنچیں اور فرشتے انہی کو سلام کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے آئیں گے کہ تم پاک و پاکیزہ ہوگئے۔ (سورۃ المومن' آیت ۷۳) اب ان جنتوں میں ہمیشہ (ہمیشہ) کے لئے جا رہو۔ آگاہ رہو کہ انہی کے دوست ہیں جن کے بارے میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جنت میں بلا حساب داخل ہو جائیں گے۔ (ید خلون الجنتہ بغیر حساب)

سن رکھو انہی کے دشمن وہ ہیں جو بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ بھول نہ جانا کہ انہی کے دشمن وہ ہوں گے جو جہنم کی چنگھاڑ سنیں گے۔ جس وقت کہ وہ جوش مارتا ہوگا اور اس کی چیخ نکلتی ہوگی۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں داخلہ ہوگا تو وہ اپنے ہم جنس گروہ کو لعنت کرتا ہوگا۔ یہاں تک کہ جب سب اس میں جمع ہو جائیں گے تو پچھلے پہلوں کی نسبت یہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو تو انہوں نے گمراہ کیا پس ان کو آتش جہنم کا دگنا عذاب دے۔ خدا فرمائے گا ہر ایک کے لئے دوگنا (لو) لیکن تم سمجھتے ہی نہیں۔ سمجھ لو کہ وہ انہی کے دشمن ہیں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جب کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا تو اس کے نگہبان ان لوگوں سے دریافت کریں گے کہ آیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں ڈرانے والا (نبی) تو ہمارے پاس ضرور آیا تھا مگر ہم نے اس کو جھٹلا دیا تھا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نہیں اتاری۔ تم خود ہی بڑی گمراہی میں ہو۔ سمجھ لو کہ وہ انہی کے دوست ہیں۔ جو بغیر دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے گناہوں کی بخشش بھی ہے اور بڑا اجر بھی۔ لوگو! جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں اور جنت میں بڑا فرق ہے۔ ہمارا دشمن وہ ہے جس کی اللہ نے مذمت کی ہے اور اس پر لعنت بھی کی ہے اور دوست ہمارا وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دوست بھی رکھا ہے اور اس کی مدح بھی کی ہے۔

لوگو! یاد رکھو کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ مقام مقصود تک پہنچانے والے ہیں۔ لوگو! میں نبیؐ ہوں اور علیؑ میرے وصی ہیں۔ آگاہ رہو کہ آخری امام قائم آل محمدؐ مہدیؑ ہم ہی دونوں کی نسل سے ہوگا۔ خبردار رہو کہ وہی تمام دینوں پر غالب آئے گا۔ یہ سمجھ لو کہ ظالموں سے بدلہ لینے والا وہی ہوگا۔ یاد رکھو کہ قلعوں کا فتح کرنے والا اور ان کا منہدم کرنے والا وہی ہوگا۔ سمجھ لو کہ مشرکوں کے ہر قبیلہ کو قتل کر دینے والا وہی ہوگا۔ یاد رکھو! کہ خدا کے دوستوں کے خون ناحق کا بدلہ لینے والا وہی ہوگا۔ سمجھ لو کے خدائے عزوجل کے دین کی نصرت کرنے والا وہی ہوگا۔ یاد رکھو! کہ اس گہرے سمندر سے چلو بھر لینے والا وہی ہوگا۔ آگاہ رہو کہ ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت کے ساتھ اور ہر جاہل کو اس کے جہل کے ساتھ وہی نامزد کرے گا۔ یہ بھی سمجھ لو کہ وہ خدا کا برگزیدہ اور پسندیدہ ہوگا۔ خبردار رہو کہ وہ ہر علم کا وارث اور اس پر پورا احاطہ رکھنے والا ہوگا۔ یہ بھی سن رکھو کہ وہ اپنے پروردگار عزوجل کی طرف سے صبر دینے والا اور ایمان کی بابت تنبیہہ کرنے والا ہوگا۔ یاد رکھو کہ وہ اعلیٰ درجے کا سمجھدار اور متین ہوگا۔ یہ بھی سمجھ لو کہ کل معاملہ اسی کے سپرد ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس سے پہلے جو جو گزرے، سب نے اس کی بشارت دی ہے۔ خوب سمجھ لو کہ حجت خدا کے طور پر وہی باقی رہے گا اور اس کے بعد کوئی نئی حجت نہ ہوگی۔ حق صرف اس کے ساتھ ہوگا اور نور صرف اس کے پاس ہوگا۔ خوب سمجھ لو کہ اس پر کوئی غالب نہیں آئے گا اور اس کے برخلاف کوئی فتح نہ پائے گا۔ یاد رکھو کہ وہ اللہ کی زمین میں اللہ کا ولی ہے اور خدا کی مخلوق میں اس کا مقرر کیا ہوا حاکم ہے۔ اور ظاہر و باطن پر خدا کا امین ہے۔ لوگو! میں نے تمہارے لئے کھول کر بیان کیا ہے اور تم کو سمجھا دیا۔ اب یہ علیؑ میرے بعد تم کو سمجھایا کرے گا۔ سمجھ لو کہ اپنا خطبہ پورا کر چکنے پر میں تمہیں بلاؤں گا کہ علیؑ کی بیعت کرنے کے لئے اور اس کا اقرار کرنے کے لئے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارو۔ پھر میرے بعد اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے خدا کی بیعت کی اور علیؑ نے خود مجھ سے بیعت کی اور میں خدا کے حکم سے اس کی بیعت تم سے لیتا ہوں۔ اب جو اس کو توڑے گا، اس کا ضرر اسی کی ذات پر پڑے گا۔ اور جو اس (عہد) کو پورا کرے گا، جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو عنقریب وہ بھی اس کو بڑا اجر عطا کرے گا۔ لوگو! حج و عمرہ اور

صفاء و مردہ خدا کی نشانیاں ہیں۔ پس جو شخص خانہ خدا کا حج کرے یا عمرہ بجا لائے، اسے لازم ہے کہ ان دونوں کے درمیان (بھی آمدورفت) کرے اور جو نیکی کو بخوشی بجا لائے، خدا ضرور قدردان اور آگاہ ہے۔ لوگو! خانہ خدا کا حج کیا کرو۔ اس لئے کہ جس خاندان کے لوگ بیت اللہ جائیں گے، وہی غنی ہوجائیں گے اور جو باوجود استطاعت حج سے جی چرائیں گے، وہی فقیر ہو جائیں گے۔ لوگو! جو مومن موقف میں جا کھڑا ہوگا، خدائے تعالیٰ اس کے کل پچھلے گناہ اس وقت تک کے بخش دے گا۔ پس جب اس کا حج پورا ہوچکے تو وہ اپنے عمل کو از سر نو شروع کرے۔ لوگو! حج کرنے والوں کو مدد بھی دے دی جائے گی اور جو کچھ ان کا خرچ پڑے گا، اس کا بدل بھی ان کو ملے گا اور اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہ فرمائے گا۔ لوگو! بیت اللہ کا حج دین کو کامل کر کے اور فقہ کو اچھی طرح سمجھ کے کرنا اور مشاہد مقدسہ سے بغیر توبہ کئے اور گناہ کے ارادوں سے اپنے نفس کو پاک کئے نہ جانا۔ لوگو نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔ اگر تمہاری مدت بڑھا دی جائے پھر تم سے کوتاہی ہو جائے یا تم بھول جاؤ تو یہ علیؑ تمہارا حاکم ہے اور یہ تمہارے لئے ان باتوں کو کھول کر بیان کر دے گا کہ خدائے عز و جل نے اسی کو میرے بعد مقرر کیا ہے اور اسی کو میرا اور اپنا خلیفہ بنایا ہے جو خدا کی باتیں تم اس سے دریافت کرو گے، وہ تمہیں بتائے گا اور جو کچھ تم نہیں جانتے ہو، وہ تمہارے لئے کھول کر بیان کر دے گا۔ آگاہ رہو کہ حلال و حرام کی تعداد اتنی ہے کہ اس کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور نہ میں سب تمہیں پہنچوا سکتا ہوں۔ ہاں ایک ہی مقام پر حلال کو بجا لانے کا حکم دیتا ہوں اور حرام کے ارتکاب سے ممانعت کرتا ہوں لہٰذا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ امیرالمومنین حضرت علیؑ کے بارے میں اور جو امام ان کے بعد ہوں گے کہ وہ مجھ سے اور علیؑ سے ہیں وہ قیامت تک حق پر قائم رہنے والا ایک گروہ ہوگا۔ مہدیؑ بھی انہی میں سے ہوگا۔ جو حق فیصلے کیا کرے گا۔ ان سب کے بارے میں جو کچھ خدا کی طرف سے میرے پاس آیا ہے اس کے قبول کرنے کے بارے میں تم سے بیعت لے لوں سو اب تم میرے ہاتھ پر ہاتھ مار دو لوگو! ہر حلال جو میں تم کو بتلا چکا ہوں اور ہر حرام جس سے میں تم کو منع کر چکا ہوں خوب سمجھ لو میں اس سے نہ کچھ ہٹوں گا اور نہ کبھی بدلوں گا۔ لہٰذا تم بھی اسے یاد رکھو اس کی حفاظت کرو اس کے بارے میں

ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہو اور اس کو کبھی نہ بدلو اور کبھی اس میں تغیر نہ کرنا دیکھو میں پھر اس بات کی تجدید کرتا ہوں۔ یاد رہے کہ نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا نیک کاموں کا حکم کرتے رہنا اور بدی سے باز رکھنا یہ بھی سمجھ لو کہ نیکی کا حکم دینے میں چوٹی کی بات یہ ہے کہ میرے قول کے بموجب عمل کرو اور جو میری بات سننے کے لیے حاضر نہ ہو اس تک اسے پہنچا دو اور اس سے میری بات منوا لو اور اس کی مخالفت سے اسے یاد رکھو اس لیے کہ یہ خدائے تعالیٰ کا حکم ہے اور میرا بھی حکم یہی ہے اور بغیر امام کے نہ امر بالمعروف ہوسکتا ہے نہ نہی عن المنکر۔ لوگو! قرآن مجید تم کو جتلاتا ہے کہ اس کے بعد والے آئمہ اسی کی اولاد میں سے ہوں گے اور میں یہ بھی تم کو جتلا چکا ہوں کہ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جس موقعہ پر خدا یہ فرماتا ہے اور اس نے اسے اس کی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ قرار دے دیا (سورۃ الزخرف' آیت ۲۸) اور میں یہ کہہ چکا ہوں کہ جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ لوگو! پرہیز گاری اختیار کرو قیامت سے ڈرو جیساکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے۔ موت کو یاد کرو۔ حساب کو یاد کرو۔ خدا کے حضورؐ میں جانچ اور جوابدہی کو یاد کرو۔ ثواب و عذاب کو یاد کرو۔ جو شخص خاص نیکی لے کر آئے گا اسے ثواب دیا جائے گا۔

اور جو شخص خاص بدی لے کر آئے گا جنت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ لوگو! ایسے تو تم میں سے بہت سے ہیں جو ایک ہاتھ سے مجھ سے بیعت کرتے ہیں لیکن اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہاری زبانوں سے بھی ان کا اقرار لے لوں کہ میں نے علیؑ کے لیے امارت مومنین مقرر کر دی اور اس کے بعد ان آئمہ کے لیے جو مجھ سے بھی ہوں گے اور اس سے بھی جیسا کہ تم کو جتلا چکا ہوں کہ ذریت میری اس کے صلب سے ہے تو لو اب تم سب مل کر کہہ دو کہ آپؐ نے ہمارے پروردگار کی طرف سے اور اپنے پروردگار کی طرف سے علیؑ کے معاملہ میں اور ان آئمہ کے معاملہ میں جو ان کی اولاد سے اور ان کے صلب سے ہوں گے جو کچھ بھی پہنچایا۔ ہم اس کے سننے والے ہیں اور اس کے ماننے والے ہیں۔ اس پر راضی ہیں' اطاعت پر تیار ہیں ہم اپنے دل سے جان سے زبان سے اور ہاتھ سے اسی پر بیعت کرتے ہیں۔ اسی پر ہم جئیں گے۔

اسی پر مریں گے اور اسی پر مبعوث ہوں گے ہم اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ کریں گے نہ اس میں کسی شک و شبہ کو راہ دیں گے نہ کبھی اس عہد سے پھریں گے نہ اس پیمان کو توڑیں گے اور ہم اللہ کی اطاعت کریں گے اور آپؐ کی اور امیر المومنین علیؑ کی اطاعت کریں گے اور ان آئمہ کی اطاعت کریں گے جو ان کی اولاد سے ہیں اور جن کا آپؐ نے ذکر فرمایا کہ آپؐ کی ذریت سے اور ان کی صلب سے حسنؑ و حسینؑ کے بعد ہوں گے۔ حسنین علیہا السلام کے تعلقات جو مجھ سے ہیں میں بتلا چکا ہوں اور ان دونوں کی منزلت جو میرے پروردگار کے نزدیک ہے وہ میں تم کو اچھی طرح دکھلا چکا ہوں۔ یہ دونوں جواناں اہل جنت کے سردار ہیں اور دونوں اپنے باپ علیؑ کے بعد امام ہیں اور میں بحکم خدا علیؑ سے پہلے ان کا باپ قرار دیا گیا ہوں اور یہ بھی کہو کہ تم نے اس معاملہ میں اللہ کی اطاعت کی اور آپؐ کی اطاعت کی، علیؑ کی اطاعت کی اور حسنؑ و حسینؑ کی اور آئمہ کی اطاعت کی جن کا آپ نے ذکر فرمایا۔ یہ عہد و پیمان ہے جو امیر المومنینؑ کے لیے ہمارے دلوں سے جانوں سے دونوں سے اور اس شخص (یعنی رسولؐ خدا) کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے لیا گیا ہے۔ جس نے ان دونوں (یعنی حسنینؑ) کو اپنے ہاتھ میں بھی لیا اور اپنی زبان سے بھی ان دونوں (کی بزرگی) کا اقرار کیا، ہم اس بات کے بدلے میں کسی اور کو نہ چاہیں گے اور جب تک جان میں جان باقی ہے کبھی اس عہد سے نہ پھیریں گے ہم اللہ کو گواہ کرتے ہیں اور اللہ گواہی دینے کو کافی ہے اور آپؐ بھی اس معاملہ میں ہمارے گواہ رہیں اور ہر وہ شخص گواہ رہے جو خدا کا مطیع ہے خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ اور خدائے تعالیٰ کے فرشتے اور اس کے لشکر اور اس کے بندے بھی گواہ رہیں اور سب گواہوں سے بڑھ کر خود خدائے تعالیٰ ہے۔ لوگو! تم کیا کہتے ہو؟ اس لیے کہ اللہ ہر آواز کو جانتا ہے اور ہر نفس کی پوشیدہ باتوں کو پہچانتا ہے۔ اب جو ہدایت پائے تو اس ذات کی بہتری کے لیے اور جو بھٹک جائے تو اپنے ہی آپ کو نقصان پہنچائے گا اور جو بیعت کرے وہ اللہ سے بیعت کرے گا۔ یعنی اس کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوگا۔ لوگو! اللہ سے ڈرو اور امیر المومنین علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور ان آئمہ سے جو کلمہ باقیہ ہیں بیعت کر لو (بعد اس کے) جو بے وفائی کرے گا۔ اللہ اسے ہلاک کرے گا اور جو وفا کرے گا اللہ اس پر رحم فرمائے گا اور جو کوئی اس بیعت کو توڑ دے گا اس توڑنے کا ضرر اسی

کی ذات پر پڑے گا اور جو اس (عہد) کو پورا کرے گا جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا ہے۔ تو عنقریب اس کو بڑا اجر عطا کرے گا۔ لوگو! جو کچھ میں تم سے کہہ چکا ہوں وہ کہو اور اس وقت سے علیؑ کو امیرالمومنین کہہ کر سلام کیا کرو اور یہ بھی کہو کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں اور تیری ہی طرف بازگشت ہوگی اور یہ بھی کہو کہ سب تعریف اسی اللہ کے لیے زیبا ہے جس نے ہم کو ان باتوں کی ہدایت فرما دی اور اگر اللہ ہماری راہبری نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ لوگو! اللہ کے نزدیک علیؑ ابن ابی طالب کے فضائل بہت ہیں اور جو کچھ اس نے مجھ پر قرآن مجید میں نازل فرمائے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ میں کسی ایک مقام پر اپنے خطبہ میں ان کو بیان کر سکوں۔ پس جو شخص بھی تم کو وہ فضائل جتلائے اور بتلائے تو تم اس کی تصدیق کرنا۔ لوگو! جو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور ان آئمہ کی جن کا میں ذکر کر چکا ہوں اطاعت کرے گا وہ یقیناً بہت بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔ لوگو! جو علیؑ سے بیعت کرنے میں، ان سے دوستی رکھنے میں اور ان کو امیرالمومنینؑ تسلیم کرنے میں سبقت کرنے والے ہوں گے جنت کی نعمتوں کے بارے میں وہی کامیاب ہوں گے۔ لوگو! وہی بات کہو جس بات کے کہنے سے اللہ تم سے راضی ہو، پھر اگر تم اور زمین میں جتنے بھی ہیں وہ سب کافر بھی ہو جائیں تو اللہ کا کوئی کچھ نہ بگاڑے گا یا اللہ توکل مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دے اور کل کافر مردوں اور کافر عورتوں پر اپنا غضب نازل کر اور ہر طرح کی تعریف تمام اہل عالم کے پروردگار خدا ہی کے لیے زیبا ہے۔

## رسم دستار بندی

عبدالاعلی بن عدی البہرانی کہتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے روز غدیر خم حضرت علیؑ کو بلایا اور ان کے سراقدس پر خود عمامہ باندھا اور اس کا سرا پیچھے ڈال دیا۔ دیکھو تاریخی طبری محب الدین الطبری۔ ریاض النضرہ، جلد دوئم، باب چہارم، فصل ساتویں، صفحہ نمبر ۲۱۷۔ کتاب فرائد السمطین ابراہیم بن محمد الحموینی۔

حضرت علیؑ سے بھی یہ روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ روز غدیر خم اعلان جانشینی سے

پہلے آنحضرتؐ نے میرے سر پر عمامہ باندھا۔ دیکھو علی المتقی کی کنز العمال جلد ہشتم صفحہ نمبر ۶۰ حدیث ۱۲۰۹، ۱۲۱۳ ابو داؤ الطیاسی کی مسند صفحہ ۲۳، حدیث ۱۵۴ بیہقی کی سینن الکبیر۔ ابن ابی شیبہ کی مسند۔ شہاب الدین احمد کی توضیح الدلائل۔ نظم دارالسمطین۔ ابن صباغ، مالکی فصول مہمہ فی معرفہ الائمہ۔ جلال الدین سیوطی، جامع الکبیر، جمال دین محدث کی اربعین وغیرہ۔

مشہور مورخ اسلام محمد بن جریر طبری نے اپنی کتاب "الولایۃ فی طرق حدیث الغدیر" میں روایت کی سندیں دے کر لکھا ہے کہ حضورؐ نے اس موقع پر غدیر خم اصحاب رضی اللہ عنہ کے عظیم اجتماع (جس کی تعداد کم از کم نوے ہزار اور زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ چالیس ہزار بتائی جاتی ہے) میں ایک مفصل خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ مکمل خطبہ علامہ محب الدین طبری کی کتاب الاحتجاج میں محفوظ ہے۔

اس خطبہ میں حضورؐ نے فرمایا: کہ میں دوگراں قدر چیزیں تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب دوسرے میری عترت یعنی میرے اہل بیتؑ یہ کبھی جدا نہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ میرے پاس کوثر پر روز قیامت وارد ہوں۔ اگر تم ان دونوں کو پکڑے رہے تو میرے بعد قیامت تک گمراہ نہ ہو گے۔" دیکھو مسند امام احمد بن حنبل جلد تین صفحہ ۱۴، ۱۷، اور ۲۶ جلد چار صفحہ ۳۶۷، ۱۷۳ جلد پانچ صفحہ ۱۸۲، ۱۸۹ ابن عساکر کی تاریخ الکبیر، جلد پانچ، حصہ تہذیب ترجمہ زید ابن ارقم صفحہ ۴۳۶ علی المتقی کی کنز العمال جلد چھ صفحہ ۳۹۰۔ حدیث ۵۹۶۷ لغایت ۵۹۷۲۔ ابو عبداللہ الحاکم کی مسند اکبر متدرک علی الصحیحین جلد تین۔ کتاب معرفہ الصحابہ صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۴۸ علامہ شمس الدین محمد سخاوی کی کتاب ارتقا المعرف بعد تفسیر آیہ مودۃ، نور الدین علی بن عبداللہ السمودی کی جواہرالعقدین ابن حجر مکی کی صواعق محرقہ الباب گیارھواں صفحہ ۸۹ جلال الدین سیوطی کی تفسیر الدر المنشور بتفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا" و آیہ مودۃ محمد بن عبدالباقی کی شرح مواہب لدنیہ جلد نو صفحہ ۵۔ یوسف بن اسمٰعیل کی شرف المؤید صفحہ ۱۷، ۱۸ نور الدین الحلبی کی سیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۸، ۲۷۹

اس کے بعد آپؐ نے حضرت علیؑ کو شانہ سے پکڑ کر اتنا اٹھایا کہ آنحضرتؐ کے بغل کی سفیدی نمایاں ہونے لگی اور فرمایا:

اے لوگو! خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور ان کی جانوں پر تصرف رکھتا ہوں۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے، مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علیؑ کو چھوڑ دے---" دیکھو مسند احمد حنبل جلد چار صفحہ ۳۷۲۔ تذکرہ خواص الامتہ سبط ابن الجوزی الباب دوئم صفحہ ۱۷، ۱۸ کنز العال علی المتقی جلد چھ صفحہ ۳۹۰ حدیث ۵۹۶۶ تا ۵۹۷۱ جلد تین صفحہ ۶ حدیث ۱۰۸۶ ابو عبداللہ حاکم کی مستدرک علی الصحیحین جلد تین صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۴۸ شیخ احمد بن الفضل بن محمد باکثیر کی وسیلتہ المال، ابوالفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی کی البدایہ والنہایہ فی التاریخ جلد پانچ صفحہ ۲۱۲ اور سنن ابن ماجہ، خصائص نسائی، صحیح ترمذی، بن قتیبہ کی کتاب الامارت والسیاست، مرزا محمد بن معتمد خان کی مفتاح النجاء محب الدین الطبری ریاض النصرہ صواعق محرقہ ابن حجر مکی۔

## اکمال دین

اعلان خلافت کے بعد اللہ تعالٰی نے اسی دن یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت مکمل کی اور اس اسلام کو میں نے تمہارے لیے دین پسند کیا۔ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳ دیکھو حافظ ابونعیم اصفہانی کی من نزل من القرآن فی علی۔

علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب الدالمنشور جلد دوئم صفحہ ۲۵۹، ابوالحسن علی بن محمد الخطیب الجلالی المعروف ابن امغازلی کی کتاب المناقب اخطب خوارزم کی کتاب المناقب، ابراہیم الحموینی کی فرائد المسطین۔ شہاب الدین احمد کی کتاب توضیح الدلائل۔

## مبارک باد دینا

تاریخ حبیب السیرج، جلد ۲، صفحہ ۷۷ میں درج ہے۔ یعنی اعلان خلافت کے بعد حضرت

رسولؐ خدا کے حکم کے بموجب حضرت علیؑ ایک خیمہ میں جلوہ گر ہوئے اور وہاں گردہ ور گروہ امت نے جا کر مبارکباد دی ان میں حضرت عمرؓ بن الخطاب بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مبارک ہو اے پسرؑ ابی طالبؑ! تم نے صبح کی در آنحالیکہ تم میرے اور تمام مومنین کے مولا ہو' اس کے بعد حضرت رسولؐ خدا نے امہات المومنین کو حکم دیا کہ حضرت علیؑ کے خیمہ میں جا کر انہیں مبارکباد دیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

یہ واقعہ اسی طرح بہت سی کتب تواریخ و سیر میں درج ہے۔ ملاحظہ ہو ملا معین کی معارج النبوۃ رکن چہارم باب ۱۳ صفحہ ۲۲۰ علی المتقی کی کنزل المعال' جلد ۸ صفحہ ۶۰ حدیث ۱۲۰۹ محب الدین الطبری کی ریاض النضرۃ جلد ۲ باب ۴ الفصل ۹ صفحہ ۲۱۷ ولی اللہ شاہ دہلوی کی قرۃ العین سبط ابن الجوزی کی کتاب تذکرہ خواص الامتہ باب ۲ صفحہ ۱۸ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اشعہ اللمعات نے شرح مشکوۃ جلد ۴ صفحہ ۱۷۰-۳۔ امام احمد حنبل کی مسند جلد ۴ صفحہ ۲۸۱ مشکوۃ المصابیح مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۲۶۵۔

حضورؐ کے آخری خطبہ کے اقباس مندرجہ ذیل کتب میں بھی درج ہیں۔

۱۔ سیرۃ النبیؐ تالیف شبلی نعمانی مع اضافہ و تکملہ از سید سلیمان ندوی اعظم گڑھ مطبع معارف ۱۳۵۲ھ صفحہ ۱۶۵' ۱۶۶

۲۔ رحمتہ اللعالمین از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔
لاہور کاشی رام پریس ۱۹۲۴ء جلد اول صفحہ ۲۶۶' ۲۶۷

۳۔ مناہج النبوت۔ ترجمہ مدارج النبوت از خواجہ عبدالمجید کانپور مطبع نول کشور ۱۸۷۳' جلد ۲ صفحہ ۷۵۲' ۷۵۳

۴۔ محسن انسانیتؐ از نعیم صدیقی سرگودھا مکتبہ رحمانیہ ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۴۹' ۳۵۲ جلد ۲۔

۵۔ اصح الیسرنی ہدی خیر البشر صلی اللہ علیہ والہ وسلم از حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف قادری دانا پوری' کراچی نور محمد ۱۹۵۷ء

مولوی شبلی فرماتے ہیں کہ تمام اسلامی تواریخ جو دنیا میں شائع و مروج ہیں اور جن کو اسلام کی تاریخ سمجھا گیا وہ اہلِ سُنّت کی لکھی ہوئی ہیں۔ دیکھو المامون حصہ اول صفحہ ۶۱ اس لیے

اہل بیتؑ کا ذکر نہیں ہوا لیکن پھر بھی کانٹ چھانٹ کے ساتھ قلم سے نکل ہی گیا۔

## عذاب الٰہی

سال سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع من اللہ ذی المعارج

سورۃ المارج پارہ ۲۹ آیات ۱ تا ۳

یہ آیات غدیر خم میں حضرت خاتم المرسلین صلعم کے تاریخی اعلان کے بعد نازل ہوئیں۔ اور ان کے نزول کا واقع یہ ہے کہ ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے حضورؐ کے تاریخی اعلان خلافت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر یہ اعتراض آمیز گفتگو کی اور کہا: "اے محمدؐ تم نے ہمیں ایک خدا کی تعلیم دی ہے۔ اپنے تئیں اس کا رسولؐ بنایا، پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ رمضان کے روزے واجب کیے۔ ہمارے لیے حج مقرر کیا۔ یہ سب امور ہم نے مان لیے، تم اس پر بھی راضی نہ ہوئے۔ اور اب اپنے ابن عم کو بازو سے پکڑ کا اٹھایا اور ہمارے اوپر حاکم مقرر کیا اب فرمایئے کہ یہ علیؑ کی مولائیت آپ کی اپنی خواہش ہے یا یہ بھی خدا کی طرف سے ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوائے دوسرا کوئی خدا نہیں ہے کہ یہ امر بھی مثل ان دیگر امور کے ہے جس کا تو نے نام لیا گویا خدا ہی کی طرف سے ہے۔ حارث ابن نعمان فہری یہ کہتا ہوا اپنے ناقہ کی طرف چلا کہ اے خدا! اگر یہ بات جو محمدؐ نے کہی ہے حق ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر گرا یا کوئی اور عذاب درد ناک بھیج۔ ابھی اپنے ناقہ تک نہیں پہنچا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے اس پر آسمان سے پتھر نازل کیا۔ جو اس کے سر میں ہوتا ہوا اس کی مقعد سے نکل گیا اور وہ مر گیا۔ اس وقت مذکورہ بالا آیات عذاب نازل ہوئیں۔

ان آیات کی شان نزول میں اس واقعہ کو تفصیل سے مندرجہ ذیل کتب میں لکھا ہے۔

تزکرہ خواص الامتہ باب ۲ صفحہ ۱۸، ۱۹ کتاب الاکتفار فی فصل الارنجہ الخلفاء و صابی دار السمطین زرندی ہدایت۔ السعداء شہاب الدین دولت آبادی، جواہر العقدین از نور الدین سمودی۔

کتاب اربعین از جمال الدین محدث۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر منادی صراط سیوطی۔

محمود بن محمد انصاری سیرۃ العلیہ و سیلتہ اطال احمد یا کثیر روضتہ الندیہ شرح تحفہ العلویہ

از محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر' نور الابصار از سید مومن شبلنجی وغیرہ۔

یہ واقعہ اسلام کے علماءاور محدثین کی ایک بڑی جماعت نے اپنی تالیفات میں لکھا ہے۔

چند اہم نام حسب ذیل ہیں۔

الحافظ محمد بن جرید الطبری

الحافظ ابو سعید البجتانی

الحافظ ابن عاکر الشافعی

الفخر الرازی الشافعی

شیخ الاسلام ابو اسحاق الحموینی

جلال الدین السیوطی

السید شہاب الوسی الشافعی

الحافظ ابن مردویہ اصلا مبہانی

الشیخ محمد عبدہ المصری

---

اکثر دیکھا گیا ہے کہ حضورؐ کے آخری خطبہ کے اجزا بیان کئے جاتے ہیں۔ اکثریت کو معلوم نہیں کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مکمل خطبہ آخری کیا ہے۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری مکمل خطبہ عوام کی اطلاع کے لیے پیش کیا جائے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ نے کیا فرمایا ہے تاکہ اس پر عمل کر کے جنت کے حقدار بن جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری خطبہ اور مذکورہ کتب کے حوالہ جات کے بعد ہر شخص اپنی زندگی میں ہی جان سکتا ہے کہ روز قیامت اس کا مقام کہاں ہوگا جیسا کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ حقائق کو ظاہر کرے کوئی مانے یا نہ مانے۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور حقائق کو آپ تک پہنچا دیا ہے۔

# امیر المومنینؑ اور شان صفات علمیہ

آپؑ مجتمع کمالات، ہر اوصاف حمیدہ کے جامع، باب العلم محمدیؐ، علیؑ جزو نبیؐ سے جملہ اسرار علوم کے مظہر، شان نبوت و رسالت کے نظیر تھے۔ اس لیے اہل بصیرت اتفاق رکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام علوم اسلامیہ کے منبع و مرکز ہیں۔ لیکن جو سب سے پہلے ہے وہ علم الکلام ہے، یہ سب علوم پر تقدم سمجھا جاتا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام اس شان اعلیٰ کے باعث علم الکلام میں تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے تھے۔ کتاب نہج البلاغت میں توحید و نبوت حقائق قرآن زمین و آسمان۔ بے ثباتی دنیا و انسان کی کیفیات کو ایسے زرانت الفاظ اور حقائق و معارف کے ساتھ بیان فرمایا جس پر نظر کرتے ہی فلسفی دماغ غیر مسلم یورپین مورخ آپ کی قابلیت پر آپ میں صلاحیت نبوت کا قائل ہو رہا ہے۔ جس کو صداقت نبوت محمدیؐ کے لیے دلیل پیش کرتا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو اس کی ایسی کاملہ تحقیق سے ثابت ہو رہا ہے کہ گبن وکار لائل کو جس قدر علیؑ پاک کی علمی استعداد کا احساس تھا جو ہر طرح کے درجات کو رفعت و وقعت دینے میں کافی تھا اگر وہ یہ کہنا چاہتا تو بجا طور پر درست تھا کہ بعداز نبی علیہ السلام اگر سلسلہ نبوت ختم نہ ہوتا تو علیؑ میں صلاحیت پائے جانے کے علیؑ نبیؐ تھے۔ تو پھر ایسا بشر ہی قائم مقام نبوت کہلا سکتا ہے بلکہ کہا گیا ہے جب غیر اسلام محقق انسان آپؑ کے علم و مقام کی بلندی و برتری کو شناخت کرسکتا ہے تو پھر نہایت افسوس کا موقع ہے کہ ایسے مسلمانوں کی ناشناسائی و ناداری چراغ تلے اندھیرا کی مثال کو صادق کر رہی ہے لیکن جو محقق ہیں وہ ضرور آپؑ کے شان و علم کی پہچان کرسکتے ہیں۔ امام فخرالدین رازی علیہ الرحمت اربعین میں لکھتے ہیں شیعہ جنھوں نے

علم الکلام میں کمال شہرت پائی' یہ سب علی علیہ السلام کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ تائیداً چشم دید واقعہ جو اختصار سے لکھا جاتا ہے جس کو عرصہ تخمیناً" چالیس برس کا ہوگیا ہوگا۔ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت نے اپنے باہمی تبادلہ خیالات پر جلسہ منعقد کیا جس میں ہر مذہب کے لوگ اور ہر فرقہ اسلام کے علماؤں اور ان کے پیرواؤں سے مجمع کثیر ہوگیا تھا۔ سب کی توجہ' دھیان اس امر پر لگا ہوا تھا کہ یہ اب کیا بولتے ہیں۔ اتنے میں ایک صاحب نے کھڑے ہو کر' جو قادیانی جماعت کے عالم تھے' اپنے اغراض و مقاصد بڑے استعدلال کے ساتھ محکم و برجستہ بیان کرنے پر ابتدا کی۔ لیکن کلام خطبہ کے خاتمہ پر ایک غلطی سے اپنی علمی قابلیت کو بے اثر کر دیا۔ کہا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد حضرت عمرؓ نبی ہوتے۔ اس حاصل کلام کو لے کر دوسرے صاحب جو لاہوری جماعت کے عالم تھے' انہوں نے اس امر کی تردید فرمائی اور کہا یہ شان و مقام حضرت علیؑ کا ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد نبوت ہوتی تو علیؑ نبی ہوتے۔ اس موقع پر ہی جناب علیؑ کا کہنا ثابت کیا جا رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں مال و دولت لٹ سکتا ہے لیکن علم لوٹا نہیں جا سکتا۔ تو پھر اسی حقیقت کاملہ سے حضرات ثلاثہ کا عہدہ خلافت رسالت باطل ہو کر جاتا رہا۔ لہٰذا حکومت دنیوی ملوکیت ہوگئی۔

تصوف و علم حقائق کے اصول و قواعد نفس میں خاص خصوصیت رکھتے ہیں' جن سے مدارج اعلیٰ کشف و الہامات اور قرب خدا حاصل ہونے کی منازل طے ہوتی ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کو اس علم کے ساتھ ذاتی مناسبت اور عملاً قابلیت کمال تر تھی۔ جس سے آپ دنیا میں بحیثیت معلم کامل و اکمل کی صورت میں آئے اور معتقدین کے لیے رہنمائی کر کے اپنی ایک بے مثل نظیر چھوڑ گئے۔ جملہ کاملین و عارفین جانتے ہیں کہ تصوف کی ابتدائی و منتہائی معرفت آپ کے وجود اقدس سے وابستہ ہے۔ جن لوگوں تک سلسلہ وار یہ علم پہنچا ہے اور اس کی پیروی میں پورے اترے ہیں' انہیں آپ کی حقیقت کاملہ سے پوری پوری واقفیت ہے اور وہی ان

حضرات کے مراتب کی فوقیت کے اظہار کا باعث ہو رہے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ بزرگوار ہی مرکز و سرچشمہ تصوف ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش صاحب قدس سرہ علماء محقق ہیں۔ فقراء میں قطب الاقطاب کا درجہ رکھنے والے پیر طریقت ہوئے ہیں۔ ان کی اپنی تصنیف شدہ کتاب کشف المحجوب کی تحریر سے مفصل حالات حاصل ہوتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ صوفیہ اکرام کے جتنے فرقے چشتیہ' قادریہ' غزالیہ' قشریہ' رفاعیہ شیطاریہ' نقشبندیہ' سہروردیہ وغیرہ وغیرہ ہیں یہ سب باب العلم علی المرتضٰی علیہ السلام کی طرف ہی منتہی ہوتے ہیں۔

علم نحو: جلال الدین السیوطی علیہ الرحمتہ تاریخ خلفاء میں لکھتے ہیں کہ علم نحو حضرت علیؑ کی ایجاد ہے۔

علم فصاحت: آپؑ کو فصاحت و بلاغت میں تمام اہل زمانہ پر ترجیح حاصل تھی۔ کوئی ہستی بھی آپ کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ فی کتاب الشفاء میں مذکور ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے علیؑ کو علم و شجاعت اور فصاحت کے ساتھ ممتاز فرمایا ہے۔ ثبوت کے لیے آپ کی کلام نہج البلاغت کافی ہے۔

علم التفسیر: کی ابتدا عبداللہ بن عباس سے ہوئی ہے۔ وہ حضرت علی علیہ السلام کے ہی شاگرد تھے۔

علم بالقرآن: حضرت امیر علیہ السلام حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی قرآن پاک کے حافظ تھے۔ جلال الدین سیوطی تاریخ خلفاء میں لکھتے ہیں کہ امیر علیہ السلام وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن کو جمع کیا اور آنخضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ تاریخ خلفاء میں ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب امیر علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی ایسی آیت نہیں ہے کہ میں اس کو نہ جانتا ہوں کہ وہ کس امر میں نازل ہوئی ہے اور کہاں نازل ہوئی ہے اور کس کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

علم القرات: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ہی جناب امیر

علیہ السلام نے قرآن حفظ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو سنا دیا تھا۔ (استیعاب) میں قاری عبدالرحمٰن العمی رضی اللہ عنہ جو جملہ قراء کے معلم سمجھے جاتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب علی المرتضٰی علیہ السلام سے زیادہ کوئی بھی قاری نہیں دیکھا۔

علم حدیث حقیقتہ": یہ معانی و مقصود قرآن ہوتا ہے جس کے سینے میں کامل علم قرآن ہو تو وہ اپنی علمی قابلیت کے لحاظ سے کل احادیث نبوی پر اپنی دسترس رکھتا ہے۔ ابن سعد کی کلام ظاہر کر رہی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام سے جس قدر احادیث و روایات ہوتی تھیں اور کسی صحابی سے نہیں ہوئیں۔ رسولؐ اللہ کا بچپن میں امیر علیہ السلام کو اپنے پاس لا کر تعلیم و تربیت دینے میں یہی غرض و غایت تھی کہ علیؑ کے سینے میں جو علوم منقبض اسماء کلھا کی حقیقت ہیں' اسے انکشاف کر دیا جائے۔ پس یہ ایسا ہی ہوا (اربعین الوازی) میں جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کے ہزار باب تعلیم دیے ہیں۔ پس ہر باب سے ہزار ہزار باب میرے لیے کھل گئے۔ اب جس علم میں علیؑ کو دیکھو' کاملیت ٹھاٹھیں مار رہی ہے۔ علی علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں شبانہ روز رہنا' دوسرے کسی صحابی کو یہ شرف نصیب نہ ہونا اور حصول تعلیم میں قابلیت اور ذہنی استعداد کا یہ حال کہ ایک اشارہ محمدؐ سے ہزارہا ابواب علم حاصل کر لیتے ہیں۔ جس بات کو سرورؐ کائنات کی زبان سے ایک بار سن لیتے تو تمام عمر نہ بھولتے۔ یہ سب وجوہات و اثبات اس بات کے مقتضا ہیں کہ آپؑ علم میں تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ مگر رسولؐ اللہ کی وفات ہوتے ہی آپ کا فرمان جو پیشن گوئی تھی' وہ پوری ہو رہی ہے۔ مسلمانوں نے محبت دنیا کی طرف رخ بدل دیا۔ اس لیے اسلام کی حقیقی اور عملی صورت کے برعکس نیا سلسلہ جاری کیا گیا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا' تبدیلی کا رنگ ترقی پذیر ہوتا رہا۔

(اخوجہ احمد) حمید بن عبداللہ بن یزید مدنی سے مروی ہے کہ جناب سرور

کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس ایک شخص نے جناب علی علیہ السلام کے فیصلہ کا ذکر کیا۔ آنحضرتؐ نے سن کر فرمایا شکر ہے خدا کا جس نے اہل بیتؑ کو حکمت عطا کی ہے۔

(اخوجہ الخوارزی فی المناقب) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے تم میں میرے بعد علیؑ بن ابی طالب زیادہ قضا والا ہے۔

(اخوجہ السلفی) میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو خطبہ سنایا اور اس میں کہا کہ ہم میں بڑے قاضی علیؑ ہیں۔

علم الفقہ: اس بارے میں علماء محققین نے جس صورت تحقیق سے لکھا ہے اور جانا ہے، میں بھی وہی سے ابتدا کرتا ہوں کہ امام اعظم امام مالک امام شافعی، امام حنبل بہت فقیہ ہوئے ہیں۔ اس لیے مسلمان ان کی اطاعت کے زیر اثر ہونے کے اپنی رخ عقیدت کو ان کے طرز اعمال سے ملاتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ابو حنیفہ امام اعظم کے مذہب پر ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ یہ حضرات واقعی بڑے عالم ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے وقت میں نہایت علمی شہرت حاصل کی ہے۔ اسی واسطے مسلمانوں نے آئمہؑ برحق کے مقابل میں انہیں امام کا خطاب دے دیا ہے۔ "ذہبی طبقاب" میں مذکور ہے ان سب کا علم فقہ سلسلہ وار حضرت علی علیہ السلام کی طرف ہی منتہی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کے لگائے ہوئے پودوں کے ہی پھل اور شاخیں ہیں۔ چونکہ یہ حضرات معصوم ہستیاں تو نہ تھیں اور نہ ہی انہیں علم روحانی میں حق حاصل تھا۔ اس لیے حکومت دنیوی کے رعب نیچے دب گئیں اور اٹھنے کی جرات نہ رہی۔ اسی باعث سے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اولی الامر کی اطاعت کے مفہوم کو بھولے رہے۔ حقیقی معنی میں اطہر و معصوم نائب دین رسول آئمہ اہل بیتؑ پر غیر معصوم نائب دنیوی شاہان اسلام کو ترجیح دے کر ان کی

اطاعت سے فروعی و اجتہادی غلطیوں میں مبتلا ہو کر مقام حق سے پیچھے ہٹ گئے۔ امام ابو حنیفہ کا قول اس بات کی تائید کرتا ہے کہ اگر میں دو سال امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں نہ رہتا تو ہلاک ہو جاتا۔ ثابت ہوا کہ خاندان اہل بیتؑ رسولؐ کو اس علم میں حق وارثت تھا جو سینہ بہ سینہ ہر ایک آئمہ برحق کو حاصل ہوتا رہا ہے۔

اب حضرات صحابہ میں بھی دیکھا جانا چاہیے کہ کون کون صاحب اس عہد جلیل القدر میں قابلیت رکھتے ہیں۔ جب غور کی تو مختلف نظروں کی رائے سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ، عبداللہ بنؓ مسعود، ابوالدرداؓ، معاذ بنؓ جبل، زید بنؓ ثابت اور علیؑ ابن ابوطالب ہیں اور جب ان سب کی قابلیت کو اصولات علمی و عملی سے استنباط کیا گیا تو حضرت علی علیہ السلام کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ اخوجہ الخوارزمی کی "فے المناقب" میں روایت اس بات کو اور زیادہ فروغ بخش رہی ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کے زیادہ ترفقہ کا باعث یہ ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بھی منصب قضا کو جناب امیر علیہ السلام کی ذات بابرکت ہی سرانجام دیا کرتے تھے۔ علم ہیئت، علم الفرائض، علم حساب، علم الجفر، علم الغیر الرویا، علم الکتاب، علم الشعر، حاضر جوابی وغیرہ وغیرہ ان تمام دینی علوم کے علاوہ اور جس قدر علوم دنیا میں ہیں، سب کے اصولات علیؑ میں پائے جاتے تھے۔ اس لیے **انا مدینتہ العلم و علی بابہا** کی صداقت میں آپ کا قول، جامع اقوال اور رہبر کامل کتاب "نہج البلاغت" میں بھی تحریر ہے، جس کو آپؑ نے اہل زمانہ کے آگے دعویٰ علمیہ میں پیش کیا اور فرمایا کہ میں علم و حالات زمین کے جاننے والا اور علم آسمان کو زیادہ جاننے والا ہوں۔ پوچھ لو مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو۔ یہ آپؑ کے علم ظاہری کے حالات کو مختصر لکھا گیا ہے۔

## علیؑ مشکل کشا سب کے

یہ بھی ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرات ثلاثہ کی دوران حکومت میں بہت سے مقدمات ایسے پیش ہوتے رہے، جن کا وہ فیصلہ نہ کر سکتے تھے تو جناب امیر علیہ السلام

سے مدد لیتے تھے۔ ایک شیعہ معترض کا حضرت عمرؓ کے ایک غلط فیصلہ پر ان کی لاعلمی کا اظہار کرنا، جس کا حوالہ ملاں کی کتاب "آفتاب ہدایت" سے ملتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مجرم عورت کے لیے رجم کا حکم فرمایا۔ جب اسے سزا کے لیے لے چلے تو جناب امیر علیہ السلام راستے میں ملے اور حضرت عمرؓ کے فیصلے پر عمل درآمد سے روک دیا اور فرمایا کہ یہ عورت حاملہ ہے۔

جب تک حمل سے فراغت نہ پائے اور بچہ کے دودھ چھڑانے کی میعاد پوری نہ ہو تب تک اسے سزا دی نہیں جا سکتی۔ پس حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے اس کے رجم کرنے کو چھوڑ دیا اور کہا اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو گیا ہوتا اور یہ بھی آفتاب ہدایت کے معترض کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ کیا حضرت عمر کو علم باطن تھا جو مجرمہ کے حالات پوشیدہ سے واقف ہوتے لیکن یہ ملاں کا کہنا اور حضرت علی علیہ السلام کا مجرمہ کو بچانا آپؑ کا اہل باطن ہونا ثابت کر رہا ہے۔ پھر ایسے برگزیدہ کامل انسان کے حق میں معترض ہونا گویا اپنے آپ کو جہالت کا نمونہ دکھانا ہوتا ہے۔

اس دینی علوم کے علاوہ اور جس قدر دنیا میں علوم رائج ہیں اور آئندہ وقت میں بھی جو پیدا ہونے والے ہیں، سب کی ایجاد میں باب العلم کا شائبہ پایا جانا لازم آ رہا ہے۔ کوئی ایسا علمی عمل نہیں ہے جس پر آپ کو دسترس نہ ہو۔ آپؑ منبع جملہ علوم، باب مظہر علوم ہیں۔ اسی کمالیت کے باعث آپؑ نے عام اعلان کر دیا پوچھ لو مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو، میں زمین کے راستوں کی نسبت آسمان کے راستوں سے زیادہ واقف ہوں۔ اہل علم آتے خدا کی ہستی کا ثبوت اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبوت و رسالت کی حقانیت پر سوال کرتے۔ آپ ہر ایک کو جواب باصواب سے تسلی فرماتے۔ اسی موقع حالات کی تائید پر مولانا سید دولت علی شاہ سکنہ ستراہ۔ اہل سنت کے پیرو، جن کا علم نہایت وسیع اور محققانہ تھا۔ زندگی میں ایک دفعہ بدوملہی دربار شاہ صاحب کے پاس تشریف لائے۔ جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ پڑھی۔ واعظ میں علم علیؑ کا ذکر کیا ایک واقعہ بیان کیا کہ دو شخص نہایت رئیس و امراء دور کے

علاقہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے سنا کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے۔ خدا کی وحدانیت پر تعلیم دیتا ہے اور محبت و اخلاق اور اعمال حسنہ کی ہدایت فرماتا ہے تو ان کو آپؐ کی زیارت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اپنے وطن سے چل پڑے۔ اس وقت آن پہنچے جب کہ حضور علیہ السلام انتقال فرما چکے تھے۔ انہیں نہایت پریشانی ہوئی۔ وہی موقع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تھا۔ ان کی خدمت میں جا حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ آپؓ اپنے نبی و رسولؐ کے برحق ہونے کا ثبوت دیں تاکہ ہم ایمان لے آئیں۔ لیکن حضرت ابوبکر صاحب کاملہ تسلی دینے کی استعداد نہ رکھتے تھے۔ ایک اپنے غلام سے کہا کہ ان کو علیؑ کے پاس لے جاؤ۔ جب وہ آپؑ کی خدمت میں پہنچے' آپ اس وقت مزدوری پر کچھ کام کر رہے تھے۔ آپؑ نے انہیں نہایت محبت و اخلاق سے بٹھا لیا۔ انہوں نے سوال کیا کہ ہر نبی ایک ایک معجزہ لے کر آتے رہے ہیں۔ آپ کے نبیؐ رسولؐ کے پاس کیا معجزہ تھا۔ آپؑ نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جاتا تھا تو حضرت علی علیہ السلام مولا کریم محافظ دین مظہر علم محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ اوزار جس سے کام کر رہے تھے' ہاتھ میں پکڑ کر موم کر دکھایا۔ سبحان اللہ۔ پھر انہوں نے کہا حضرت صالح علیہ السلام نے پہاڑ سے اونٹنی نکال کر دکھائی تھی آپؑ انہیں ہمراہ لے کر ایک پہاڑی کے نزدیک پہنچے۔ توجہ و دعا فرمائی تو پہاڑی سے اونٹ کا منہ نمودار ہوا۔ آپ نے اس کی نکیل پکڑ کر باہر کی طرف کھینچا۔ وہ ایک اونٹ نہ تھا بلکہ بہت اونٹ تھے۔ اسی وقت ایک سائل آگیا۔ آپ نے راہ خدا میں دے دیا۔

شیعہ صاحبان بھی کہا کرتے ہیں کہ ہمارے مولاؑ نے اونٹوں کی قطار سائل کو بخش دی۔ بہرحال ان کا بھی اسی روایت پر عمل ہوگا۔ سوائے اس کے نہ تو آپؑ کوئی تاجر تھے جو تجارت کے اونٹ بخش دیئے اور نہ غیر کا مال کسی کو دے سکتے تھے۔ کیونکہ آپؑ نہایت پابند شریعت تھے۔ آپ کے بے مثل پابند ہونے کا واقع ہے ایک رات

آپ بیت المال کا حساب کر رہے تھے۔ اس وقت ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ جناب میری عرض سن لیجئے۔ آپؑ نے فرمایا بیان کر۔ اس نے جو کچھ اپنا قصہ تھا' بیان کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت جو چراغ جل رہا تھا' فی الفور آپؑ نے سرد کر دیا۔ وہ شخص متعجب ہو کر بولا جناب آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپؑ نے فرمایا یہ تیل جو چراغ میں جل رہا تھا' بیت المال کا تھا۔ اس وقت ہم دونوں اپنی غرض و نج پر گفتگو کر رہے ہیں۔ بیت المال کے مال کو نااہل جگہ خرچ کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ جب اس کی کلام ختم ہوئی تو آپؑ چراغ کو روشن کر کے بیت المال کے کام میں مصروف ہو گئے۔

شواہد النبوۃ میں امام مستغفری رحمتہ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ سے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قیصر روم نے مسلمانوں کے خلیفہ کو چند مشکل سوالات لکھ بھیجے جن کا جواب دینے میں خلیفہ وقت قاصر اور معذور رہا اور جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں مراسلہ بھیج دیا۔ آپؑ نے اپنے غلام سے قلم دوات طلب فرمائی اور اس کے جواب فی البدیع عنایت فرمائے۔ قیصر روم کے ایلچی نے قیصر کی خدمت میں پیش کیے تو اس نے دریافت کیا جواب کس نے لکھے ہیں؟ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یہ جواب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور ان کے داماد اور ان کے دوست نے تحریر فرمائے ہیں اور وہ مکہ میں خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوا اور بعثت کے وقت ان کی عمر تیرہ برس تھی۔ ابن جوزی اور انہی کی روایات صحیحہ میں درج ہے جب امیر علیہ السلام پائے مبارک ایک رکاب میں رکھتے تو فرس پر سوار ہونے تک اور دوسرا پائے مبارک دوسری رکاب میں پہنچنے تک سورۂ فاتحہ سے والناس تک تمام قرآن مجید ختم فرماتے۔

(فی مناقب الاصحاب) میں روایت ہے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک لڑکے کی نسبت دو عورتوں میں جھگڑا ہوا۔ ہر ایک ان میں سے اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتی تھی۔ حضرت عمرؓ کو ان کے فیصلے میں دشواری پیش آئی اور ان دونوں کو حضرت امیرؑ کی

خدمت میں فیصلہ کے لیے بھیج دیا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا میرے پاس ایک کاریگر بڑھئی کو لاؤ تاکہ اس لڑکے کو دو برابر حصوں میں کاٹ ڈالے کہ لڑکے کا ایک ایک ٹکڑا ان دونوں کو دے دیا جائے۔ لڑکے کی اصل ماں چلانے لگی "آپ سالم یہ لڑکا اس عورت کو دے دیں"۔ دوسری عورت اجنبیہ کہنے لگی "ضرور لڑکا کاٹ دیا جائے"۔ جناب امیرؑ نے اس لڑکے کو اٹھا کر اس کی ماں کی گود میں دے دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک شب میں دو عورتوں کو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا لڑکا مر گیا۔ اس زندہ لڑکے کے واسطے تنازعہ ہوا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کی خلافت کے وقت لوگ ایک لڑکے کو لائے جس کے دو سر' دو پیٹ' چار ہاتھ' دو پاؤں' ایک قبل اور ایک دبر تھی۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا انسان کا بچہ کبھی نہ دیکھا تھا۔ جو سر سے ناف تک تو دو انسان تھے اور ناف سے نیچے تک ایک تھا۔ حضرت عمر اس کو ورثہ دینے میں حیران ہوگئے کہ آیا اس کو ایک ورثہ دیا جائے یا دو ورثوں کا حقدار سمجھا جائے۔ پس اس کو جناب امیرؑ کی خدمت میں فیصلہ کے لیے بھیج دیا۔ آپؑ نے دیکھ کر فرما دیا جب یہ سو جائے تو تم لوگ چلاؤ۔ اگر اس کے دونوں سر ایک ہی دفعہ ہلیں تو سمجھ لو کہ یہ ایک لڑکا ہے۔ اگر ایک جنبش کرے اور دوسرا نہ کرے تو سمجھ لو کہ دو ہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے ابوالحسنؑ! خدا مجھے تیرے بعد زندہ نہ رکھے۔

(تاریخ الخلفاء السیوطی) سعید بن منصور اپنی سنن میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب علیؑ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہمارے دشمن کو ایسا کر دیا کہ جب اس پر امور دینیہ میں سے کوئی مشکل امر وارد ہوتا ہے تو وہ ہم سے پوچھتا ہے۔ معاویہ نے مجھے لکھ کر خنثے کا مسئلہ پوچھا۔ میں نے اس کو جواب میں لکھا کہ اس کے بول کے مقام کی رو سے میراث ملے گی۔ اگر عورت کی طرح سے پیشاب کرتا ہے تو مثل عورت کے میراث پائے گا اور اگر مرد کی طرح پیشاب کرتا ہے تو

مثل مرد کے میراث پائے گا۔

اسی طرح دیگر صحابہ کو بھی مسئلہ دینیہ میں مشکلات پیش آتیں تو آپؑ ہی سے حل کراتے رہے۔ تو پھر ایسے ہی آپ کے علمی کمالات کے ثبوت چلے آ رہے ہیں، جس سے آپ کی ہستی شان علم میں بے مثل قرار دی جاتی ہے۔

ایک شخص نے امر محال و مشکل جان کر کہا جناب مجھے ہاتھی وزن کر دیں۔ آپؑ نے اسے ایک ایسے اصول سے سمجھا دیا کہ اس طرح ہاتھی کا وزن ہو سکتا ہے تو اسے تسلی و تشفی ہوگئی۔ آج بارہ سو سال کے بعد اسی اصول پر کنڈا تیار شدہ ریل کے اسٹیشنوں پر موجود ہے جس سے مال کا بھرا ہوا چھکڑا یکبارگی ہزار دو ہزار من وزن ہو سکتا ہے۔

## غلط روایت

سنی نما خارجی علماء کے ہاں ایک روایت ہے جو اتحاد حضرت عمرؓ و علیؑ کے ثبوت میں جس کو نہایت فخر سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنی لڑکی جناب ام کلثوم صلوات اللہ علیہم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔ کوئی عقل مند انسان اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ ایک شخص ساٹھ ستر سال کی عمر کا ہو، جس کی مثل مشہور کے مطابق قبر میں ٹانگیں ہوں، آٹھ نو سال کی لڑکی کا سب سے بڑھ کر فہیم انسان علیؑ نکاح کر دے۔ یہ عقل کے بالکل خلاف ہے۔ اچھا اگر ہم فرضاً ان کے ہی پیچھے لگ جائیں اور ان کے ہی عقیدہ مطابق صحیح مان بھی لیں تو پھر اس عمل کا عمل نبوت کی طرح جائزہ یہ ہوگا جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انعام کیا ہے۔ بروایت اہل سنت کہ آپؐ اپنے بعد ہر دو سسر ابوبکرؓ و عمرؓ کو یکے بعد دیگرے خلافت پر مستحق بنا گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ کوئی ایسے کم فہم نہ تھے۔ ہر طرح جانتے تھے کہ مروت و احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے۔ دوسرا یہ تو

ایک سنت نبوت قرار دی جاتی ہے جس پر عمل کرنا سب سے پہلے اور زیادہ حق خلفاء الرسول کا ہی کام ہے۔ اگر وہ مسند نبوی پر بیٹھ کر کل حسنات محمدؐ کی کامل مثال نہ بنیں تو پھر خلیفہ کی حقانیت میں فرق آتا ہے اور ان کے دیگر اعمال میں بھی خلاف رسولؐ ہونے کی توقع ہو سکتی ہے مگر ایسی ہوشیار ہستی پر بدگمانی نہیں ہو سکتی کہ عمل میں کوتاہی کریں۔ اس لیے جرات کے ساتھ ان کے دائرہ عقیدت میں نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا عملی رنگ کچھ اور ہے۔ چنانچہ اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کی طرف سے تعمیل سنت اور پیروی دکھائی نہیں دیتی تو پھر اس دلیل سے اس روایت کو غلط کہنا پڑتا ہے۔

اگر صحیح ہوتی تو پھر ان کو چاہیے تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح علیؑ کو پیش نمازی کا تمغہ دے جاتے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح تحریر ہی کر جاتے کہ میرے بعد علیؑ خلافت پر معین کر دیے جائیں مگر انہوں نے بجائے اس کے اس بات کے مخالفت کی اور وہ ایسا تحریر کر گئے کہ علیؑ خلافت سے محروم رہیں۔ پس اس بات سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ نکاح قطعاً نہیں ہوا اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی ایسے نادان اور ناسمجھ انسان تھے جو ایسے موقع و محل اور نازک و نزدیک رشتہ کے ہوتے ہوئے مخالفت کر سکتے تھے، جس کا کرنا عقلاً و سنتاً جائز نہیں تھا۔ پس ایسی ممتاز ہستی سے ایسا فعل سرزد ہونا ناممکن ہے۔ یہ حاکم باشریعت، سمجھدار کی شان کے بعید ہے۔ پس اب یہ شاہد ذریعات پیش نظر ہیں۔ مقام انتخاب خلافت پر سنت مذکورہ کے خلاف جو عمل در آمد ہوا ہے، اس جدید سلسلہ قرابت کے روایتاً" ہوتے نااہل عثمان وغیرہ وغیرہ کو سبقت دینا خاص وجوہات پیدا کرتا ہے جو باعث اظہار حقیقت ہے۔

جس سے یہ نئی قرابت جو عمرؓ و علیؑ کے درمیان بنائی جاتی ہے، باطل ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ اور اثبات ہیں جو علیؑ کی قابلیت کو اس موقع پر بھی حسن قبولیت حاصل ہونے نہیں دیتے تھے۔ اسی دلیل و سبب سے حضرت ثانی کی خالف نگاہ کیے جانے پر حصول خلافت میں ناکامیابی ہوئی۔ لہٰذا یہ کہنا واجب ہو رہا ہے کہ جو کچھ

حضرت عمر نے کیا ہے مطابق عقل، صحت حواس، عین مناسب حال، جیسا چاہیے تھا، ویسا ہی عدم تعلقات کی جائز صورت میں مخالفت کی ہے جس سے علیؑ و عمرؓ کے اتحاد و اتفاق کا وجود خاک میں مل جاتا ہے اور اس موضوع روایت کی بنیاد جڑ سے اکھڑ جاتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت محققین کے نزدیک غلط بیانی منافقین کی کارستانی ہے۔ جو آج باطل پرستوں اور جاہلوں کے لیے فضیلت عمرؓ سمجھی جا رہی ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے جملہ صحابہ کے ساتھ لازمی اتحاد تھا۔ وہ اس لیے تھا کہ آپؑ حقیقی محافظ اسلام تھے۔ آپ کا ان کے ساتھ ساتھ رہنا ضروری امر تھا۔ جب کوئی صحابہ میں سے مسائل دینی میں ٹھوکر کھاتا تھا تو پھر آپؑ کی طرف رجوع کرتا تو آپ اس کی اصلاح فرماتے تھے۔ جب آپ سے کسی معاملہ میں مشورہ لیتے تو آپ نہایت نیک رائے دیتے تھے۔ امیر علیہ السلام کی سوانح سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات ثلاثہ کو دوران حکومت میں جب علمی مسائل اور تقضیات کی مشکلات پیش آتیں تو آپؑ حل فرماتے تھے۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہنا پڑا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

اسلام اور وارثان اسلام کے ساتھ منافقین کی طرف سے جو جو سازشیں ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔ گروہ منافقین چونکہ ہمیشہ اہل بیتؑ رسولؐ کی شان گھٹانے کے درپے رہا ہے۔ چنانچہ ان کی کوشش یہ رہی ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ثبت کر دی جائے کہ افراد اہل بیتؑ (معاذ اللہ) کوئی خاص ہستیاں نہ تھیں۔ ان میں اور صحابہ اکرام میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔ اسی بنیاد پر یہ کہہ دیا کہ کچھ فرق نہیں چاروں میں اور کبھی ازواج رسولؐ کو اہل بیتؑ میں شمار کیا۔ مخصوص القابات عیرے غیرے کے لیے استعمال کیے گئے۔ فقہ کی اک چھوٹی سی کتاب لکھنے والے کو امام کہہ دیا گیا تاکہ لفظ "امام" کا مفہوم عام ہو جائے۔ خاص نہ رہے۔ غرضیکہ

مختلف قسم کے ہتھکنڈوں اور پروپیگنڈہ سے یہ مشہور کیا گیا کہ اصحابؓ اور اہل بیتؑ ایک تھے بلکہ وہ تو آپس میں رشتہ دار تھے یہ افسانہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

جناب ام کلثوم بنت علیؑ حضرت عمر کی نواسی کی بیٹی ہیں یعنی پرنواسی۔ اب کوئی ذی فہم انسان یہ ماننے کو تیار نہیں کہ کوئی ۶۰ - ۷۰ سالہ بوڑھا اپنی پرنواسی سے شادی کا اظہار کرے اور اگر حضرت عمر ایسا اظہار کرتے بھی تو ان کی بیٹی حضرت حفصہ (حضورؐ پاک کی حرم) ضرور اپنے پدر بزرگوار کو سمجھاتی کہ ابا جی آپ کی عقل کو کیا ہوا۔ میری نواسی سے شادی کا کہتے ہوئے آپ کو حیا نہیں آئی۔ غور کیا جائے تو ایسی بیہودگی نہ صرف ہندوستان' پاکستان میں قابل مذمت ہے بلکہ اہل عرب میں بھی یہ بات سخت مذموم ہے اور پھر حضرت عمر جیسے مدبر سیاست دان اور جہاں دیدہ حکمران اور عاقبت اندیش شخص سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایسی حماقت کرتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ معمولی سے معمولی اخلاق کا آدمی بھی ایسی نازیبا حرکت نہیں کر سکتا۔ پس معمولی عقل رکھنے والا شخص اور بنیادی اخلاقی ضوابط سے آگاہ انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ محض خاندان رسولؐ کی تحقیر اور حضرت عمر کی توہین کرنے کے لیے یہ شرمناک افسانہ واضع کیا گیا ورنہ حضرت عمر ایسے ناعاقبت اندیش ہرگز نہ تھے کہ بڑھاپے میں اپنی پرنواسی سے شادی رچا لیتے۔ اور بھی پہلی تین بیویوں کی موجودگی میں۔

حضرت ام کلثوم بنت علیؑ کا اصلی نام زینب صغریٰ تھا۔ جناب زینب کبریٰ اور اور زینب صغریٰ کی شادی بالترتیب عبداللہ بن جعفر اور حضرت محمد بن جعفر سے ہوئی۔ حضرت محمد بن جعفر جنگ صفین میں شہید ہوگئے۔ اس کے بعد ام کلثوم نے بیوگی کے دن کاٹے۔ وہ لاولد تھیں۔ بی بی زینب کبریٰ کی دختر کلثوم کی نسبت سے ان کی کنیت ام کلثوم ہوگئی۔ (بعض محققین کا خیال ہے کہ محمد بن جعفر کربلا میں شہید ہوئے)

۶۱ھ میں واقعہ کربلا ہوا۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی "سر الشہادتین" میں لکھتے ہیں جناب ام کلثوم حضرت فاطمہؑ زہرا کی صاجزادی بعد شہادت حسینؑ باقی بیبیوں کے ساتھ اسیر ہوگئیں اور انہوں نے ابن زیاد کے دربار اور بازار کوفہ میں فلک شگاف لہجے میں فصیح و بلیغ خطبے پڑھے۔ آپ نے ۶۵ھ یا ۷۴ھ میں وفات پائی۔

جب کہ ام کلثوم زوجہ عمر ۵۰ھ میں معاویہ کے زمانے میں انتقال کر گئیں۔ ان کا جنازہ امام حسنؑ کی موجودگی میں عبداللہ ابن عمرؓ نے پڑھایا۔

امام نسائیؒ اپنی سنن میں حضرت نافعؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک دفعہ دو اکٹھے جنازے پڑھائے۔ ان ہی میں حضرت ام کلثوم زوجہ عمرؓ کا جنازہ بھی تھا۔ یہ سعد بن عاصؓ کی حکومت کا دور تھا۔ ام کلثوم کے بیٹے زید کا جنازہ بھی ساتھ ہی رکھا گیا تھا۔ جنازہ میں حضرت ابن عمرؓ ابن عباسؓ ابوہریرہؓ ابو سعیدؓ اور ابو قتادیؓ سب حضرات شامل تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھی (سنن نسائی' جلد ا' کتاب الجنائز' اجتماع جنائز الرجال و النسا' صفحہ ۲۱۷' مطبوعہ دہلی)

امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ اس جنازے میں شرکت کرنے والوں میں امام حسنؑ محمد بن حنفیہؒ اور عبداللہ بن جعفرؓ کا بھی ذکر ہے۔ (تاریخ الصغیر الامام بخاری' ص ۵۳' مطبوعہ الہ آباد)

گویا تاریخ میں صریحاً مرقوم ہے کہ ام کلثوم زوجہ عمرؓ اور ان کے صاحبزادے زید جن کی عمر بیس برس تھی' کا انتقال ایک ہی وقت پر ہوا۔ امام حسنؑ نے عبداللہ بن عمر کو نماز جنازہ پڑھنے کو کہا جب کہ ام کلثوم بنت علیؑ ۶۱ھ میں واقعہ کربلا میں اپنے بھائی امام حسینؑ کے ساتھ تھیں اور اسیران کربلا میں تھیں۔

عبداللہ ابن عمرؓ کا یزیدی حکومت پر بڑا اثر و رسوخ تھا۔ حتیٰ کہ مختار ثقفی کو ان ہی عبداللہ بن عمر کی سفارش پر رہا کر دیا گیا۔ حلانکہ وہ اعلانیہ بنوامیہ کے جانی دشمن تھے مگر ان عبداللہ نے اپنی سوتیلی ماں کی سفارش نہیں کی۔ اگر حضرت ام کلثوم عبداللہ بن عمر کی سوتیلی ماں ہوتیں تو وہ ضرور غیرت کھاتے اور اپنے باپ کی عزت کو بازاروں میں دربدر نہ ہونے دیتے۔

ان حقائق کی روشنی میں افسانہ عقد ام کلثوم کو دیکھیے تو یقیناً عقل کا فیصلہ' ضمیر کی آواز' انسانیت کی پکار' شرم و حیا کی تائید' تہذیب و تمیز کی تصدیق' اخلاق و تمدن کی توثیق مندرجہ ذیل ہوگی کہ:

"یہ قصہ قطعی غلط' بے بنیاد اور بہتان عظیم ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ خلاف عقل و قیاس ہے۔ یہ افسانہ سر تا پا لغو ہے' حماقت ہے۔ بے مقصد تضیع وقت ہے"۔

# ام کلثوم زوجہ حضرت عمرؓ کون تھیں

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں ام کلثوم نام کی متعدد بیویاں تھیں، جن میں سے ایک ام کلثوم بنت ابوبکرؓ---- دختر اسماء بنت عمیس خواہر محمد بن ابوبکرؓ بھی تھیں۔ (طبقات الاتقیاء ابن جہاں--- اعلام النساء ج ۴، ص ۲۵۰)

استیعاب، طبری، کامل وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس کے ایک لڑکی ۱۲ھ میں پیدا ہوئی۔ چونکہ اسماء نے حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ سے شادی کر لی تھی۔ لہٰذا اس بچی کو جس کا نام ام کلثوم تھا، لے کر وہ حضرت علیؑ کے گھر آگئیں۔ چنانچہ مصنف "رحمۃ للعالمین" لکھتے ہیں اسماء بنت عمیس (بیوہ ابوبکر) کے بطن سے ایک لڑکی بعد وفات ابوبکرؓ پیدا ہوئی تھی۔ اسی لڑکی سے حضرت عمرؓ کا نکاح ہوا۔ (ملاحظہ کریں الفضائل تبلیغ مولوی محمد زکریا، کتاب ہدایۃ السعداء علامہ دولت آبادی)

حضرت عمرؓ نے اس رشتے کے حصول کے لیے ام المسلمین حضرت عائشہؓ کو راضی کیا اور ان ہی کی کوششوں سے یہ نکاح ہوا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے "اصابہ" میں طبری نے "تاریخ طبری" میں، ابن کثیر نے "کامل" میں لکھا "حضرت عمرؓ نے ان ام کلثوم بنت ابوبکرؓ سے اپنے عقد کے لیے پیغام حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا اور وہ راضی ہوگئیں"۔

گو کہ حضرت علیؑ ذاتی طور پر اس رشتے پر ناخوش تھے مگر چونکہ اصل وارث خاندان ابوبکرؓ تھا جن کی سرکردہ بی بی عائشہؓ تھیں۔ لہٰذا ان کے دباؤ کے تحت آپ بھی بادل نخواستہ آمادہ ہوگئے۔

حضرت عمرؓ کا بی بی عائشہؓ کے پاس ام کلثوم بنت ابوبکرؓ کے لیے پیغام عقد بھیجنا اور بی بی صاحبہ کا رضامند ہونا مندرجہ ذیل حوالہ جات سے ثابت ہے:

۱۔ تاریخ الخمیس، علامہ حسین دیار بکری، مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ العثمانیہ، مصر جلد ۲، ص

۲۶۷

۲ - تاریخ کامل، علامہ ابن اثیر، مطبوعہ مصر، جلد ۳، ص ۲۱

۳ - استیعاب فی معرفتہ الاصحاب، علامہ ابن عبدالبر، مطبوعہ حیدر آباد، دکن، جلد ۲، ص ۷۹۵

۴ - تاریخ الامم و الملوک ابن جریر، طبری، مطبع الحسینیہ، قاہرہ، مصر الجز الثانی، ص ۵۰

۵ - لاصابہ فی تمیز اصحابہ حافظ ابن حجر عسقلانی، مطبوعہ مطبعتہ الشرفیہ، مصر، الجز الثانی، ص ۲۸۶، الجز الثالث ص ۲۷، ترجمہ زید بن خارجہ اور الجز الثالث، ص ۲۱۱، ترجمہ الشماخ

المختصر ہم نے اس حقیقت کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا کہ یہ افسانہ بالکل بے بنیاد ہے۔ کچھ دشمنان اسلام نے اشتباہ نام سے فائدہ اٹھا کر اس کی مشہوری کر دی اور بعض نے نادانستہ طور پر مغالطہ کھایا۔

شیخ المحدثین جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رجال مشکوٰۃ میں اس قصہ کو ص ۱۱۵ پر، علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل کی جلد ۳، ص ۲۳ پر اور جناب ملک العلماء دولت آبادی نے اس قصہ کی اصلیت یوں لکھی ہے:

"حضرت اسماء بنت عمیس پہلے حضرت جعفر طیارؓ کی زوجہ تھیں۔ ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے ہاں ایک لڑکا اور ایک بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئی۔ ابوبکرؓ کی وفات کے بعد اسماء بنت عمیس حضرت علی ابنؑ ابی طالب کی زوجیت میں آئیں۔ ام کلثوم اپنی والدہ کے ہمراہ آئیں اور حضرت عمرؓ بن خطاب نے ان ام کلثوم بنت ابوبکرؓ سے نکاح کیا"۔

# حقیقت اولی الامر

اہل بصیرت یہ استدلال بھی پیش کرتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد نہ سیاست دنیوی ہے اور نہ خلفائے نبوت کہلانا مناسب ہو سکتا ہے۔ بلکہ خلفائے امامت کہنا لازم آتا ہے۔ کیونکہ یہ امر تصدیق شدہ ہے کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع مدارج تھے۔ آپؐ کو نبوت و رسالت اور اس سے بالاتر عہدہ امامت حاصل تھا۔ جس سے آپ اصولات اسلام کی تکمیل کر گئے۔ لیکن آغاز اسلام میں لوگ امامت کے شان سے ناآشنا تھے۔ اس لیے حق سبحانہ نے آپؐ کو شرف نبوت سے اظہار فرمایا۔ پھر رفتہ رفتہ قرآن پاک کی تعلیم ہوتی گئی۔ عقیدت مند آپؐ کے مراتب کو پہچانتے گئے۔ نبوت چونکہ آپ کی عظمت کے لیے پہلا درجہ ہے' پھر رسالت کا اس سے آگے امامت کا۔ اس مرتبہ کا شان سب سے عظیم ہے لیکن نبوت کا استعداد تو صرف صحیفہ پر ہی ہوتا ہے جو ایک خاص علاقہ کی ہدایت کے لیے نازل ہوتا ہے جس کے امر شریعت مختصر توحید پر لوگوں کو قائم کرنا اور چند امور کی تعلیم دینا ہوتا ہے لیکن امامت کی شان و عظمت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو سکتا' بے نظیر ثابت ہو رہی ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپؐ کو رحمتہ للعالمین شان سے اظہار فرمایا ہے۔ جس سے آپؐ کے رتبہ کی نہایت بلندی کا پتہ نکل رہا ہے۔ جس کو اب تک کوئی نبی و مرسل حاصل نہیں کر سکا' جس سے آپؐ کا عہدہ سرداران امامت اخذ ہو رہا ہے۔ اس کے اصولات شرعی کامل ہونے کے باعث آپؐ کے مراتب کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام محسوس کیا جاتا ہے۔ جس کو تمام نبیوں و رسولوں پر سبقت اور بڑھ کر اختیارات حاصل ہیں لیکن یہ آپؐ کی استعداد علم' کتاب حاصل ہونے کی انتہائی

قابلیت ہے' جس کے باعث اس رتبہ امامت کی موجودگی اور ہوتے ہوئے پھر کوئی کام عہدہ نبوت کے متعلق باقی رہ نہیں سکتا۔ جس کے پورا کرنے میں اس کو بحال رکھنے کی ضرورت ہو۔ اس لیے قدرت نے خاتم النبیین کا امر نازل کر کے سلسلہ نبوت کے اختتام کا اعلان کر دیا۔ نبیین لفظ جمع کا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ حال وقت اور آئندہ نبی آنے کو ختم کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ماضی میں ہمارے ہاں حکومت دنیوی نے سفید پوشی اور ذیلداری کے ہر دو عہدہ کی ضرورت نہ ہونے کے انہیں منسوخ کر دیا۔ چنانچہ اب نہ کبھی ذیلداری کی زندگی کے نام پر پروانہ آیا ہے نہ حکومت کی طرف سے سفید پوشی کے نام حکم صادر ہوا ہے۔ بلکہ ان ہر دو عہدہ کو ہمیشہ کے لیے فوت شدہ شمار کیا جاتا ہے۔ تو پھر ہمیں بھی ایسا ہی امر الٰہی کی غرض کا مفہوم بتا رہا ہے۔

جیسا کہ حکم قرآن پاک سے ثابت ہو چکا ہے کہ نبوت کی ہستی کا قطع قمع ہو گیا ہے تو پھر بعد سرور دو عالمؐ جس کی اطاعت فرض ہے' اسے خلفائے نبوت کہلانا بے سود اور ناجائز امر ہے۔ کیونکہ جب وجود اصل ہی نہ رہا تو پھر اس کی فرع خلافت نبوت کس طرح حق کہلا سکتی ہے۔ کچھ اور بھی وجوہات ہیں جن کو علمائے کرام نے استعداد ترقی کی بنا پر ثابت کیا ہے۔ جیسا کہ سلسلہ ملازمت میں کوئی انسان اپنے آپ کو بلندی کی طرف تجاوز کرتا ہے تو پھر اس کا پہلا مقام اس کے لیے ساقط ہو جاتا ہے جیسے کوئی آدمی ترقی کر کے تحصیل دار یا مال افسر یا کمشنر کہلواتا ہے۔ تو پھر ابتدائی پوسٹ اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی ویسے ہی جب حضرتؐ کا عہدہ آفتاب امامت عروج پر چمکا تو ستارہ نبوت بے حیثیت و بیکار ہونے کے عدم نیست کیا گیا۔ اب ہر ذی فہم کو چاہیے کہ امامت کو مقدم رکھیں۔ امامت کے منقطع ہونے پر کوئی قرآنی ثبوت نہیں ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپؐ کے بعد امامت باقی ہے۔ امامت کا علم کتاب و قرآن ہے جس میں سب دین و دنیا کا علم موجود ہے' جو تمام جہان کی رہنمائی و ہدایت کے لیے آیا ہے۔ اس کے احکام شریعت اور اصلاح کنندہ اصول کامل و اکمل ہو چکے ہیں۔ اس لیے اس منصب عالیہ کی شان و بلندی کے خلفاء جن کی متابعت بعد

سرکارؐ مدینہ ضروری و لازم ہو رہی ہے۔ وہ خلفاء امام کہلا سکتے ہیں۔ لہٰذا حضرت اقدسؐ نے بھی فرما دیا کہ میرے باراں خلفاء ہوں گے۔ پس ثابت ہوا کہ جو باراں امامؑ ہیں وہی آپؐ کے خلفاء امامت ہیں جو آپ کے اہل بیتؑ سے ہیں۔ وہی آپؐ کے حقیقی جانشین ہیں۔ کیونکہ امامت کا قائم مقام امام ہی ہو سکتا ہے۔ امامت کا رتبہ نبوت و رسالت پر اضافہ ہے۔ یہ وہ درجہ ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے امتحان الٰہیہ میں ثابت قدم ہونے سے حاصل کیا ہے۔ جس کو وہ خدائے عز و جل سے اپنی ذریت کے صالحین جو تمام عمر ابتدا سے لے کر آخر زندگی تک ظلم و خطا سے مبرا رہے' کے لیے ہمیشہ واسطے ملکیت بنا گئے۔ ہاری ساری اسکے اہل نہیں ہو سکتے۔ امامت کا سلسلہ بعد از سرکار دو عالمؐ اس لیے جاری کیا گیا کیونکہ عہدہ نبوت کا ملک عدم میں چلے جانا' خیرباد ہونا یا اس کی شان میں تخفیف آنا۔ قرآن کے رو سے یقینی۔ اس واسطے بانی اسلام نے اپنے انتخاب کردہ جانشین و نائب دین حضرت علی علیہ السلام کو امام المتقین' امام الاوصیاء' امیر المومنین' سید الصادقین' سید المسلمین' سید المومنین' مولی المومنین' باب حطہ' نفس الرسول' الصادق' المومن الطاہر و یعسوب الدین کے خطابات سے سرفراز فرما کر رتبہ امامت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا ہونا ثابت کیا ہے۔ علماء مقدمین میں سے محققین نے ایسا عقیدہ اپنے لیے عملاً رکھا ہوا تھا مگر حکومت جابرانہ و حاسدانہ کی مخالفت مذہبی و عقائدانہ ہر نبی و رسولؐ کے ساتھ ہوا کرتی ہے ویسے ہی اہل بیتؑ رسولؐ کے پیروکاروں پر جبر و تشدد کے باعث انہوں نے اپنے عقائد کو ضبط و ڈھانپ رکھا ہوا تھا۔ زمانہ دراز تک ایسا ہی ہوتا آیا۔ مخالفانہ اور منافقانہ مرض نسلاً" بعد از نسلاً ترقی کرتا بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ آج مسلمانوں کے ہر فرقہ میں کم و بیش پائے جانے کے کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر موضوع روایات کو ترجیح دی جاتی ہے مگر پھر بھی اس دوران ترقی میں حقانیت کی طرف سے بھی کچھ نہ کچھ حق ظاہر ہوتا ہی رہا ہے۔ جب کسی محقق کو موقع مل گیا تو کہہ دیا۔

علیؑ شانہٗ حقاً" اماماً کبیرا

کہ بعد از نبیؑ شد بشیراً نذیرا

# حقیقت اولاامر

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۴: (و اذ ا بتلی ابراھم------------- عھدی الظلمین)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے "کہ جب ابراہیم کو چند باتوں میں آزمایا اور انہوں نے پورا کر دیا تو خدا نے فرمایا میں تم کو لوگوں کا امام یعنی پیشوا بنانے والا ہوں۔ ابراہیم نے عرض کی اور میری اولاد میں بھی۔ فرمایا ہاں! مگر میرے اس عہدہ پر ظالموں میں سے کوئی شخص فائز نہیں ہو سکتا۔

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے دو باتوں کا فیصلہ کر دیا ہے۔ ایک یہ کہ کوئی شخص بغیر خدا کے مقرر کیے کسی کا پیشوا اور امام ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ پیشوا اور امام ہر شخص نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہی شخص امام ہوگا جو معصوم ہو اور کوئی گناہ عمر بھر میں اس سے سرزد نہ ہوا ہو۔ کیونکہ اگر اس نے ایک گناہ بھی کیا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور وہ ظالم ہوگیا۔ پھر حکم خدا قطعی نہ رہا۔

پھر دوسری جگہ سورۂ القصص، آیت ۶۸ میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ترجمہ : اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے اور جس چیز کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں اس سے خدا پاک اور برتر ہے۔

یہ آیت انبیا اور اولیاء کے منصوص من اللہ ہونے پر روشن دلیل ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دینی حکمران کا منصب خدا ہی کی طرف سے ہوگا۔ اس میں اجماع، استخلاف، شوریٰ اور غلبہ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ امام یا خلیفہ بنانے کا حق صرف خدا کو ہے۔ یہ کام نہ صرف امت بلکہ انبیا و رسولؐ کی بھی دسترس سے بالاتر ہے۔

علامہ قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں: فظاھرہ نفی الاختیار عنھم راسا و الامر کذلک

عند التحقیق (الخ) (ماکان لھم الخیرہ)

اس کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم لوگوں کے مطلقاً" اختیار و انتخاب کی نفی کر رہا ہے۔ یعنی امت کو اختیار اور انتخاب کا بالکل ہی حق نہیں ہے اور یہی تحقیق ہے۔ (تفسیر بیضاوی، صفحہ ۳۲۵، علامہ شبیر احمد عثمانی)

قرآن مجید مترجمہ شیخ الہند علامہ محمود حسن دیوبندی کے حاشیہ ۵۰۹ کے نشان ۸/۷ پر لکھتے ہیں یعنی ہر چیز کا پیدا کرنا بھی اس کی مشیت اور اختیار سے ہے اور کسی چیز کو پسند کرنے یا چھانٹ کر منتخب کر لینے کا حق بھی اسی کو حاصل ہے جو اس کی مرضی پر احکام بھیجے۔ جس شخص کو مناسب جانے، کسی خاص منصب و مرتبہ پر فائز کرے۔ جس کسی میں استعداد دیکھے، ہدایت پر چلا کر کامیاب بنا دے اور مخلوقات کی ہر جنس میں سے جنس نوع کو یا نوع میں سے جس فرد کو چاہے، اپنی حکمت کے موافق دوسرے انواع و افراد سے ممتاز بنا دے۔ اس کے سوا کسی کو اس طرح کے اختیار و انتخاب کا حق حاصل نہیں۔

حافظ ابن القیم نے رد المعاد کے اوائل میں اس مضمون کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ فلیرجع یعنی تخلیق و تشریح اور اختیار مذکور میں اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ لوگوں نے اپنی تجویز و انتخاب سے جو شرکاء ٹھہراتے ہیں، سب باطل و بے سند ہیں۔ علامہ موصوف نے اپنی پوری تحقیق سے یہ بات صحیح فرمائی کہ اس مقصد میں خدا کا کوئی شریک نہیں اور جس نے ایسا کر دیا، گویا وہ خدا کا شریک بن گیا۔ اس صورت میں انتخاب باطل و بے سند ہوگا۔

شمس العلماء نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں خدا نے یہ انتخاب اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اس معاملہ میں دخل دینا ایک طرح کا شرک ہے۔ (حاشیہ قرآن مجید، ۶۲۹، طبع نہم دہلی) داؤد کو خلیفہ اللہ نے بنایا۔

سورۃ النساء، آیت ۵۹، (یاایھا الذین --- اولی الامر منکم)

ترجمہ : اے ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور ان والیان امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں۔

**تشریح :** اس آیہ مبارکہ میں اللہ نے ایمان لانے والوں سے خطاب کیا ہے۔ اس لیے والیان

امر ایمان لانے والوں میں سے نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی اطاعت کا حکم دیا' پھر اپنے رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا۔ پھر والیان امر کی اطاعت کا حکم دیا' جس سے معلوم ہوا کہ والیان امر کی اطاعت اسی طرح واجب ہے' جیسے اللہ اور رسولؐ کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ والیان امر وہی ہو سکتے ہیں' جن میں اللہ اور رسولؐ کی سی صفات پائی جائیں۔ جیسے اللہ اور رسولؐ معصوم ہیں' تو والیان امر بھی معصوم ہونے چاہئیں۔ پھر ان کی اطاعت ایمان والوں پر واجب ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے حاکم مراد ہے۔ حاکم وقت تو مسلمان' یہودی' یعنی غیر مسلم بھی ہوتے ہیں۔ اگر حاکم وقت مراد لیا جائے پھر آپ غیر مسلم کی اطاعت کیسے کریں گے۔ ان کی اطاعت مسلمان پر فرض نہیں ہے۔ اگر مسلمان حاکم ہو تو اس میں اللہ اور رسولؐ کی سی صفات نہیں ہیں اور نہ ہی وہ معصوم ہے۔ اللہ غیر معصوم کی اطاعت کا حکم نہیں دیتا۔ اس لیے اس سے مراد آئمہ معصومین ہی ہو سکتے ہیں۔ تفسیر کبیر' جلد ۳' صفحہ ۳۵۴' طبع مصر۔ بارہ اماموں کے سوا کسی کی عصمت کا کوئی شخص نہ مدعی ہے اور نہ دعویٰ ہو سکتا ہے۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں اور علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کی نو اولاد سب پاک و پاکیزہ اور معصوم ہیں۔ دیکھو مودۃ القربیٰ' ص ۲۵۸' مودت۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ اللہ کا حکم کسی خاص زمانہ یا وقت یا خاص کسی شخص کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر شخص اور ہر وقت کے واسطے قیامت تک کے لیے ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اطاعت بھی عام ہے۔ امور دنیا اور دین کی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ عام ہے۔ اگر اولی الامر دنیاوی بادشاہ مسلمان ہی مقصود ہوں' تو پھر ان میں کتنے فرقے ہیں اور حدیث رسولؐ کے مطابق ایک کے سوا سب جہنمی ہیں----- دنیاوی بادشاہوں کے علاوہ کوئی اور شخص مراد ہو اور اس شخص کا موجب بھی ضروری ہے۔ اسی بنا پر حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر مر جائے تو وہ کافر کی موت مرتا ہے اور حدیث جابر بن عبداللہ انصاری میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ اولی الامر سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں بلکہ اور کتب میں تو دوازدہ امام کے نام تک تصریحاً موجود ہیں جیسے ینابیع المودۃ۔ امام راغب اصفہانی اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں آئمہ من اہل البیتؑ۔ یعنی اولی الامر آئمہ اہل بیتؑ ہیں۔

دیکھو مفردات القرآن، امام راغب، ص ۲۴، (عربی) طبع کراچی، ینابیع المودۃ، ص ۱۱۰، مناقب (علامہ سلیمان نقشبندی حنفی) مطبوعہ استنبول، اور الاکمال میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے حضورؐ سے عرض کی یارسولؐ اللہ! میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو پہچان لیا۔ یہ اولی الامر کون ہیں؟ جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ملا دیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے جابرؓ وہ میرے بعد خلیفہ ہیں اور مسلمانوں کے امام ہیں کہ دو از دہ اماموں میں حضرت علیؑ بن ابی طالب پہلے امام ہیں۔ پھر امام حسنؑ امام حسینؑ پھر علی ابن الحسینؑ، محمد ابن علیؑ جو توریت میں باقرؑ کے نام سے مشہور ہیں اور اے جابرؓ تم عنقریب ان کو پاؤ گے۔ پس جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہہ دینا۔ ان کے بعد جعفرؑ ابن باقر ہوں گے۔ پھر موسیٰؑ ابن جعفرؑ پھر علیؑ ابن موسیٰ پھر محمدؑ ابن علیؑ پھر علیؑ ابن محمدؑ پھر حسن ابن علیؑ ہیں۔ پھر میرا ہم نام اور ہم کنیت اللہ کی زمین میں اللہ کی حجت اور اللہ کے بندوں میں اللہ کا بقیہ محمد ابن الحسن المہدیؑ ہوں گے۔

یہ ابن الحسن ابن علیؑ ہی وہ شخص ہوں گے جن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ اس زمین کے مشرق و مغرب کو فتح فرمائے گا اور یہی وہ ہیں جو اپنے شیعوں اور اپنے دوستوں سے اتنی مدت تک غائب رہیں گے کہ ان کی غیبت کے زمانے میں ان کی امامت کا قائل سوائے اس شخص کے اور کوئی نہ رہے گا جس کے قلب کا اللہ ایمان سے امتحان لے چکا ہوگا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! آیا ان کے شیعہ غیبت میں بھی کچھ ان سے متمتع ہوں گے۔ فرمایا ہاں۔ اس کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ وہ لوگ ان کی غیبت کے زمانے میں ان کے نور سے روشنی حاصل کریں گے اور ان کی ولایت سے نفع اٹھائیں گے۔ اسی طرح جس طرح آدمی سورج کی روشنی سے نفع اٹھایا کرتے ہیں۔ اگرچہ بادلوں نے اس کو ڈھانپ رکھا ہو۔

التوحید میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ اللہ کو اللہ ہی کے ذریعہ سے پہچانو اور رسولؐ کو رسالت کے ذریعہ اور اولی الامر کو امر بالمعروف اور عدل و احسان کے ذریعہ سے علل الشرائع میں علیؑ سے منقول ہے کہ جو شخص خدا کی نافرمانی کرے، اس کی اطاعت نہ کرو۔ اطاعت تو

صرف اللہ کی ہے اور اس کے رسولؐ کی اور والیان امر کی۔ اللہ نے رسولؐ کی اطاعت کا حکم اس لیے دیا کہ وہ معصوم و مطہر ہیں۔ وہ خدا کی نافرمانی کا حکم ہی نہ دیں گے اور والیان امر کی اطاعت کا حکم اس لیے دیا کہ وہ بھی (مثل رسولؐ) معصوم و مطہر ہیں۔ وہ بھی خدا کی نافرمانی کا حکم نہیں دیتے۔

## ملا کی نافہمی کا جواب

ملا کو خدا جانے کیوں اس قدر حسد و عداوت ہے جو اپنا ایمان ضائع کرنا گوارہ کر رہا ہے۔ جابجا کئی متفرق جگھوں پر اپنی تصنیف شدہ کتاب "آفتاب ہدایت" میں سیاہ قلب ہونے کی وجہ سے باب العلم علی المرتضیٰ علیہ السلام کی شان پر سخت حملے کر رہا ہے، اب ایک روایت پیش کرتا ہے کہ ایک یہودی معترض آیات قرآن کے جواب میں باب العلم سے کچھ نہ بن سکا، جواب نہ دے سکے۔ اس کے اس لغویات کا مفہوم مدینۃ العلم جناب رسولؐ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعویٰ علمی سے محروم ثابت کر رہا ہے اور آپؐ کی کلام کو باطل کر رہا ہے۔ ایسے گنوار نافہم مسلمان کی اطاعت بندر کی سی اطاعت ہے جو اپنے آقا پر چوٹ کرتا ہے اور محسوس نہیں کرتا۔ آپؐ کی کلام کو جھٹلاتا ہے، پھر جہالت سے فرمانبرداری کا حق رکھتا ہے۔ ایسا مسلمان مشرکین سے بدتر لعنت اللہ کا مصداق خارج از اسلام ہے۔ علماء محققین نے ایسی روایات کو جو کلام رسولؐ اور حدیث پاک کے خلاف ہوں، باطل قرار دے کر حاسدین اور جاہلوں کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

انہوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ ساختہ شدہ و موضوع اور غیر عمل روایت اس وقت کی ہیں جب کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور جناب علی علیہ السلام کے حقوق غالب اور شان عظیم کے باعث منافقین مسلمانوں کے دلوں میں آگ حسد کی اٹھی۔ علی الاعلان مخالفت کرنی شروع کر دی۔ آپؑ کی شان معظم کے عطیات

علم و شجاعت کے تمغے جان نثاری و وفاداری اور غیر فراری کے انعامات' زہد و عبادت اور اطہار کے زریں خلعات غصب کر کے نااہلوں کو پہنا دیئے گئے۔ لہٰذا ان لوگوں کے ایسے عمل و خیالات کے انجام کی صورت ان کے آزادات فاسدہ کو ظاہر کر کے ثابت کر رہی ہے کہ وہ تو آنجنابؐ کے مقابل میں ایک غیر عدل' باطلانہ ساز و سامان پر عمارت غیر حق کی رکھ کر آپ کے صفات و مراتب کو عدم فوقیت میں لانے اور عظمت کو مٹانے کا باعث بنانے جا رہے ہیں اور اس عمارت کے اطراف اور کونوں کو فاروق اعظم' صدیق اکبر' ذوالنورین' سیف اللہ' امیر المومنین کے صفاتی نقش و نگار کے خاکوں سے بازینت بنانا گویا اینٹ و پتھر پر زری کا ملمع دکھا کر سونے کا کام لیا جانا اختیار کیا جا رہا ہے۔ جس کو ناواجب عمل کی پیروی کہا جانا بالکل درست' جو اہل انصاف کے نزدیک فیصلہ شدہ اور مانی ہوئی بات ہے۔ مگر اب وہ تعمیر مکمل ہو کر سنگین و مضبوط ہو گئی ہے۔ جو اب نہ علم کے تیشوں اور نہ حکمت و لیاقت کے اوزاروں سے اکھڑ سکتی ہے۔ اب وہ صورت تعمیری اپنے مقصد پر پہنچ کر منبع جمیع فرقہ ہائے مسلمانیہ قرار دی جاتی ہے اور ساتھ ہی یہ حقیقت محسوس کرا رہی ہے کہ جو اصل کو فرع سے مناسبت ہوتی ہے۔ وہی ہر فرقہ کو اس سے ہے۔ اس واسطے انہی کی خصوصیات اور طرز عمل پر نبیؐ و علیؑ اور اولاد علیؑ کے شان عظیم کے خلاف جو غیر ناجی بہتر فرقے پیشین گوئی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے' اس سے ہی یعنی اہل سنت و الجماعت سے وہ فرقے ایجاد ہونے شروع ہو گئے اور ہو رہے ہیں' جو اب حال وقت کی جماعت و فرقہ پیدا شدہ کا رنگ ڈھنگ بھی ان کی ہی تائید کرتا نظر آ رہا ہے' جیسا کہ ان کاریگروں کی قابلیت اور کامیابی کو دیکھ کر ایک حضرت قادیانی اہل شناس ہستی نے جانا کہ باطل مدعی کو بھی دین کی آڑ میں اگر سرداری مل سکتی ہے تو اس نے بھی اس طرف رخ بدلا اور آفرین کہہ کر سبق حاصل کیا۔

استاد سے شاگرد آگے نکل گیا اور دور تک جا پہنچا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اللہ پاک کی طرف سے پروانہ ختم نبوت لائے تھے' اس کے خلاف اصول سے آگے بیان آئے گا۔

من مانی تاویل سے آپؐ کی شان رحمت العالمین کا خاتم النبیین پر ترجیح دے کر اسے جھوٹ' بے اصل کر کے سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے لیے تاقیامت ناقص الایمان لوگوں کے دلوں پر اعلاناً جاری کر دیا گیا۔ پھر ظلی و بروزی استدلال سے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر چھاپہ مارا۔ وہ بھی اپنے بیان سے لے ہی اڑے ہیں۔ غیر ممکن کو ممکن کر دیا۔ ابتدا میں یہ صاحب اپنے آپ میں متشابہات اسرار نبوت اظہار کرتے رہے۔ آخر مدعی نبوت ہوئے تو پھر سب خوف جاتے رہے۔ اپنی کلام کو بے خطر سمجھ لیا۔ جو دل میں آیا' وہی کہہ دیا۔

حدیث پاک سے فضائل میں علی علیہ السلام کا انبیاء علیہم کی مانند ہونا کے مقابل میں اپنے آپ میں تمام نبیوں کے صفات اظہار کر کے کہا گیا کہ میں مثل معجون ہوں۔ میرے اندر سب انبیاؤں کے خصوصیات اور علوم موجود ہیں۔ اس لیے میں مثل عیسیٰ ہوں' موسیٰ ہوں' یحییٰ اور کرشن ہوں۔ جہاں ایسی بے باکانہ جرات ہو' وہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پانے والوں کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ جن کے حق میں رسولؐ اللہ فرمائیں **الحسین منی انا من الحسین** ان کی شان کے خلاف بھی حملہ آوری سے کہہ دیا گیا ہے کہ میں حسینؑ سے بالا تر ہوں' بڑھ چڑھ کر ہوں۔ اس نے بھی اب ایسے پاؤں جمائے ہیں جو مثل سنگ گھاٹی مضبوط ہیں۔ جس کا جنبش کھانا نہایت مشکل و دشوار ہے۔

غور سے دیکھا جائے تو پھر یہ پرانی لکیر کے اتباع کی حق ادائی کی جا رہی ہے۔ اس کے آگے جب نظر اٹھائی تو اسی وضع کے ایک اور انسان نے دکھائی دی جو ان مذکورہ حضرات کی تائید کرنے والا ہے جو کچھ اس سے بھی ہو سکا' کیا۔ بے شان اور بے زیب کرنے کے لیے باب العلم کو جہاں سے علمی جواہرات صادر ہوتے تھے' اس کے ساتھ جہل کی گھنگھاری اینٹ لگا گیا۔ حدیث پاک **انا مدینتہ العلم و علیؑ ابھا و معاویتہ** گلقھا کی اضاف سے اپنی حسرت مٹا گیا کہ باب العلم کے شرف کو بے حیثیت اور شان عظیم کی نفی کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ جس سے آپؑ عظمت

کے ساتھ محسوس کیے جا رہے ہیں۔ یہ سب ہی گمراہی اور باطل پرستی کے نمونہ ہائے ہیں۔ جنہیں حق پر سبقت دی گئی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی علیہ الرحمت نے اس وقت کے حالات کو الفاروق میں حرف شمسہ کے طور پر اظہار کیا ہے، جس سے عقل مند انسان اس نقطہ کو پکڑ کر مفصل حقیقت مذکورہ پر فائز ہو سکتا ہے۔

فرمایا ہے کہ رسولؐ پاک کی وفات ہوتے ہی اہل بیت رسولؐ پر مصائب آنے شروع ہو گئے۔ ادھر حدیث پاک میں آیا ہے کہ رسولؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے جاتے ہوئے فرما گئے کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں قرآن و اپنے اہل بیتؑ چھوڑے جاتا ہوں۔ ان کو پکڑ رکھو گے تو گمراہ نہ ہوگے۔ اب ان ہر دو متضاد کا فیصلہ عقل و انصاف سے کیا جائے تو اصل حقیقت کے نتائج پر نظر جا پہنچتی ہے۔ حالات حق انکشاف ہو جاتا ہے کہ رسولؐ پاک کی وصیت پر عمل نہیں کیا گیا۔ جس سے خلیفہ اول اور ان کے پیراؤں کی مخالفت اہل بیتؑ رسولؐ کے ساتھ ثابت ہو کر باعث مصائب ہو رہی ہے۔ ایسے مخالف وقت میں آپؑ کی شان کی تردید اور حقوق کا غصب ہونا موضوع روایات سے کی گئی ہے۔ ملاں خارجی نابینا ہے۔ وہ اپنے اندھے پن سے حق کی تمیز نہ کر سکنے کے باعث علی علیہ السلام کی شان علم کو دیکھ نہیں سکتا۔ وہ دیکھنے والی آنکھیں ہی نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے پیرو دیکھ سکتے ہیں۔ اس لیے ایسے خیال و عقائد باطلہ کے رد کرنے کے لیے یہ اثبات و بیانات قرآنیہ و کلام نبویہ پیش کیے جاتے ہیں، جس سے علی علیہ السلام کا حقیقی عالم قرآن ہونے کے لازمی ملاں کی روایت کا باطل ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ قرآن مکمل کتاب ہے۔ اس میں ہر ایک بات کا علم موجود ہے۔ اس لیے قرآن پاک کو جامع علوم کہا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم قرآن ہیں۔ اسی لیے کل حقیقت قرآن کو جاننے والے سب حالات سے واقف ہیں۔ آپ اسی حیثیت سے فرماتے ہیں **انا مدینۃ العلم** (میں شہر علم ہوں) اس لیے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی کلام قرآن ہے اور معنی آیات قرآن ہیں۔

# ۷۳ فرقے

خطیب آلِ محمدؐ سرکار علامہ سید اظہر حسن زیدی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ ایک دفعہ کار رسالتؐ اور مقاصد بعثت نبیؐ پر گفتگو فرما رہے تھے کہ بنیادی مقصد اس دنیا میں حضورؐ کی تشریف آوری کا یہ تھا کہ بھٹکے ہوئے انسان کو راہ ہدایت اور نجات کا راستہ بتلایا جائے۔ چونکہ یہ دنیا فانی ہے اور انسان کا یہاں قیام نہایت مختصر اور عارضی ہے اور بہرحال ہمیں آج نہیں تو کل اِس دنیا سے کوچ کرنا ہے اور اُس دنیا میں جانا ہے جہاں ہمارا قیام مستقل ہوگا۔ اب یہ رحیم و کریم خدا کا احسان عظیم ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو صراط مستقیم اور راہ نجات بتانے کے لیے یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ سب سے آخر میں نبی آخر الزمانؐ سرور کائناتؐ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور پذیر ہوئے۔ اس اعتبار سے سرکارؐ پر یہ بھاری ذمہ داری عائد تھی کہ وہ قیامت تک اس دنیا میں آنے والے انسان کے لیے اک واضح راہ نجات متعین فرمائیں وگرنہ مقصد بعثت کی تکمیل نہیں ہوتی۔

مستند روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ”میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے اور ان میں سے ایک فرقہ نجات یافتہ ہوگا“۔

خطیب آلِ محمدؐ فرماتے ہیں کہ اب میں پریشان ہوا کہ ۷۳ فرقوں میں سے صرف ایک حق پر ہے اور ظاہر ہے وہی نجات پائے گا۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کون سا فرقہ نجات پائے گا۔ اب ہر فرقہ اس بات کا دعوے دار ہے کہ نجات پانے والا فرقہ ہم ہیں اور باقی سب غلط ہیں۔ میں نے تو جس بھی مولوی سے پوچھا، جس بھی علامہ سے دریافت کیا کہ قبلہ ناجی فرقہ کون سا ہوگا تو ہر اک نے یہی کہا کہ بحمدللہ وہ ہم ہیں اور باقی سب گڑبڑ ہی ہے۔ جوں جوں میں مختلف فرقہ ہائے اسلام کے علماء سے پوچھتا جاتا، میری پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا کہ یہ تو بڑی مشکل بن گئی۔ اب کیسے پتہ چلے کہ ان میں سے کون حق پر ہے تاکہ میں اس کے دامن سے متمسک ہو کر آخرت میں نجات پا جاؤں۔ خیر میں رات بھر بھی پریشان رہا۔ بستر پر لیٹا سوچتا رہا،

کروٹیں بدلتا رہا۔ کم بخت نیند بھی نہیں آئی ساری رات۔ خیر میں صبح جلدی ہی اٹھ گیا اور سیر کے لیے باہر نکل گیا۔ چلتے چلتے دریا کے کنارے جا نکلا۔ بہت حسین منظر تھا۔ قبلہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ دور سے سورج طلوع ہوتا نظر آ رہا تھا۔ بس کیا بتاؤں آپ کو وہ ۷۳ فرقوں والی بات تو مجھے بھول گئی اور اب جی چاہا کہ کسی طرح دریا کے اس پار چلا جاؤں جہاں کا اتنا خوبصورت منظر نظر آ رہا تھا۔ لیکن دریا پار کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک آدمی دریا کے کنارے کنارے میری طرف چلا آ رہا ہے۔ جب وہ قریب پہنچا تو میں نے پوچھا کیوں جناب یہ دریا پار کرنے کا یہاں کوئی ذریعہ ہے؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں آپ اسی طرح چلتے جائیں ذرا آگے بہت ساری کشتیاں ہیں دریا کے کنارے پر۔ تو آپ کشتی سے پار جا سکتے ہیں۔ خیر میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ بہت ساری کشتیاں لب دریا کھڑی ہیں۔ میں نے گنی تو ۷۳ تھیں (خدا خدا کر کے بھولا تھا پھر ۷۳ فرقے یاد آ گئے) حسن و جمال میں ایک سے بڑھ کر ایک۔ کسی میں قالین بچھے ہوئے' کسی کے مخمل کے پردے' کسی میں خوبصورت گدے سجے ہوئے۔ کوئی کہتا ہے میری کشتی میں بیٹھیں جناب! کوئی کہتا ہے میری کشتی میں سوار ہوں جناب۔ ہمارے پاس کھانے پینے کا بندوبست بھی ہے۔

میں نے سوچا کہ کیوں نہ پہلے ساری کشتیوں کا ایک بار جائزہ لے لوں۔ پھر فیصلہ کروں گا کہ کس کشتی پر سوار ہونا ہے۔ خیر میں کشتیاں دیکھتے دیکھتے جب آخر پہ پہنچا تو ایک عجیب و غریب کشتی دیکھی۔ بظاہر دیکھنے میں سادی سی۔ ایک بزرگ ہیں' ساتھ ایک خاتون اور دو بچے ہیں اور خاموش ہیں۔ ادھر آؤ' ادھر آؤ کا شور بھی نہیں ڈال رہے۔

پہلے تو میں اک خوبصورت سی کشتی کے پاس گیا۔ بیٹھنے سے پہلے یوں ہی میں نے پوچھ لیا کیوں جناب کسی قسم کا کوئی خطرہ تو نہیں۔ آپ باحفاظت مجھے پہنچا دیں گے دوسرے کنارے پر؟ وہ کہنے لگے جناب پانی کا سفر ہے۔ دریا کا معاملہ ہے۔ نہ جانے کس وقت دریا کی لہریں بپھر جائیں اور کشتی الٹ جائے تو اس بات کا یقین تو ہم نہیں دلا سکتے۔ میں نے دوسری کشتی والے سے پوچھا تو اس نے بھی یہی کہا کہ جناب ماضی میں کئی کشتیاں ڈوب بھی گئی ہیں اور اتفاقاً ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ اب سو فیصد اس کا یقین نہیں کوئی دلا سکتا کہ آپ کو بخیریت پار لے جائے۔ جب اکثر

نے یہی جواب دیا تو پھر میں آخری کشتی والے بزرگ کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کیوں جناب آپ کو یقین ہے کہ آپ یہ کشتی بخیریت پار لے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں بے شک۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ انہوں نے جواب دیا "اگر یقین نہ ہوتا تو اپنے بچوں کو ساتھ نہ بٹھاتا"۔ میرے محترم سامعین! بس یہ سننا تھا کہ اچانک مجھے یاد آیا کہ حضورؐ نے بھی تو ایک "کشتی نجات" بتائی تھی۔ جب حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے اور صرف ایک ہی نجات پائے گا تو صحابہ کرام نے حضورؐ سے پوچھا کہ پھر وہ فرقہ کون سا ہوگا جو نجات پائے گا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح (میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوح کی سی ہے۔ جو اس میں سوار ہوگیا' وہ نجات پا گیا اور جس نے انحراف کیا وہ غرق ہوگیا)

اب مجھے یقین کامل ہوگیا کہ وہ فرقہ جو اہل بیتؑ رسولؐ کا دامن تھامے ہوئے ہے بروز محشر صرف وہی نجات پائے گا۔

اخوجہ الدیلمی و طبرانی میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب علیؑ کی نسبت فرمان ہے "یہ وہ شخص ہے جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا ہے۔ یہ صدیق اکبر ہے' فاروق اعظم ہے' مومنوں کا امیر ہے مگر مخالفین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر' حضرت عمر کو فاروق اعظم اور معاویہ کو امیر المومنین بنا دیا"۔

اخوجہ ابوسعد فی شرف النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ یہ علیؑ ابنِ ابی طالب خدا کی برہنہ شمشیر یعنی سیف اللہ خدا کے دشمنوں پر' اب مخالف اہل بیتؑ رسولؐ نے خالد بن ولیدؓ کو سیف اللہ کا خطاب دے دیا۔ **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا** اخوجہ ابن جریر و ابن مردویہ و الحاکم و السیوطی فی درالمنثور۔ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت نازل

ہوئی حضرتؐ نے علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹوں کو اپنی چادر اوڑھا کر فرمایا "اے میرے پروردگار! یہ ہی میرے اہل اور میرے گھر کے لوگ ہیں"۔

**ابنائنا و ابناء کم و نسائنا ونساء کم وانفسنا و انفسکم ثمہ نبتھل فنجعل لعنت اللہ الکاذ بین** اخوجہ الحاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **انفسنا** سے جناب علیؑ اور ابنا سے حسنؑ اور حسینؑ اور نسائنا سے جناب سیدہؑ مراد ہیں۔ جناب رسولؐ خدا انہی صاحبان کو ساتھ لے کر مباہلہ کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

**قل لا اسالکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ** اخوجہ احمد و ابن ابی حاتم و الطبرانی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی لوگوں نے عرض کی کہ جن کی محبت کے لیے خدا نے حکم کیا' وہ کون ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے۔ حدیث میں جناب فاطمتہ الزہراؑ کی فضیلت میں القاب جو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں' وہ یہ ہیں: البتول' سید النساء' افضل النساء' خیر النساء' الصدیقہ' الزہرا' المبارکہ' الطاہرا' الزکیہ' الراضیہ' المرضیہ' المحدثہ۔ نزول ابرار میں ملاحظہ فرمائیں۔ اب ان آیات اور حدیث پاک میں صریحاً جناب فاطمہ الزہراؑ کی فضیلت عیاں ہو رہی ہے۔ آپ کی عارضی بہنیں رقیہ و ام کلثوم نے بھی نبوت کا کافی زمانہ دیکھا ہے۔ ان کی فضیلت کا کوئی ذکر و حوالہ قرآن و حدیث میں نہیں آیا۔ اگر حضور سرور کائنات کی یہ بھی بیٹیاں ہوتیں تو پھر یہ لازمی امر تھا کہ وہ بھی اسی نور نبوت کا جزو اور رسولؐ کا خون و گوشت ہو کر ان آیات میں نہ سہی' کسی دیگر آیت و حدیث میں اظہار ہو کر ہر طرح کی فضیلت کے لیے حصہ دار ہو سکتی تھیں۔ ان کا عدم فضائل سے ذکر قرآن و حدیث میں نہ آنا ان کو نسل رسولؐ سے خارج کرتا ہے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود پاک ایسا عظمت والا تھا کہ جو کپڑا بھی ایک بار آپ کے وجود سے چھو جاتا تھا' اس میں سو سو خوبیاں اور برکتیں پیدا ہو جاتیں۔ چہ جائے کہ آپؐ کی اولاد میں کوئی فضیلت نہ اظہار کی جائے۔ آخر

محققین کی تحقیق سے جو ثابت ہوا ہے' وہی صحیح ہے کہ وہ حضرت کی ہر دو لڑکیاں رقیہ و ام کلثوم جو یکے بعد دیگرے جن کی حضرت عثمان سے زوجیت قرار دی گئی ہے' وہ جناب خدیجتہ الکبریٰؑ کی ہمشیرہ ہالہ کی لڑکیاں تھیں' وہی حضرت عثمان کے نکاح میں آئی تھیں۔ مگر مخالفین نے علیؑ کی شان و عظمت دامادگی رسولؐ کو بے وقعت کرنے کے لیے حضرت عثمان کو بے جا صورت میں رسولؐ پاک کا داماد مشتہر کر دیا۔

یہ مسئلہ یعنی حضورؐ کی صاحبزادیوں کا ایک یا چار ہونا اسباب میں دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور دلیل قطعی آیت محکم یا حدیث متواتر کا نام ہے۔ کما فی الرشیدیہ' ص ۶۸' و شرح مواقف ص ۶۸۲

اور ہمارا دعویٰ ہے کہ اہل السنت کے پاس چار صاجزادیوں کے باب میں نہ آیت محکم ہے نہ حدیث متواتر اور جناب فاطمہؑ کا حضورؐ کی صاجزادی ہونا باخبار متواتر ثابت ہے۔

دیگر بنات کے متعلق کوئی متواتر روایت موجود نہیں۔ جس صاحب کو جرات ہو تعریف تواتر کے بعد پیش کرے۔ اخبار احاد پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ گفتگو ظن میں نہیں ہے۔ رہے اخبار احاد سو وہ متعارض ہیں۔ اذا تعارضا تساقطا

## دلیل اول آیہ تطہیر

### شمول سیدہؑ بنت رسولؐ اللہ با اہل بیتؑ رسول اللہؐ

### و عدم شمول دیگر نبات ربیبہ

انما یرید اللہ لیذ ھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا (پ ۲۸، احزاب، آیت نمبر ۳۳)

ترجمہ : سوائے اس کے نہیں کہ ارادہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ تاکہ دور رکھے تم سے پلیدی اے اس گھر والو اور پاک رکھے تم کو جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں جناب سیدہؑ کا شمول بروایات صحیحہ مشہورہ متواترہ ثابت ہے اور دیگر صاجزادیوں کے شمول کا ثبوت اہل السنت کی کسی بھی معتبر کتاب حدیث یا تفسیر میں بروایات صحیحہ موجود نہیں۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضورؐ بوقت صبح موئے سیاہ کی عباء لے کر نکلے۔ حسنینؑ اور فاطمتہ الزہراؑ اور حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے۔ حضورؐ سرور کائنات دو عالم نے ہر چہار کو اپنی عباء میں داخل فرما کر پھر آیت تطہیر تلاوت فرمائی۔

اور صحیح مسلم ص ۲۸۳، جلد ۲ باب من فضائل الحسنؑ و الحسینؑ مطبوعہ اصح المطابع (۲) مشکوۃ شریف، ص ۵۶۸ باب مناقب اہل بیتؑ (۳) ترجمہ صواعق محرقہ فارسی، ص ۲۵۸، (۴) صواعق محرقہ عربی ص ۸۵۔

تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۳، ص ۴۸۵، مطبوعہ مصر (۳) تفسیر در منثور، جلد ۵، ص ۱۹۸، (۴) تفسیر ابن جریر، ص ۵، جز ۲۲، مطبوعہ مصر۔

حضرت ابوسعید خدری سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ آیت تطہیر ہم پانچ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ میرے اور علی علیہ السلام اور حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اور فاطمتہ الزہراؑ کے حق میں۔

یہ آیت اہل بیتؑ کے حق میں نازل شدہ ہے۔ جناب سیدہؑ اس میں داخل و شامل ہیں۔ اگر دوسری بھی حقیقی صاجزادیاں ہیں تو اہل بیتؑ میں کیوں شامل نہیں؟ کتب حدیث کے تمام باب مناقب اہل بیتؑ ان کے عدم شمول پر شاہد ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حقیقی صاجزادیاں نہیں ہیں ورنہ ضرور داخل و شامل ہوتیں۔

# دلیل دوئم آیت مودۃ

## شمول سیدہؑ بنت رسولؐ اللہ بقرابت رسولؐ اللہ

## عدم شمول دیگر نبات بقرابت رسولؐ اللہ

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی و من یقترف حسنۃ نزولہ فیھا حسنا ان اللہ غفور شکور (پ ۲۵' الشوریٰ' آیت ۲۳)

ترجمہ: کہ نہیں مانگتا میں اوپر اس کے کچھ بدلہ مگر دوستی بیچ قرابت کے اور جو کوئی کمائے نیکی زیادہ دیتے ہیں۔ ہم اس کو بیچ اس کے نکوئی 'بتحقیق اللہ بخشنے والا ہے"۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب یہ آیت مودۃ نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا کہ حضورؐ آپ کی اس قرابت سے کون لوگ مراد ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہوئی ہے۔ فرمایا علیؑ اور فاطمہؑ اور ان دونوں کے بیٹے ہیں۔ (صواعق محرقہ' ص ۱۰۱)

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضورؐ نے حسنین ہمامین شریفین سعیدین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس نے میری اور ان دونوں کی اور ان کے ماں باپ کی محبت کی وہ روز قیامت میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی شریف' ص ۲۱۹)

یہ ہیں اقرباء خاص جن کی محبت واجب اور جزو ایمان ہے۔

### اب سوال یہ ہے

کہ دیگر صاجزادیاں قرابت خاصہ میں داخل ہیں یا عامہ میں؟ اگر خاصہ میں داخل ہیں تو آیت مودۃ کے ماتحت ان کے وجوب محبت کی کوئی حدیث دکھلاؤ۔ اگر عامہ میں داخل ہیں تو ایک حقیقی صاجزادی کے عموم میں نہ داخل ہونے کی وجہ بیان کرو۔ ترجیح بلا مرجح محال ہے اگر بیٹیاں ہوں گی تو داخل قرابت ہوں گی ورنہ ربیبہ ہوں گی۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ آیت مودۃ کی قرابت سے قرابت خاصہ مراد ہو یا عامہ مگر کسی حدیث یا تفسیر کی معتبر کتاب میں بطور اختلاف بھی

ان دختران کے شمول کا ذکر نہیں۔ من ادعی فعلیہ البیان

لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک ہی صاحبزادی ہے جو داخل آیہ مودۃ و احادیث وجوب محبت ہے۔

## دلیل سوم دعوت ذی العشیرہ

### شمول سیدہؑ بنت رسولؐ اللہؐ و عدم شمول دیگر بنات ربیبہ

و انذر عشیرتک الاقربین الشعراء، آیت نمبر ۲۱۴

(اور ڈرا قبیلے اپنے نزدیک والوں کو)۔ یہ آیت قبیلہ اقرب کو انذرا اور تبلیغ کی خاطر نازل ہوئی۔ حسب الحکم حضور اکرمؐ نے اپنے قبیلہ اقرب کے جملہ افراد بلائے۔ حتیٰ کہ جناب سیدہؑ فاطمہ کو باوجود صغر سنی بلا کر تبلیغ اور نصیحت کی مگر دیگر صاحبزادیوں کو بلانے یا ڈرانے کا کوئی ذکر نہیں۔ نہ معلوم کیوں نہیں بلایا؟ باوجود حکم خداوندی کے۔ (لیجئے اصح الکتب بخاری، بعد از کتاب باری)

یا بنی عبد مناف لا اغنی من اللہ شیئا یا عباس بن عبد المطلب لا اغنی عنک و من اللہ شیئا و یا صفیتہ عمتہ رسولؐ اللہ لا اغنی عنک من اللہ شیئا و یا فاطمتہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیئا (صحیح بخاری، ص ۷۰۲، پ ۱۹، جلد ثانی، مطبوعہ اصح المطابع)

اے بنی عبد مناف میں بلا ایمان اور اعمال صالحہ تمہیں اللہ سے نہ بلاؤں گا اور اے عباس بن عبدالمطلب بلا اعمال عذاب خداوندی نہ ہٹاؤں گا اور اے صفیہ رسولؐ اللہ کی چچی روز قیامت میں بلا اعمال کام نہ آؤں گا اور اے فاطمہؑ محمدؐ کی بیٹی میرے مال میں سے جتنا چاہے مانگ لے لیکن روز قیامت اعمال کی ضرورت ہے"۔

اس حدیث سے فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کا قبیلہ اقرب میں شامل ہونا دختر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہونا بخلاف دیگر افراد قبیلہ کے رسولؐ اللہ کے مال کی حقدار ہونا ثابت ہوا مگر دیگر صاحبزادیوں کا کوئی ذکر ہی نہیں آیا، نہ مال میں نہ قبیلہ اقرب میں۔ وہ حقیقی دختران کیسی جو نہ اہل بیتؑ میں شامل نہ قرابت میں شامل نہ قبیلہ اور عشیرہ اقرب میں مدعو اور حاضر!

## کیا بیٹی کی یہی تعریف ہے

کہ وہ نہ تو اہل بیت ہو نہ قریبی اور نہ ہی داخل قبیلہ خویش و اقارب

فاعتبروا یا اولی الابصار

## آیت چہارم

واعلموا انما غنمتم من شئی فان اللہ خمسہ و للرسولؐ ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل (انفال، پ ١٠)

اور جانو تم کہ جو کچھ غنیمت اٹھائی تم نے پس واسطے اللہ کے ہے پانچواں حصہ اس کا اور واسطے رسولؐ کے اور واسطے تیموں کے اور واسطے قریبیوں رسولؐ کے۔

## ذی القربیٰ سے مراد

حضورؐ کے قریبی ہیں جن کو خمس کا حصہ پہنچتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام خمس کے متولی رہے ہیں اور جناب فاطمۃ الزہراؑ کو خمس کا حصہ پہنچتا رہا۔ چنانچہ تاریخ بلاذری میں تفصیل تقسیم خمس موجود ہے مگر عثمان کو باوجود مانگنے کے بھی کسی نے خمس نہ دیا۔

عن جبیر ابن مطعم قال مشیت انا و عثمان ابن عفان الی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقلنا بنی المطلب من خمس خیبر و ترکنا و نحن بمنزلتہ واحدۃ (مشکوۃ شریف، ص ٣٣٨)

جبیر ابن مطعم کہتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان گئے رسولؐ خداؐ کے پاس اور عرض کی کہ حضورؐ نے بنی المطلب کو بھی خمس دے دیا اور ہم کو نہیں دیا حالانکہ ہم ایک ہی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا بنی مطلب اور بنی ہاشم زمانہ جاہلیت میں بھی ایک رہے ہیں۔

یہ ہے حال حضرت ذوالنورین کا۔ دو بیٹیاں گھر میں ہوں اور ان بیٹیوں کو ذی القربیٰ میں ملا کر خمس ملے نہ حضرت ذوالنورین کو اور علی علیہ السلام کے خمس پر کوئی اعتراض کرے تو حضورؐ فرمائیں علی علیہ السلام کا خمس میں اس سے بھی زیادہ حصہ ہے۔ (دیکھو ترمذی)

## آیت پنجم مال فے اور شمول سیدہؑ

ما افاءالله علی رسوله من اهل القری فلله و للرسولؐ ولذی القربی (پ ۲۸، حشر، آیت نمبر ۶)

پس جو واپس کیا اوپر اپنے رسولؐ کے بستی والوں سے پس واسطے اللہ کے ہے اور واسطے رسولؐ کے اور واسطے قرابتہ النبی کے ہے"۔

بنی ہاشم و ابن مطلب سے یہ ہے مال فے جس میں سے رسولؐ خدا نے جناب سیدہؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ کما فی التفاسیر:

عن ابی سعیدن الخدری رضی الله عنه قال لما نزلت هذه الایه وات ذالقربی حقه دعا رسولؐ الله فاطمته فاعطها فدکا (در منثور، جلد چہارم ص ۱۵۳)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جب آیت ذالقربیٰ حقه نازل ہوئی تو حضورؐ نے جناب فاطمتہ الزہراؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا"۔ یہ فدک کی توثیق دیگر کتب میں بھی موجود ہے جیسے تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ کیسی صاجزادیاں ہیں جن کو نہ خمس سے حصہ ملتا ہے نہ مال فے سے۔ کیا حقیقی بیٹی اسی کو کہتے ہیں کہ ذالقربیٰ میں بھی شامل نہ ہوں؟

تاریخ سے ثابت ہے کہ رسولؐ کی یہ نام نہاد بیٹیاں پہلے عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں

تھیں' جو کافر تھے۔ اعلان نبوت سے پہلے خاکم بدہن اگر حضورؐ کو نبیؐ نہ بھی مانیں تو بھی قرآن کے مطابق وہ دین ابراہیم پر تھے اور دین ابراہیم میں بھی مشرکوں پر لعنت ہے' رشتہ داری نہیں (فاعتبروا یا اولی الابصار)

## شرم تم کو مگر نہیں آتی

یہی عزت اور مقام ہے رسولؐ کا تمہارے نزدیک۔ خود تو تم اگر تیلی ہو تو کسی جاٹ کو رشتہ نہیں دیتے اور جولاہے ہو تو کسی کمہار کو بیٹی نہیں دیتے اور وہابی ہو تو کسی سنی کو رشتہ نہیں دیتے۔ کیا ہوگیا تمہاری غیرت کو۔ ایسیوں کو رسولؐ کی بیٹیاں بنائے بیٹھے ہو' جو کافروں کے نکاح میں رہی ہوں۔

اس گئے گزرے دور میں بھی کسی سید زادی کا غیر سید سے نکاح درست نہیں سمجھا جاتا چہ جائیکہ خاکم بدہن رسولؐ کی بیٹی کا کسی کافر سے نکاح ہو۔ استغفر اللہ ربی و عتبو علیہ

کچھ علماء بیٹھے اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ سید زادی کا غیر سید سے نکاح جائز ہے کہ نہیں۔ پاس سے ایک بزرگ گزرے اور وہ ان کی باتیں سن کر رک گئے۔ علماء بحث کرتے رہے۔ آخر وہ بزرگ بولے کہ مولوی صاحب کسی کے پاس سجدہ گاہ ہے تو وہ اللہ کے فضل سے سب کے پاس تھی۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ یہ سجدہ گاہ کیا ہے۔ کہا کہنے ہے تو عام مٹی لیکن امام حسینؑ کے روضہ سے مس کی ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اچھا مولوی صاحب اگر آپ کسی سفر میں ہیں اور آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی ہے اور طہارت کے لیے اردگرد سے کہیں پانی میسر نہیں۔ یہ مٹی کا سجدہ گاہ تو آپ کے پاس ہے ہی تو کیا آپ اس سے طہارت کر لیں گے؟ تو مولوی صاحب جذبات عقیدت سے سرخ ہوگئے۔ توبہ توبہ یہ میں کیسے کر سکتا ہوں۔ کہا کیوں نہیں کر سکتے۔ مولوی صاحب نے کہا یہ نواسہ رسولؐ کے روضہ اقدس سے مس ہوئی ہے۔

اب وہ بزرگ عشق حسینؑ میں سرخ ہوگئے اور کہا خون حسینؑ کی قسم ہر سید زادی میں حسینؑ کا خون ہے۔ چاہے اک قطرہ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر عام مٹی جو روضہ حسینؑ سے مس ہو جائے اس سے طہارت نہیں کر سکتے تو سید زادی سے نکاح کیسے کر سکتے ہو۔

# اہل الذکر سے مراد

**ومنهم من يسمع اليك حتى اذا خرجوا من عندك قالوا للذين اوتوا العلم ماذا قال** اے رسولؐ ان لوگوں میں سے جو تمہارے پاس بیٹھتے اور تمہاری زبان سے کلام اللہ سنتے ہیں بعض ایسے بھی ہیں۔ جو خوب کان لگا کر سنتے ہیں۔ اور جب باہر جاتے ہیں تو ان لوگوں سے کہتے ہیں۔ جن کو علم عطا ہوا ہے کہ اس وقت رسولؐ نے کیا فرمایا ہے۔ ہم نہیں سمجھے۔ پھر ان سے اپنی تسلی کر لیتے ہیں۔ اب ان آیات قرآن کے اظہار مطلب سے محسوس ہو رہا ہے کہ اس وقت بھی اسلام میں ایسی ہستیاں موجود تھیں جو عطا الٰہی سے عالم القرآن تھیں۔ انہوں نے دیگر لوگوں کی طرح بتدریج تعلیم قرآن نہیں لی۔ انہیں عطا کیا گیا ہے۔ ان کے قلب میں ڈالا گیا ہے کہ نظر بصیرت سے دیکھا جائے تو یہ معانی آیات **اوتوا العلم** کے مصداق کو جزو نبوت قرار دیتی ہے۔ جس سے نبیؐ پاک کا اشاعت قرآن سرانجام پاتا ہے۔ جو **اوتوا العلم** کے فعل و عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسولؐ کی زبان سے نکلے ہوئے دقیق قرآن کے مطلب کو جو لوگ نہ سمجھتے تھے۔ وہ ان کو تغیر و توضیح سے حقیقت آیات قرآن کھول کر تسلی کر دینے سے رسولؐ کی دی ہوئی تعلیم قرآن کی تکمیل کا باعث ثابت ہو رہے ہیں۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان القرآن اور **اوتوا العلم** کا مفسر القرآن ہونا صادق آ رہا ہے اب یہاں اس بات کا دیکھنا لازم ہوا کہ اس وقت میں بھی ایسے کون بشر موجود تھے۔ جو اس فضیلت بھری آیات اور قابلیت کے دعوٰی دار ہو کر **اوتوا العلم** کے حقیقی مصداق بنیں۔ جو اپنی علمی حقانیت سے محسوس کرائیں مگر نہیں۔ سوائے ایک کامل انسان کے جو کہہ رہا ہے کہ میرے سینے میں علم کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

پوچھ لو مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو۔ لہٰذا ایسی با جذبہ باجرائت نبوت جیسی بے دھڑک کلام کا اپنی حقیقت نعمائے دین ہونے سے معترض کی روایت مذکورہ کو باطل کرنے میں کافی سمجھی جاتی ہے۔ اور اپنے اظہار حق پر کلام نبویؐ کا ثبوت پیش کرتی ہے اس لیے اب ظاہری صورت میں **اوتوالعلم** کے مصداق کی شناخت لازمی امر ہو رہی ہے۔ جس کے ثابت ہونے پر پھر یہ دقیقہ حل ہوتا ہے اس لیے محققین نے سعی فرمائی تحقیقات میں جلد ہر طرف نظر دوڑائی تو رسولؐ کا بھائی علی المرتضیٰ علیہ اسلام صفات علمی میں لاثانی نظر آیا۔ جس کی تائید میں فریقین کی روایت آیت کی موافقت کرتی حاصل ہوئی کہ علی علیہ اسلام نے پیدا ہوتے ہی نبی پاک کو قرآن سنا دیا۔ یہی عطا الٰہی کا ثبوت ہے جو علم اللہ سے لے کر دنیا میں آئے جیسے نبیوں و رسولوں کو ہوتا ہے۔ ویسے ہی امام کو ہوتا ہے۔ اسی لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم علیؑ کو اپنا جزو قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت کی حقیقت میں فرمایا تھا **انا مدینۃ العلم وعلی بابھا** کے علمی اظہار سے اپنا ایک حصہ وجود کا ظاہر کیا۔ جس سے **اوتوالعلم** کا معانی و مفہوم علی علیہ اسلام ہی ہوتے ہیں جو شرحاً" توضیحاً" نبویہ سے بابُ العلم کے لباس میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ آپؑ وہی درجات و قابلیت اور صفات رکھتے ہیں جو **اوتو العلم** میں لیے جاتے ہیں یہ اپنی استعداد ظاہری و باطنی سے علوم ہائے نبویؐ کے مظہرالعلم کا باعث ہو رہے ہیں۔ جو مدینہ العلمؐ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ علم القرآن اب یہاں مظہرالعلم القرآن سے مراد و مطلب مفسر القرآن ہی نکلتا ہے اسی لیے علم و فہم کے نزدیک اوتوالعلم و باب العلم کا ایک ہی علم و عمل اور معنی ہونے کے ایک ہی وجود محسوس کیا جاتا ہے چنانچہ آپؑ کے علمی استعداد کی کاملیت پر قرآن پاک کی شہادت موجود ہے کہ جو لوگ قرآن کو نہ سمجھتے تھے۔ ان کو **اوتوالعلم** کے مصداق باب العلم اپنی علمی لیاقت کے باعث انکشاف مطلب سے تسلی کر دیتے تھے۔ پھر تو ملاں کی ایسی بے جا جرائت خلاف قرآن اعتراض لانا اور غلط روایت کا پیش کرنا ملاں کی جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی باب العلم علی علیہ اسلام کے

عالم قرآن ہونے کی تائید ہو رہی ہے۔ جب ان کو کوئی مسئلہ علمی میں مشکلات پیش آتی تھی تو آپؑ سے ہی مدد لیتے تھے۔ اب اہل بصیرت کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ نقاط قرآن کو حل کرنے والا اور ان ہر دو مراتب کا ایک ہی مظہر ہے۔ جس کے مصداق علیؑ پاک اور بعد میں آپؑ کی اولاد پاک ۔ پیش کردہ حدیث **انا مدینتہ العلم علی بابھا** عین قرآن کا ہی معنی ہے کہ اہل انصاف کو انکار کی گنجائش نہیں ہے تمام علماء محققین سوائے ملاں خارجی کے بالانصاف ہیں کہ یہ حدیث صحیح زبان نبویؐ **ماینطق عن الھوی** سے ہے لب یہ بھی ایسے عقیدت مند ملاؤں کو موقع و میعاد دیا جاتا ہے کہ اس وقت میں یا اور کوئی اوتوالعلم کا مصداق جو قرآن پاک اور حدیث حقہ سے ثابت ہو کر جملہ صفات علیؑ پر فوقیت رکھتا ہو۔ پیدا کرے۔ اگر ایسا نہ کر سکتے ہوں۔ تو انہیں اپنے آپ کو کور باطن تسلیم کرنا پڑے گا۔ دوسری جگہ خداوند عالم علیؑ اور اولاد علیؑ کے عالم قرآن ہونے میں تائید کرتا ہے اور فرماتا ہے۔ **فاسلو اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون بالنبات و انبذر** اگر تم خود بنیات الیہ اور زبر انبیاء کو نہیں جانتے۔ تو اہل ذکر سے پوچھو۔ یہ بھی باب علم کی طرف ہی اشارہ ہے۔ کیونکہ وہ کامل علم تھے۔ رموز قرآن کو اچھی طرح جاننے والے۔ اس لیے خدا چاہتا تھا کہ ان سے تعلیم حاصل کرو۔ اہل علم نے ذکر کا معنی قرآن پاک سے ہی اخذ کیا ہے کہ ذکر قرآن پاک کا نام ہے۔ اور ذکر جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی نام ہے۔ اس لیے اہل ذکر اہل محمدؐ اہل بیتؑ محمدؐ مراد لیے جاتے ہیں۔ (الطلاق آیت ۱۰) تحقیق اللہ تعالیٰ نے ذکر کو تمہاری طرف نازل کیا جو رسولؐ ہے۔ جو تم پر اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے۔ لہٰذا اس قرآنی اظہار سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن و رسولؐ ایک ہی ہیں۔ اس لیے آپ کی ذات حقیقت کی پہچان ہیں یہی سزاوار و لائق ہے جس کو لازمی جان کر اپنے عقیدہ میں لایا جاتا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عین قرآن ہیں۔ جیسا کہ یہی نسبت اتحادی قدرت کاملہ کی حکمت کا مظہر ہو رہی ہے۔ جس کے احساس کو دماغ سلیم اور دل بیدار ادراک کر سکتے ہیں۔ وہی اس اعتقادی حالات کو مستحکم بناتی ہے۔ صورت موقع اور

زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ آپ کا جسم و روح مادیت قرآن سے پیدا کیا گیا ہے اسی واسطے آپ کسی وقت بھی قرآن سے جدا نہیں۔ اور نہ قرآن آپ سے جدا ہو سکتا ہے۔ بلکہ آپ کی قرآن سے فطری وحدت ہے۔ اس لیے خدائے پاک نے آپ کو ذکر رسولؐ کی تشبیہ سے ناطق قرار دیا ہے۔ یعنی جو سننے بولنے والا قرآن ہے اس لیے آپ لازمی قرآن ہیں۔ اور ویسے ہی آپ کا باطن فطرۃ براعضاء کے فعل و عمل میں اظہار قرآن ہونے کی دلیل سے بھی قرآن ہے۔ اسی واسطے آپ کے ابتدا عمر سے لے کر آخر زندگی تک کے فعل، قول اور بول چال عین قرآن کا معنی و مقصود ہیں۔ آپؐ وہ قرآن ہیں۔ جس کی ترتیب جمع مشیت ایزدی ہے۔ جس میں آیات کا غلط ملط اور آگے و پیچھا نہیں ہوا اور نہ ہی اس کی صحت میں کسی طرح کی کمی و بیشی ہونے میں بدگمانی ہو سکتی ہے آپ ہر پہلو ہر معنی میں مکمل قرآن مجسم قرآن ناطق قرآن عملاً قرآن ہیں۔ اس طرح بھی اہل ذکر اہل قرآن اہل محمدؐ علیؑ اور اولاد علیؑ ہی ہو سکتے ہے۔ اگر یہ بھی معنی کیا جائے۔ جس کے دائرہ میں ہر ایک مسلمان آ سکتا ہے۔ کہ قرآن کا علم جاننے والے یعنی عالم قرآن کو اہل ذکر کہا گیا ہے تو بے شک یہ درست ہے عین درست ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ جب اس آیت **فاسلو اھل الذکر** کا اظہار ہوا تھا۔ تو اس وقت کا اندازہ قرین قیاس ہے کہ قرآن پاک کا نزول و اظہار شاید نصف قرآن تک ہوگا۔ یا اس سے بھی آدھا بحر صورت پورے قرآن کا اظہار نہ ہوگا۔ ایسی صورت میں کامل علم قرآن کا مستحق کوئی مسلمان بن ہی نہ سکتا تھا اور نہ کوئی دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ مجھے پورا علم قرآن حاصل ہے۔ اس لیے قرآن پاک کا علم کامل حاصل نہ کرنے پر عالم قرآن ہونے کا اس وقت کے تمام مسلمان اس فضیلت سے خارج سمجھے جاتے ہیں۔ پھر وہ کیوں کر ان آیات کے اہل ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس ناکامی اور مایوسی کے بعد اب ہم ان پاک ہستیوں کو لیتے ہیں۔ جو **اوتوالعلم** کے مصداق ہیں جن کے سینوں میں علم قرآن عطا الٰہی تھا حقیقتاً وہی ان آیات کے اہل ہو سکتے ہیں۔ خدا ان کی ہی طرف ارشاد کرتا ہے کہ ان سے تعلیم قرآن حاصل

کرو۔ کیونکہ رسولؐ کے قرآن اور ان کے علم القرآن کی ترتیب جمع ایک ہے جو عین منشاء الٰہی ہے۔ جن کے علم پر عقل و عمل معترض ہو ہی نہیں سکتے کہ جس کا معلم خدا ہو۔ اسی کا ہی علم القرآن کامل ہو سکتا ہے جن کے علم کی کوئی اہل بصیرت برابری کر ہی نہیں سکتا۔ اور نہ ہو ہی سکتی ہے۔ وہ سب پر فوقیت رکھتے ہیں اسی لیے خدا تائیداً ان سے تعلیم قرآن حاصل کرنا فرماتا ہے۔ نہ کہ ان کے غیر سے جن کی ترتیب قرآن اور جمع آیات میں پس و پا ہونے کے خلاف قرآن ناطق غلطی کا احتمال ثابت ہو رہا ہے جو مطالب قرآن اور حقانیت فرقان کو فوت کر رہے ہیں اسی واسطے مسلمانوں کی کوتاہی و گمراہی اور بے راہ ہونے کے باعث سے اسلام میں تفرقہ اندازی ہو گئی۔ بے وزن بے طرح کے فرقوں نے منہ آن دکھایا۔ پس اہل علم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تو یہی مقدم ہستیاں ہیں۔ جو خدا کے پڑھائے ہوئے ہیں ان سے بڑھ کر اور کون اہل ذکر ہو سکتا ہے۔ جن کو رسولؐ اللہ نے کئی مقام پر قولاً فعلاً عملاً قرآن پاک سے اتحادی اظہار کر کے اھل الذکر یعنی قرآن والے کا پتہ دیا۔ اور فرمایا کہ اے مسلمانوں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں قرآن و اہل بیتؑ چھوڑے جاتا ہوں۔ اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ لہٰذا اس امر رسولؐ سے ثابت ہو رہا ہے کہ ہر صورت میں یہی اہل بیتؑ رسولؐ اہل ذکر اہل قرآن کہلانے کے مستحق ہیں۔ پھر ایک جگہ فرمایا القرآن مع علیؑ قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ اس سے صاف مطلب صحیح نتیجہ کو ظاہر کر رہا ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علیؑ کو قرآن والے بنانا اسی آیات کا ہی معنی ہے اور یہی اہل الذکر ہیں۔ جن سے تعلیم قرآن لینے کا حکم ہے اب وہ بڑا ہی بدنصیب اور فطرتی اندھا۔ جہالت کا پتلا ہے۔ جو ان حضرات جناب علی علیہ اسلام اور آپ کی اولاد پاک کو لاعلم بنانے میں جاہلانہ ثبوت پیش کرے۔ ان کو تو قدرت الٰہیہ نے علم قرآن میں فوقیت دے کر بعد رسولؐ خدا محافظ اسلام منتخب کیا۔ جن کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کئی موقع پر انہی کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم فرماتے رہے۔ یہی حقیقی محافظ اسلام

ہیں جنھوں نے ہر طرح اسلام کی حفاظت کی اپنی جانوں کی قربانیاں دے کر اسلام کو قائم رکھا۔ ورنہ تم آج ضرور دیکھتے کہ اسلام کا نام لیوا بھی کوئی نہ ہوتا رسولؐ خدا کے انتقال ہوتے ہی اسلام رخصت ہو جاتا۔ اب جو غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ملاں خارجی کی اس روایت کا موجب دراصل اپنے ہی رونے دھونے ہوتے ہیں۔ اس وقت کے منافقین نے جبکہ اپنے مطلب کا بے نظیر موقع دیکھا۔ کہ اپنی ہی حکومت ہے۔ کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں ہے۔ اس وقت بلاخوف اپنے آپ کو تعلیم اسلام کی قید سے آزاد سمجھا۔ پھر تو جو کچھ نفس نے چاہا۔ وہی کر دکھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حمایت میں حصہ دار بن گئے۔ ان کے علم القرآن سے عاری ہونے کی حسرت مٹانے کے لیے علم علیؑ پر حملہ آور ہوئے۔ اور یہ خاکہ کھینچا کہ اپنے ساخت شدہ اور خیالی پیدا کردہ روایات کو معتبر راوی کی طرف منسوب کر کے آپؑ کے شان علم کو غصب کرنے اور ڈھانپنے کا باعث بنایا۔ مگر یہ ناممکن بات تھی۔ جہالت کی تراشیدہ آپ کے مراتب کو کیسے ڈھانپ سکتی ہے۔ چاند کی طرف تھوکا اپنے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ علماء کاملین کے نزدیک ایسے عقائد کے انسان جہالت کے گڑھے میں پڑے نظر آتے ہیں۔ جس کی شان عظیم کو اظہار کرنے والا اللہ کا رسولؐ ہو۔ اس کی مذمت کرنا کبھی بھی مسلمانوں میں ایسے شخص کا شمار ہو ہی نہیں سکتا۔ خارج از اسلام گنا جاتا ہے۔ علیؑ تو وہ نور ہیں۔ جن کو نبی علیہ اسلام نے اپنا جزو نور قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی اس جزو نور کے لیے تائید فرمائی ہے کہ میرے بعد اگر نبوت ہوتی تو علیؑ نبی ہوتے۔ علیؑ علیؑ ہیں۔ جن کا نام زبان پر لیتے ہی اسوہ حسنہ محمدیؐ کی کامل مثال آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ آپ صفات و اوصاف میں نبیؐ کے قائم مقام ہیں۔ جو کچھ چاہو وہی علیؑ میں اوصاف و کمال حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس لیے آپؑ کو جامع صفات انبیاء کہنا واجب ہو سکتا ہے۔ بلکہ **افضل الانبیاء** ہیں **والبیہقی فی فضائل الصحابہ** حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص علم میں آدمؑ کو اور فہم میں حضرت نوحؑ کو اور حلم میں حضرت ابراہیمؑ کو

اور زہد میں حضرت یحییٰؑ بن زکریا اور حملہ میں حضرت موسیٰؑ بن عمران کو دیکھنا چاہے۔ تو علیؑ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔ اب یہ حدیث پاک شان علیؑ کا پتہ دے رہی ہے کہ **ال علم ادم الاسماء کلھا** کی حقیقت میں جامع صفات بینات باب العلم سے مظہر اسرار علوم ہیں۔ اس لیے آپؑ تمام علوم پر حاوی سمجھے جا رہے ہیں اسی واسطے اہل بصیرت اتفاق رکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ اسلام تمام علوم اسلامیہ کے منبع و مرکز ہیں لیکن جو سب سے پہلے ہے وہ علم الکلام ہے۔ یہ سب علوم پر تقدم سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ پہلے اس کی اختراع و ایجاد اللہ سے ہوئی ہے۔ اس وقت جبکہ کچھ بھی نہ تھا۔ تب چاہا تو **کن فیکون** فرمایا تو کائنات کا سلسلہ عدم سے وجود میں آیا۔ اس لیے انسان کو اشرف المخلوق ہونے کے پہلے کلام کا ہی علم دیا گیا ہے۔ جس سے اپنے ہر مطلب و مقاصد کو ظاہری لباس میں لاتا ہے۔ پھر اس سے ہی دین کے امرو فرائض اور نہی کی نفی کے مرقعات پیش نظر کرتا ہے۔ توحید و رسالت کی عمارات کو وسعت دیتا ہے۔ اس کے پہلوؤں کو نبوت کے عملی رنگ عفو و رحم، حسن سلوک، ایفاء عہد، غیرت، حمیت، ایثار، حسن معاملہ، زہد و قناعت، مہمان نوازی، تواضع کی گلکاریوں سے زیب و زینت دے کر اس کی اصلی حقیقت کو روشن کر دکھاتا ہے۔ اس صورت میں اس کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ خدا کے برگزیدگان کامل انسان نبی و رسول اور امام تو اس کے حقیقی وارث ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی کلام تسخیر عالم ہوا کرتی ہے۔ جناب امیر علیہ اسلام اس عہدہ عالیہ کے باعث علم الکلام میں تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ کتاب نہج البلاغت میں توحید و نبوت حقائق قرآن زمین و آسمان بے ثباتی دنیا و انسان کی کیفیات کو ایسے رزانت الفاظ اور حقائق معارف کے ساتھ بیان فرمایا ہے جس پر نظر ڈالتے ہی افلاطون ارسطو دماغ غیر مسلم یورپین مورخ آپ کی قابلیت پر آپ میں صلاحیت نبوت کا قائل ہو رہا ہے۔ جس کو صداقت نبوت محمدیؐ کے لیے دلیل پیش کرتا ہے غور سے دیکھا جائے۔ تو اس کی ایسی کاملہ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ گبن و کارلائل کو جس قدر علیؑ کی علمی استعداد کا احساس تھا۔ جو ہر طرح کے درجات کو رفعت و وقعت دینے

میں کافی تھا۔ اگر وہ یہ کہنا چاہتا تو بجا اور درست تھا کہ بعد نبیؐ وبائے منافقانہ نہ پھیلتی اور سلسلہ نبوت ختم نہ ہوتا۔ تو علیؑ کے کلام میں نبوتی جھلک پائے جانے کے اگر آپؑ مدعی نبوت ہوتے۔ تو ان کی دعوت کو فی زمانہ قبولیت حاصل ہو سکتی تھی۔ جب غیر اسلام محقق انسان آپ کے علم و مرتبہ کی بلندی و برتری کو شناخت کر سکتا ہے تو پھر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ایسے مسلمانوں کی ناشناسی و ناداری چراغ تلے اندھیرا کی مثال کو صادق کر رہی ہے۔ لیکن جو محقق ہیں۔ وہ ضرور آپ کی شان کی پہچان کر سکتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں شبانہ روز رہنا دوسرے صحابہ کو یہ شرف نصیب نہ ہوتا اور حصول تعلیم میں اس قدر قابلیت اور ذہنی استعداد کا یہ حال کہ ایک اشارہ محمدیؐ سے ہزارہا ابواب علوم حاصل کر لیتے ہیں۔ جس بات کو سرور کائناتؐ کی زبان سے ایک بار سن لیتے تو تمام عمر نہ بھولتے۔ یہ سب وجوہات و اثبات اس بات کے متقاضی ہیں۔ کہ آپؑ علم میں تمام صحابہ سے افضل الناس ہیں۔ مگر رسولؐ اللہ کی وفات ہوتے ہی آپؐ کا فرمان جو پیشگوئی تھی وہ پوری ہو رہی ہے مسلمانوں نے محبت دنیا کی طرف رخ بدل لیا۔ اس لیے اسلام کی حقیقی اور عملی صورت کے برعکس نیا سلسلہ جاری کیا گیا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ تبدیلی کا رنگ ترقی پذیر ہوتا رہا۔

---

## حضرت علیؑ کے بارے میں اک مغربی دانشمند کا قول

"اگر آج علیؑ زندہ ہوتے اور حسب معمول روزانہ مسجد کوفہ کے منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو مسجد کوفہ مغربی مفکروں اور غیر مسلم دانشوروں سے ایسی پُر ہو جاتی کہ مسلمانوں کے لیے اس میں کوئی جگہ نہ بچتی"

**سورہ آل عمران آیت ۸ (ھوالذی انزل ــــــــــ اولوالالباب)**

ترجمہ : (اے رسولؐ) وہی وہ خدا ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی۔ اس میں بعض آیتیں تو محکم (بہت صریح) ہیں۔ وہی (عمل کرنے کے لیے) اصل کتاب ہیں۔ اور کچھ آیتیں متشابہ ہیں۔ جن کے معنی میں کئی پہلو نکل سکتے ہیں۔ پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ انہی متشابہ آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فساد برپا کریں۔ اور اس خیال سے کہ انہیں اپنے مطلب پر ڈھال لیں حالانکہ خدا اور ان لوگوں کے سوا جو علم میں بڑے پایہ پر فائز ہیں ان کا اصلی مطلب کوئی نہیں جانتا۔

انس بن مالکؓ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے پوچھا راسخون فی العلم کون ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا! وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ نیکی کن، زبان سچی، دل مستقیم ہوں اور جو حرام پیٹ اور فرج سے محفوظ ہوں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صفات حضورؐ اور آئمہ معصومین کے سوا کسی میں پائے نہیں گئے۔ کیونکہ ان حضرات کے سوا اس امت میں کوئی ایسا نہیں کہ جن کے ہاتھوں نے نیکی کے سوا ظلم۔ زبان کے سچ کے سوا جھوٹ، دل میں استقامت کے سوا کجی، پیٹ اور فرج نے حلال کے سوا حرام نہ اختیار کیا ہو۔ (دیکھو در منشور جلد ۲ صفحہ ۔ ۷ مطبوعہ مصر)

حقیقت میں راسخون فی العلم وہی ہستیاں ہو سکتی ہیں۔ جن کو علم لدنی حاصل ہو۔ دنیا میں کسی شخص سے نہ پڑھا ہو۔ اللہ ہی نے پڑھایا ہو۔ جیسے حضورؐ کو اللہ نے براہ راست علم عطا فرمایا :

آپؐ نے دنیا میں کسی سے ایک حرف بھی نہیں پڑھا۔ جس نے دنیا میں کسی سے پڑھا ہو۔ وہ راسخون فی العلم میں شمار نہیں ہو سکتا۔

متفقہ علیہ حدیث ہے کہ حضورؐ نے خود فرمایا۔ انا مدینتہ العلم وعلی بابہا۔ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر علم حاصل کرنا ہے تو علیؑ کے ذریعہ حاصل کرو۔ حضرت علیؑ نے خود فرمایا کہ حضورؐ نے مجھ کو علم اس طرح عطا کیا۔ جیسے پرندہ اپنے بچے کو چوغہ دیتا ہے پرندہ ہمیشہ جو دانہ اپنے بچے کے لیے چگتا ہے۔ اسی حالت میں بچے کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح جو علم اللہ نے حضورؐ کو عطا فرمایا۔ آپؐ نے اسی حالت میں علیؑ کو عطا فرمایا۔ اسی طرح حضرت علیؑ سے باقی گیارہ آئمہ تک پہنچا۔ ان تمام آئمہؑ اطہار نے دنیا

میں کسی سے نہیں پڑھا۔ اس لیے یہی ہستیاں راسخون فی العلم ہیں۔

---

## سورہ الانبیاء' آیت ۔ ۷ (فسلو اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون)

اگر تم لوگ نہیں جانتے ہو۔ تو اہل ذکر سے پوچھو۔

اہل ذکر سے مراد بعض اہل کتاب کے علماء۔ بعض قرآن کو اور بعض ہر زمانہ کے علماء کو لیتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی خدا لگتی بات نہیں کہتا۔ کیونکہ اگر اہل کتاب کے علماء مقصود ہوں۔ ان سے ہدایت کیا ہوگی۔ وہ تو اپنی طرف کھینچیں گے۔ پھر یہ علماء تو قرآن پاک کے قائل ہی نہیں۔ وہ کیا بتائیں گے۔ اور قرآن اور علماء بھی مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اگر یہی ہدایت کافی ہوتی۔ تو اتنا اختلاف کیوں ہوتا۔ تو اس سے صرف حضرات آئمہؑ کا مقصود ہونا منحصر ہوا۔ اور یہی بعض احادیث کا مضمون ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ہم اہل ذکر ہیں۔ (اصول کافی)

### سورہ یاسین' آیت ۔ ۱۲ (کل شی احصینہ فی امام مبین)

جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو جناب ابوبکرؓ و عمرؓ آپؐ کے پاس کھڑے تھے۔ دونوں صاحبوں نے پوچھا کہ کیا امام مبین توریت ہے۔ فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا کیا انجیل ہے۔ فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا کیا قرآن ہے فرمایا نہیں۔ اتنے میں حضرت علیؑ سامنے نمودار ہوئے۔ تو فرمایا۔ یہ امام مبین ہے۔ اسی کی موید وہ روایت ہے۔ جو علامہ جلال الدین سیوطی نے بیان کی ہے۔ کہ عبد بن حمید بن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کی ہے کہ ہر چیز ایک پیشوا میں خدا کے نزدیک محفوظ ہے۔ دیکھو تفسیر در منثور جلد نمبر۵ صفحہ نمبر۲۶۱ سطر نمبر۱ مطبوعہ مصر۔

احتجاج طبرسی میں حضرت رسولؐ خدا سے ایک حدیث منقول ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ اے گروہ انسان کوئی علم ایسا نہیں ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے تعلیم نہ فرمایا ہو۔ اور میں نے علیؑ کو نہ سکھا دیا ہو۔ اور جو علم بھی خدا نے مجھے سکھایا۔ یا اس کا خدا نے مجھ میں احصا فرمایا۔

میں نے امام المتقین علیؑ ابن ابی طالبؑ میں اس کا احصا کر دیا۔

## سورہ سبا' آیت ۔ ۶ (ویری الذین ------ عزیز الحمید)

ترجمہ : اور (اے رسولؐ) جن لوگوں کو (ہماری بارگاہ سے) علم عطا کیا گیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جو قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے بالکل ٹھیک ہے اور سزاوار حمد (و ثنا) غالب (خدا) کی راہ دکھاتا ہے۔

تشریح : یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں علم حاصل نہیں کیا بلکہ ان کو علم لدنی عطا ہوا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ انبیاء اور آئمہ معصومین کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں۔

## سورہ فاطر' آیت ۔ ۳۲ (ثم اور ثنا الکتاب ----- ھو الفضل الکبیر)

ترجمہ : پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے ان کو قرآن کا وارث بنایا۔ جنہیں اہل سمجھ کر منتخب کیا۔

شان نزول : بحوالہ شواہد التنزیل حاکم ابوالقاسم صفحہ نمبر ۳۳ میں ہے کہ خدا کی حجت اور مخلوق خدا کے گواہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد ہیں۔ تو بس حسب اصول موضوعہ کتاب خدا کے وارث بھی یہی حضرات آئمہؑ معصومین قرار پائے۔ اسی کی تائید حافظ ابوبکر ابن مردویہ نے بھی کی ہے۔ چنانچہ صاف لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ بقول علامہ ابن حجر صاحب صواعق محرقہ تمام صحابہ میں حضرت علیؑ کے سوا کسی نے **سلونی قبل ان تفقدونی** (میری موت کے قبل مجھ سے جو چاہو پوچھ لو) کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر آپؑ کتاب خدا کے وارث نہ ہوتے۔ تو ایسا دعویٰ نہ کرتے۔ اسی بنا پر تو آپؑ فرمایا کرتے تھے۔ خدا کی قسم کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور کس پر نازل ہوئی۔ اور رات کو نازل ہوئی یا دن کو۔ آبادی میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔ اور انہی حضراتِ کی مدح امت کی تیسری قسم سابق بالخیرات آیت سے فرمائی

ہے۔

## عالم قرآن

ایک مفتی صاحب کہیں دور دراز کا سفر طے کر کے چھٹے امامؑ سے مناظرہ کرنے مدینے پہنچا اس وقت امامؑ مسجد نبویؐ میں موجود نہ تھے البتہ آپ کا ایک شاگرد ہشام نامی وہاں موجود تھے۔ مفتی نے پوچھا کہ اس وقت امام جعفرؑ کہاں ہیں۔ ہشام نے کہا آپ تشریف رکھیں وہ شاید آ۔تے ہی ہوں گے ہشام نے آنے کی وجہ پوچھی مفتی نے کہا شیعوں کے امام سے مناظرے کے لیے آیا ہوں۔ ہشام نے کہا کیا بات ہے؟ مفتی صاحب ذرا غصے اور حقارت سے بولے۔ تم سے بات کروں تھوڑے وقفے سے ہشام نے کہا اچھا میں آپ سے کوئی سوال کر سکتا ہوں:

مفتی صاحب : ہاں پوچھیے۔

ہشام : خیر و شر کا ہمیں کہاں سے معلوم ہو کہ یہ کام اچھا ہے جس سے اللہ خوش ہوتا ہے اور یہ کام بُرا۔ اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔

مفتی صاحب : اللہ کا رسولؐ بتائے گا۔

ہشام : اب رسولؐ کے بعد کون بتائے گا۔

مفتی صاحب : قرآن بتائے گا۔

ہشام : اگر قرآن ہی سب کچھ بتا دیتا ہے تو آپ نے اتنی دور سے مناظرے کے لیے کیوں زحمت کی۔

مفتی صاحب : دراصل کچھ مسائل میں اختلافات ہیں۔

ہشام : یہ اختلافات کون دور کرے گا۔

مفتی صاحب : یہ اختلافات تو کوئی بھی نہیں دور کر سکتا۔

ہشام : کر سکتا ہے۔

مفتی : کون؟

ہشام : عالم قرآن۔

مفتی : عالم قرآن تو میں بھی ہوں۔

ہشام : قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہر خشک و تر کا علم اس میں ہے اگر

آپ عالم قرآن ہیں۔ تو کیا آپ بتا سکتے ہیں اس وقت جبرائیل کہاں ہے؟

مفتی صاحب : یہ تو کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔

ہشام : عالم قرآن بتا سکتا ہے۔

مفتی صاحب : پھر ایسا عالم قرآن کون ہو سکتا ہے۔

اتنے میں امامؑ اپنے دولت کدہ سے صحن مسجد میں داخل ہوئے ہشام نے آپؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا ھذا عالم القران اب امام صادقؑ مخاطب ہوئے اے مفتی میں تجھے بتاؤں کہ کس دن تم نے مدینے کی طرف سفر کا ارادہ کیا۔ تمہیں بتاؤں کس دن تم نے آغاز سفر کیا۔ کہاں کہاں تو ٹھہرا اور کہاں کہاں قیام کیا' راستے کی دشواریاں بتاؤں اور تمہیں بتاؤں کہ کہاں تمہیں پانی نہیں مل رہا تھا' یہ بھی بتاؤں کہ کہاں تم اپنی سواری سے گرے تھے۔ اور وہ سوال بتاؤں جو تمہارے دل میں ہے اور اس کا جواب بتاؤں یہ سن کر مفتی اعظم کہنے لگا کہ یہ ساری باتیں تو وہ بھی نہیں بتا سکتا جو میرے ساتھ ساتھ ہو۔ آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا تو آپؑ نے اپنے سینۂ اطہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! انا عالم القران

---

## راسخون فی العلم

ایک دفعہ سرکار دو جہاںؐ بمعہ اصحابہ اکرامؓ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ اک بزرگ شخصیت خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ مجھے کچھ تعلیم فرمائیے۔ حضورؐ نے امام حسنؑ کی طرف اشارہ کیا جو مسجد کے ایک کونے میں محو تسبیح تھے امامؑ ابھی سن و سال کے اعتبار سے بچے ہی تھے وہ بزرگ تقریباً ایک گھنٹہ تک امامؑ سے تعلیم لیتے رہے۔ پھر رسولؐ کو سلام کیا اور مسجد سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اصحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ یہ نورانی چہرے والی شخصیت کون تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ خضرؑ پیغمبر تھے اور اکثر ہمارے پاس پڑھنے آتے ہیں۔

## جناب امیرالمومنین علی علیہ اسلام کا ادائے فرض پر خطبہ

حاسد و منافقین اور دیگر بھولے ہوئے لوگوں کیلئے اپنے آپؑ کو اللہ و رسولؐ کی طرف سے ہادی و رہنما ہونا اپنے شان و مقام کا پتہ دینا تاکہ وہ لوگ راستی پر آکر ہدایت یافتہ ہو جائیں اور یہ حجت بھی باقی نہ رہے۔ اس لیے آپؑ اپنے خطبات میں ارشاد نبویؐ باب مدینہ العلم کی کیفیات ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ .میں امام مبین ہوں خدا و رسولؐ کے علم و معرفت کا دروازہ خزانہ اسرار نبوت و رسالت ہوں۔ مظہر العجائب و الغرائب خدائی قدرت کا راز پوشیدہ اور مخفی ہوں۔ لوح محفوظ ہوں قرآن ناطق ہوں۔ مجھ میں تمام عالم کائنات کی حقیقت قیامت تک کے لیے واقعات آئندہ اور گزشتہ کے سب حالات ودیعت کئے گئے ہیں ہر ایک رات کو ابتدا سے انجام تک دیکھتا اور جملہ اشیاء کی کیفیت سے واقف اور جاننے والا ہوں میں وہ شخص ہوں۔ جس کو خدائے بزرگ و بلند نے اپنا کلمہ اپنا نام اپنی حکمت دے کر اپنے عطا کردہ علم و فہم سے ممتاز فرمایا۔ میں دنیا کو منہ کے بل گرانے والا اور اس کو اپنے پاؤں واپس کرنے والا ہوں۔ میں ایمانداروں کا سردار ہوں۔ میں قاتل شرک و کفر امرو انتر اور مرحب ہوں۔ میں نے عرب کو سینے کے بل گرایا۔ قبائل ربیعہ اور مفر کے دانت توڑے اور ان کو پس و پا کرنے والا ہوں۔ میں خواہشات نفس امارہ سے پاک آیت تطہیر کا مصداق ہوں میں صاحب معجزات و کرامات ہوں اور کشف والہامات ہوں۔ میں حق کے ساتھ کہتا ہوں کہ میرے پہلوؤں میں دریائے علوم ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ پوچھ لو مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو۔ قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ گے۔ میں آسمان کے راستوں کو نسبت زمین کے زیادہ جاننے والا ہوں میں چاہوں تو ہر ایک انسان کی زندگی کے تمام حالات ذرہ ذرہ سے لے کر اول سے آخر تک بتا سکتا ہوں۔ میں وہ ہوں جس

کے پاس کلید علم الغیب ہے۔ اور مجھے رسول اللہؐ نے وہ علم ہزار عطا کی۔ جن میں ہر مفتاح سے ہزار ہزار ابواب علم منکشف ہوتے ہیں۔ ان علوم مفتاح الغیب کو جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ میں ہی وارث علم مفاتیح ہوں۔ نائب رسولؐ ہوں۔ میزان حق و باطل' جنت و نار کو تقسیم کرنے والا' کوثر کو بانٹنے والا۔ میں لسان اللہ ہوں۔ بحکم الٰہی بولتا ہوں۔ اللہ کی طرف سے اللہ کی زبان ہوں۔ میں وہ ہوں جو تمام بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہوں۔ بعد رسولؐ شہید علی الناس ہوں۔ میری محبت اور میری ولایت تسلیم کرنے کے بغیر کسی مسلمان کی نیکیاں کام نہیں آتیں۔ اور نہ ہی اس کے اعمال قبول ہو سکتے ہیں۔ میں فاروق امت ہوں۔ مجھ سے ہی حق و باطل مومن اور غیر مومن کی تمیز و تفریق ہو سکتی ہے۔ میری ہی اطاعت سے اہل ایمان پہچانا جاتا ہے اسی واسطے نبی علیہ اسلام میری اطاعت کی نسبت کثرت سے اور بار بار کئی دفعہ کئی موقع پر حکم فرماتے رہے۔ اور یہی راہ حق بتاتے رہے۔ اسی باب علم کا پتہ دیتے رہے' حوالہ از کتاب کوکب دری فی فضائل علی علیہ اسلام۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے جو روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آقائے دین حضرت علی علیہ اسلام کو اس وقت حکومت حاصل ہوئی۔ جبکہ افکار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت عملی دگرگوں ہو چکی تھی۔ اختلافات' خلاف عمل موضوع حدیث و روایات کا عمل درآمد اور اہل بیتؑ رسولؐ پر سخت مخالفت کی بنیاد قائم ہو چکی تھی۔ جو اب تک بھی آپ کے شان خلافت پر مخالفانہ تعلیم ہونے کے عام مسلمان آپ کے رتبہ عظیم سے نابلد ہیں۔ اگر مسلمین تعلیم نبویؐ من کنت مولا فھذا علی مولا پر عمل کرتے۔ بعد از نبی علیہ اسلام باگ حکومت نبویؐ باب العلم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیتے۔ تو پھر تم دیکھتے ایک تو یہ اختلاف نہ ہوتا۔ دوسرا مسلمانوں کے دل علم الرسولؐ سے منوّر کئے جاتے۔ مگر آپ کے حکومت حاصل ہوتے وقت مسلمانوں کے حسد و کینہ کی وجہ سے مخالفت انتہا کو پہنچ جانے سے وہ لوگ ختم اللہ علیٰ قلوبہم کے مصداق ثابت کئے گئے ہیں۔

مولوی عبیداللہ صاحب تسلیم شدہ محقق اہل سنت جماعت کے عالم بے بدل ہوئے ہیں۔ انہوں نے سوانح جناب امیر علیہ اسلام لکھی ہے۔ جس میں اپنی مذہبی کتابوں کے حوالے تحریر کئے ہیں۔ اس میں اس امر کی تائید اور مطابقت میں لکھا ہوا دیکھا، جس کی عبارت کو حرف بحرف تحریر کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہو رہا ہے کہ امیر علیہ اسلام کی خلافت حکومت حاصل ہونے پر مسلمانوں کی جماعت چار گروہ پر منقسم تھی۔

اول گروہ بنی امیہ کا تھا۔ جو ابتدا خلافت سے حضرت علی علیہ اسلام کا سخت مخالف تھا۔ جس کی بڑی جماعت شام میں تھی۔ یہ گروہ بوجہ خصومت کہ جناب امیرؑ سے دشمنی رکھتا تھا۔ بلکہ برسر محراب و منبر اسی گروہ کی بدولت ایک سو برس بلکہ زیادہ تک حضرت امیرؑ کے نام پر تبرا ہوتا رہا۔ اسی گروہ کو حضرت امیر علیہ اسلام کی شہادت کے بعد بادشاہت نصیب ہوئی۔

دوسرا وہ گروہ تھا۔ جو حضرت امیرؑ کے خلاف تو نہ تھا۔ لیکن بظاہر طرفدار بھی نہ تھا۔ یہ بھی بنی امیہ کے رعب کی وجہ سے جناب امیر علیہ اسلام کے نام کو زبان پر نہیں لا سکتا تھا۔

تیسرا گروہ خود جناب امیرؑ کے متبعین سے تھا۔ لیکن جنگ صفین میں اس گروہ کے دو فریق ہو گئے تھے۔ ایک گروہ بالکل جناب امیرؑ کے خلاف ہوگیا۔ جو خوارج کے نام سے مشہور ہوگیا۔ یہ گروہ بہ نسبت پہلے گروہ کے بھی زیادہ تر خصومت جناب امیرؑ کے ساتھ رکھنے لگا اور جنگ نہروان کے بعد تو یہی گروہ حضرت امیرؑ کے خون کا پیاسا ہوگیا تھا۔ چنانچہ اسی گروہ کے ہاتھ سے حضرتؑ شہید بھی ہو گئے۔

چوتھا گروہ وہ تھا۔ جو دل و جان سے حضرتؑ کی محبت پر ثابت قدم تھا۔ اول تو اس کی تعداد بہت قلیل تھی۔ دوم یہ گروہ بھی بخوف بنی امیہ اپنا آپ ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ حضرتؑ کا نام زبان پر نہیں لا سکتے تھے۔ اسی وجہ سے بہ نسبت صحابہ کے بہت کم روایات آپ سے لیے گئے اظہار نہیں کئے گئے۔

# منافقین کی خلاف ورزی

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ظاہری زندگی کے اختتام پر منافقین لوگوں کی طرف سے بہت خطرہ محسوس کرتے رہے آپ جانتے تھے کہ یہ لوگ اسلام کی بقا نہیں چاہتے اور علیؑ سے عناد رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آپؐ نے جانا۔ ویسے ہی ظہور میں آیا۔ آپؐ کے انتقال ہوتے ہی اکثر مسلمانوں کے دلوں میں حب دنیا نے غلبہ کر لیا اپنے ارادوں میں دین کی اطاعت چھوڑ دی۔ مخالفت کرنے پر مظبوط دل ہو گئے۔ رسول پاک علیہ اسلام کے ولی عہد محافظ دین علی علیہ اسلام پر مخالفانہ کارروائیاں ہونے لگ گئیں۔ حکومت دنیوی جو تابع رسالت تھی۔ جس کی شمولیت کا رعب منافق کی نفی کا باعث اور اسلام کی عملی صحت اور بے خطر حقیقی نشوونما پانے کا ذریعہ ہوتا رہا تھا۔ جب منافقین نے اس صورت عمل میں غور کیا۔ تو انہیں بہت فکر پیدا ہوا کہ حضرتؐ کے انتخاب کردہ ولی عہد ہمدرد اسلام حکم اللہ و رسولؐ کے نہایت پابند ہیں۔ اگر اب بھی حکومت ان کے قبضہ میں چلی گئی تو پھر ہماری کوئی زندگی نہ ہو گی۔ وہ بہت جلد بالاتفاق ہو کر کوشش میں لگ گئے کہ حکومت کو خود ہی حاصل کریں۔ جب دیکھا کہ اس وقت اہل بیتؑ رسولؐ اپنے حقوق کی طلب میں اپنا اظہار ہی نہیں کر سکتے۔ حضرتؐ کے تجہیز و تکفین میں مصروف ہیں تو اس وقت کو انہوں نے بہترین اور مبارک ساعت جان کر حکومت پر چھاپا مارا اور اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اسی صورت حالات کے مطابق اہل نظروں کا مقولہ کیا صادق آ رہا ہے۔

چوں صحابہ حب دنیا داشتند
مصطفیؐ را بے کفن بگذا شتند

اس دن سے ہی حکومت و منافقین کی طاقت دوبالا ہو گئی۔ آپس میں بھائی بھائی قرار دیئے گئے حکومت کے کارگزار اسلحہ جبر و تشدد و ظلم و ستم نے وعدہ وفائی کا عہد کر لیا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں پھر آئندہ ہماری ہی ہر مقام پر فتح اور کامیابی ہوتی

رہے گی۔ اس وقت سے پیشتر ہی ان کی حالت تجاوز ہونے والی کو جانتے ہوئے ذات اقدس سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیتؑ کو فرما دیا تھا کہ میرے بعد تم نے صبر اختیار کرنا ہوگا۔ حقیقت میں یہ مسلمانوں کو عملی تعلیم صبر کی دینے کا حکم تھا۔ جس کو اجزائے محمدیؐ اہل بیتؑ نے اپنا فرض سمجھ کر نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے ادا کر دکھایا صبر کی انتہا کو جناب حسین علیہ اسلام کی ذات پر ختم کیا گیا۔ **اللھم صل علی محمد وآلہ محمد**

---

## پہلا حملہ ------ فدک پر غاصبانہ قبضہ

جو مخالفین کا اہل بیتؑ رسولؐ پر ہوا۔ ان کے حقوق غصب کرنے پر آمادہ ہوئے۔ حکومت نے فدک کو قبضہ میں لے لیا۔ خمس بند کر دیا۔ ذات گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولی عہد حضرت علی علیہ اسلام کو حضرت عمر نے تشدد سے خوف دلایا کہ اگر تم ابوبکر کی بیعت نہ کرو گے۔ تمہارے گھر کو جلا دیا جائے گا۔ جلانے کے لیے لکڑیوں کا گٹھ دکھایا گیا۔ یہ وہ گھر تھا۔ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سکونت رکھتے تھے۔ اس کا دروازہ گرا دیا گیا۔ جس کا باعث چوٹ سرورؐ دو عالم کے دل کا حصہ جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہم نشانہ بنے۔ آپ کے بیٹے جناب محسن نے قبل ولادت بطن مبارک میں ہی شہادت پائی۔ اس روایت کو شبلی نعمانی الفاروق میں حضرت عمر کے حالات میں لکھتے ہیں کہ تحقیق سے ثابت کیا گیا ہے کہ اس روایت کے دو راوی تھے۔ ان میں ایک شیعہ خیالات کا تھا۔ دوسرے کی نسبت تحقیقات نہیں ہو سکی۔ انہیں زیر تحقیق ہی چھوڑ دیا گیا۔ اور ساتھ ہی لکھ دیا گیا کہ حضرت عمر کی تندی تیزی سے ایسا کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ گویا تسلیم کر لیا گیا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ مصائب بڑھتے گئے۔ تاآنکہ کربلا میں اہل بیتؑ رسولؐ پر ظلم و تشدد آلام و

مصائب کی انتہا ہو گئی۔ یہی واقعہ ابن قتیبہؒ نے اپنی کتاب الامامتہ والسیاستہ میں بھی لکھا ہے۔

اب یہاں گزشتہ واقعات کا بھی یاد دلانا لازم آ رہا ہے کہ حضرت عمر کے مزاج میں قبل ہی سے ناواجب جذبات قول و فعل میں پائے جا رہے تھے جو کہ ایسی بے جا جرات، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شان میں حق تعالیٰ **ما ینطق عن الھوی** ارشاد فرمائیں آپؐ پر بھی حملہ کرنے سے رک نہ سکی۔

حدیث قرطاس کے موقع پر جب آپؐ نے اس کی حالت بہت بگڑی ہوئی دیکھ کر فرمایا کہ کاغذ قلم دوات لاؤ۔ میں تجھے وصیت لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ اس وقت حضرت عمر نے یہی سوچا تھا کہ حضور علیہ السلام اپنے ولی عہد کی اطاعت لکھوانا چاہتے ہیں جو حضرت عمر کی دلی منشاء کے خلاف تھا۔ اس لیے انہوں نے آپؐ کے امر کو ٹالنے کے لیے ایسا کہنے کو جائز جان کر کہہ دیا کہ آپؐ پر شدت بخار سے ہذیان جاری ہے۔ ہمارے لیے قرآن کافی ہے لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر کی اس گستاخی پر بہت رنج محسوس کیا۔ فرمایا میرے آگے سے اٹھ جاؤ۔ حضرت عمر کے اس ناواجب فعل سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو سرکار دو عالم کی رسالت پر کامل ایمان نہ تھا۔ ورنہ وہ ایسا نہ کرتے۔ صلح نامہ حدیبیہ کی تحریر کے موقع پر حضرت عمر نے سرور کائناتؐ کی طرف مخاطب ہو کر نہایت جرات سے کہا مجھے اتنا شک گزرا ہے کہ یہ شخص اللہ کا رسولؐ نہیں۔ تو اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کی تمام زندگی شک و شبہ میں گزری ہے۔ (از سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ۴)

اگر بقول حضرت عمر رسول پاک علیہ السلام کی حالت کو بے حواس ہونا تسلیم کر لیا جائے تو پھر خدا پر الزام آ سکتا ہے۔ جس نے ایسا ہادی ہدایت کے لیے بھیجا جو غلطی و ہذیان کرتا ہے۔ تو پھر دوسرے بندگان کو حق کی تعلیم کس طرح دے سکتا ہے۔ اب عقل مند انسان خود ہی فیصلہ کر لیں۔ دونوں فریق خدا و عمر میں کون الزام کا مورد ہو سکتا ہے۔

ہر امر مخالفت میں حضرت عمر کا ہی پہلا نمبر نکلتا ہے۔ اجماع سقیفہ کی بنیاد آپ سے ہی قائم ہوئی۔ اسی دوران میں حضرت عمر نے حضرت ابوبکر صدیق کو کہا تجھے خلیفہ بنانا ہے لیکن اس نے انکار کیا اور کہا کہ یہ میرا مقام نہیں ہے۔ پھر اسے مجبور کر کے مستعد کر لیا۔ سب سے پہلے حضرت عمر نے ان کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دیئے اور بیعت کی۔ پھر سلسلہ بیعت شروع ہو گیا۔ جو آتا' بیعت کرتا جاتا تھا۔ (از تاریخ عاصم کوفی)

---

## ایک واقعہ

(مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب سے)

ایک دفعہ جناب رسولؐ خدا خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے کہ ابوجہل نے کیچڑ اٹھا کر آپؐ پر پھینک دی۔ آپؐ نماز سے فارغ ہو کر گھر گئے اور اپنے چچا ابوطالبؑ کو بتایا' بس یہ سننا تھا کہ ابوطالبؑ نے عمامہ بھی نہ سنبھالا اور ننگے پاؤں بھاگے ہوئے آئے۔ کفار ابھی وہیں موجود تھے۔ بغیر کسی کلام کے آپ نے کیچڑ اٹھائی اور اسی طرح ابوجہل پر دے مارا' اور پھر اک خطبہ ارشاد فرمایا۔ "اے اہل کفار! آج کے بعد اگر کوئی ہاتھ میرے بھتیجے "محمدؐ" کی طرف بڑھا تو وہ ہاتھ کلائی کے ساتھ نہیں رہے گا اور جو کوئی قدم اٹھا تو وہ کاٹ دوں گا اور اگر کسی نے میلی آنکھ سے دیکھا تو خدا کی قسم! وہ آنکھ پھوڑ دوں گا" ایک کافر نے کہا' اے ابوطالب! تم کب تک محمدؐ کو ہم سے بچاتے رہو گے تم بوڑھے ہو اور آخر تمہیں مرنا ہے اور تیرے بعد کون محمدؐ کو بچائے گا تو جناب ابوطالبؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے رب سے دعا کروں گا کہ میرے بعد میرا خون محمدؐ سے وفا کرتا رہے۔ پھر تھانوی صاحب لکھتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ جب تک ابوطالبؑ زندہ رہے کفار حضورؐ کی طرف میلی آنکھ سے بھی نہ دیکھ سکے۔

# مسئلہ فدک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ ولسلام علی سید الانبیاء و المرسلین و الہ الطیبین الطاھرین "فقل تعالو ندع ابنائنا و ابنا کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذ بین"

حمد ہے اس معبود و صمد کے لیے جس نے حق کو باطل سے واضح کر دیا اور جس نے اہل حق کی نصرت اپنے ذمہ لے کر ہمیشہ ان کی قلیل جماعت کو ہی مظفر و منصور رکھا اور صلوات و سلام ہو فخر موجوداتؐ سرور کائناتؐ اور آپؐ کی آلؑ پر جنہیں خدا نے اہل حق کا رہبر بنایا اور میدان مباہلہ میں انہیں باطل کے مقابلہ میں بھیج کر ان کی صداقت اور ان کے مقابل کا باطل پر ہونے کا اعلان کرایا۔ اور یہ واقعہ حفاظت سے تیسرے پارہ میں لکھ دیا کہ یہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے اور جو بھی اور جب بھی کوئی مباہلہ پر جانے والے خمسہ آلؑ عبا کا کسی امر میں مقابلہ کرے تو جھوٹا اور ملعون کہلائے۔ ان کی صداقت کا اعلان کرانے کے بعد تمام مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ کونو مع الصادقین سچوں کے ساتھ ہو جاؤ لیکن کئی لوگ ان سچوں کے مقابلے میں لڑائی پر تیار ہو گئے جن کے ساتھ لڑنا رسول صلعم کے ساتھ لڑنا اور خدا کے ساتھ لڑنا تھا۔ (مشکوۃ ترمذی) کئی ان سے تلواروں سے لڑے۔ کئی زمین کا مقدمہ لڑے، کئی قلم سے لڑے۔ اب مسلمانوں میں سے ایک پارٹی آلؑ عبا کی طرف دار ہو گئی اور دوسری پارٹی مخالفان اہل بیتؑ کی طرف دار ہو گئی۔ محبان اہل بیتؑ تمام کائنات میں بعد رسولؐ افضل آلؑ عبا کو سمجھتے ہیں۔ خلافت الہیہ کے مالک اور معصوم سمجھتے ہیں۔ دوسری پارٹی ان کے خلاف خلیفہ اور صدیق ابوبکر کو سمجھتی ہے جو فدک کے جھگڑے میں فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کا فریق مخالف تھا۔ اب دونوں فریق دنیا سے گزر چکے ہیں لیکن دونوں کے وکلاء دنیا میں موجود ہیں اور فدک کے مقدمہ

پر جھگڑا باقاعدہ ہو رہا ہے اور قیامت تک چلا جائے گا۔ قیامت کے دن انشاء اللہ ابوبکر کے وکیل اس کے ساتھ جہاں وہ جائے گا' یہ بھی جائیں گے اور جناب زہرا صلوات اللہ علیہا کے وکیل جہاں بی بیؑ جائیں گی' یہ بھی جائیں گے۔

فدک کے بارے میں تحفتہ المجالس میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک صحابی جس کا نام ازحام تھا' اس نے تورات میں جناب محمد مصطفیٰؐ اور آپؐ کی آلؑ کا ذکر پڑھا تو غائبانہ اس کے دل میں عشق پیدا ہوا۔ ہر دم حضورؐ پر صلوات پڑھتا تھا۔ اس نے ایک دن دعا کی کہ اے میرے مولا اس جنگل میں چشمے نکال۔ چشمے نکل آئے۔ اس نے اس علاقہ کو آباد کیا۔ باغ لگوائے۔ مرتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کر گیا کہ یہ زمین اور باغات تمہاری ملکیت نہیں۔ ۱۵۵۰ سال کے بعد یہاں آخر الزمانؐ پیغمبر اپنے وصیؑ کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ یہ تمام واقعہ میں ایک تختی پر لکھ کر اس فولادی صندوق میں رکھ کر قفل لگائے جاتا ہوں۔ اس کی چابی حضورؐ تک پہنچ جائے گی۔ وہ تم سے صندوق طلب کریں گے اور چابی لگا کر تختی نکال کر پڑھیں گے اور اپنی مندری کنوئیں میں ڈال دیں گے۔ پانی اوپر آ کر مندری پیش کر دے گا۔ تم اس وقت یہ سب علاقہ ان کے حوالے کر دینا اور خود اسلام قبول کر لینا۔ یہی وصیت اپنے بعد کرتے جانا۔ غرضیکہ ان لوگوں نے وصیت کو یاد رکھا۔ جب اس واقعہ کو ٹھیک ۱۵۵۰ سال گزر گئے جناب رسالتؐ مآب اپنے بھائی اور وصی علی مرتضیٰؑ کو لے کر وہاں پہنچے۔ فولادی صندوق منگوا کر کھولا۔ مندری والا معجزہ دکھایا۔ وہ لوگ مسلمان ہوگئے اور وہ علاقہ حضورؐ کے حوالے کر دیا۔ جب دونوں بھائی واپس آئے' قصہ بیان فرمایا تو صحابہ نے اس زمین سے حصہ طلب کیا۔ فوراً قدرت کی طرف سے حکم آیا ما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب و لکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شئی قدیر (پ ۲۸' سورۃ حشر) "جو اللہ نے مال فے سے اپنے رسولؐ کو دیا تم نے اس پر گھوڑے اونٹ نہیں دوڑائے اور جس پر چاہے اپنے رسولؐ کو قبضہ دے دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ صحابہ یہ جواب سن کر چپ ہوگئے۔ سمجھ گئے کہ یہ خالص رسولؐ خدا کا ملک ہے۔ ہمارا اس میں کچھ تعلق نہیں۔

اس کے بعد جب آیت وات ذا القربی حقہ جو سورۃ بنی اسرائیل میں ہے آئی تو

آپؐ نے جبرائیل سے پوچھا کہ میرا قریبی کون ہے اور اس کا حق کیا ہے تو جبرائیل نے عرض کی کہ آپؐ کا قریبی جناب فاطمہ زہراؑ ہیں اور آپؐ یہ فدک لکھ کر انہیں دے دیں۔ آپؐ نے بحکم خدا فدک کا وثیقہ لکھ کر فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ علیہا کو دے دیا۔ یہ سات ہجری کا واقعہ ہے۔ اس کی آمدنی اس وقت کا مروجہ سکہ چالیس ہزار سالانہ تھا۔ اگر روپیہ ہو تو تقریباً چار لاکھ روپیہ سالانہ تھی۔ فدک کو بعد رسول خداؑ ابوبکر نے ضبط کیا اور خاتونؑ جنت نے وہی وثیقہ ابوبکر کے پیش کیا۔ دیکھو معارج النبوۃ، رکن چہارم، باب دہم در بیان وقائع سال ہفتم از ہجرت مطبوعہ نو لکشور، روضتہ الصفاء، سیرت طیبہ، جلد ۳، ص ۴۰۰، حبیب السیر، تاریخ خمیس۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۱۹۵، ینابیع المودہ ص ۱۱۹۔

خاتون جنت نے جب پدر بزرگوار کی سند پیش کی تو ابوبکر نے گواہ طلب کیے۔ جناب خاتون جنتؑ نے علیؑ مرتضیٰ، حسنؑ و حسین علیہ السلام، ام ایمنؓ ام کلثوم کو پیش کیا تو ابوبکر نے نصاب پورا نہ ہونے کا اعتراض کر کے مقدمہ خارج کر دیا۔ (صواعق محرقہ، ص ۲۲)

بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر، جلد ۳، ص ۳۵، جلد ۲، ص ۱۸۲، مسلم بمعہ شرح نودی ص ۹۱، صواعق محرقہ ص ۸ پر لکھا ہے۔ خاتون جنت نے تین چیزیں مانگیں۔ فدک، وراثت، خمس۔ فدک کا جو جواب ملا، وہ تو آپ پڑھ ہی چکے۔ وراثت کا جواب ابوبکر نے دیا کہ نہ نبی کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہی نبیوں کا کوئی وارث ہوتا ہے جو چھوڑ جاتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔ ابوبکر نے کوئی چیز نہ دی۔ اس کا انکار سن کر جناب سیدہ غضبناک ہوئیں۔ تاوفات غضبناک رہیں۔ قطع تعلق کر لی۔ رات کو دفن ہوئیں۔ علی علیہ السلام نے جنازہ پڑھایا اور ابوبکر کو جنازہ میں شریک نہ ہونے دیا۔

قبل اس کے کہ میں آغا زادی کا معرکہ الارا خطبہ قارئین کی نذر کروں، کچھ حقائق پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

دشمنی زہراؑ سے ملاں باز آ
پیش ہونا ہے تجھے پیش خدا

ا:۔ ملاں صاحب آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ایک مدعی ہوتا ہے اور دوسرا جس پر

دعویٰ کیا جاتا ہے وہ مدعا علیہ ہوتا ہے۔ تیسرا فیصلہ کرنے والا قاضی ہوتا ہے۔ آپ نے ابوبکر صاحب کو قاضی سمجھا ہے۔ حالانکہ وہ تو فدک ضبط کرنے والا مدعا علیہ تھا۔ اب کس قاضی کے پاس مقدمہ گیا تھا۔ کیا شریعت اسلام میں مدعا علیہ بھی قاضی بن کر فیصلہ کر سکتا ہے؟

۲:۔ اسلام میں مظلوم ظالم سے اپنے حق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

اس سے مظلوم کی عزت میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ ظلم بے نقاب ہو کر اپنے انجام کو پہنچتا ہے۔

۳:۔ حضرت ابوبکر کو چاہیے تھا کہ یہ مقدمہ کسی قاضی سے فیصلہ کراتے۔ اور اگر خود ہی کرنا تھا تو مسجد میں تمام صحابہ کے سامنے اوز ان کے مشورہ سے فیصلہ کرتے۔ جس طرح وہ اور مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ جماعت حکومت کے علماء کی نظر ادھر تو گئی کہ اولاد کی شہادت والدین کے حق میں قبول نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن مذہبی تعصب نے انہیں یہ نہ دیکھنے دیا کہ مدعا علیہ نے خود دعویٰ کا فیصلہ کیا ہے۔ حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں ایک زرہ کے متعلق ایک یہودی میں اور حضرت علیؑ میں تنازعہ تھا۔ وہ مقدمہ حضرت علیؑ نے قاضی کے سپرد کر دیا۔ اور خود بطور مدعی اس کی عدالت میں مدعا علیہ کے برابر جا کر کھڑے ہو گئے۔ انصاف اس کو کہتے ہیں۔

۴:۔ حضرات اہل سنت و جماعت نے اپنے فقہ کا اصول رکھا ہے کہ ایک صحابی عادل کی گواہی کافی ہے۔(۱۳۸) فتح الباری شرح بخاری پارہ ۹ ص ۴۶۰۔ عبدالقادر) شرح صحیح بخاری جلد ۵ (۶۷۵)

۵:۔ ویسے بھی جج صاحبان کو گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے معاملے کی صداقت کو جاننے کے لیے۔ اگر گواہ کی سچائی۔ یقینی ہو تو ایک بھی کافی اور اگر مثلاً عدالت عالیہ میں ہی جج کے سامنے اگر کوئی کسی کو قتل کر دیتا ہے تو اب جج صاحب کو معاملے کی صداقت جاننے کے لیے ایک بھی گواہ کی ضرورت نہیں۔ جب قرآن نے ان ذوات مقدسہ کی صداقت اور بے عیب ہونے کی سند دے دی (انما یرید اللہ-----) تو اب اگر جج صاحب قرآن پر یقین رکھتے ہیں تو پھر سیدہ طاہرہؑ سے گواہ طلب کرنے کی ضرورت نہ تھی چونکہ گواہوں کی ضرورت تو تب

پیش آتی ہے اگر مدعی کی صداقت پر شک ہو۔ اور اس شک کو قرآن حکیم پہلے ہی دور کر چکا تھا۔

۶:۔ آیت تطہیر میں حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ و حضرات حسنین علیہم السلام شامل ہیں۔ لیکن فدک کے مقدمے کا فیصلہ اس نتیجہ پر مبنی ہے کہ خداوند تعالیٰ میں ان بزرگوں کو مطہر رکھنے کی قدرت نہ تھی۔ اور وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوا۔ ان میں سے ایک نے جھوٹا دعویٰ کیا اور باقیوں نے جھوٹی گواہی دی۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اس دروازے پر حاضر ہو۔ پھر فرمایا: اقضاکم علی تم میں سے سب سے بہتر قاضی علیؑ ہے۔ اس مقدمہ فدک کے فیصلہ سے ظاہر ہوا کہ معاذاللہ علیؑ میں فقہ کا اتنا علم بھی نہ تھا کہ نصاب شہادت معلوم ہوتا اور یہ معلوم ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام کا ترکہ ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتا۔

## حضرت ابوبکر کا قضایا فیصلہ کرنے کا معمولی طریقہ

اس سلسلہ میں یہ معلوم کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ حضرت ابوبکر عام طور سے ایسے تنازعات کس طرح فیصلہ کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں چند اصحاب مقرر تھے۔ جو مقدمات فیصلہ کیا کرتے تھے۔ دیکھو تاریخ طبری الجزء الرابع۔ ان کے علاوہ حضرت ابوبکر بھی مقدمات فیصلہ کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ اس طرح کہ مسجد میں بیٹھ گئے اکابر صحابہ کو بلا لیا اور ان کے مشورے سے مقدمات فیصلہ کر دیئے۔ دیکھو طبقات ابن سعد جلد ۳، ۴ ص ۱۰۹

## صحابہ کے اس قسم کے دعاوی حضرت ابوبکر کس طرح فیصلہ کرتے تھے

جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر نے عام منادی کرا دی۔ جس سے جناب رسولؐ خدا نے جو کچھ وعدہ فرمایا ہے وہ میرے پاس آن کر لے لے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ:

جناب رسولؐ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو ہم تم کو اتنا اتنا اور

اتنا دیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے مجھ سے کہا کہ اس مال میں سے ایک لپ بھر لو۔ میں نے ایک لپ بھر لی تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ اس کو شمار کرو میں نے شمار کیا تو وہ پانچ صد تھے پس حضرت ابوبکر نے مجھ کو پندرہ صد عنایت کئے۔ دیکھو صحیح بخاری میں کتاب الخمس باب ما اقطع النبی من البحرین اوعد من مال البحرین الجزء الثانی ص ۱۲۵۔

زنباع والد رباح نے اپنے غلام کی ناک کاٹ ڈالی۔ جناب رسولؐ خدا کے انتقال کے بعد وہ غلام حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور دعویٰ کیا کہ جناب رسولؐ خدا نے میری کٹی ہوئی ناک دیکھ کر اور میرا حال سن کر فرمایا تھا کہ جا تو آزاد ہے۔ میں نے پوچھا کہ میں اپنے تئیں کس کا آزاد کردہ غلام ہوں۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ خدا اور رسولؐ کا۔ حضرت ابوبکر نے اس سے کچھ گواہ شاہد نہیں مانگے۔ اور محض اس کے بیان کو سچا تسلیم کر کے اس کا اور اس کے اہل و عیال کا نان نفقہ مقرر کر دیا۔ جب حضرت ابوبکر کا انتقال ہوگیا تو وہی غلام حضرت عمر کے پاس آیا اور یہی دعویٰ پیش کیا۔ انہوں نے فوراً پوچھا کہ تو کہاں کی جاگیر چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ مصر کی جاگیر چاہتا ہوں۔ حضرت عمر نے فوراً عامل مصر کو لکھا کہ اس کو مصر میں جاگیر دے دے چنانچہ اس کو مصر کی جاگیر مل گئی نہ کسی نے گواہ مانگا نہ شاہد طلب کیا۔ زنباع نے اس کی ناک اس وجہ سے کاٹی تھی کہ وہ اس کی لونڈی سے زنا کرتا ہوا پایا گیا تھا۔ دیکھو مسند امام حنبل الجزء الثانی ص ۸۲۔

الجزء الاول ص ۳۳۔ نہ تو جابر ابن عبداللہ سے اور نہ اس زانی غلام سے کوئی گواہ و ثبوت مانگا گیا۔ اور ایسے سچے سمجھے گئے کہ محض ان کا بیان ہی ان کے دعوے کے ثبوت کے لیے کافی ہوا۔ لیکن حضرت فاطمہؑ کے بیان کو سچا نہ مانا گیا اور گواہان طلب کئے گئے اور فیصلہ کیا گیا کہ گواہان یعنی حضرت علیؑ و حسنینؑ معاذاللہ قابل اعتبار نہیں رشتہ داری و حسب منفعت کی وجہ سے حق نہیں بول رہے ہیں۔

## حکومت کا سلوک دیگر موہوب الیہم کے ساتھ

یہودان نبی نضیر کی بھی اراضیات ایسی ہی تھیں کہ جن کو عام مسلمانوں نے بذریعہ فوج

کشی فتح نہیں کیا تھا۔ بلکہ بذریعہ صلح انہوں نے یہ اراضیات جناب رسولؐ خدا کے حوالے کی تھیں ان اراضیات میں سے جناب رسولؐ خدا نے اسی طرح اراضیات حضرت ابوبکر و عبدالرحمان بن عوف وابود جانہ سماک بن خوشہ الساعدی اور دیگر صحابہ کے حق میں ہبہ کی تھیں دیکھو فتوح البلدان بلاذری ص ۲۱ و ص ۳۴ حکومت کو چاہیے تھا کہ فدک کی طرح ان پر بھی قبضہ کر لیا جاتا اور جب یہ لوگ دعویٰ کرتے تو پھر ان سے بھی گواہ شاہد طلب کئے جاتے۔ اگر علیؑ و حسنین علیہم السلام سے بہتر گواہ لاتے تو ان کی اراضیات واپس کر دیتے۔ ورنہ وہ بھی فدک کی طرح اپنے قبضے میں کر لیتے اور ان کے دعاوی خارج کرتے۔

---

## چھ قسم کے لوگ

(جنہیں علیؑ مرنے سے پہلے کوثر پلاتے ہیں)

۱- جو علماء کی محفل میں بیٹھے ہیں۔

۲- اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔

۳- والدین ان پر راضی ہوں۔

۴- مومنین کو قرض حسنہ دیں۔

۵- دروازے سے کبھی کوئی سائل خالی نہ گیا ہو۔

۶- وہ عورتیں جو شوہروں کی فرمانبردار ہوں۔

# سیدہ طاہرہ حضرت فاطمہؑ کا خطبہ

جس جرات و دلیری کے ساتھ حضرت فاطمہؑ نے اپنے اس فعل سے حق کی تبلیغ اور باطل کی تکذیب کی ہے اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ حضرت ابوبکر کا یہ فیصلہ سننے کے بعد حضرت فاطمہؑ نے مہاجرین و انصار میں ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ادا فرمایا۔ اس خطبہ نے معاندین کے سینوں میں ایسی ہی کاری ضرب لگائی جیسی کہ ذوالفقار میدان جنگ میں کفار کے سینوں میں لگاتی تھی۔ اس خطبہ کے متعلق کشف الغمہ میں درج ہے۔

"یہ خطبہ بہترین اور عجیب خطبوں میں سے ہے جس پر نور نبوت کا غازہ ہے اور شبنم رسالت کی خوشبو۔ اس خطبہ کو موافق و مخالف سب نے اپنے تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ اور میں (صاحب کشف الغمہ) نے اسے ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری کی کتاب سقیفہ کے اس قدیم نسخہ سے نقل کیا ہے جو اس نے مولف کی خدمت میں ماہ ربیع الاول ۳۲۲ھ میں پڑھ کر بغرض تصحیح سنایا گیا تھا اور اس خطبہ کو جوہری نے اپنے رجال کے مختلف طریقوں سے ثابت کیا ہے"۔

عبداللہ ابن حسین نے اپنی مسند سے اپنے آباء طاہرین علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو فدک سے محروم کرنے کا حتمی ارادہ کرلیا۔ اور ان معظمہ کو اس کی خبر پہنچی تو آپؑ نے اپنی چادر اوڑھی اور اپنے تئیں سر سے پاؤں تک چھپایا اور اپنی کنیزوں اور اپنی قوم کی عورتوں کے گروہ میں مسجد کا رخ کیا۔ شرم کے سبب چادر کے کنارے زمین پر کھنچے جاتے تھے۔ اور جناب فاطمہؑ کی رفتار اور جناب رسولؐ خدا کی رفتار میں کچھ فرق نہ تھا۔ مسجد میں اس وقت پہنچیں کہ جب حضرت ابوبکر کے ماننے والے مہاجرین و انصار وغیرہ ان کے گرد جمع تھے حضرت فاطمہؑ کے سامنے ایک چادر کھینچ دی گئی۔ آپؑ بیٹھیں اور آپؑ نے اس درد و غم آمیز لہجہ میں کراہا کہ قریب تھا کہ سب لوگ گریہ و بکا سے جان کھو دیں۔ مجلس میں ایک اضطراب پیدا ہوگیا۔ آپؑ نے تھوڑی مہلت ان لوگوں کو دی۔ ان کا اضطراب رکا اور امنڈتے ہوئے دل ٹھہرے پھر آپؑ نے حمد و ثنا خدا اور صلوۃ رسولؐ کے ساتھ اپنے کلام کی ابتدا کی پھر لوگ رونے لگے۔

---

مستدرک الجزء الثالث ص۱۲۶، ص۱۲۷۔ الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی ص۴۷۲، ص۲۴ ریاض النضرہ الجزء الثالث الباب الرابع فصل السادس ص۱۹۵ اجلاء العیون

جب وہ چپ ہوئے تو آپؑ نے اپنے کلام کو دہرایا۔ اور یہ کلام کیا جو ص ۱۷۳ پر مرقوم ہے۔ حقیقی حمد مخصوص ہے خدا کے لیے کہ اس نے نعمتیں عطا فرمائیں اور اس کے لیے شکر ہے کہ اس نے نفس کو نیک و بد کی تمیز بخشی اور اس کے لیے ثناء ہے کہ اس نے نعمتیں عام کیں بغیر استحقاق کے اور بندوں کو اپنی کامل نعمتوں سے بہرہ اندوز فرمایا۔ اور پورا پورا انعام لگاتار وارد فرمایا۔ اتنی نعمتیں جن کا شمار ناممکن ہے اور ایسی نعمتیں جن کی مدت اوقات شکر سے کہیں زیادہ ہے اور جن کی ہمیشگی کا ادراک انسان کے بس سے باہر ہے خدا نے اپنے بندوں کو شکر کر کے نعمتیں زیادہ کرانے کی طرف رغبت دلائی تا کہ نعمتیں مسلسل رہیں اور نعمتوں کے جزیل ہونے کی وجہ سے مخلوقات پر اپنی حمد کی فرمائش کی اور پھر انہیں دنیوی نعمتوں کی طرح آخرت کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی جانب مائل فرمایا۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔

مگر اللہ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں یہ کلمہ توحید وہ کلمہ ہے جس کی تاویل خدا نے صفت اخلاص کو قرار دیا۔ یعنی جو شخص خالص خدا کے لیے بغیر ریا اور فاسد غرضوں کے اعمال بجا لائے درحقیقت وہی کلمہ توحید کا قائل ہے۔ اور معتقد ہے اور کلمہ کے مطلب کو غافلوں کے لیے لازم قرار دیا کہ اس تک پہنچیں اور اس کلمہ کے حاصل معنی کو دلیل و برہان کے ذریعہ قوت فکریہ کے لیے واضح اور روشن کر دیا ایسا خدا جس کی رویت ان ظاہری آنکھوں سے محال ہے نہ تو زبانیں اس کا وصف بیان کر سکتی ہیں اور نہ وہم اس کی کیفیت پا سکتا ہے۔ اس نے اشیاء کو بغیر کسی ایسی شے کے پیدا کیا۔ جو اس کے قبل رہی ہو اور عالم کو وجود میں لایا بغیر کسی ایسی مثال کے جسے پیدا کرتے وقت پیش نظر رکھا ہو۔ ان چیزوں کو اس نے اپنی قدرت سے خلق فرمایا اور اپنی مشیت سے پیدا کیا حالانکہ اس کو ان چیزوں کے پیدا کرنے کی حاجت نہ تھی۔ اور نہ ان چیزوں کی صورت وجود عطا کرنے میں اس کا کوئی فائدہ تھا۔ صرف اس لیے پیدا کیا کہ عقل والوں کو اس کی حکمت کا ثبوت ملے اور اس کی اطاعت اور ادائیگی شکر کی طرف متوجہ ہوں خدا کی قدرت کا اظہار ہو۔ اور بندے اس کی بندگی کا اقرار کریں اور پیغمبروں کو اس کی طرف بلانے میں غلبہ حاصل ہو پھر اس نے اپنی اطاعت پر ثواب مقرر کیا۔ اور معصیت پر

---

الجزء الاول ص۵۵ اشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق جلد چہارم ص۳۶۹ البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص۳۵۸، ص۳۵۹ وغیرہ وغیرہ۔

سزا قرار دی تا کہ اپنے بندوں کو اپنے عذاب سے بچائے اور گھیر کر جنت کی طرف لے جائے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے پدر بزرگوار محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اس نے رسول بنا کر بھیجنے سے پہلے ہی مختار و ممتاز بنا لیا۔ اور انہیں مبعوث کرنے سے پہلے ہی انبیاء کو ان کے نام سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور انہیں درجہ رسالت پر فائز کرنے سے پہلے اصطفاء کی منزل پر فائز کر دیا تھا۔ جبکہ ساری مخلوق غیب کے حجاب میں پوشیدہ اور عدم کے ہولناک پردوں میں محفوظ تھی اور عدم سے وابستہ تھی۔ یہ سب اس لیے تھا کہ خداوند عالم کو انجام امور کی خبر تھی اور زمانہ کے حوادثات کو اس کا علم محیط کئے ہوئے تھا۔ اور مقدورات کے موقعہ اس کے علم کے اندر تھے۔

آنحضرتؐ کو خداوند تعالیٰ نے اپنے امر ہدایت کو تمام کرنے اور حکم کو جاری کرنے کی مظبوطی اور حتمی و طے شدہ مقدرات کو نافذ کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔ اسے معلوم تھا کہ امتیں مذاہب میں متفرق ہو گئی ہیں کچھ لوگ آتش پرستی پر مائل ہیں کچھ لوگ بتوں کو پوج رہے ہیں۔ اور کچھ لوگ باوجود خدا کی ہستی کے علم کے اس کے منکر ہیں پس خداوند تعالیٰ نے میرے پدر بزرگوار محمد مصطفیٰؐ کے ذریعہ سے امتوں کی بے دینی کی تاریکیاں دور کیں عقلوں کی مشکلیں حل فرمائیں اور بصیرت کی آنکھوں پر سے پردے ہٹا دیئے۔ آنحضرتؐ نے انسانوں میں ہدایت کا کام انجام دیا اور انہیں گمراہی سے رہا کیا۔ ضلالت سے ہٹا کر ہدایت کی راہ دکھائی دین قیم کی جانب ان کی رہبری کی اور صراط مستقیم کی طرف انہیں بلایا۔ اور پھر خداوند تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو مہربانی سے ان کے اختیار رغبت و ایثار کے ساتھ اپنی طرف بلا لیا۔ چنانچہ وہ جنابؐ دار دنیا کی زحمتوں سے نکل کر راحت و آرام میں پہنچ گئے۔ انہیں ملائکہ ابرار گھیرے رہتے ہیں رب غفار کی رضا اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے۔ اور ملک جبار کی ہمسائیگی سے بہرہ اندوز ہیں خداوند تعالیٰ درود نازل کرے میرے پدر بزرگوار پر جو اس کے پیغمبرؐ اور اس کی وحی پر اس کے امین تھے اور اس کی مخلوقات میں اس کے برگزیدہ منتخب اور پسندیدہ تھے ان پر خدا کا سلام اس کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں پھر جناب فاطمہؑ اہل مجلس کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اور فرمایا۔ اے بندگان خدا تم خدا کے امرونہی کے بجا لانے کے لیے منصوب و مقرر ہو اور اس کے

دین اور وحی کے حامل ہو اور اپنے نفوس کے اوپر اس کے امین ہو دوسری امتوں کی طرف خدا کی جانب سے مبلغ ہو۔

تم دوسری امتوں میں ضامن اور کفیل ہو اس عہد حق کے اور وصیت کے جو خدا نے تم سے کیا ہے اور بقیہ کے جن کو تم پر بعد رسولؐ ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اور وہ حق اور بقیہ خدا کی کتاب ناطق اور قرآن صادق ہے نور ساطع اور ضیاء لامع ہے اس کی بصیرت کے امور بین اور اسرار و رموز منکشف اور آشکار ہیں اس کے ظواہر ہویدا اور جلی ہیں اس کی اتباع کرنے والے قابل رشک ہیں اور اس کی پیروی رضوان خدا تک پہنچانے والی ہے۔ اور اس کو توجہ سے سننا نجات تک کھینچ کر لے جاتا ہے۔ اسی قرآن کے ذریعہ خدا کی منور حجتیں پائی جاتی ہیں۔ بیان کئے ہوئے واجبات معلوم ہوتے ہیں اور ان محرکات کی اطلاع ہوتی ہے۔ جس سے خوف دلایا گیا ہے۔ اور اسی قرآن سے خدا کے مقرر کردہ مستحبات معلوم ہوتے ہیں جن کی رغبت دلائی گئی ہے اور ان مباح باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ جنہیں خدا نے بندوں کے لیے حلال کر دیا ہے اور شریعت کی مقرر کردہ باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ پس خداوند تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے شرک سے پاک ہونے کا وسیلہ ایمان کو اور تکبر سے بری ہونے کا سبب نماز کو بنا دیا ہے۔ زکوٰۃ کو نفس کی پاکیزگی اور رزق کی زیادتی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور وہ اس لیے واجب کیا کہ دین میں مضبوطی زیادہ ہو۔ عدل و انصاف کو دلوں کی تنظیم ہماری اطاعت کو ملت اسلام کا نظام اور درستی اور ہماری امامت کو تفرقہ کی بلا سے بچنے کے لیے امان قرار دیا۔ جہاد کو اسلام کی عزت اور اہل کفر و نفاق کی ذلت کا ذریعہ بنایا۔ مصیبت میں صبر کرنے کی تحصیل کے اجر میں مددگار اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں عوام الناس کے لیے مصالح ودیعت فرمائے۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کو اس لیے واجب کیا کہ غضب خدا سے حفاظت رہے صلہ رحم اس لیے مقرر کیا کہ عمریں بڑھتی رہیں۔ قصاص اس لیے قرار دیا کہ خونریزی رک جائے۔ نذر و وفا کرنے کی راہ اس لیے نکالی کہ بندوں کی مغفرت مقصود تھی۔ پیمانہ اور وزن پورا کرنے کا حکم اس لیے واجب کیا کہ خسارہ دور ہو۔ شراب پینے کی ممانعت اس لیے کی کہ برے اخلاق سے بندے پاک رہیں۔ زنا کا بے جا الزام لگانا اس لیے حرام کیا کہ لعنت کے سامنے ایک حجاب اور مانع پیدا ہو جائے۔ چوری کرنے کو اس

لیے ممنوع قرار دیا کہ دوسروں کے مال میں بے جا تصرف کرنے سے لوگ اپنے تیئں پاک رکھیں۔ خدا نے شرک کو اس وجہ سے حرام کیا کہ اس کی ربوبیت کا اقرار خالص رہے لہٰذا خدا سے ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور یہ کوشش کرو کہ جب مرو تو مسلمان ہی مرو اور خدا کی اطاعت کرو اوامر میں۔ اور جن امور سے منع کیا ہے ان سے باز رہو۔ بے شک خدا سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں علماء ہی ہیں۔ پھر حضرت فاطمہؑ نے فرمایا (سلام ہو ان پر) اے لوگو جان لو کہ میں فاطمہؑ ہوں میرے والد محمد مصطفیٰؐ ہیں جو بات میں تم سے پہلے کہہ رہی ہوں وہی آخر تک کہتی رہوں گی اور میں جو کہتی ہوں وہ غلط نہیں کہتی اور اپنے فعل میں حد سے تجاوز نہیں کرتی یقیناً ہمارے پاس خدا کا وہی رسولؐ آیا ہے جو تم ہی لوگوں میں سے ہے۔ اس پر شاق ہے کہ تم تکلیف اٹھاؤ اور اسے تمہاری بہبودی کا حرص ہے۔ ایمانداروں پر حددرجہ شفیق اور مہربان ہے۔ پس اگر تم ان کی طرف کسی کو نسبت دو اور ان کا تعارف کراؤ تو تم ان کو میرا باپ پاؤ گے۔ نہ کہ اپنی عورتوں کا اور میرے ابن عم (علیؑ ابن ابی طالب) کا بھائی پاؤ گے۔ نہ اپنے مردوں میں سے کسی کا۔ وہ جنابؑ بہترین شخص ہیں جن کی طرف نسبت کی جائے۔ پس حضرتؐ نے خدا کا پیغام اچھی طرح اور پوری طرح پہنچا دیا اس طرح کہ خدا سے ڈرانے میں پوری وضاحت سے کام لیا اور مشرکوں کے مسلک سے بالکل علیحدہ اور مخالف راہ نکالے ہوئے تھے مشرکوں کے مسلک کی ممتاز چیزوں پر ضرب کاری لگا رہے تھے۔ اور ان کا ناطقہ بند کئے ہوئے تھے۔ اور اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت دیتے رہے تھے۔ بتوں کو توڑ رہے تھے۔ اور اہل شرک کے سرداروں کو سرنگوں کر رہے تھے یہاں تک کہ گروہ مشرکین کو شکست ہوئی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ جہالت کی راہ ختم ہوئی ہدایت کی صبح نے جلوہ دکھایا اور حق اپنی خالص شکل میں نمودار ہوا دین کا ڈنکا بولنے لگا شیطانوں کے ناطقے، گم ہو گئے نفاق پرور کمینے ہو گئے کفر اور بے دینی کی گرہیں کھل کر رہ گئیں اور تم نے چند روشن نسب اور گرسنہ (روزہ دار) یعنی اہل بیتؑ رسولؐ کے درمیان زبان پر کلمہ ہدایت جاری کیا اور آنحالیکہ تم جہنم کے کنارے پر تھے۔ ایسے بے مقدار جیسے پینے والے کا ایک گھونٹ اور طمع کرنے والے کا ایک چلو اور عجلت کرنے والے کی ایک چنگاری اور ایسے ذلیل تھے جیسے پیر تلے کی خاک گندہ

پانی پیتے تھے اور دباغت کی ہوئی کھال چباتے تھے ذلیل تھے اور دھتکارے ہوئے تھے۔ اور ڈر رہے تھے کہ وہ لوگ جو تمہارے اردگرد ہیں وہ تم کو ہلاک نہ کر ڈالیں ایسے وقت پر خداوند عالم نے تم لوگوں کو میرے پدر بزرگوار محمد مصطفیٰؐ کے ذریعے ان فکروں سے نجات دی ان چھوٹی بڑی بلاؤں کے بعد اور بعد اس کے کہ بہادروں کے ساتھ ان کی آزمائش کی گئی۔ عرب کے ڈاکوؤں اور اہل کتاب کے سرکشوں سے آنحضرتؐ کو سابقہ پڑا تھا۔ جب کبھی ان لوگوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی خدا نے اسے خاموش کر دیا۔ یا جب کبھی شیطان نے سر اٹھایا۔ مشرکوں کی شرارت کے اژدہے نے منہ کھولا تو آنحضرتؐ نے اپنے بھائی علیؑ ہی کو اس بلا کے منہ میں بھیجا پس اس بہادر علیؑ کی شان یہ تھی کہ وہ اس وقت تک نہ پلٹا کہ جب تک اپنے پیر تلے ان بلاؤں کے سر نہ کچل دیئے اور فتنے کی آگ نہ بجھا دی۔ اور خدا کے بارے میں مشقت برداشت کرنے والا تھا اور امر خدا میں پوری کوشش کرنے والا تھا۔ اور ہر بات میں رسولؐ خدا سے قریب تھا۔ اولیاء خدا کا سردار، ہدایت پر کمربستہ، بندگان خدا کا ناصر، مفید باتیں پیش کرنے والا اور کوشش اور سعی بلیغ کرنے والا تھا۔ اور تم لوگ زندگی کی خوشگوار حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ اطمینان اور خوش طبعی کی حالت میں بے خوف زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہم پر مصیبتیں پڑنے کی آرزو کرتے تھے۔ اور ہمارے لیے فتنوں اور مصیبتوں کی امید رکھتے تھے۔ تم لوگ جنگ کے موقعوں پر پسپا ہو جاتے تھے۔ اور میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے۔ پس جب خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کے لیے گزشتہ انبیاء کے گھر اور اپنے اصفیاء کے مسکن کو پسند فرمایا۔ جب آنجنابؐ کو دنیا سے اٹھا لیا تم لوگوں میں نفاق اور دشمنی ظاہر ہوئی دین کی چادر بوسیدہ ہو گئی۔ گمراہیوں کی زبان کھل گئی۔ اور گمنام اور ذلیل لوگ ابھر گئے اور باطل پرستی کا اونٹ بولنے لگا۔ اس نے تمام لوگوں کے صحن میں اپنی دم ہلانی شروع کر دی شیطان نے اپنے گوشے سے سر نکالا اس نے تمہیں بلانے کے لیے آواز دی۔ اور اپنی آواز پر تم کو لبیک کہتا ہوا پایا۔ اپنے قریب کی طرف تم کو نگران رکھ لیا۔ پھر اس نے تم کو اپنی فرمانبرداری کے لیے اٹھنے کا حکم دیا تو تمہیں فوراً تیار ہونے والا پایا اور تمہیں بھڑکایا تو اپنی مدد میں تمہیں غضب ناک اور تند پایا۔ لہٰذا تم نے اپنے اونٹ کے بدلے دوسرے کے اونٹ کو داغا اور اپنا گھاٹ چھوڑ کر دوسرے کے گھاٹ پر پانی پلایا۔ یعنی دوسرے کا حق تھا۔

اسے زبردستی اپنا حق بنا لیا۔ درآنحالیکہ تم سے رسولؐ کے عہد و پیمان کا وقت قریب تھا۔ اور ان کی جدائی کا زخم ہرا تھا۔ جراحت مندمل نہ ہوئی تھی اور رسولؐ خدا دفن تک نہ ہوئے تھے کہ شیطانی کاموں کی طرف تم نے سبقت کی۔ یہ گمان کر کے کہ فتنے کا خوف پیدا ہوگیا تھا حالانکہ یہ گمان غلط تھا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ منافقین پھر بھی فتنے میں جاگ رہے ہیں اور جہنم بے شک کافروں کا گھیرنے والا ہے تم سے سخت تعجب ہے تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ اور تم کہاں حق سے منہ موڑے چلے جا رہے ہو۔ یہ خدا کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے۔ اس کے امور ظاہر ہیں اس کے احکام روشن ہیں اور اس کی نشانیاں واضح ہیں اس کی تنبیہیں صاف علانیہ ہیں۔ اور اس کے اوامر آشکار ہیں۔ ایسی کتاب کو تم نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ کیا اس سے نفرت کر کے پیٹھ پھیرتے ہو یا غیر قرآن کے ساتھ احکام جاری کرنے پر تیار ہو گئے ہو۔ ظالموں کے لیے ان کے ظلم کا برا بدلہ ہے۔ اور جو شخص کہ اسلام کے سوا کسی طریقے پر چلے گا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا پھر تم نے اتنی بھی تاخیر نہ کی کہ فتنہ کی نفرت ذرا کم ہو جاتی۔ اور اس پر قابو پانا ذرا آسان ہو جاتا۔ بلکہ تم نے پھر آگ کو بھڑکانا شروع کر دیا اور اس کی چنگاریاں تیز کرنے لگے۔ شیطان گمراہ کی آواز پر لبیک کہنے دین روشن کے نور بجھانے اور پیغمبرؐ برگزیدہ کی سنتوں کو محو کرنے پر تیار ہو گئے۔ بظاہر تم نے اسلام اختیار کر رکھا ہے اور دراصل باطن میں نفاق ہے۔ رسولؐ خدا کے اہل بیتؑ اور اولاد کے خلاف گنجان درختوں اور جھاڑیوں میں چھپ کر چال چلنے لگے۔ اور ہم لوگ تمہارے افعال پر یوں صبر کرنے لگے۔ جیسے کوئی چھری کی کاٹ اور نیزے کے سینے میں پیوست ہونے پر صبر کرتا ہے۔ اور اب تم یہ گمان کرنے لگے ہو کہ مجھ کو اپنے پدر بزرگوار کے ترکہ میں کوئی حق وراثت نہیں ہے۔ کیا تم جاہلیت کے احکام پسند کرتے ہو خدا سے بہتر حکم کرنے والا یقین رکھنے والی قوم کے لیے اور کون ہے۔ کیا تم نہیں جانتے ہو۔ نہیں بے شک تم جانتے ہو۔ اور تمہارے لیے یہ امر آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہے کہ میں پیغمبرؐ کی بیٹی ہوں کیوں مسلمانو! کیا تم بھی اس پر راضی ہو کہ میری میراث مجھ سے چھین لی جائے۔ اور اے ابو قحافہ کے بیٹے یہ کتاب اللہ میں ہے۔ کہ تو اپنے باپ کی میراث پائے۔ اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں تو نے یہ کیا بری بات پیش کی

ہے۔ کیا تم لوگوں نے دیدہ دانستہ کتاب خدا کو چھوڑ رکھا ہے۔ اور اس کو پس پشت ڈال دیا ہے حالانکہ اس میں ذکر ہے کہ جناب سلیمان اپنے باپ داؤد کے وارث ہوئے اور جناب یحیٰی کے قصے میں حضرت زکریا کی یہ دعا مذکور ہے کہ خداوند مجھے اپنے پاس سے ایسا وارث عطا فرما جو میری میراث پائے۔ اور آل یعقوب کا حصہ بھی لے پھر اسی کتاب میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا رب تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو وصیت کرتا ہے کہ میراث کی تقسیم میں ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دو۔ پھر ارشاد ہے کہ اگر کوئی مرتے وقت مال چھوڑے تو وہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے نیکی یعنی میراث کی وصیت کر جائے۔ خدا تو یہ فرماتا ہے۔ اور تم نے گمان کر رکھا ہے۔ کہ میرا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ میں اپنے باپ کی بیٹی ہی نہیں بن سکتی اور ہم لوگوں کے درمیان کوئی رحمی قرابت ہی نہیں ہے۔ کیا خداوند عالم نے معاملہ میراث میں تم کو کسی آیت کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ جس سے میرے پدر بزرگوار کو مستثنیٰ کر دیا ہے یا تم کہتے ہو کہ دو ملت والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ تو کیا میں اور میرے والد بزرگوار ایک ملت پر نہیں ہیں آیا تم میرے پدر بزرگوار اور میرے ابن عم (علیؑ) کی نسبت خصوص و عموم قرآن کو بہتر سمجھتے ہو۔ اچھا آج فدک کو اس طرح قبضہ میں کر لو جس طرح مہار و پالان بستہ ناقہ قبضے میں کیا جاتا ہے۔ (اس کے نتائج سے) تو قیامت کے دن اے ابوبکر ملاقی ہوگا۔ اور خداوند تعالیٰ بہت اچھا حکم کرنے والا ہوگا۔ اور محمدؐ ہمارے ضامن و کفیل ہوں گے۔ پس اے ابوبکر میری اور تیری وعدہ گاہ اب قیامت ہے اور قیامت کے دن باطل پرست گھاٹے میں رہیں گے۔ اور اس وقت کی ندامت تم لوگوں کو فائدہ نہ دے گی ہر امر کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ اور عنقریب تم اس شخص کو معلوم کر لو گے جس پر عذاب نازل ہو کر اسے رسوا کرے گا۔ اور اس کے لیے دائمی عذاب مقرر ہوگا۔ پھر جناب فاطمہؑ انصار کی طرف متوجہ ہوئیں اور یہ فرمایا۔ اے جوانمردوں کے گروہ اے ملت کے دست و بازو اے اسلام کی حفاظت کرنے والو! میرے حق میں یہ کیسی سستی ہے اور میری فریاد سے یہ کیسی غفلت ہے کیا میرے پدر بزرگوار تمہارے رسولؐ یہ نہیں فرماتے تھے کہ کسی شخص کی حفاظت اس کی اولاد کی حفاظت کر کے ہوتی ہے۔ کتنی جلد تم نے دین میں بدعت پیدا کر دی اور اس کے قبل از وقت مرتکب ہوئے

درآنحالیکہ تم کو اس بات کی طاقت حاصل ہے جس کا میں مطالبہ کرتی ہوں اور تم کو قوت حاصل ہے اس چیز پر جو میں تم لوگوں سے طلب کر رہی ہوں ہاں یہ ٹھیک ہے۔ جناب محمد مصطفیؐ نے انتقال فرمایا پس یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔ جس کا رخنہ وسیع ہے جس کا شگاف بہت زیادہ ہے۔ اور اس کا اتصال افتراق سے بدل چکا ہے۔ زمین ان کی آفات سے تاریک ہو چکی ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندے ان کی مصیبت میں محزون و مغموم رہتے ہیں شمس و قمر بے نور اور ستارے پریشان ہیں ان بزرگوار کی ذات سے جو آرزوئیں وابستہ تھیں وہ ختم ہو چکیں اس مصیبت میں پہاڑوں کے دل بھی آب آب ہو رہے ہیں حرمت رسولؐ لوگوں کے دلوں سے اٹھ گئی۔ اور حریم رسولؐ کی عظمت لوگوں کے دلوں سے اٹھ گئی۔ پس یہ مصیبت خدا کی بہت بڑی بلا اور عظیم مصیبت ہے۔ اس کے مثل اور کوئی بلا نہیں اور نہ اس سے زیادہ ہلاک کرنے والی تیز مصیبت اور اس بلا کی خبر خدائے برتر کی کتاب میں خود تمہارے گھروں میں صبح و شام نہایت خوش الحانی کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ پہنچا دی اور بے شک آنحضرتؐ سے پہلے خدا کے پیغمبروں اور رسولوں پر جو مصیبتیں نازل ہوئیں اور امر واقعی اور قضائی حتمی تھیں چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ محمدؐ فقط خدا کے رسولؐ تھے ان کے پیشتر بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں پس اگر محمدؐ مرجائیں یا قتل ہو جائیں تو تم لوگ اپنے پچھلے پیروں اپنے سابق جاہلیت کے مذہب پر پلٹ جاؤ گے۔ اور جو شخص بھی اپنے پچھلے پیروں پر پلٹے گا وہ ہرگز خداوند عالم کو ضرر نہ دے سکے گا۔ عنقریب شکر کرنے والوں کو خدا جزا دے گا۔ اے قبیلہ اوس و خزرج اے انصار محمدؐ میرے باپ کی میراث میں ظلم کیا جائے درآنحالیکہ تم میری آنکھوں کے سامنے ہو اور میں تمہاری آواز سن سکتی ہوں اور تم ایک ہی مجمع میں موجود ہو۔ تم سب کے سب میرے قضیئے سے واقف ہو تم سب جتھے والے ہو تمہارے پاس سامان جنگ موجود ہے تم قوت رکھتے ہو۔

تمہارے پاس حملے کے لیے ہتھیار بھی ہیں اور سپریں بھی ہیں تم تک میری پکار پہنچ رہی ہے۔ مگر تم لبیک نہیں کرتے۔ تمہارے پاس فریاد کی آواز آ رہی ہے اور فریاد رسی نہیں کرتے۔ درآنحالیکہ تم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت و استعداد رکھتے ہو اور خیر و صلاح کے ساتھ مشہور و معروف ہو اور تم وہ منتخب افراد ہو اور ایسے عمدہ ہو کہ تمہیں ہم اہل بیتؑ کے لیے

اختیار کر لیا گیا تھا تم نے عرب سے جنگ کی تعب اور مشقت برداشت کی دوسری امتوں سے جنگ کی اور بہادروں سے مقابلہ کیا۔ پس ہم حکم کرتے رہے اور تم ہمارا حکم مانتے رہے۔ یہاں تک کہ جب ہمارے ذریعہ سے آحیائے اسلام نے دورہ کرنا شروع کیا زمانہ کا نفع بڑھنا شروع ہوا شرک کی آواز دب گئی اور جھوٹ کا فوارہ بند ہوگیا۔ کفر کی آگ بجھ گئی اور فتنہ و فساد کی آواز بند ہو گئی دین کا انتظام درست ہوگیا۔ تو اب تم حق کے واضح ہونے کے بعد کہاں اس سے منہ موڑ کے جاتے ہو۔ اور اعلان حق کے بعد اس کی آواز کو چھپا رہے ہو آگے بڑھ کے پیچھے ہٹ رہے ہو۔ اور ایمان لانے کے بعد مشرک ہوئے جاتے ہو خدا برا کرے ان لوگوں کا جنہوں نے اپنے عہد کو توڑا اور رسولؐ کو نکالنے پر آمادہ ہوئے اور انہوں نے ہماری دشمنی میں دوسروں کو ملانے کی ابتدا تم سے کی تم ان سے ڈرتے ہو درآنحالیکہ خدا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ بشرطیکہ تم مومن ہو میں دیکھ رہی ہوں کہ تم آرام طلبی پر مائل ہو گئے ہو اور اس بزرگ علیؑ کو دور کر دیا۔ جو دین کے حل و عقد کا زیادہ حق دار ہے۔ تم زندگی کی تنگی سے نکل کر تونگری میں آ گئے ہو اور دین کی باتیں تم نے یاد کی تھیں ان کو تم نے دماغ سے بالکل نکال کر پھینک دیا ہے اور جس پانی کو شیریں سمجھ کر پیا تھا' اس کو تم نے اگل دیا۔ پس اگر تم لوگ اور تمہاری اس زمین والے کافر ہو جائیں تو خدا کو کوئی پرواہ نہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ اس ترک نصرت کو جانتے ہوئے کہا ہے جو تمہارے مزاج میں داخل ہوگئی ہے اور اس غداری کو جانتے ہوئے کہا ہے جس کو تمہارے دلوں نے چھپا رکھا ہے۔ یعنی میں جانتی تھی کہ تم میری فریاد پر لبیک نہ کہو گے لیکن یہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ غم کا اظہار ہے' کھولتے ہوئے دل کی آہ ہے۔ اب یہ ناقہ (حکومت یا دین) تمہارے سامنے ہے۔ اسے لو اس پر پلان باندھو مگر یاد رہے کہ اس کی پشت مجروح ہے اور پاؤں زخمی ہیں۔ اس کا عیب باقی رہنے والا ہے جس پر غضب خدا کی نشانی اور دائمی رسوائی کا نشان ہے۔ خدا کی آگ سے متصل ہے۔ جو بھڑک رہی ہے اور قیامت میں دلوں پر وارد ہوگی۔ پس جو کچھ کرتے ہو یاد کرو گے وہ خدا کی نظر کے سامنے ہے اور عنقریب ظلم کرنے والے جان لیں گے کہ ان کی بازگشت کتنی بری ہوگی۔ میں اس پیغمبرؐ کی بیٹی ہوں جو تم کو تمہارے سامنے آنے والے عذاب شدید سے ڈراتا تھا۔ پس تم اپنا کام

کرو اور ہم اپنا عمل کرتے ہیں تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

جناب فاطمہ علیہما السلام کا یہ کلام سن کر حضرت ابوبکر اس طرح گوہر افشاں ہوئے۔

اے رسولؐ خدا کی بیٹی! میں نے رسولؐ خدا کو یہ کہتے سنا کہ ہم گروہ انبیاء نہ تو سونے چاندی کو میراث میں چھوڑتے ہیں اور نہ مکان جائیداد۔ ہم گروہ انبیاء تو کتاب حکمت، علم نبوت کو وراثت میں چھوڑ جاتے ہیں اور جو کچھ ہمارا مال ہوتا ہے وہ ہمارے بعد ولی امر کا حق ہے۔ اسے اختیار ہے کہ وہ اس میں اپنا حکم جاری کرے اور تم جو مانگ رہی ہو یعنی فدک اس کو ہم نے جنگی گھوڑوں اور آلات حرب کے لیے مخصوص کر دیا جس کے ذریعہ سے مسلمان کافروں سے قتال و جہاد کریں گے اور سرکش فاجروں کا مقابلہ کریں گے اور ہر چیز میں نے تنہا اپنی رائے سے نہیں کی بلکہ مسلمانوں کی اجماع کی مدد سے کی ہے۔

سبحان اللہ! میرے پدر بزرگوار نہ تو کتاب خدا سے روگردان تھے اور نہ اس کے احکام کے مخالف بلکہ اس کے حکم کے تابع اور اس کے سوروں کے پیرو تھے۔ کیا تم لوگوں نے رسولؐ اللہ پر جھوٹ باندھ کر اس کے ذریعہ دغا بازی پر اجماع کر لیا ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد یہ حرکت ویسی ہی ہے جیسے آنجنابؐ کی زندگی میں ان کو ہلاک کرنے کے لیے جاری تھی۔ یہ کتاب خدا حاکم، عادل فیصلہ کن ناطق ہے۔ اس کا ارشاد ہے جیسا کہ حضرت زکریا نے کہا وہ لڑکا میرا بھی ورثہ لے اور آل یعقوب کا بھی ورثہ لے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان نے جناب داؤد کا ورثہ لیا۔ پس خداوند تعالیٰ نے جو مال کی تقسیم و میراث کی حد مقرر کر دی ہے اور بنی آدم کے مردوں اور عورتوں کا میراث میں جو حصہ قرار دیا ہے اس میں وہ چیز بیان کر دی ہے جو باطل پرستوں کی غلط دلیلوں کو دور کر دے اور آئندہ نسلوں کے گمان اور شبہات کو زائل کر دے۔ بے شک تمہارے نفسوں نے تمہارے سامنے ایک برے امر کو مستحسن اور خوشنما بنا کر پیش کیا ہے۔ پس میرے لیے صبر جمیل ہی مناسب ہے اور جو باتیں تم بنا رہے ہو اس پر خدا ہی سے مدد طلب کی جاوے گی۔

اس پر حضرت ابوبکر اس طرح گوہر افشاں ہوئے: تمہارے کلام کا انکار نہیں ہے لیکن میرے اور تمہارے درمیان یہ مسلمان ہیں، جنہوں نے مجھے حاکم بنایا ہے اور میں نے جو کچھ تم

سے چھین کر اپنے قبضے میں لیا ہے وہ انہی مسلمانوں کے مشورہ سے ہوا ہے۔ اس میں نہ ہٹ دھرمی کی ہے اور نہ تنہا اپنی رائے سے کام لیا ہے اور یہ لوگ اس کے گواہ ہیں۔

یہ جواب سن کر جناب سیدہؑ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا: اے انسانوں کا وہ گروہ جو باطل کا قول اختیار کرنے پر جلدی کرنے والا ہے اور فعل قبیح و نقصان دہ سے چشم پوشی کیے ہوئے ہے کیا تم لوگ قرآن مجید میں غور و فکر نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ بے شک تمہارے دلوں پر فعل بد کا زنگ چڑھ گیا ہے، جس نے تمہارے گوش و چشم کو بالکل بیکار کر دیا ہے۔ جو تاویل تم نے کی ہے، وہ بہت بری ہے اور جو اشارہ تم نے کیا ہے، وہ بہت لغو و بدتر ہے اور وہ بہت شر عظیم ہے جس کو تم نے حق کے بدلے میں اختیار کیا ہے۔ قسم خدا کی تم اس کے بوجھ کو بہت بھاری اور اس کے انجام کو مصیبت ناک پاؤ گے جب تمہارے سامنے سے پردے ہٹا دیئے جائیں گے اور گھن دار جنگل کی ادھر کی چیزیں سامنے آ جائیں گی اور تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہیں وہ سزا ملے گی جس کا تم گمان بھی نہ کرتے تھے۔ اس وقت باطل پرست گھاٹا اٹھائیں گے۔ یہ فرما کر قبر رسولؐ کی طرف متوجہ ہوئیں اور چند شعر انشاء کیے جن کا ترجمہ یہ ہے پدر بزرگوار! آپ کے بعد نئی نئی خبریں اور مختلف قسم کی باتیں پیدا ہو گئیں۔ اگر آپ ان کے دیکھنے والے ہوتے تو یہ مصیبتیں نہ پڑتیں۔ ہم آپ کے فیض سے اس طرح محروم ہو گئے جس طرح زمین آب باراں سے محروم ہو جاتی ہے۔ آپ کی قوم کا شیرازہ بکھر گیا۔ ملاحظہ فرمایئے کہ یہ لوگ کس طرح حق کی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔

بلاغات النساء کے مولف کہتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ رونے والے مرد و عورتیں ہم نے کسی اور دن نہیں دیکھے۔ سید مرتضیٰ اور شیخ طوسی اپنی روایتوں میں اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات تحریر فرماتے ہیں کہ پھر جناب معصومہؑ اپنے گھر تشریف لے گئیں۔

اس کے بعد حضرت علیؑ جناب ابوبکر کے پاس ایسے وقت میں تشریف لائے کہ وہ مسجد میں مہاجرین و انصار کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آپؑ نے جناب ابوبکر سے پوچھا کہ تو نے سیدہؑ کو ان کی میراث سے کیوں محروم کیا۔ حالانکہ وہ اس علاقہ کی حضورؐ کی زندگی میں مالک ہو چکی تھیں۔ جناب ابوبکر نے کہا کہ یہ تو سب مسلمانوں کا حق ہے۔ اگر وہ گواہ پیش کریں تو دیکھا جائے۔ ورنہ

اس میں ان کا کوئی حق نہیں۔ علیؑ نے فرمایا کہ آیا تو فدک میں قانون خدا کے خلاف فیصلہ کرتا ہے جو اس نے تمام مسلمانوں کے لیے بنایا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر علیؑ نے فرمایا اگر ایک چیز مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور وہ اس کے مالک ہوں اور میں اس کے بارے میں دعویٰ پیش کر دوں تو تو ثبوت کس سے مانگے گا۔ انہوں نے کہا آپ سے فرمایا بس یہ بتا کہ تو فاطمہ الزہراؑ سے اس چیز کے بارے میں کیوں ثبوت طلب کرتا ہے جو ان کے ہاتھ میں تھی اور جس کی وہ زمانہ رسولؐ خدا میں مالک ہو چکی تھیں اور ان کی وفات کے بعد سے اب تک مالک رہیں اور مسلمان اگر خالصہ ہونے کے مدعی ہیں تو ان سے ثبوت و گواہ طلب کیوں نہیں کرتا۔ جیسا کہ ابھی تم نے کہا کہ اگر میں مدعی ہوتا تو آپ مجھ سے گواہ طلب کرتے۔ پس جناب ابوبکر تو خاموش ہو گئے۔ پھر جناب عمر بولے کہ اے علیؑ اپنے کلام سے تو ہم کو معاف کیجئے۔ اس لیے کہ ہم کو آپ کی دلیلوں کے جواب دینے کی قوت نہیں ہے مگر اس معاملے میں اگر آپ عادل گواہ پیش کریں تو کچھ ہو۔ ورنہ وہ تو مسلمانوں کی جاگیر قرار پا چکا۔ نہ آپ کا اور نہ فاطمہ زہراؑ کا اس میں کوئی خاص حق ہے۔ اس کے بعد علیؑ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تو کتاب خدا بھی پڑھا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا جی کیوں نہیں۔ فرمایا بتا تو سہی کہ یہ قول خدا سورۂ احزاب، آیت ۳۳: (اے اہل بیت سوائے اس کے نہیں کہ اللہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ تمہارے ہر قسم کے رجس سے بری ہونے کا اعلان کر دے۔ جیسا کہ پاک قرار دینے کا حق ہے) کس کی شان میں نازل ہوا ہے۔ آیا ہماری شان میں یا ہمارے دشمنوں کی۔ کہنے لگے یا حضرت آپ ہی کی شان میں۔ پھر علیؑ نے فرمایا بفرض محال دو گواہ آپ کے سامنے آ کر یہ گواہی دے دیں کہ معاذاللہ فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ نے چوری کی ہے اس وقت آپ کیا کرو گے؟ کہا میں ان پر بھی اسی طرح حد جاری کروں گا جس طرح اور مسلمانوں پر۔ فرمایا یہ بھی سوچا ہے کہ اس صورت میں تم کافر بھی ہو جاؤ گے۔ اس نے کہا بھلا وہ کس طرح۔ فرمایا اس طرح کہ اس صورت میں آدمیوں کی شہادت تو قبول کی اور خدا کی شہادت جو ان کی عصمت و طہارت کے بارے میں تھی، اس کو رد کر دیا۔ اسی طرح آپ نے معاملہ فدک میں اللہ اور رسولؐ کے حکم کو تو رد کر دیا ہے۔ جنہوں نے فدک کو فاطمہؑ زہرا کی جاگیر قرار دیا تھا۔ آپ نے احکام قرآن مجید کے خلاف فیصلہ دیا اور حق سے منحرف ہو گئے۔

حالانکہ حضورؐ فرما چکے ہیں (ثبوت دینا مدعی کے ذمہ ہے اور اگر مدعا علیہ کو انکار ہو تو حلف اٹھانا اس کے ذمہ ہے) حضرت امام جعفرؑ صادق فرماتے ہیں کہ علیؑ کا یہ بیان سن کر لوگوں کو جناب ابوبکر پر سخت غصہ آیا۔ بعض ان میں سے رونے لگے کہ واللہ علیؑ نے جو کچھ فرمایا' حق اور بجا ہے اور حضرت علیؑ (حجتہ کو اس طرح ثابت اور دشمن کو ساکت کر کے) دولت سرا کو تشریف لے گئے۔ (دیکھو تاریخ روضتہ الصفاء' جلد نمبر ۲' صفحہ ۲۷۷' سطر ۷ تا ۸ مطبوعہ نو لکشور)

## مدحت علیؑ کی

زمانے پہ روشن ہے عظمت علیؑ کی احادیث میں ہے فضیلت علیؑ کی

وہ گھر میں خدا کے علیؑ کی ولادت وہ گھر میں خدا کے شہادت علیؑ کی

جو کوئی بھی آیا غنی ہو کے پلٹا نرالی ہے سب سے سخاوت علیؑ کی

بیاں کر رہا ہے زبان نبیؐ میں خدائے دو عالم فضیلت علیؑ کی

ہے دونوں جہاں کی عبادت سے افضل خدا کی قسم ایک ضربت علیؑ کی

وہ مہر نبوتؐ پہ حیدرؑ کے پاؤں جہاں والو! دیکھی ہے رفعت علیؑ کی

رضا لے گی پا کے بستر نبیؐ کا وہ ہجرت کی شب استراحت علیؑ کی

وہ تیغوں کے سائے میں حیدرؑ کا سونا پیغمبرؐ سے پوچھو اطاعت علیؑ کی

نہ جنت کا لالچ' نہ خوف جہنم ہے خالص عبادت' عبادت علیؑ کی

وہ کوفے کا ممبر سلونی کا دعویٰ صدف کھولتی ہے فصاحت علیؑ کی

علیؑ کے ہے قبضے میں ساری خدائی ہے کوثر علیؑ کی ہے جنت علیؑ کی

وہ کعبہ ہے میرا' میں اس دل کے قرباں کہ جس میں بسی ہے محبت علیؑ کی

عقیدہ ہے میرا' زبان بشر سے اثر غیر ممکن ہے مدحت علیؑ کی

جناب اثر ترابی

# یزید بن معاویہ کا عبداللہ بن عمرؓ کے نام خط

عبداللہ بن عمرؓ نے یزید پلید کی طرف خط لکھا کہ آقائے حسین علیہ السلام کی شہادت سے اسلام پر سخت حادثہ ہوا ہے۔ جواباً یزید بن معاویہ کی طرف سے عبداللہ بن عمرؓ بن خطاب کہ "ہم آئے تھے' مکان مسمار شدہ کی طرف جس میں بڑے بڑے بلند تکیئے لگے ہوئے تھے۔ اگر ہمارے مخالفین حق پر تھے تو پھر اس مخالفت کا آغاز و ابتداء تیرے باپ حضرت عمرؓ سے ہی جاری ہوا ہے اور یہ خلافت تیرے باپ سے ہو کر وہاں سے پے در پے ہمارے خاندان بنی امیہ کو ملی اور میرے باپ تک پہنچی۔ انہیں جرات ہوئی تو علی علیہ السلام سے جنگ پر آمادہ رہے۔ پھر مجھ تک پہنچی۔ مجھ کو بھی جرات و طاقت ہوئی تو پھر میں نے بھی تیرے باپ حضرت عمرؓ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حسین علیہ السلام کو شہید کروا دیا۔ اب بھلا برا جو بھی کہنا ہے' اپنے باپ حضرت عمرؓ کو کہو۔" (از تاریخ بلاذری) نہ معلوم شاعر کا مقولہ یہاں مشابہت رکھنے کے جبراً جگہ لے رہا ہے۔

عطر کی خاک میں مل کر بھی خوشبو نہ گئی
صحبت گل میں رہا خار مگر خو نہ گئی

عطر سے الحسینؑ منی کی حقیقت عیاں ہو رہی ہے۔ یہ امر مسلم ہے جب تک کوئی اپنی حالت بدلنی نہ چاہے' کبھی بدلی نہیں جا سکتی۔ ابلیس فرشتوں میں رہا کرتا تھا مگر فرشتہ خصال نہ بنا۔ اپنی ازلی بدی ضلالت پر ہی تلا رہا' اڑا رہا۔ یہی خاصہ حضرت انسان کا ہے۔ چاہے تو سایہ نبوت میں رہ کر اپنی حالت نہ بدلے۔ ویسے کا ویسا ہی رہے' فرق نہ آنے پائے۔

# دوسرا حملہ

## پلاٹ کسی کا۔۔۔۔۔۔الاٹ کسی کو

یہ اسلام کی **حتمی صورت کی تکمیل** پر کیا گیا۔ جب منافقین نے اسلامی اشاعت کی عملی ترتیب پر نظر کی تو اس میں حضرت علی علیہ السلام مقدم نظر آئے۔ جملہ تمام صفات و مدارج کل علوم اسلامیہ اصولاً فروعاً آپؑ کی طرف منسوب قرار پائے۔ چشمہ ہائے علم و حکمت کے جاری ہونے کے شان و عظمت سے سرفراز دیکھے۔ جس سے آپؑ اجتماع و اتحاد اور قیام کا باعث سمجھے جاتے تھے۔ تو ان کو اس امر میں نہایت حسد و کینہ پیدا ہوا تو اس وقت انہوں نے جو تعلیم رسالتؐ شان علی علیہ السلام میں تھی، اس کا شیرازہ بکھیرنے کے لیے اپنے آپ کو نہایت محکم و مضبوطی پر کھڑا کر لیا۔ انہوں نے حکومت سے پیشتر ہی تعلق بھائی چارہ کا بنا لیا ہوا تھا۔ اب ان کے طریق و توسط سے توضیح حدیث و روایات کا سلسلہ جاری کر دیا گیا۔ جس سے اہل حق کو ان کے مقام سے گرانے کے لیے نااہل کو ترجیح دینی شروع کر دی گئی۔ مثال کے طور پر مختصر حالات پیش کرتا ہوں۔ منافقین نے اس ایک امر میں خاص کامیابی حاصل کر لی جو اسلام کی متحد و متفق صورت کو ہمیشہ کے لیے بگاڑ دیا۔ اختلاف کی سنگین بنیاد قائم کر دی گئی۔ جو قیامت تک جنبش کھانے والی نہیں ہے۔ انہوں نے کچھ اس طرح بھی حساب لگایا کہ جو شان مرتضویؑ کے القاب و خطاب ہیں، تغیر و تبدل کر کے نااہلوں پر چسپاں کر دیے جائیں۔

## انا مدینتہ العلم و علیؑ بابہا

منافقین حضرات نے آپؑ کی شان گرانے کے لیے اس حدیث پاک کی صحت بگاڑ دی۔ اضاف ڈال کر حاسد اور لاعلموں کو خوش کرلیا۔ جس کا ترجمہ یہ کیا نبیؐ شہر علم علیؑ دروازہ۔ تینوں دیواریں حضرات ثلاثہ' چھت معاویہ۔ (از کتاب ظہرالواعظین)

## فاروق اعظم

فاروق لغوی معنی فرق کرنے والا۔ اس لیے اسلام و کفر میں فرق کر کے مسلمان ہونے والے کو فاروق کہا جاتا ہے۔ تو پھر اسی نسبت سے اس وقت کے سب مسلمان فاروقی کہلانے کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن فاروق اعظم وہ شخص ہو سکتا ہے جو سابق الاسلام ہو لیکن حضرت عمر اس موقع کے خلاف مسلمان ہونے پر فاروق اعظم کہلانے کا حق رکھ نہیں سکتے۔ (اخوجہ الدیلمی و الطبرانی) میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب علیؑ کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا' میری رسالت کی تصدیق کی۔ یہ فاروق اعظم ہے' صدیق اکبر ہے۔ مومنوں کا سردار ہے۔ بعض نافہم حضرات عمر کو فاروق کہلوانے میں ایک غیر معقول سی روایت پیش کرتے ہیں جس کو محققین نے لایعنی قرار دیا ہے۔ (اسی مضون کی حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے)

## صدیق اکبر

یہ بھی وہی ہو سکتا ہے جس نے اِن معاملات میں سبقت حاصل کی ہو۔ جیسا

کہ اس موقع پر رسولؐ اللہ کو حکم ہوا کہ سب سے پہلے تم اپنے اقربا کو دعوت اسلام دو۔ حضور علیہ السلام نے ان کو ایک مقام پر جمع کیا۔ دعوت ذوالعشیرہ نام پر مشہور ہے۔ اس وقت آپؐ نے کھڑے ہو کر پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔ پھر فرمایا اے لوگو! اللہ پاک نے مجھے تمہاری طرف نبوت و رسالت دے کر بھیجا ہے کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔ اس وقت تمام کے تمام خاموش اور سہمے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ۱۳ سال کا لڑکا آپ کا چچا زاد بھائی نے کھڑے ہو کر کہا میں آپؐ کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کار خیر کے انجام دینے میں ہر وقت شامل حال ہوں۔ تین بار حضورؐ نے اعلان نبوت اور دعوت اسلام دہرایا۔ جب تینوں بار حضرت علیؑ ہی کھڑے ہوئے، پھر آپؐ نے فرمایا اے علیؑ تو صدیق اکبر ہے اور میرا وزیر ہے۔ اس کی تائید میں بہت روایات ہیں مگر نافہم حضرات دیدہ دانستہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام کے خلاف ناجائز جرات دکھاتے حضرت ابوبکر کو صدیق اکبر کہا کرتے ہیں۔ حق پر باطل کو ترجیح دیتے ہیں۔ فعل منافقانہ کے عامل ہو رہے ہیں۔ صدیق کا خطاب مشترک ہے۔ جن جن صحابہ نے تحقیقات کر کے اسلام اختیار کیا ہے، وہ سبھی صدیق کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ صدیق اکبر تو ایک ہی ہستی ہے جو زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار ہے۔ غیر کو آپؑ کے بالمقابل بلند کرنا سراسر گمراہی ہے۔

## امیر المومنین

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جوں جوں حاکم آتے گئے سب کو اس خطاب عالیہ سے سربلند کیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن پاک و حدیث مقدس اس شان ومقام کے خلاف حکم کرتے ہیں۔ مومن کا ہونا عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے تو پھر وہ تمام گناہوں سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ اس کی نفسانیت کے جذبات تابع ہو جاتے ہیں تو پھر اس کا راہ راستی پر چلنا نبیؐ کے نقش قدم پر ہوتا ہے۔

اس پر کوئی ایسا وقت ہی نہیں آتا جو آپ کے خلاف ایک قدم بھی اٹھائے۔ وہ شب و روز آپ کی یاد محبت کے شغل عظیم میں رہنے کو پسند کرتا ہے۔ وہ ایسی حرکت کا مرتکب ہو ہی نہیں سکتا جس میں آپ کی خوشنودی اور رضامندی نہ ہو یہ مومن کی کیفیت ہے لیکن مومن کی ثناء و تعریف ہے جو اپنے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام کی بھی شان و عظمت بجا لانے والا ہوتا ہے تو پھر آپ کے لخت جگر جناب علیؑ اور جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا اور جناب حسنؑ اور حسینؑ کی عزت و احترام کو سر آنکھوں پر رکھتا اور آپ کی غلامی کو اپنی ذات کے لیے باعث فخر حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتا اور اپنی جان کو ان پر فدا کرنے والا ہوتا ہے۔ اب مومن کی مدح و ستائش کے بعد مومن کے یہاں حقیقت کو لیا جاتا ہے کہ جس کو اللہ پاک نے اس ادنیٰ بندہ پر اظہار فرمایا جیسا کہ میں ایک دن بے دلیل بیٹھا ہوا تھا۔ سفید حروف میں خوشخط، خوبصورتی میں ایسا جیسا کہ چنبیلی کے پھولوں کا ہار ہوتا ہے۔ میرے پیش نظر کیا گیا۔ میں نے پڑھا تو پھر اس کو اسی موقع مناسبت کے جائز ہونے پر لکھ دیا گیا۔ یہ ایسا ہونا کوئی تعجب اور ناممکن ہونے کی بات نہیں ہے جب کہ خود پروردگار عالم قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری راہ میں سعی کرنے والے ہیں، ہم ان کو اپنی راہ دکھلا دیتے ہیں۔ دوسری جگہ یوں فرمایا ہے جو رسولؐ سے ہدایت یافتہ ہوتا ہے، ان کی اور رہنمائی کرتے ہیں تو پھر کس طرح مومن کے صورت اظہار کی حقانیت میں کوئی شک و شبہ رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ خود قدرت کاملہ نے قرآن پاک میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اگر تم اپنے آباؤ اجداد، بھائی بہن، بیٹا بیٹی اور بیویاں اور تمہارے مکانات پیشہ روزگار ان جملہ تعلقات سے اللہ کے رسولؐ کو بہتر نہیں جانو گے تو تم ہدایت نہیں پا سکتے۔ اس کی تائید پر رواۃ، بخاری و مسلم۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو۔ تو پھر بظاہر ہر دو کلام اللہ سے یہ

غرض صادر آ رہی ہے کہ محبت و عشق سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جملہ عبادات پر فضیلت رکھتا ہے۔ جس کو قرآن پاک کا مغز و ماحصل ثابت کیا جاتا ہے۔ اس کے بغیر مسلمان ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر ایسا ہی عملاً دیکھا جا رہا ہے کہ جو کام دیلنیہ عشق محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہو سکتا' جو تمام برائیوں اور نفس کی بے جا خواہشوں کی ظلمت سے پاک کر کے مومن بنا دیتا ہے وہ صرف تلاوت قرآن سے نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ دیکھنے میں آ رہا ہے جو بڑے بڑے اہل علم' دیوبندی سند حاصل کردہ اور حافظ قرآن پانچ وقت نماز میں تلاوت قرآن کرتے ہیں لیکن ان میں مومنیت کے صفات اور خصوصیات پائے نہیں جاتے۔ حقیقتاً یہ بے مغز قرآن کی تلاوت کے نتائج ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ جس مسلمان کے دل میں آقائے دو جہاں علیہ السلام کی محبت کاملہ نہ ہوگی تو وہاں خواہشات دنیا کی محبت کا ہونا لازمی امر ہے۔ جو انسان کو غفلت میں ڈال کر احکام خدا کے عامل ہونے سے مانع کرتی ہے۔ ناجائز طریقہ سے روزی کمانے اور غیر کے حقوق غصب کرنے کی رغبت دلاتی ہے۔ اس لیے رسولِ خدا علیہ السلام نے بے جا صورت پر دنیا حاصل کرنے والوں کو عبرت دلانے کے لیے فرمایا **قال رسول اللہ علیہ السلام الدنیا جیفہ و طالبھا کلاب** اسی عملی صورت کی بنا پر عارف کامل ترجمان ہستی کو ایسا کہنے کی جرات ہوئی تو کہہ دیا ۔

مغز قرآن را خود داشتند
استخواں راسگاح انداختند

اے میرے قارئین یاد رکھو جہاں عشق سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپؐ کی ذات انور سے اتحاد کاملہ حاصل ہو تو پھر تعلیم قرآن لینا اور تلاوت قران کرنا۔ پھر اس سے انسان کے اندر راستی' حق پرستی' پاکیزگی' صفات اعلیٰ مومنیت کے پیدا ہو کر جنت میں جگہ لینے کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اس لیے کہنا واجب ہو رہا ہے کہ آپؐ کی ہستی نہایت سے نہایت مکرم' سب جہاں سے بالاتر' کل عالم اور ہر فرقہ اسلام کے لیے مبدا ہدایت' خلیفہ برحق کے شناخت کے لیے معیار' اعمال حسنہ حاصل

کرنے کے ذریعات اور قرب اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ثابت کیے گئے ہیں۔ اس قدر شان اعلیٰ و اکمل ہونے کے باعث آپؑ میں سکونت نور اللہ ہونا صادق آ رہا ہے۔ تو پھر یہی نورانی ہستی قرب د وصال الی اللہ کا موجب ہوا کرتی ہے۔

یہ امر صحیح جو تحقیقات سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضورؐ کے بعد کی حکومتوں سے اہل بیتؑ رسولؐ کو اس قدر مصائب و تکالیف درپیش آئے ہیں کہ جن کی دنیا میں کوئی مثال ہی نہیں ہے۔ ادھر حدیث پاک میں اہل بیتؑ رسولؐ کا شان عظیم کا اظہار ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے اہل بیتؑ کو اذیت دینا مجھے اذیت دینا ہوتا ہے۔ مجھے اذیت دینا اللہ پاک کو رنجیدہ کرنا ہوتا ہے۔ جب اس حدیث پاک اور ان حاکموں کے ظالمانہ برتاؤ کا موازنہ کیا جائے تو پھر جو کچھ ان ظالم حاکموں کا رتبہ ہوگا' وہ صاحب نظر کی زبان پر لکھا ہوا مل سکتا ہے۔ زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے امیر المومنین کا خطاب حاصل ہونے کی بہت سی روایات جناب علی علیہ السلام کے حق میں ملتی ہیں۔ مگر مجھے اس روایت کے پیش کرنے کا موقع ملا ہے۔

(اخوجہ ابوبکر ابن مردویہ) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان کے گھر میں رونق افروز تھے۔ آپؐ نے ام حبیبہؓ سے ارشاد کیا اے ام حبیبہ! تو ہم سے تھوڑی دیر کے لیے علیحدہ ہو جا کیونکہ ہمیں ایک ضروری امر درپیش ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ سب سے اول جو شخص اس دروازہ سے آئے گا' وہ مومنوں کا امیر اور عرب کا سردار اور تمام اوصیاء سے بہتر اور سب لوگوں سے برتر ہوگا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اپنے دل میں دعا کرنے لگا یاالٰہی وہ شخص جس کے لیے حضرتؐ نے جو کچھ فرمایا ہے' وہ انصار میں سے ہو ناگاہ حضرت علی علیہ السلام دروازہ سے اندر داخل ہوئے۔

# لفظ "امام" کا غلط استعمال

دیگر ان علماء حضرات کی خیالات پروازی پر سخت افسوس ہوتا ہے جنہوں نے نااہل ہستیوں پر عہدہ امام چسپاں کر دیا ہے۔ جس سے سوائے شان آئمہؑ اہل بیت رسولؐ کے گرائے جانے کے اور کوئی مسائل دینیہ حل نہیں کیا جا سکا۔ اور یہ خودسازی امام ہیں۔ امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام حنبل' امام مالک' امام نسائی' امام بخاری' امام فخرالدین رازی' امام بیہقی' ممکن ہے باراں ہی ہوں باقی میری یاد میں نہیں آ سکے۔ لیکن حق تعالیٰ نے حقیقت امام کو قرآن پاک میں بالتصریح فرمایا ہے۔ جو نبوت و رسالت پر اضافہ ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام امتحان الہیہ میں کامل نکلے تو قدرت کاملہ نے انہیں عہدہ امام پر ارفع و بلند کر دیا تو حضرت نے عرض کی میری ذریت کو بھی حکم ہوا ظالمین نہیں' صالحین ہو سکیں گے تو پھر اس سے ثابت کیا جاتا ہے کہ کامل صالحین تو نبی و رسول ہی ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے وہی مستحق امام کہلائے جا سکتے ہیں۔ یا وہ ہستیاں جو فطرۃ" پاکیزہ جن میں صلاحیت نبوت ہو' تو وہ حق امام حاصل کرنے کے اہل ہو سکتے ہیں۔ تو پھر ایسے مطہر وجود ہی خدا کی جگہ ہدایت کی تعلیم دینے والے ترقی کے بلند مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔

یہ اظہر من الشمس ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اوصاف و کمالات میں بے نظیر ہونے کے تمام سابقہ نبیوں و رسولوں سے اعلیٰ و افضل شان رکھتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی آپ کی برابری نہیں کر سکتا۔ آپ کو تمام پر فضیلت و سرداری حاصل ہے۔ بعد ازاں اجزائے محمدیؐ اہل بیتؑ رسولؐ ویسے ہی شان رکھتے ہیں جیسا کہ مرتبہ کی رفعت و بلندی کُل میں ہے۔ ویسے ہی اصولاً جز میں ثابت ہے۔ تو پھر ان کو بھی تمام نبیوں و رسولوں پر ترجیح حاصل ہے۔ اسی پر ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ دروازہ تو پھر کیوں نہ

کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت صالحین سے مراد اہل بیتؑ رسولؐ ہی ہو سکتے ہیں۔ جن میں امام ہونے کے جملہ صفات و کمالات موجود ہر عمل میں کامل شدہ امتحان یافتہ ہیں۔ ان میں تقدم علی علیہ السلام ہیں جو عہدہ امام سے موصوف کیے گئے ہیں۔ بعد میں آپ کی اولاد پاک یہ ہی رسول اکرمؐ کے خلیفہ برحق ہیں۔ جن کی تمام مسلمانوں کے لیے اطاعت فرض ہے اور یہ باراں ہی ہیں جو حدیث پاک سے ثابت کیے جا رہے ہیں۔

اخوجہ الدیلی فی فردوس الاخبار جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پروردگار نے مجھ کو علیؑ کی نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ تمام متقیوں کا امام ہے۔

(دوم اخوجہ الحاکم) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بالتحقیق جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیرؑ کی نسبت ارشاد کیا ہے کہ علیؑ نیکوکاروں کا امام اور بدکاروں کا قاتل ہے۔ فتح مند ہوا جس نے اس کی مدد کی اور چھوڑا گیا جس نے کہ اس کو چھوڑا۔

سوم (اخوجہ بن مردویہ انس روایت کرتے ہیں کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ بہ تحقیق اللہ عزوجل نے مجھ سے علیؑ کی نسبت عہد کیا ہے کہ وہ ہدایت کا علم اور ایمان کا نشان اور اولیاء کا امام ہے۔

آپؑ کے شان و امکان میں مولوی جامی علیہ الرحمتہ نے مناقب لکھا ہے وہ پیش کیا جاتا ہے۔

## سیف اللہ

(اخوجہ ابوسعد فی اشرف النبوت) ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ یہ علیؑ بن ابی طالبؑ خدا کی برہنہ شمشیر خدا کے دشمنوں پر ہے۔ لیکن منافقین نے اس کے خلاف سیف اللہ کا خطاب خالد کو دے دیا۔

# (مناقب از مولوی جامی علیہ الرحمتہ)

علیؑ شاہ عالم اماماً کبیرا
کہ بعد از نبیؐ شد بشیراً نذیرا
زمیں آسماں عرش کرسی بحکمش
علیؑ داں علیٰ کل شئی" قدیر
ز تو ہست روشن مہ و مہر و کوکب
توئی در دو عالم سراجاً منیرا
بود یطعمونا طعام ز شاہا
بمسکین و دیگر یتیما" اسیرا
ز اطعام لذات دنیائے فانی
علیؑ کرد مختار خبزاً شعیرا
علی ابن عم محمد رسول است
بموسیٰ اخی گفت ہاروں وزیرا
چہ باک است مداح مولا علی را
بنودم عبوسا دگر قمطریرا
کسے را کہ عشق علی ہست در دل
بود ایمن از شر او مستطیرا
سقاء" شراباً طہور" ز کوثر
نبی ز شمس الضحیٰ زمہریرا
بہ بد خواہ اولاد حیدر خدا گفت
و یدعو ثبورا و یصلیٰ سعیرا

ہر آنکس کہ بوئے ولایت تو یا بد
چہ حاجت بہ پرسید منکر نکیرا
علی اولیا را دلیل است برحق
علی انبیا را ولی" النصیرا
ز تو نیست احوال پوشیدہ جامی
توئی در دو معنی "سمیع" بصیرا

## (از دیوان حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ)

آن گلبن باغ صفاو آں سرو دلستاں وفا
خورشید برج ارتقا یعنی علی مرتضیٰ
مقصود امر کن نگاں مطلوب ابہم جسم و جاں
مفتی درس انس و جاں معنی حرف انمّا
درج ولایت را صدف برج امامت از شرف
شاہ عرب، ماہ نجف، جابک سوار لا فتا
دانندہ عقل و ہنر بنیندۂ نفع و ضرر
مفتی احکام قدر منشی دیوان قضا
نفس رسول مجتبیٰ زوج بتول پارسا
قائم مقام مصطفیٰ، صاحب نصاب ہل اتےٰ
بدرالدجے صدر التقی کہف الورا زہل لہدا
نجم العلیٰ، شمس الضحیٰ، یعنی وصی مصطفیٰ
اعظم امیر المومنین صدر امام متقین
آن کاشف مہ یقیں، اے صاحب تاج لوا
سرحدیت لو کشف گشت اززمانش منکشف

دانش علمش بیشتر بنیش تفضیلش رہنما

گنج سلونی دروکش علم لدنی حاصلش

جان و تن نور دلش باعلم حکمت آشنا

کردہ نبیؐ نامش علیؑ خوانندہ خدا اورا ولی

در مہد ایام صبی بریدہ کام اژدہا

از ضربت صمصام او ازہیبت قمقام او

شیر و ملک در دام او چوں روباہ بے دست و پا

دست ستم بر تافتہ ناف شکم شناختہ

از عکس رویش یافتہ شمع فلک نور ضیا

حیدر درندہ مے و آں سرور فرخندہ پے

آں مغفر کاؤس و کے آں صفدر خیبر کشا

حافظ خموشی پیشہ کن درکار خود اندیشہ کن

قطع نظر زین بیشہ کن گر سر بباید مرترا

---

سورۃ النساء، آیت نمبر ۶۹، (و من طیع اللہ ------ اولئک رفیقا)

ترجمہ : ”اور جس شخص نے خدا اور رسولؐ کی اطاعت کی تو ایسے لوگ ان مقبول بندوں کے ساتھ ہوں گے جنہیں خدا نے اپنی نعمتیں دی ہیں۔ یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔ یہ خدا کا فضل ہے اور خدا کا آگاہ ہونا کافی ہے“۔

حدیث میں ہے بیین سے حضورؐ اور صدیقین سے علیؑ بن ابی طالب، شہداء سے حسینؑ اور صالحین سے مراد باقی آئمہ مراد ہیں اور یہی قرین عقل بھی ہے۔ کیونکہ مبین سے رسولؐ کا مراد ہونا تو ظاہر ہے۔ صدیقین سے علیؑ کا مراد ہونا بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ اگر صدیق کے معنی تصدیق کنندہ کے لیے جائیں تو تاریخوں سے ثابت اور ساری دنیا کو معلوم ہے کہ حضورؐ کی تصدیق

کرنے والے سب سے پہلے علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ اگر سچے کے معنی لیے جائیں تو بھی حضرت علیؑ کے سوا دوسرا کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اور جن لوگوں کو صدیق کہا جاتا ہے، اٹھائیں اور تیس برس تک بتوں کے آگے سر پٹکا کیے اور حضرت علیؑ نے کبھی بتوں کو سجدہ کیا ہی نہیں۔ اسی وجہ سے اوروں کی عصمت کا کوئی قائل نہیں اور حضرت حسنینؑ کا شہید راہ خدا ہونا تو ظاہر ہے اور صالحین مراد نیکوکاروں کی کامل فرد ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں یہ حضرات آئمہؑ تمام خلائق سے صلاح و تقویٰ وغیرہ میں اکمل تھے۔

سورۂ توبہ آیت ۱۹۹، (یا یھا الذین------ مع الصدقین)

ترجمہ : "اے ایماندارو! خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔

اس آیہ کریمہ میں ایمانداروں سے خطاب ہے کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اس سے معلوم ہوا جو ایمان لائے وہ صادقین نہیں ہیں۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے اور ابن عساکر نے امام محمدؑ باقر سے روایت کی ہے کہ صادقین سے مراد حضرت علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ دیکھو تفسیر در منثور، جلد سوئم، صفحہ ۲۹۰، سطر نمبر ا، مطبوعہ مصر۔ نیز دیگر مستند احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صادقین سے مراد اہلبیت علیہم السلام ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ صادقین سے مراد آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور کتاب اکمل الدین میں ہے کہ زمانہ خلافت جناب عثمان میں حضرت علیؑ نے مہاجرین و انصار کے ایک گروہ سے دریافت کیا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ آیا تم یہ جانتے ہو کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اور سلمان فارسیؓ نے دریافت کیا تھا کہ یارسول اللہؐ یہ آیت عام ہے یا خاص تو حضورؐ نے فرمایا تھا کہ مامور تو عام مومنین ہیں۔ جن کو صادقین کے ساتھ ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور صادقین خاص میرے بھائی اور میرے اوصیاء ہیں۔ جو ان کے بعد یکے بعد دیگرے قیامت تک ہوں گے اس کے بعد جواب میں سب نے کہا اللھم نعم اللہ گواہ ہے۔ یہی سچ ہے۔

سورۂ الزمر آیت ۳۲ - ۳۳ (والذی جاء----- ھم المتقون)

ترجمہ : "تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ (طوفان) باندھے اور

جب اس کے پاس سچی بات آئے تو اس کو جھٹلا دے۔ کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں (ضرور ہے) اور یاد رکھو کہ جو شخص (رسولؐ) سچی بات لے کر آیا اور جس کی اس نے تصدیق کی یہی لوگ تو پرہیزگار ہیں"۔

پہلی آیت ۳۳ میں اگر اور مفسرین نے توحید اور قرآن کو اس سے مراد لیا ہے اور کچھ بے جا بھی نہیں ہے تو اس سے ہر منکر توحید مراد ہوگا مگر اہل سنت کے ایک زبردست عالم حافظ ابن مردویہ نے لکھا ہے کہ جو شخص رسالت مابؐ کو علیؑ کے بارے میں جھٹلائے' وہ مراد ہے۔ تو اب صدق سے حضرت علیؑ کے بارے میں رسولؐ کا فرمانا مراد ہوا۔ اس کے علاوہ بعد والی آیت ۳۳ سے یقینی طور پر حضرت علیؑ ہی مراد ہیں اور آپ ہی کی نفضیلت کا بیان ہے۔ اسی بنا پر تقابل بھی اس کا مقتضی ہے کہ اس آیت میں آپ کی نفضیلت کا منکر مراد ہے۔ آیت ۳۳ کے سلسلہ میں فریقین کے علماء اس کے قائل ہیں کہ حضرت رسولؐ کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے حضرت علیؑ ہی ہیں۔ انہی کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ حافظ ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے تصدیق کی ہے علیؑ ابن ابوطالبؑ مراد ہیں۔ دیکھو تفسیر در منثور' جلد نمبر۶' صفحہ ۳۲۸' سطر ۲۴' مطبوعہ مصر۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضورؐ سے مروی ہے کہ صدیق تین شخص ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون حبیب نجار مومن آل یٰسین اور علیؑ ابن ابی طالبؑ جو صدیق اکبر ہیں۔ اسی بنا پر خود حضرت علیؑ اپنی ظاہری خلافت کے زمانہ میں فرماتے تھے میں صدیق اکبر ہوں۔ حزقیل مومن آل فرعوں نے اپنا ایمان بہت عرصہ تک چھپائے رکھا۔ جب حضرت موسیٰؑ آئے تو اپنا ایمان ظاہر کیا۔ اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔

سورۂ الحدید' آیت نمبر۱۹ (والذین امنوا------ اصحاب الجھیم)

ترجمہ : "اور جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیقوں اور شہیدوں کے درجے میں ہوں گے ان کے لیے ان ہی (صدیقوں اور شہیدوں) کا اجر اور ان کا نور ہوگا"۔

امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی

ہے۔ اسی بنا پر حضرت علیؑ نے منبر پر فرمایا تھا کہ میں صدیق اکبر ہوں اور علامہ سیوطی نے حضرت علیؑ کی مدح میں روایت کی ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے علیؑ ہی مصافحہ کریں گے اور آپ ہی صدیق اکبر اور اس امت کے فاروق اعظم ہیں۔

# اصحابہ المتقین

اس سے پیشتر صحابہ کے حالات مشتبہ ہونے کے باعث ہم نے ان کی اطاعت کو درست نہیں جانا لیکن اب مومن کی کیفیت کے استنباط سے ان کی اطاعت واجب ہو رہی ہے۔ جب ان خالص صحابہ کی صحت پر نظر غور کی تو یہ امر نکلا کہ گروہ صحابہ میں سے جن جن صحابہ کو مومن کے صفات اور ان کی خصوصیات سے مطابقت حاصل ہے تو پھر وہ صحابہ قابل اطاعت کہلائے جا سکتے ہیں۔ ان کی ایسی شان اعلیٰ تسلیم کرنے میں کسی مسلمان فہم رسا کو انکار نہیں ہو سکتا۔ وہ تو حقیقی محبان رسولؐ کے زمرہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی اطاعت ہر فرقہ اسلام کے لیے فرض ہو رہی ہے۔ ہم ایسی

پاکیزہ صفات ہستیوں کے دل و جان سے فرمانبردار اور غلام ہیں اور ان صحابہؓ کے نہایت ممنون و مشکور ہیں، جنہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات مقدسہ کو جو شان اہل بیتؑ رسول میں تھے۔ اپنے سینے میں محفوظ رکھ کر عملی جامہ پہنا کر حقانیت کے ساتھ روایتا اظہار فرمایا ہے جو آج طالبان حق کے لیے معتبر و مقدس روایت ہونے کے تقویت ایمان کا باعث ہو رہے ہیں۔ اس لیے اہل شناس انسان ایسے صحابہ ہستیوں کو دعائے خیر میں شامل کر کے صبح و شام اللہ پاک سے رحمت مانگتے ہیں۔ **ربنا اغفرلنا ولا ھوا سنا الذ ین سبقو ما باالا مان ولا تجعل فی قلوبنا علا الذین امنوا ربنا انک رئوف الرحیم**

صحابہ صحابہ کی رٹ لگانے والوں سے کوئی پوچھے کیا سلمان فارسیؓ' ابوذر غفاریؓ' مقدادؓ' عمار یاسرؓ' حزیفہؓ' جابر بن عبداللہ انصاریؓ' ابوایوب انصاریؓ' بلال حبشیؓ' سلیمؓ بن قیس' میسم تمار اور اویس قرنیؓ وغیرہ اصحابی رسولؐ نہ تھے۔ ان کے فضائل کیوں نہیں بیان کرتے۔ اسی طرح ازواج رسولؐ تو اور بھی ہیں مگر ایک دو کے علاوہ باقی کسی کی تعریف نہیں ہوتی۔ مسئلہ صرف اتنا ہے کہ انہوں نے تمام صحابہ میں سے دو تین چن رکھے ہیں اور اسی طرح ازواج میں سے ایک دو------ اور کہتے ہیں صرف ان کی تعریف کرو۔ بس یہی دین ہے اور یہی ایمان۔

کیوں بھئی! باقیوں کی تعریف کیوں نہ کریں۔ کیا وہ اصحاب رسولؐ نہیں۔ ہمیں کہتے ہو کہ اصحاب کو نہیں مانتے۔ جس طرح تم چند ایک کو مانتے ہو اور باقیوں کو نہیں مانتے' اسی طرح ہم چند ایک کو مانتے ہیں' باقیوں کو نہیں مانتے۔ حساب برابر---- جھگڑا کیسا۔

تمہیں کیا معلوم کہ مقام صحابہؓ کیا ہے؟ تم تو آج تک صحابی کی تعریف (Definition) بھی نہیں کر سکے کہ صحابی کہتے کسے ہیں؟ یہاں تک کہتے ہیں کہ جی! بس جس نے ایک بار رسولؐ کو دیکھ لیا چاہے نفرت سے دیکھا ہو' چاہے بغض سے دیکھا ہو' چاہے شرارت سے دیکھا ہو بس وہ صحابی ہوگیا۔ کچھ یوں بھی کہتے ہیں کہ جس جس نے بھی رسولؐ سے محبت کی' وہ صحابی ہوگیا۔ گویا اس طرح وہ اپنے آپ کو بھی صحابہ کی صف میں شامل کر لیتے ہیں۔ اب جب یہ سارے ہی صحابہ ہیں تو پھر یہ کہنا کہ صحابہ کی عزت کرو کیا معنی رکھتا ہے۔

صحابی کی تعریف (Definition) شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے یوں کی ہے:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اسلام میں مرکز حضورؐ کی ذات اقدس ہے۔ ہماری نظر تو بس حضورؐ پر رہتی ہے اور ہم یہ دیکھتے رہتے ہیں کہ حضورؐ نے کسی کے بارے میں کیا فرمایا۔ جس کے بارے میں کہا' ہم نے مانا اور جس کے بارے میں نہیں کہا' ہم نہیں مانتے۔ جس کو حضورؐ نے

سراہا ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور باقیوں کی نہیں کرتے چاہے پوری دنیا شور مچاتی رہے۔ اب اگر حضورؐ کہہ دیں کہ مقدادؓ ایمان کے آٹھویں درجہ پر ہے' ابوذرؓ نویں اور سلمانؓ دسویں درجے پر ہے تو ہم نے ان صاحب ایمان صحابہؓ کو مانا اور ان کا ذکر کیا۔ اب اگر حضورؐ نے ایمان کے تذکرے میں کسی اور کو قابل ذکر نہیں سمجھا تو ہم کیوں ان کا ذکر کریں اور ان کے قصیدے پڑھیں۔

اللہ! اللہ!! کیا کہنے ایسے صحابہؓ کے۔ آؤ ہم سے سنو مقام صحابہؓ ہر مومن جنت کا مشتاق ہے مگر حضورؐ فرماتے ہیں جنت مشتاق ہے تین آدمیوں کی۔ سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ------ غور کیا جائے تو حضورؐ نے اک میزان دے دی ہے قیامت تک مسلمانوں کے لیے کہ جب کبھی حق و باطل میں تمیز مشکل ہو جائے تو دیکھ لینا کہ یہ تینوں میرے اصحابؓ کس طرف ہیں۔ کیونکہ جنت ان کی مشتاق ہے۔ یہ کبھی بھی باطل کی طرف جھک نہیں سکتے اور حق سے دور نہیں ہو سکتے۔ آیئے مقام صحابہ کی ایک اور جھلک دیکھیں۔

ایک دفعہ حضرت جبرئیل امین نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ بار الہا! میری قوت پرواز میں اضافہ فرما کہ میں اڑ کر ساری جنت کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جبرئیل کی قوت پرواز میں ستر ہزار گنا اضافہ کر دیا گیا۔ اب جبرئیل نے اپنی پرواز شروع کی اور ستر سال تک اڑتا رہا اور جنت کے نظارے کرتا رہا۔ آخر اک آواز آئی کہ جبرئیل تم کہاں میری ساری جنت دیکھ پاؤ گے۔ ستر سال ہو گئے تمہیں پرواز کرتے ہوئے اور ابھی تک قصر سلمانؓ کا ایک گوشہ بھی مکمل طور پر نہیں دیکھ سکے۔

## جنگ خندق

جنگ خندق کے حالات کمال الدین بن طلحه الشافی مطالب السؤل میں لکھتے ہیں جس کو مولانا مولوی عبیداللہ صاحب اہل سنت جماعت نے لیا۔ اب یہ بندہ مختصر مولانا کی تحریر کو پیش کرتا ہے۔

جنگ خندق کے موقع پر مشرکین کو اپنی جمعیت اور یہودیوں کے متفق ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی بیخ کنی کا خیال پیدا ہوگیا۔ ان میں سے چند سوار آگے بڑھے جن میں ان کا نامی شاہسوار عمر بن عبدود بھی تھا۔ جو اکیلا ہزار سوار کے برابر گنا جاتا تھا۔ ان میں عکرمہ بن ابوجہل بھی تھا۔ کود کر خندق پر آ کھڑے ہوئے۔ ان کے گھوڑے خندق اور مسلمانوں کے درمیان اچھلنے کودنے لگے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند مسلمانوں کے ساتھ خندق کے اس مقام پر پہنچے جہاں پر سے وہ خندق پھلانگ آئے تھے۔ پھر اس مقام کی ناکہ بندی کی۔ عمر بن عبدود ٹوٹ پڑا۔ قریش نے ان کے واسطے ایک بھاری علامت مقرر کی ہوئی تھی۔ جس سے اس کی قدر و منزلت اور شان و شوکت معلوم ہو سکتی تھی۔ عمر بن عبدود ہل من مبارز کے نعرے لگانے لگا۔ جناب علی علیہ السلام نے ان کے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روک دیا۔ وہ پھر ہل من مبارز پکار پکار کر طعنہ زنی کرنے لگا کہ کہاں ہے وہ تمہاری جنت، جس کی نسبت تمہارا زعم ہے کہ جو شخص بھی ہم سے قتل ہوگا' وہ اس میں داخل ہوگا۔ پھر کیوں تم میں سے کوئی میرے مقابلہ پر نہیں آتا۔ جناب علیؑ یہ سن کر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور اس کی مبازرت کے لیے خواستگار ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا یہ عمر بن عبدود ہے۔ جناب علیؑ نے عرض کیا اگرچہ وہ عمر بن عبدود ہے' آپؐ مجھ کو اس کے مقابلہ کے لیے اجازت دیں۔ حضرتؐ نے ان کو اذن دے دیا۔

جناب علیؑ ان کے سامنے گئے۔ وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے "بہ تحقیق میری آواز تم لوگوں کو ہل من مبارز پکارتے پکارتے تھک گئی ہے۔ جب کہ بہادر نامردی کرتا تھا میں دلیروں کی صف میں کھڑا تھا۔ میں ہمیشہ اسی طرح لوگوں کی طرف دوڑتا تھا کیونکہ جوان مرد کے لیے شجاعت اور سخاوت بہت اچھی عادت ہے"۔ جناب علیؑ نے اس کا جواب ارشاد کیا "اے عمر! تجھ پر افسوس ہے تیرے پاس وہ شخص آ رہا ہے جو تیرے پکارنے کے جواب دینے میں عاجز نہیں اور صاحب نیت اور

صاحب بصیرت ہے اور سچ ہے ہر ایک فیروز مند کو نجات دینے والا ہے۔ میں بے شک امید رکھتا ہوں کہ میں بوڑھی عورتوں کے بین تجھ پر برپا کر دوں گا۔ ایک ایسی ضرب سے تو فنا ہو جائے گا اور معرکہ میں ذکر باقی رہے گا"۔ عمر حمیت میں آ کر گھوڑے سے کود پڑا اور جناب علیؑ کی طرف لپکا۔ دونوں ایک ساعت تک باہم لڑتے رہے۔ عمرو نے ایک چوٹ کی۔ آپ نے اسے سپر سے روکا۔ سپر کاٹ کر تلوار آپ کے سر پر بیٹھ گئی۔ جناب علیؑ نے عمر سے کہا تُو تو عرب کا شہسوار ہے۔ تو کیا لڑائی میں مجھ سے اکیلا کافی نہ تھا کہ تو نے مددگار بلائے ہیں۔ عمر نے پیچھے پھر کر دیکھا۔ آپ نے اس کی پنڈلیوں پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ کٹ گئیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے اس کے کندھے پر تلوار ماری اور اس کے ایک طرف کا کندھا ہاتھوں پر گرا دیا۔ آپؑ اس کو اسی طرح سے مقتول چھوڑ کر اس کے بیٹے جہل پر لپکے۔ اس کو بھی مار ڈالا۔ اس کی گھوڑی بھاگ گئی۔ عکرمہ بن ابو جہل نے دیکھ کر اپنا نیزہ پھینک دیا اور بھاگ گیا۔ ان میں سے جس نے بھاگنا تھا' وہ بھی اس کے ساتھ بھاگ گیا۔ جناب علیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمرو کی ضرب کی وجہ سے ان کے سر میں سے خون بہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قتل علی العمرو بن عبدود افضل من عباد تا ثقلین یعنی علیؑ کا عمرو بن عبدود کو قتل کرنا جن و انس کی عبادت سے افضل ہے۔

حقیقت اور معنی میں اسلامی جنگ مسلمانوں کے لیے امتحان بھی ہوا کرتے ہیں' جس سے ان کے عقیدہ ایمان' جرات' اطاعت خداوندی کی چھانٹ و تفریق ہو سکتی ہے۔ جنگ خندق کی صورت عملی پر غور کیا جائے تو صاف نظر آ رہا ہے کہ اس وقت کے مسلمانوں کے لیے کس قدر سختی کی ساعت آئی۔ مشکلات کا سامنا درپیش ہوا جس کے باعث سب کے سب موجودہ مسلمان دشمن عمرو کے رعب سے بے برات ہو کر سرنگوں ہو رہے تھے۔ نہ اٹھ سکے' نہ مقابلہ کی تاب لا سکے۔ اگر خدانخواستہ یہی صورت بنی رہتی کوئی دشمن کو جواب دینے نہ اٹھتا تو اس وقت اسلام کی زندگی کے

خاتمہ کا امکان تھا۔ لیکن ان کے بچاؤ اور حل المشکلات کے لیے ایک علی علیہ السلام کی ہستی ثابت ہوئی، جن کے ہاتھ سے دشمن کا صفایا ہوا۔ پھر کیوں نہ اس مکرم ہستی کو اس موقع کے مشکل کشا تسلیم کیا جائے۔ جس کے توسل سے سینکڑوں مسلمانوں کی جان سلامت رہی اور اسلام کی عزت و عظمت بحال رہی۔ جس کے صلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ انعام عطا فرمایا جو آپ کو تمام مخلوق سے بالا و بلند کر رہا ہے۔ جس کا اس قدر شان اعلیٰ ہو، وہ اپنے عمل سے ان مشکلات کو دور کرنے کی عظمت سے خواہ مخواہ مشکل کشا کا مصداق کہلا سکتا ہے لیکن علماء حاسدین کی مخالفت لازمی امر ہے جیسا کہ پھول کے ساتھ کانٹا۔ یہ قدیم سے ایسا ہی ہے۔ نبی اور وصی اور ولی کے ساتھ ہوتا چلا آ رہا ہے۔

---

جنگ خندق کا منظر جب دیکھتا ہوں کہ کفار مکہ نے تمام مسلمانوں کو گھیرا ہوا ہے یعنی مسلمان خندق کے اندر محصور ہیں اور باہر کفر کا غلبہ ہے، اتنے میں عمر بن عبدود خندق پھلانگ کر آ پہنچتا ہے اور مسلمانوں کو للکارتا ہے مقابلے کے لیے اور حضورؐ اصحاب سے کہتے بھی ہیں کہ کوئی ہے جو اس کے مقابلے پہ جائے مگر تاریخ شاہد ہے کہ سوائے علیؑ کے کوئی جانے کو تیار نہیں ہوتا۔ سب کی نظریں جھکی ہوئی ہیں (قرآن پڑھیے سورۂ احزاب) تین بار حضورؐ نے کہا مگر کوئی نہیں اٹھا سوائے علیؑ کے۔ پھر عمر بن عبدود للکارا کہ اے مسلمانو! تمہارا تو ایمان ہے کہ جو شہید ہوا وہ سیدھا جنت میں گیا تو اب تم میں سے کوئی جنت میں نہیں جانا چاہتا۔ مگر نہیں۔ مسلمانوں کی تو سانسیں گلے میں اٹکی ہوئی تھیں۔

آخر کار علیؑ جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ حضورؐ علیؑ کا تعارف بھی کرواتے جاتے ہیں۔ جب اس صورت حال پر غور کرتا ہوں تو اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے کہ رسولؐ کا انتظام اتنا ناقص ہو کہ حضورؐ انتظام کریں کہ کوئی اندر نہ آ سکے اور دشمن پھر بھی اندر آ جائے۔ لگتا یوں ہے جیسے خود حضورؐ نے مسلمانوں کو گھیرا ہوا ہے اور کہہ رہے ہیں کہ اے مسلمانو! میں نے دعوت ذوالعشیرہ میں علیؑ کا تعارف کرانا چاہا تم نے کھانا کھایا اور بھاگ گئے۔ میں نے بدر میں چاہا

تم نے انکار کیا۔ احد میں میرے ساتھ جبرئیل بھی علیؑ کا قصیدہ پڑھتا رہا مگر تم بھاگ گئے۔ اب ایسا انتظام کیا ہے کہ نہ تم بھاگ سکو اور نہ کوئی بہانا بنا سکو۔ لہٰذا تم دیکھو بھی کہ علیؑ کیا ہے اور مجھ سے سنو بھی کہ علیؑ کیا ہے اور یاد رکھو کہ علیؑ کل ایمان ہے اور جو بھی اس کے مقابلے پر آئے وہ کل کفر ہے اور علیؑ ہی میرا جانشین میرا وصی اور خلیفہ ہے۔

ایک دوسرا پہلو جو اس جنگ کے حوالے سے عرض کرنا چاہتا ہوں' وہ یہ کہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی عمل کے جب تک آثار باقی ہیں اس پر عمل کرنے والے کے نامہ اعمال میں نیکیاں جمع ہوتی رہیں گی۔ اگر کوئی شخص مسجد یا امام بارگاہ کی تعمیر میں حصہ لیتا ہے چاہے اس نے ایک اینٹ ہی لگائی ہو' جب تک یہ مسجد قائم رہے گی اور نمازی نماز ادا کرتے رہیں گے اس اینٹ لگانے والے کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ جنگ خندق کے موقع پر تمام مسلمان خندق کے اندر موجود تھے۔ یعنی کُل کا کُل اسلام خندق کے اندر تھا اور خندق سے باہر کفر ہی کفر تھا۔ اس بات کی تصدیق سرکار دو جہاںؐ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں کہ اس دن اگر علیؑ نہ ہوتے تو اسلام کا آخری دن تھا۔ یعنی اگر اس دن علیؑ کی ضرب کام نہ آتی تو دین ختم ہو جاتا۔ تو گویا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی محنتیں خاک میں مل جاتیں اور اسی طرح اگر علیؑ کی ضرب کارگر ثابت نہ ہوتی' اسلام ختم ہو چکا ہوتا اور آج ہم مسلمان نہ ہوتے۔ یعنی علیؑ کی اس ایک ضرب کے آثار اب تک جاری ہیں اور قیامت تک جاری رہیں گے۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ ایک طرف تو تمام انبیاء کی محنتیں اور عبادتیں محفوظ رہ گئیں اور دوسری طرف اسلام کو قیامت تک دوام حاصل ہوگیا۔ اب آپ علیؑ کی ضرب کے آثار جمع کریں۔ ایک طرف سے تو تمام انبیا کی محنتیں اور عبادتیں علیؑ کے نامہ اعمال میں ہیں اور دوسری طرف قیامت تک ہونے والی تمام مسلمانوں کی عبادتوں کا ثواب علیؑ کے نامہ اعمال میں جمع ہوتا رہے گا۔ اسی لیے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا ضربت علیؑ من یوم خندق افضل من عبادت ثقلین (علیؑ کی ایک ضرب عبادت ثقلین سے افضل ہے)

## خطبہ اول ــــــ سرکار امام زمانہؑ ــــــ سے اقتباس

حضرت کمیل ابن زیاد رحمتہ اللہ علیہ سرکار امیر المومنین علیہ السلام کے خاص صحابی تھے وہ فرماتے ہیں' کہ ایک دفعہ میں سرکار امیرؑ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپؑ بہت خوش دکھائی دے رہے تھے کہ آپؑ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا "میرے ماں باپ تم پر قربان' تو کتنا فصیح ہے اور قدرت الٰہی سے قادر ہے۔"

کمیل پوچھتے ہیں آقا! یہ آپؑ نے کس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ آپؑ نے فرمایا' میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفے کا ممبر ہے جس پر میرا بیٹا (امام آخرالزماںؑ) جلوہ افروز ہے اور نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دے رہا ہے۔ کمیل عرض کرتے ہیں آقا! اگر مناسب ہو تو خاکسار کو بھی ان آخری امامؑ کا کچھ کلام سننے کا شرف حاصل ہو۔ آپؑ نے فرمایا' سن اے کمیل! میرا بیٹا اپنے پہلے پہلے خطبے میں یوں گوہر فشاں ہوگا۔

"حمد ہے اس ذات باری کی جس نے آج اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ جس نے زمین و آسمان کی چابیاں اور کائنات کی باگیں اپنے ولی کے ہاتھ میں دے دیں۔ رات گزر گئی اور صبح انصاف طلوع ہوئی' میں آگیا ہوں۔ آج تک کسی کے ساتھ اللہ نے کوئی وعدہ کیا ہو تو میں پورا کرنے کو تیار ہوں۔ کسی کے ساتھ آدمؑ نے کوئی عہد کیا ہو یا نوحؑ نے' ابراہیمؑ نے' موسیٰؑ نے' عیسیٰؑ نے یا پھر محمدؐ نے یا علیؑ نے کوئی وعدہ کیا ہو تو میں پورا کرنے کو تیار ہوں۔

میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور یہ مجھ پر احسان نہیں یہ اللہ کا ہاتھ ہے یہ محمدؐ کا ہاتھ ہے۔ محمدؐ میں ہے' میں محمدؐ ہوں۔ علیؑ میں ہے میں علیؑ ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے ولی مقرر کیا اس وقت تک ممبر سے نہیں اتروںگا جب تک حقدار کو اس کا حق نہ دلوا دوں چاہے وہ مٹی میں مل چکا ہو۔ مردوں کو قبروں سے اٹھانے والا میں ہوں اور میں ہی قیامت برپا کروں گا۔ موسیٰ کو بے ہوش کرنے والا میں تھا۔ ابراہیمؑ کو بھلانے والا میں تھا' میں تسمیہ بیضاء کا بیٹا ہوں' میں آیت کبریٰ کا بیٹا ہوں۔ سلطان کا سلطان بیٹا میں ہوں۔ میں سدرئی المنتہی ہوں' کعبہ قوسین ہوں' مشرقین کا نور ہوں۔ میں وہ ہوں جس کی عظمت کے کنگروں تک پرندے پرواز نہیں کر سکتے۔ میں تمام نعمتیں اور رحمتیں تقسیم کرنے والا' بندگان خدا میں خدا کا بقیہ ہوں۔ اللہ کے شہروں میں اللہ کی امانت ہوں۔ میں اسرار کا خازن ہوں۔ خاندان اطہار کا بقیہ ہوں۔ زمانے جس کے آگے ختم ہو کر سر بجود ہوتے ہیں جس کے بعد وقت نہیں۔ میں اللہ کا سب سے بڑا راز اور اللہ کا قدیمی اسم اعظم ہوں' میں محمدؐ کے سلسلے کی آخری کڑی ہوں' میں انتقام لینے والا' کارخانہ تقدیر و تدبیر کا ناظم ہوں۔

اے اللہ کے دشمنو! میرے نانا رسولؐ اور دادا علیؑ کے دشمنو!

آج کے بعد ہماری سچی ماں کا رزق تم پر حرام ہوگیا۔ بہت کھا لیا اور بہت بھونک لیا تم نے' آج کے بعد گندگی کے ڈھیر سے لے لیا کرنا اور ہاں! ہماری مودت کا حساب تو دیتے جاؤ۔ بھاگ سکتے ہو تو بھاگ لو' مگر کہاں تک بھاگو گے کیا آسمان پر چڑھ جاؤ گے یا زمین کی تہوں میں چھپ جاؤ گے۔ جہاں بھی جاؤ گے تم بعد میں پہنچو گے' مجھے پہلے وہاں موجود پاؤ گے"۔

میرے ظہور کے لیے بہت دعا کرو' کیونکہ میرا ظہور ہی تمہاری نجات کا باعث ہے۔

(سرکار حجت علیہ السلام)

# جنگ احد

غزوۂ احد ہجرت کے تیسرے سال کا واقعہ ہے، جس کی ابتداء ان وجوہات پر ہوئی جو کہ غزوۂ بدر میں رؤساء قریش کا قتل ہونا، ان کے وارثان اور تعلق داروں کو اس بات کا نہایت رنج و قلق تھا۔ اب ان تمام نے اس امر پر اتفاق کیا کہ جب تک بانی اسلام کو ختم کر نہ دیا جائے، تب تک یہ رنج و الم بھول نہیں سکتا۔ چنانچہ سرداران کفار ابوسفیان ہر طرح سے مسلح ہو کر لشکر کثیر کے ساتھ مقابلہ پر آ رہا۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سنا۔ آپ بھی ایک ہزار فوج کے ساتھ کوہ احد کے میدان میں آن پہنچے۔ آپؐ نے ایک درہ جہاں سے دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا، وہاں ایک دستہ اپنی فوج کا قائم کر دیا۔ ساتھ ہی حکم فرما دیا کہ تم نے اس جگہ کی حفاظت کو نہیں چھوڑنا۔ دونوں طرف کی فوجیں بالمقابل ہوگئیں۔ تب چھیڑ چھاڑ کرنے لگے۔ آخر جنگ شروع ہوگئی۔ جوانان اسلام نے نہایت زبردست پے در پے حملے کرنے شروع کیے، جس نے لشکر کفار کے پاؤں اکھیڑ دیئے۔ انہیں اپنا سامان چھوڑ چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ درہ والی فوج فرمان رسولؐ کو بھول گئی۔ حرص و لالچ میں آ کر سامان لوٹنے میں مصروف ہوگئی۔

دشمن اسلام خالد بن ولید نے درہ کو خالی پا کر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملے سے مسلمانوں کے حواس جاتے رہے۔ اپنی اپنی جانوں کی پڑ گئی۔ بھاگنا شروع کر دیا۔ صرف چوداں مسلمان میدان احد میں رہ گئے۔ مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر کفار کا حوصلہ بڑھ گیا۔ جب انہوں نے سختی سے حملے کیے تو پھر وہ بھی ایک ایک دو دو ہو کر میدان سے بھاگ نکلے۔ صرف ابودجانہؓ اور علی علیہ السلام رہ گئے۔ بعض

علماء ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ ان چوداں مسلمانوں میں سے ایک حضرت ابوبکر بھی تھے۔ یہ بھاگنے والے نہ تھے۔ بلکہ محافظت رسولؐ میں سینہ سپر تھے مگر موقع کی حالات صورت روایت کے خلاف پتہ دے رہی ہے کہ محافظ رسولؐ کا بال بیکا بھی نہ ہو اور رسولؐ پاک زخمی ہو جائیں تو پھر ایسی محافظت سے محافظوں کا معنا" فرار ہونا ہی صادق آ رہا ہے۔ ابودجانہؓ نے نہایت جرات سے حملے کیے' جس سے اپنی عقیدت صادقہ کا اظہار کر دکھایا۔ آخر زخموں سے بیتاب ہو کر گر پڑے تو علی علیہ السلام انہیں اٹھا کر رسولؐ کے پاس لے آئے۔ اس وقت نہایت خطرناک موقع بنا ہوا تھا۔ کفار رسولؐ پاک کو گھیرے ہوئے تھے اور خوش ہوتے تھے کہ آج اسلام اور بانیٔ اسلام کا خاتمہ کر دکھائیں گے۔ لیکن یہ ان کا خیال و گمان غلط تھا۔

وہ جناب علی علیہ السلام کی موجودگی میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک پر چوٹ لگی ہوئی تھی۔ خون جاری تھا۔ رسولؐ خدا بذات خود دشمنوں سے مقابلہ کر رہے تھے۔ ایسی ناگوار حالت کو دیکھ کر جناب علیؑ کے نہایت زبردست حملے شروع ہوئے۔ دشمن کی صفوں کو کاٹتے' ان کا قلع قمع کرتے' رسولؐ پاک کی حفاظت کے لیے واپس آتے۔ رسولؐ کو دیکھ جاتے۔ رسولؐ نے فرمایا اے علیؑ تم کیوں نہ بھاگے۔ عرض کی ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا' مجھے آپؐ کی پیروی لازم ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب علی علیہ السلام کی طرف سے ایسی جانثاری اور اطاعت عاشقانہ دیکھی تو فرمایا ایسا کیوں نہ ہو۔ **ھو منی و انا منہ** (علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں) آخر الامر علیؑ کی تلوار ذوالفقار نے دشمن کی فوج کو متفرق اور پس و پا کیا۔ بھاگے ہوئے مسلمان واپس آنے لگے۔ یہ دیدہ دانستہ شکست تھی۔ لیکن علی علیہ السلام کی طفیل فتح یابی حاصل ہوئی۔ غور کیا جائے تو یہ ایسی مہم مجازاً امر عظیم کار' دشوار تھی۔ جو آقائے دین علی علیہ السلام کے ہاتھ سے حل ہوئی۔ تب سے آپ حل المشکلات ہوئے' تو پھر کیوں نہ ہم آپؑ کی شان سے دلچسپی رکھیں اور مشکل کشا کہا کریں۔

جنگ احد کے موقع پر آنحضرتؐ صحابہ کرامؓ سے خطاب فرما رہے تھے جس میں آپؐ جہاد کی فضیلت بیان کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا "ہر نیکی سے بڑھ کر دوسری نیکی موجود ہے۔ یہاں تک کہ انسان شہادت کے منصب پر فائز ہو جائے اور پھر اس سے بڑھ کر کوئی اور نیکی اور عمل خیر نہیں ہے"۔ یہ سن کر ایک عورت نے اذن جہاد چاہا تو آپؐ نے فرمایا کہ عورتوں پر جہاد ساقط ہے۔ پھر اس عورت نے پوچھا "آقاؐ! یہ فرمایئے کہ عورتوں کو اللہ نے اس سعادت سے کیوں محروم رکھا ہے؟" عورت کے اس سوال پر حضورؐ بہت خوش ہوئے اور پھر اصحاب کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا "کیا تم نے کسی عورت سے دین کی اساس کے بارے میں ایسا عمدہ سوال سنا ہے؟" اور پھر آپؐ نے اس عورت کو فرمایا کہ "عورت کا گھر کی چار دیواری میں بیٹھ رہنا جہاد ہے اور تم میں سے ہر ایک کا عمدہ طریقے پر شوہرداری کرنا برابر ہے ان تمام کارناموں کے جو مرد میدان جنگ میں انجام دیتے ہیں"۔

اسلام میں عورت اور مرد کے لیے علیحدہ علیحدہ احکام اور دستور زندگی ہے۔ یہاں تک کہ نماز میں بھی مرد اور عورت دوش بدوش نہیں ہیں۔ بلکہ طریقہ نماز دونوں کا ایک نہیں۔ انسان کو کہاں حق دیا گیا ہے کہ وہ مل کر اسلام کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں کہ عورت کو مرد کے شانہ بشانہ چلنا چاہیے یا عورت کے پردہ کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں فیصلہ کریں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے سارے چور مل کر کانفرنس کریں کہ لوگوں کے گھروں کے دروازے کیوں بنائے گئے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ عورت کی ترقی عورت رہ کر ہے اور پھر پردہ اور حجاب کون سی بری چیز ہے۔ آپ ذرا غور تو کریں ساری مقدس اور قیمتی چیزیں حجاب میں رکھی جاتی ہیں۔ گھر بہت ہیں مگر بیت اللہ----- پردے میں، ساری کتابیں مارے مارے پھرتی ہیں مگر قرآن----- غلاف میں۔ سارے کاغذات اور پرزے در بدر مگر اسناد اور قیمتی دستاویزات---- صندوق میں۔ جس کا پردہ ہو، اس کی توہین نہیں ہوتی بلکہ جس سے پردہ کیا جائے، اس کی توہین ہے۔ ازواج رسولؐ---- مومنوں کی مائیں ہیں مگر پردہ واجب۔ حالانکہ ماں کے لیے بیٹوں سے پردہ نہیں

ہوتا لیکن حکم ہوا کہ چار دیواری میں رہو۔ ایک ام المومنینؓ نے تو بعد رسولؐ حج بھی اسی خیال سے نہیں کیا۔

مستند روایت ہے کہ جناب فاطمۃ الزہرا اسلام اللہ علیہا جب آتیں تو رسولؐ خدا اپنی جگہ سے اٹھتے اور سیدہؑ کو وہاں بٹھاتے مگر بی بیؑ کبھی خطبہ میں نہیں آئیں----- پردے کی پابندی--- اور امام حسنؑ سے پوچھا کرتی تھیں کہ آج تمہارے نانا نے کیا کہا۔ جناب سیدہؑ جانتی تھیں کہ میرا جہاد گھر پر ہی ہے۔ یعنی حسینؑ سازی' میں ہے۔

دراصل------- اسلام نے مرد اور عورت کے لیے تقسیم عمل کر دی ہے۔

دروازے سے باہر------------ مرد کے کام

دروازے کے اندر------------ عورت کی ذمہ داری

**مریم کا فاطمہؑ سے ہے کیا مقابلہ مریم ہے عابدہ' عبادت ہے فاطمہؑ**

## فرمودات جناب سیدہ سلام اللہ علیہا

- عورت کا وقار حیا' پاک دامنی اور پردہ میں ہے۔
- عورت کا کمال یہ ہے کہ نہ وہ کسی نامحرم کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے اور نہ کوئی نامحرم اسے دیکھنے پائے۔
- لڑکی کو کم گو' سنجیدہ' باحیا اور باپردہ بنانا والدین پر واجب ہے۔
- اگر میں اپنے شوہر سے کسی ایسی چیز کی فرمائش کروں جو وہ پوری نہ کر سکتا ہو تو میں خدا کو کیا منہ دکھاؤں گی۔
- بروز محشر بہت سے نیک لوگ اپنی اولاد کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ (یعنی اولاد کی تربیت ٹھیک نہیں کی تھی)

# جنگ خیبر

دیگر غزوۂ خیبر کے مختصر حالات یوں ہیں۔ قلعہ خموص پر تمام صحابہ باری باری جاتے رہے۔ لیکن پس وپا ہوتے رہے۔ آخر اس ناکامی کی وجہ سے نہایت مایوس اور ناامید ہوگئے۔ کامیابی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی حالت جرات کو پس ماندہ دیکھا تو فرمایا کل ایسے شخص کو علم دے کر بھیجا جائے گا جو اللہ و رسولؐ کو چاہتا ہے اور اللہ و رسولؐ اسے چاہتے ہیں۔ وہ بغیر فتح کے واپس نہ آئے گا۔ لیکن رسولؐ اللہ کے علم ار حضرت علی علیہ السلام آشوب چشم کے باعث حملہ کے لیے معذور خیال کیے جاتے تھے۔ اس لیے ہر ایک صحابی اس فضیلت کے حاصل کرنے کا شائق بن رہا تھا۔ سب کے سب صحابہ تمام رات اسی انتظار میں بے خواب رہے کہ کب صبح ہو تو یہ شرف مجھے حاصل ہو۔ ابھی صبح نمودار ہوئی تھی تو ندا ہوئی کہ علیؑ کہاں ہیں۔ آپؑ ایک شخص کے ہمراہ حاضر خدمت ہوئے۔ آنکھوں کو ورم ہونے کے باعث تنہا چلنا دشوار تھا۔ حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ آنکھوں کو شفا ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے ان کو حملہ کے لیے اجازت فرمائی۔

جب آپؑ قلعہ کے مقابل پہنچے اس وقت مرحب قلعہ سے باہر نکلا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے یعنی تمام خیبر جانتا ہے میں مرحب ہوں۔ آلات حرب میں شوکت رکھنے والا ہوں۔ دلیر ہوں' تجربہ کار ہوں جب کہ معرکہ میں شیر دھاڑتے ہیں۔ آگ کے شعلے بھڑکاتے ہیں۔ مرحب کے حملہ سے بٹ جاتے ہیں کہ بادشاہ کا وزیر ہے۔ ظاہر ہوگیا کہ میرے خوف سے کوئی نزدیک نہیں آتا۔ کبھی میں نیزہ مارتا ہوں اور کبھی تلوار اور اگر تمام زمانہ مغلوب ہو جائے تو بھی میں غالب ہوں۔ میرے سامنے حریف خون میں لتھڑا ہوا ہے۔ جناب علیؑ نے اس کے مقابل یہ رجز بیان فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ بہادری کے پیشہ کا درندہ شیر ہوں۔ قوی بازو اور سخت گردن والا جیسے کہ ڈراؤنی

صورت والا جنگل کا شیر۔ میں تلوار کے بڑے پیمانے سے تمہیں ناپوں گا۔ میں تمہیں ایک ایسی ضرب لگاؤں گا جس سے تمہاری پشت کا ایک ایک مہرہ جدا ہو جائے گا۔ میں نیزہ کو سخت زمین میں گاڑتا ہوں۔ میں تلوار سے کافروں کی گردن مارتا ہوں۔ بزرگ قوم کے زور میں بھرے ہوئے نوجوان کی ضرب ہے۔ اس کے لیے جو حق چھوڑتا ہے اور ذلت میں ٹھہرتا ہے۔ میں ان میں سے سات یا دس آدمیوں کو قتل کروں گا جو سب فاسق و فاجر ہیں۔ پھر جناب علیؑ نے ایک وار کیا اور مرحب کا سر کٹ کر گر پڑا۔ خدا نے ان کے ہاتھ سے فتح دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ جناب علیؑ علم لے کر رزم گاہ میں تشریف لے گئے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابو رافع رضی اللہ عنہ ناقل ہیں کہ ہم ان کے پیچھے ہولیے۔ آپؑ نے قلعہ کے نیچے پتھریلی زمین میں علم گاڑ دیا۔ قلعہ والے نکل کر آپؑ کے ساتھ لڑنے لگے۔ ایک یہودی نے آپ پر چوٹ کی۔ آپ نے ہاتھ سے سپر پھینک دی اور قلعہ کے دروازہ کو اکھاڑ کر سپر بنا لیا اور لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے ان کو فتح دی۔ پھر آپ نے اس کو پھینک دیا۔ ہم سات آدمی جن میں آٹھواں میں تھا' اس دروازے کو لوٹانے لگے۔ ہم نے نہایت زور مارا لیکن ہم سے وہ لوٹ نہ سکا۔ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن فتح خیبر کے لیے حضرت ابوبکرؓ نے علم اٹھایا مگر ناکام ہوئے۔ دوسرے دن حضرت عمرؓ نے علم لیا مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ اسی طرح دیگر صحابہ بھی جاتے رہے مگر سب کے سب ناکام رہے۔ یہ اس وقت ان میں ایسا ہونے کی یہی خاص وجہ تھی جو ارشاد نبویؐ سے معناً" تشریحاً" ثابت ہو رہا ہے کہ وہ حقیقی صورت پر اللہ و رسولؐ کے چاہنے والے نہ تھے اور نہ اللہ و رسولؐ انہیں چاہتے تھے۔ ان کے عقائد ناقص اور ایمان کمزور تھے۔ اس لیے حملوں میں پسپا ہوتے رہے۔

# ختم اللہ علی قلوبھم کے مصداق

عطر کی خاک میں مل کر بھی کبھی بو نہ گئی
صحبت گل میں رہا خار مگر خو نہ گئی

شاعر کے اس مقولہ کا مقصد و مطلب اور حل دو حضرات کی کیفیت پر دلالت کرتا ہے جس کو مفسرین نے عطر سے الحسینؑ منی کی شان و حقیقت کو ظاہر فرمایا ہے۔ دیگر مزاج تند و تیز کے فعل و امر میں نہایت درشت جوئی و سختی پائے جانے کو مثل خار تصور کیا گیا ہے۔ جو کہ نبیؐ پاک خلق عظیم کی خدمت میں کافی مدت رہ کر عادات کے جبر و تشدد کو بدل نہیں سکا۔ اب جس کے مصداق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ثابت کیے گئے ہیں۔ پس یہ مفسر کی توضیح انسان کے نزدیک ان ہر دو صاحبان کے حق میں صحیح و صادق آ رہی ہے۔

اب نظر تحقیق سے جنگوں کے حالات کی اچھی طرح سے چھان بین ہوگئی ہے اور ثابت ہوگیا ہے کہ حضرات ثلاثہ جہاد میں کوئی حصہ نہیں رکھتے۔ جب کام نہ کیا اور جرات نہ دکھائی تو پھر یہی کہنے کا محل ہو سکتا ہے کہ وہ صرف ایک تماشائی خیال میں ضرور ساتھ چلے جاتے رہے ہیں مگر دشمن کے مقابلہ میں جا کر اسے قتل کرنا' یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہوا۔ اپنی جان و جسم کی بڑی حفاظت رکھنے والے تھے۔ اپنے آپ کو دشمن سے بچا لینا' یہ بھی آخر ہمت کی حدود کے اندر ہی ہے۔ ہمت کے درجہ سے خارج تو نہیں ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ انعامات الہیہ کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ جن کا خدا نے مجاہدین کے لیے وعدہ فرمایا ہے۔ وہ تو رسولؐ پر جان دینے اور جسم پر سو سو زخم کھانے سے مرتبہ و مقام حاصل ہوتا ہے۔ خیر وہ تو نہ ہی سی مگر دنیا کے اچھے دن گزار گئے ہیں۔ حکومت و بادشاہی کے عیش لے گئے ہیں۔ اس سے زیادہ انہیں اور کیا چاہیے تھا۔

یہ بھی ایک بڑی بخت بیداری کا انجام و نشان ہے۔ جو دنیا کے سیاست دانوں میں ہمیشہ کے لیے نام کو زندگی حاصل ہوگئی ہے۔ یہ بات بھی خاص درجہ رکھتی ہے۔

اس لیے ان کا اس دفتر سیاست دنیوی میں نمبر اول ہے۔ اسی واسطے کم فہم انسان عدم حصول امتیازی کے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ بادشاہت کو خلافت الٰہیہ و نبویہ بناتے اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ بادشاہت دنیوی اور شے ہے اور خلافت محمدیہؐ دینیہ اور خصوصیات رکھتی ہے۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خلیفتہ اللہ میں جو لازمی صفات ہوتے ہیں ان میں سے حکومت دنیوی کو ایک بھی حاصل نہیں ہے۔ اہل بصیرت اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ اپنی بیدار آنکھوں سے تمیز و تفریق کر سکتے ہیں کہ بکر بکر ہی ہے اور زید زید ہی ہے۔ وہ کبھی بکر کا معنی زید نہیں لے سکتے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ کو ابوجہل کے نام سے پُر نہیں کر سکتے۔ مگر تعجب ہوتا ہے کہ حسد و تعصب ایک ایسی بری بلا اور لاعلاج وبا ہے جس نے اللہ و رسولؐ کے تعمیر کردہ ابواب ہدایت و علم اور سچی راہ کو توڑ دیا۔ صراط مستقیم کو پامال کر کے اس کا نام و نشان مٹا دیا اور اسلام میں وہ تفرقات پیدا کر دیے کہ حقیقت اسلام ہی کا کوئی پتہ نہیں ملتا کہ کس پہلو آباد ہے۔ جس فرقہ کو دیکھیں' تردید کی لاٹھی لیے کھڑا ہے۔ سر پھوڑنے میں دریغ نہیں کرتا۔ یہ سب حسد و تعصب کی مہربانیاں ہیں۔ ورنہ اسلام کا نمونہ محبت و اخلاق تھا اور ایک راہ تھی جس کی تعلیم ہادی و رہنما جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دے گئے تھے۔ آج اسلام اس تعلیم کے برعکس نظر آ رہا ہے اور اپنے عمل درآمد میں بے دادنگری کے زیر ایکٹ ہو کر ظالم کو عادل' مظلوم کو گنہگار' سچے دعوی دار کو جھوٹا اور جھوٹے کو صادق سمجھا جاتا ہے۔ بے ادب و گستاخ کو عاشق جان نثار' لاعلم کو عالم' دنیا پرست کو خدا پرست بنا کر اس اپنی عقیدت مندی کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ اس لیے اہل حق کے حقوق غصب کیے گئے۔ پاک مطہر ہستیوں پر غافل و گمراہ کو سبقت دی گئی۔

اپنی تاویلات کو راہ ہدایت سے نسبت دی جاتی ہے۔ رسولؐ پاک **ماینطق عن الھوی** کی کلام کو بے وقعت کہہ کر جھٹلایا جاتا ہے۔ ایسے معاویہ خیال کا انسان کس طرح مسلمان ہونے کا مدعی ہو سکتا ہے۔ حقیقت اسلام کی رو سے وہ اندھا ہے۔

سیاہ قلب ہے، گمراہی کے خواب میں پڑا ہے۔ جب رسالتؐ ماب کی کلام سے واسطہ ہی نہیں رکھتا۔ وہ تو ہدایت شمس و قمر کی شان سے نا آشنا ہے۔ وہ سپرہ چشم ہے۔ ضلالت کی تاریکی میں نشوونما پانے والا ہے۔ وہ نور نبوت کے پرتو سے کوسوں دور ہے۔ محبوبؐ خدا کی ذات کو جزو نور اللہ سمجھنے میں شک رکھتا ہے۔ وہ نبوت کی فرع خلیفتہ رسولؐ برحق کی پہچان کیا کر سکتا ہے۔ وہ دیکھنے والی آنکھیں نہیں رکھتا۔ اس کا دل اندھا ہے۔ وہ اندھے دل سے کیا دیکھ سکتا ہے۔

حدیث پاک نے بتا دیا۔ چراغ ہدایت قرآن پاک نے قصہ ابوا لبشر سے جتلا دیا کہ ایسے طرز عمل کا انسان ابلیس کا جانشین، قائم مقام، اس کی جگہ کام کرنے والا ہے۔ اس لیے ہر دو باپ و بیٹا کا عمل واحد ہی ہے۔ باپ کا خلفاء برحق حضرت آدمؑ اور بیٹے علی علیہ السلام خلیفہ حق سے عناد ہے۔ یہ تجربہ اور مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ علماء خارجی جب آپؑ کا مقام فضیلت دیکھتے ہیں تو ثابت کرتے ہیں کہ رسولؐ کی فرمانبرداری میں سب صحابہ سے آگے قدم رکھتے ہیں۔ جان نثاری میں آپ کا کوئی مثل ہو ہی نہیں سکتا۔ علم و شجاعت میں لاثانی ہیں۔ سلسلہ اخوت سے رسولؐ کے بھائی ہیں۔ حدیث **یا علی انت منی و انا منک** انہی کو ہی یہ خاص شرف حاصل ہے۔ **من کنت مولا فھذا علی مولا** کے انتخاب لیے یہی سزا وار اور لائق تھے تو حسد کی آگ سے جل بھن جاتے تو ان کے کفار دلوں پر آبلہ و زخم ہو جاتے ہیں تو پھر اپنی مرض کے آپ ہی معالج بن جاتے ہیں۔ کچھ کی کچھ بے جا اور ناجائز تاویلات سے اپنے جلے دلوں پر مرہم کا کام لے رہے ہیں۔ کہیں آپؑ کے علم کی نفی کرتے ہیں، کہیں شجاعت کو پس و پا کرتے اور گراتے ہیں اور مولا کے معنی غلام لیتے ہیں اور تطہیر کاملہ سے باز رکھتے ہیں۔ یہی اپنی مرض کا دوا سمجھتے ہیں۔

غزوۂ احد کے واقعات سے تعجب دلاتے ہیں کہ ایک انسان ہزاروں انسانوں پر کس طرح غالب آ سکتا ہے۔ قرآن پاک کے حکم کو بھول رہے ہیں۔ قدرت خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس کی طاقت کو محدود جانتے ہیں۔ مگر پروردگار ان کے خیال کی

تردید پر قرآن میں فرماتا ہے اور اپنی قدرت لامحدود کے ہونے پر اشارہ کرتا ہے کہ جب تم مسلمان تھوڑے تھے' ایک کا علاج دو کے خلاف بیس مسلمان سو کفار پر غالب آسکتے تھے۔

اے عقل کے اندھو! جب رسولؐ کی حفاظت میں ایک ہی کامل انسان ہو' باقی تمام مسلمان فرار ہوں' خدا کو نبیؐ کی زندگی کی ضرورت ہو تو میں کہتا ہوں اور میرا یہ ایمان ہے کہ خدا وہ قدرت رکھتا ہے کہ ایک انسان کے ذریعہ لاکھوں دشمنان رسولؐ کو تباہ کر سکتا ہے۔ وہ ذرہ سے بے حقیقت پشتہ سے انسان کو زیر کر سکتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے پرندوں سے لشکروں کے لشکر فناہ کر کے ملک عدم بھیج دینا یہ اس کا ایک معمولی کام ثابت ہے۔ تو کیا ایک جانثار مقرب رسولؐ ہونے کے مقرب اللہ کا درجہ رکھتا ہو۔ جس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ فرمان نبویؐ ہو سکتا ہے۔ اس یداللہ سے لشکر کفار کو شکست دینا ناممکن سمجھتے ہو۔ تم حقیقی اندھے ہو۔ تمہارے دلوں میں ذرہ بھر بھی نور نہیں ہے۔

اگر نورانیت اور روشنی ہوتی تو نورانی ہستیوں کی پہچان فضیلت ہو جاتی۔ تم حق کے خلاف ہو۔ **ختم اللہ علی قلوبھم** کے مصداق ہو۔ ابوسفیان و ابوجہل کے ہم حال ہو۔

۱۔ فردوس الاخبار بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علیؑ کی شان گھٹائی' اس نے میری شان گھٹائی۔

۲۔ اخوجہ النسائی جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیؑ سے فرماتے تھے کہ تجھے نہیں دوست رکھے گا مگر مومن اور نہیں دشمن رکھے گا مگر منافق۔

۳۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے علیؑ سے حسد کیا' اس نے مجھ سے حسد کیا۔ جس نے مجھ سے حسد کیا' وہ کافر ہوا۔

○ اهدنا الصراط المستقیم آیت نمبر٦

امام اہل سنت علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ بکر بن عبداللہ مدنی کہتے ہیں کہ صراط مستقیم سے رسولؐ اللہ کا راستہ مراد ہے۔ ابوالعالیہ و حسن بصری کہتے ہیں کہ صراط مستقیم سے رسولؐ اللہ اور اہل بیتؑ مراد ہیں (معالم التنزیل، جلد نمبر۱، ص ۱۰، طبع بمبئی)

امام خازن کہتے ہیں کہ جنت تک پہنچنے کا راستہ امیر المومنین علیؑ ہیں۔ اس راستے کی استقامت ہمیشہ برقرار رہے گی۔ چاہے تمام راستے ٹیڑھے ہو جائیں۔ (تفسیر لباب التاویل، جلد نمبر۱، ص ۱۷، طبع مصر)

یہی کچھ تفسیر طبری، جلد نمبر۱ ص ۵۴، تفسیر قرطبی، جلد نمبر۱، ص ۱۴۷، ینابیع المودۃ، ص ۱۱۱، ارجح المطالب، ص ۱۰۸، احیاء المیت برحاشیہ اتحاف، ص ۱۱۶، احسن الانتخاب فی معیشۃ سیدنا ابی تراب، ص ۱۳۳ میں بھی ہے۔ علامہ شیخ سلیمان قندوزی تحریر فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے علیؑ کو مخاطب کر کے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے یا علی من اتبعک نجی و من تخلف عنک ھلک و انت الطریق الواضح و الصراط المستقیم (اے علیؑ جو تیری پیروی کرے گا، نجات پائے گا۔ جو تجھ سے پھر جائے گا، ہلاک ہوگا۔ تو ہی طریق واضح اور صراط مستقیم ہے) (ینابیع المودۃ، ص ۱۰۹)

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد امیر المومنینؑ اور ان کی معرفت مراد ہے (تفسیر البرہان، ص۲۹، طبع ایران)

○ انعمت علیهم آیت نمبر۷

وہ لوگ جن پر نعمتیں نازل کی گئی ہیں اور جن کی راہ پر چلتے رہنے کے لیے ہمیں دعا کا حکم دیا گیا ہے، ان کا ذکر پارہ نمبر۵، سورۂ نساء آیت نمبر۶۹ میں موجود ہے۔ وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ اسی آیت میں اس شخص کے لیے جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا، اس امر کی ضمانت دی گئی ہے کہ وہ ان حضرات کے ساتھ ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبیین

سے مراد رسولؐ کریم، صدیقین سے علیؑ بن ابی طالبؑ، شہداء سے حسنینؑ اور صالحین سے دیگر آئمہ طاہرینؑ مراد ہیں۔ (تفسیر البرہان، جلد۱، ص۲۴۲، بحوالہ تفسیر قمی)

علامہ بغوی، علامہ حازن، علامہ وحید الزمان، علامہ شیخ سلیمان قندوزی، علامہ عبدالباری فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جن پر خدا کی نعمتیں نازل ہوتی ہیں، وہ حضرت رسول کریمؐ اور ان کے اہل بیتؑ ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل، جلد۱، ص ۱۰، تفسیر لباب التاویل، جلد۱، ص۱۸، تفسیر وحیدی، ص۳، ینابیع المودۃ، ص۱۰۹، تفسیر معدن الجواہر قلمی)

○ سورۂ البقرہ، آیت نمبر۲۰۷

ترجمہ: "اور لوگوں میں سے (خدا کے بندے) کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور خدا ایسے بندوں پر بڑا شفقت والا ہے"۔

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ جب کفار مکہ نے حضورؐ کے قتل کی غرض سے آپ کے گھر کو گھیر لیا اور خدا نے آپ کو خبر دے دی، آپؐ نے ہجرت کے خیال سے علیؑ مرتضیٰ سے فرمایا کہ کفار نے مجھے فرش خواب پر مار ڈالنے کا ارادہ کیا ہے۔ تم میری عبا اوڑھ کر سو رہو تاکہ لوگ سمجھیں کہ میں سو رہا ہوں اور میں باہر جاتا ہوں۔ علیؑ نے عرض کی اگر میں سو رہوں تو آپ کو کوئی گزند تو نہیں پہنچے گا۔ فرمایا نہیں۔ علیؑ نے عرض کی میری جان جائے یا رہے۔ آپؐ کی سلامتی بہرحال مطلوب ہے۔ اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ اس شب اللہ نے جبرائیل اور میکائیل سے فرمایا کہ میں نے تم دونوں کو بھائی بنایا۔ تم میں سے کون ہے جو اپنی عمر اپنے بھائی کو دے دے۔ دونوں نے انکار کیا۔ تب خدا نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں نے علیؑ ولی اور محمدؐ نبی میں بھائی چارہ قرار دیا ہے۔ دیکھو علیؑ نے اپنی جان نبیؐ پر کیونکر نثار کی ہے اور نبیؐ کے بستر پر کس طرح بے خوف و خطر سو رہا ہے۔ پس تم دونوں جاؤ اور علیؑ کی حفاظت کرو۔ جبرائیل نے آپ کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا اے علیؑ ابن ابی طالب مبارک ہو۔ تمہارا مثل کون ہے کہ خود خداوند عالم اپنے فرشتوں پر تمہارے سبب سے مباہات کرتا ہے۔ دیکھو تفسیر ثعلبی، احیاء العلوم، امام غزالی وغیرہ، امام

ابواسحاق ثعلبی، شموئل۔

شب ہجرت حضرت علیؑ کا بستر رسولؐ پر سونا حضرت داتا گنج بخش نے اپنی کتاب کشف المحجوب (فارسی) طبع لاہور ۱۹۲۳ء صفحات نمبر ۱۵۰، ۱۵۱ پر بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

○ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۰۳

ترجمہ: ”اور تم سب کے سب مل کر خدا کی رسی مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو“۔

تشریح یہ ہے کہ اللہ کی رسی ایسی نہیں ہے کہ آسمان سے زمین کی طرف لٹک رہی ہے، اسے پکڑ لو۔ اگر یہ ایسی رسی ہوتی، جس کو ہم رسی کہتے ہیں تو اس کے پکڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ کچھ بتا تو سکتی نہیں۔ اصل میں یہ لفظ ایک وسیلہ کے طور پر استعمال ہوا۔ دراصل یہ وہ ہستیاں ہیں جن کا علم، علم لدنی ہو۔ انہوں نے دنیا میں کسی سے کچھ نہ پڑھا ہو۔ وہ نبی اور اہل بیت نبی کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے حضرت امام جعفر الصادقؑ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم اہل بیت خدا کی رسی ہیں۔ جس کو خدا نے مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا ہے۔

دیکھو صواعق محرقہ اور تفسیر ثعلبی برہان میں ہے۔ حضرت امام زین العابدینؑ سے منقول ہے کہ ایک دن حضورؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابھی تھوڑی دیر میں اس دروازہ میں سے ایک جنتی آئے گا۔ چنانچہ ایک طویل القامت آدمی آیا اور حضورؐ کو سلام کیا اور اسی آیت کے متعلق پوچھا کہ یہ رسی کون سی ہے جس کو چنگل مار کے اللہ نے ہم کو پکڑنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اس سے کبھی جدا نہ ہوں۔ یہ سن کر حضورؐ نے علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ وہ اللہ کی رسی یہ ہے جو اس سے متمسک ہوگا۔ دنیا میں بھی اس کے ذریعہ سے محفوظ رہے گا اور آخرت بھی اس کے ہاتھ سے نہ جانے پائے گی۔ پس وہ شخص جھپٹ کر اٹھا اور علیؑ کے پس پشت جا کر حضرتؑ سے چمٹ گیا اور یہ عرض کرتا جاتا تھا کہ میں اللہ کی رسی سے متمسک ہوگیا۔ پھر اٹھا اور مسجد سے چل دیا۔

○ سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۶

ترجمہ : "(اس دن سے ڈرو) جس دن کچھ لوگوں کے چہرے تو سفید نورانی ہوں گے اور کچھ لوگوں کے چہرے سیاہ۔ پس جن لوگوں کے منہ پہ کالک ہوگی، ان سے کہا جائے گا ہائیں کیوں؟ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے تھے۔ اچھا تو اب اپنے کفر کی سزا میں عذاب کے مزے چکھو"۔

تشریح یہ ہے کہ صحیح بخاری اور جمع بین الصحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت میں کچھ لوگوں کو حوض کوثر سے ہٹا کر کھینچتے ہوئے جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ میں ان کو دیکھ کر پہچان لوں گا اور فرشتوں سے کہوں گا ان کو دوزخ میں کیوں لے جاتے ہو۔ ارے یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ فرشتے کہیں گے کہ ان لوگوں نے آپؐ کے بعد دین میں کیا کیا نئی باتیں پیدا کیں۔ جب سے آپ ان سے جدا ہوئے، یہ لوگ آپ کے دین سے ہمیشہ ایڑیوں پر پھرتے رہے اور مرتد ہوگئے۔

○ سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۵۵

ترجمہ : "اے ایماندارو! تمہارے مالک سرپرست بس یہی ہیں خدا اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں"۔

تفسیر در منثور الجزء الثانی اور تفسیر کبیر۔ اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں دیکھا اور اپنے کانوں سنا کہ جب حضرت علیؑ نے رکوع میں سائل کو انگشتری دی تو حضورؐ نے اللہ سے مناجات کی کہ اے اللہ! جس طرح تو نے موسیٰ کا اس کے بھائی ہارون کو وزیر بنایا، پس میرے اہل میں سے علیؑ کو میرا وزیر بنا۔ اس کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر۔ ابوذرؓ نے بتلایا کہ ابھی یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ یہ آیہ ولایت نازل ہوئی۔

تفسیر در منثور میں یہ روایت حضرت عمار یاسرؓ سے نقل کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ نماز پڑھ رہے تھے اور رکوع میں ایک سائل کو اپنی انگوٹھی زکوٰۃ میں دے دی تو یہ آیہ نازل ہوئی۔ حضورؐ نے اس آیت کی قرات اپنے اصحاب پر فرمائی اور پھر کہا جس جس کا میں

مولا ہوں اس اس کا علیؑ مولا ہے۔ یا اللہ دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

تفسیر الصافی میں روایت ہے جو خود جناب عمر ابن الخطاب سے مروی ہے کہ واللہ میں نے چالیس انگوٹھیاں حالت رکوع میں تصدق کیں کہ میرے بارے میں بھی ویسا ہی کچھ نازل ہو جائے جیسا کہ علیؑ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ مگر کچھ بھی نہ آیا۔ دراصل یہ نماز خودغرضی کی تھی اللہ کے لیے نہیں تھی، پھر کیسے قبول ہوتی۔

○ سورۂ الحجر، آیت ۴۱

خدا نے فرمایا کہ یہی علیؑ کی راہ سیدھی ہے جو مجھ تک پہنچتی ہے۔ تمام کلام پاک میں ہر جگہ صراط مستقیم آیا یعنی سیدھا راستہ۔ صرف دو آیات ایسی ہیں جن میں صراط مستقیم کے درمیان الفاظ آئے جیسے سورۂ انعام آیت نمبر ۳۶ و ھذا صراط ربک مستقیما اور دوسری مذکورہ بالا آیت قال ھذا صراط علی مستقیم○ ان دو آیات میں صراط اور مستقیم کے درمیان ربک اور علی الفاظ آئے ہیں۔ اگر یہاں ان آیات میں ان کا ترجمہ سیدھا راستہ ہی کیا جائے تو پھر ربک اور علی کے الفاظ مہمل ہو جائیں گے۔ یہ اللہ کا کلام ہے، کسی انسان کا نہیں۔ اللہ کے کلام میں کسی قسم کا عیب نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ان دو آیات میں صراط اور مستقیم کے درمیان ربک اور علی کا لانا ضرور خصوصیت رکھتا ہے۔ یہاں ان آیات کا ترجمہ یہ ہوگا کہ یہی اللہ کا سیدھا راستہ ہے اور آیت کا ترجمہ یہی علیؑ کا راستہ سیدھا ہے۔ اس میں خدا کی طرف سے علیؑ کے نام کی تصریح اور اعلان عام ہے کہ حضرت علیؑ کا دین سیدھا اور مستقیم ہے اور انہی کے پیرو سیدھے جنت میں جائیں گے اور اسی کے موئد وہ روایت ہے جو حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ اس آیت کو یونہی پڑھتے اور کہتے تھے کہ اس کا مطلب کہ یہ علی ؑ ابن ابی طالبؑ کی راہ ہے اور اس کا دین اختیار کرو اور انہی کی پیروی کرو اور اسی کو تھامے رہو۔ کیونکہ اس میں کجی نہیں۔ دیکھو مناقب خوارزمی۔

○ سورۂ شوریٰ آیت ۲۳

ترجمہ: "(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں

(اہل بیت) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا اور جو شخص نیکی حاصل کرے گا ہم اس کے لیے خوبی میں اضافہ کر دیں گے۔ بے شک ہم بڑے بخشنے والے قدردان ہیں"۔

جب یہ آیت نازل ہوئی آپؐ نے فرمایا جو شخص آل محمدؐ کی دوستی پر مر جائے وہ شہید مرتا ہے۔ سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ مغفور ہے۔ سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرے کامل الایمان ہے۔ اس کو ملک الموت اور منکر نکیر جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور وہ بہشت میں اس طرح رکھا جائے گا جیسے دلہن شوہر کے گھر۔ اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس کی قبر کو خدا، رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بنا دیتا ہے۔ سنو! جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرا، وہ سنت رسولؐ اور جماعت آل رسولؐ کے طریقہ پر مرا۔ سنو! جو آل محمدؐ کی دوستی پر نہ مرا تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا یہ خدا کی رحمت سے مایوس ہے۔ یاد رکھو جو آل محمدؐ کی دشمنی پر مرا، وہ کافر مرا۔ وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ پھر اسی وقت کسی نے پوچھا یا حضرتؐ جن کی محبت کو خدا نے ہم پر واجب کیا، وہ کون ہیں۔ فرمایا وہ علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ پھر فرمایا جو شخص میرے اہل بیتؑ پر ظلم کرے اور مجھے میری عترت کے بارے میں اذیت دے، اس پر جنت حرام ہے۔ دیکھو تفسیر کشاف علامہ زمخشری جلد ۳، صفحہ ۶۷، مطبوعہ مصر۔ صحیح بخاری شریف، مسند احمد بن حنبل، در منثور السیوطی وغیرہ۔ تفسیر ثعلبی میں ابن عباس سے روایت کہ نیکی سے مراد آل محمدؐ کی دوستی مراد ہے۔ علامہ زمخشری نے سدی سے بھی روایت کی ہے۔ دیکھو تفسیر کشاف، جلد ۳، صفحہ ۶۸، مطبوعہ مصر۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آیہ مودہ نازل ہوئی تو کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ہوا کہ رسولؐ اللہ نے معاذ اللہ اپنی طرف سے کہہ دیا ہے۔ اس پر آیت ۲۴ نازل ہوئی۔ تفسیر ثعلبی و بغوی۔

مزید تفسیر مجمع البیان میں اور کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جب حضورؐ آخری حج سے واپس مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو انصار حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ خدا نے ہم پر احسان کیا ہے اور حضورؐ کی یہاں تشریف آوری سے ہم کو خاص عزت بخشی ہے۔ حضورؐ کی خدمت میں اب جابجا سے مہمان حاضر ہوتے ہیں اور ان کو

عطا کرنے کے لیے آپ کے پاس سامان نہیں ہے۔ اس سے آپ کے دشمن آپ پر ہنستے ہیں۔ لٰہذا ہماری درخواست ہے کہ ہمارے مال کی تہائی آپ لے لیں تاکہ آپ مہمانوں کو عطا فرمائیں۔ حضورؐ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ حضورؐ نے ان کے مال نہیں لیے اور حکم خدا سنا دیا۔ منافقوں نے حکم سن کر یہ کہا کہ اللہ نے تو محمدؐ پر یہ نازل کیا نہیں مگر یہ چاہتے ہیں کہ اپنے چچا زاد بھائی (علیؑ) کا بازو پکڑ کر پھر بلند کریں اور ان کے اہل بیتؑ کو بھی ہمارا افسر قرار دیں۔ کل تو یہ کہہ چکے ہیں کہ جس کا میں مولا اس کا یہ علیؑ مولا اور آج کہہ رہے ہیں کہ اجر رسالت مودت قربیٰ ہے۔

جب حضورؐ پر یہ آیت مودت نازل ہوئی تو حضورؐ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ لوگو! خدا تعالیٰ نے میری خاطر تم پر ایک فریضہ واجب کیا ہے۔ آیا تم اس کو بجا لاؤ گے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ آخر تیسرے دن حضورؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! نہ وہ فریضہ سونے سے متعلق ہے اور نہ چاندی سے اور نہ کھانے پینے سے۔ تب تو بہت سے لوگ بول اٹھے تو حضورؐ اسے بیان فرمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ مجھ پر آیہ مودت نازل ہوئی ہے۔ یہ سن کر بہتوں نے پختہ وعدہ کیا کہ ہم اس کی تعمیل کو حاضر ہیں۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ واللہ یہ وعدہ صرف سات آدمیوں نے پورا کیا جن کے نام یہ ہیں سلمان فارسیؓ ابوذر غفاریؓ عمار یاسرؓ مقدادؓ بن اسود کندی، جابرؓ ابن عبداللہ انصاری۔ حضورؐ کا ایک غلام جس کا نام بتہؓ یا بنت تھا اور زیدؓ بن ارقم۔ الکافی میں حضرت امام جعفرؑ صادق سے منقول ہے کہ ان حضرات نے فرمایا کہ اہل بصرہ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ کسی نے عرض کی وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت رسولؐ خدا کے عام خاندان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ جھوٹے ہیں۔ یہ آیت تو خاص ہم اہل بیت یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جو اصحاب کساء ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب یہ آیہ مودت نازل ہوئی تو اصحاب نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! وہ کون لوگ ہیں جن کی مودت کا خدائے تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ علیؑ و فاطمہؑ اور ان دونوں کی اولاد ہیں۔ یعنی اہل بیتؑ کی محبت تو صحابہ پر بھی واجب ہے۔

حضرت رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کی خلقت مختلف درختوں سے ہوئی ہے مگر میری اور علیؑ کی پیدائش ایک ہی درخت سے ہے۔ میں اس کی اصل ہوں اور علیؑ اس کی شاخ ہیں۔ فاطمہؑ اس کا شگوفہ ہیں۔ حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں۔ ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ پس جو کوئی اس کی شاخوں میں سے کسی شاخ کو مضبوط پکڑے رہے گا' وہ نجات پائے گا اور جو اس سے کج رہے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص صفا و مروہ کے مابین ایک ہزار برس خدا کی عبادت میں مشغول رہے اس کے علاوہ اتنی عبادت کرے کہ سوکھ کر پرانی مشک کی مانند ہو جائے اور ہماری محبت ومودت اس کے دل میں نہ ہو تو بھی خداوند عالم اسے نتھنوں کے بل دوزخ میں گرائے گا۔ پھر حضورؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

الخصائل میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص میری عترت سے محبت نہ رکھے تو وہ یا تو منافق ہے یا زنا زادہ یا حالت حیض میں اس کی ماں حاملہ ہوئی ہے۔

عبداللہ ابن عجلان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی شان نزول دریافت کی۔ تو آپؑ نے فرمایا فی القربیٰ سے وہ آئمہ مراد ہیں جو نہ صدقہ کھاتے ہیں اور نہ صدقہ کھانا ان پر حلال ہے۔

قربیٰ مونث کا صیغہ ہے جس سے حضرات فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور ان کی اولاد مراد ہیں۔

کتب تفاسیر اہل سنت میں اس آیت کی تفسیر ذیل میں پیش خدمت ہے۔ تفسیر کشاف' جلد ۳' صفحہ ۳۳۹ طبع مصر۔

یہ آیت جب نازل ہوئی تو حضرت سرکار دو جہاںؐ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ کے وہ قرابت دار کون ہیں؟ جن کی محبت ہم پر فرض کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ حسینؑ ہیں۔

صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۶ پر رولابی سے منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ آیہ مودت ہماری شان نزول میں ہے اور ہماری محبت مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے۔

تفسیر کبیر' جلد ۷' صفحہ ۳۸۹ طبع مصر میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انصار مدینہ نے

کچھ مال آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا کہ آپؐ نے تبلیغ و ہدایت میں تکالیف برداشت کی ہیں۔ آپ اس کے عوض یہ مال قبول فرمالیں۔ حضرتؐ نے اس کے لینے سے انکار فرما دیا۔ اس وقت یہ آیت مودت نازل ہوئی اور آنحضرتؐ نے تمام مسلمانوں کو اپنے قرابت داروں کی محبت کا حکم دیا۔

تفسیر لباب التاویل جلد۶، صفحہ ۱۰۳ میں سعید جبیر صحابی سے منقول ہے کہ آیہ مودت میں قربیٰ سے مراد آنحضرتؐ کے قرابت دار ہیں۔ نیز اسی صفحہ پر عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ ابوبکر نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کے حقوق ادا کرنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ حضرتؐ کے اہل بیتؑ سے محبت رکھو۔

ان ہی احادیث و ارشادات کو ملحوظ رکھکر حضرت امام شافعیؒ نے اہل بیتؑ کی فضیلت میں اشعار نظم فرمائے ہیں جن کو علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ صفحہ ۸۸ پر نقل کیا ہے۔ ان اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"یعنی اے اہل بیت رسولؐ آپ کی محبت خدا تعالیٰ کی طرف سے تمام مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے اور خدا نے یہ حکم محبت قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے۔ تمہاری عظمت و بزرگی کا یہ کافی ثبوت ہے کہ جو تم پر درود شریف نہ بھیجے، اس کی نماز بھی نماز نہیں ہے۔

○ سورۂ ق، آیت نمبر ۲۴

ترجمہ : "تم دونوں ہر سرکش ناشکر کو دوزخ میں ڈال دو"۔

تشریح : شریک بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دفعہ محمد اعمش کے مرض الموت میں عیادت کے لیے گئے تھے کہ ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ اور ابن شیرویہ بھی آ گئے تو ابو حنیفہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور نصیحتاً" ان سے کہا کہ اے ابو محمد خدا سے ڈرو۔ تمہاری آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے اور تم بہت سی حدیثیں ایسی علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بارے میں بیان کیا کرتے تھے اگر تم سکوت کرتے تو اچھا تھا۔ یہ سن کر اعمش کو غصہ آگیا اور کہنے لگا کیا میرے سے آدمی کو ایسی بات کہی جا سکتی ہے۔ مجھے ذرا تکیہ سے لگا کر بٹھا تو دو۔ اس

کے بعد کہنے لگے مجھ سے ابوالمتوکل نے ابوسعیدؓ خدری سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو مجھ سے اور علیؑ سے کہا جائے گا کہ اپنے دوستوں کو بہشت میں داخل کرو اور اپنے دشمنوں کو جہنم واصل کرو۔ اور یہی مطلب ہے خدا کی آیت کا دیکھو مسند احمد بن حنبل۔ علامہ محسن فیض تحریر فرماتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے علیؑ ابن ابی طالبؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ یہ آیت میرے اور تمہارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تفسیر الصافی صفحہ ۴۲۸ علامہ شیخ سلیمان قندوزی بلخی جو کہ سلطان ترک کے پیر تھے۔ تحریر فرماتے ہیں قال اذا کان یوم القیامہ وقف محمدؐ و علیؑ علی الصراط و ینادی منادیا یا محمدؐ یا علیؑ القیافی جہنم کل کفار بنبوتک یا محمدؐ و عنید بولائتک یا علیؑ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں جب روز قیامت ہوگا تو حضرت رسول کریم اور علیؑ ابن ابی طالبؑ پل صراط پر ٹھہریں گے اور ایک منادی ندا دے گا کہ اے محمدؐ و علیؑ تم دونوں منکر نبوت و ولایت کو جہنم میں جھونک دو۔ دیکھو ینابیع المودت۔ باب ۶، صفحہ ۸۵

○ سورۂ النجم، آیت نمبر۱ تا ۳

ترجمہ : "تارے کی قسم جب ٹوٹا کہ تمہارے رفیق (محمدؐ) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بہکے اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں"۔

شان نزول : ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ بنی ہاشم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حضورؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاقاً ایک ستارا ٹوٹا۔ یہ دیکھتے ہی آپؐ نے فرمایا کہ یہ ستارا جس کے گھر میں اترے گا، وہی میرے بعد وصی ہوگا۔ یہ سن کر لوگ اس کے دیکھنے کے لیے اٹھے تو دیکھا کہ وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے گھر میں اترا تو لوگ گستاخانہ کہنے لگے یارسول اللہؐ آپ علیؑ کی محبت میں (معاذہ اللہ) گمراہ ہوگئے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دیکھو مناقب ملا ابوالحسن بن مغازی شافعی اور شرف المصطفیٰ ابوحامد شافعی اور اس کے علاوہ ایک روایت ابن مردویہ نے ابوالحمر اور جتہ العرنی سے بیان کی ہے کہ حضورؐ نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے سوا جتنے دروازے مسجد میں تھے سب کے سب بند کر دینے کا حکم دیا تو یہ لوگوں پر گراں گزرا۔ جتہ کہتے ہیں میں دیکھ رہا تھا کہ حمزہ بن عبدالمطلب سرخ چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے اور ان کی آنکھیں

کھلی تھیں اور کہہ رہے تھے کہ بحکم خدا رسولؐ نے ابوبکر و عمر اور عباس کو نکالا مگر اپنے چچا زاد بھائی علیؑ کو جگہ دی۔ اس پر ایک آدمی بول اٹھا کہ اگر رسولؐ نے اپنے چچا زاد بھائی کا درجہ بلند کیا تو لوگوں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ یہ خبر حضورؐ تک پہنچی تو آپ نے سب لوگوں کو نماز کے وقت بلا بھیجا اور منبر پر تشریف لے جا کر ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا کہ لوگوں نے کبھی نہ سنا تھا۔ خطبہ تمام ہوچکا تو فرمایا ایھا الناس! میں نے نہ اپنے جی سے دروازوں کو بند کیا اور نہ ان کو اپنے جی سے علیؑ کو جگہ دی۔ اس کے بعد سورۂ نجم کی یہی آیت تلاوت فرمائی۔ دیکھو تفسیر در منثور، جلد۶، صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ مصر۔

المجالس میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا نہ تو یہ ممکن ہے کہ تمام آدمی کسی بات سے راضی ہو جائیں اور نہ لوگوں کی زبان پکڑی جا سکتی ہے جب کہ خدا کے انبیاء و رسول اور اس کی حجتیں زبان خلائق سے محفوظ نہ رہ سکے۔ تو تم لوگ کیسے سالم رہ سکتے ہو۔ کیا اصحاب رسولؐ نے آنحضرتؐ پر یہ تہمت نہیں لگائی تھی کہ یہ اپنے ابن عم علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شان میں اپنی خواہش نفسانی سے کہتے ہیں جو کچھ بھی کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرما دی اور یہ ارشاد فرمایا میرا رسولؐ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتا ہی نہیں یہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے بروایت اپنے آباؤ اجداد کے منقول ہے کہ حضورؐ مرض الموت میں مبتلا ہوگئے تو حضورؐ کے اہل بیتؑ اور اصحاب جمع ہو کر ان کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! اگر آپؐ پر کوئی افتاد پڑے تو اس کے بعد ہمارا کون؟ اور آپؐ کا حکم ہم پر چلانے والا کون؟ حضورؐ نے ان کو کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش رہے۔ دوسرے دن پھر ان سب نے وہی سوال کیا مگر حضورؐ نے ان کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو انہوں نے پھر وہی دہرایا اور یہ عرض کی کہ یارسول اللہؐ! اگر (خدانخواستہ) آپ پر کوئی حادثہ واقع ہو جائے تو آپ کے بعد ہمارا کون؟ اور بجائے آپ کے صاحب امر کون؟ اس وقت ان لوگوں سے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کل صبح جس کے گھر میں آسمان سے ایک تارا اترے گا۔ تم غور سے دیکھتے رہنا کہ وہ کون ہے کہ وہی میرے بعد

تم سب پر میرا خلیفہ ہوگا اور میرا امر تم میں جاری کرنے والا وہی ہوگا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ ان میں کوئی ایسا نہ تھا جسے یہ لالچ نہ ہو کہ حضورؐ اسے یہ فرمائیں کہ میرے بعد تو ہی میرا قائم مقام ہے۔ الغرض جب چوتھا دن ہوا ہر شخص اپنے اپنے حجرہ میں تارے کے اترنے کا منتظر بیٹھا تھا کہ یکایک آسمان سے تارا ٹوٹا جس کی روشنی دنیا کی کل روشنی پر غالب آ گئی۔ وہ تارا حضرت علیؑ کے حجرہ میں آ گیا۔ یہ حال دیکھ کر اصحاب رسولؐ (میں سے منافقین) جامہ سے باہر ہو گئے اور کہنے لگے (معاذ اللہ) یہ شخص (یعنی رسولؐ) علیؑ کی محبت میں وارفتہ ہو گیا ہے۔ پس خدائے عزوجل نے (ان لوگوں کی تکذیب میں) پوری سورۂ والنجم نازل فرمائی۔

متعدد قرآنی آیات بمعہ تفسیر قارئین اکرام کی خدمت میں پیش کی گئیں جو فضیلت اہلبیتؑ کی منہ بولتی تصویر ہیں مگر وہ جن کے دل نور سے خالی ہیں جو ختم اللہ علی قلوبھم کے مصداق ہیں وہ پھر بھی ان ذوات مقدسہؑ کی پہچان سے محروم ہی رہتے ہیں۔

## اسلام کی سوانح حیات

بانی ---------- سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

پناہ دی ---------- ابو طالبؑ اور خدیجۃؑ الکبری نے

پھیلایا ---------- علیؑ نے

بچایا ---------- حسینؑ نے

زندہ جاوید کیا ---------- زینبؑ نے

# کہو یا علیؑ مدد

سورۂ انفال رکوع پہلا **یاایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا از حفافلا تولوھم الادبار○ و من یولھم و یومئذ زبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئتہ فقد باء بغضبب من اللہ و ما جھنم و بئس المصیر○**

ترجمہ : اے مسلمان لوگو! جنگ میں جب تم آمنے سامنے ہو کافروں کے تو تم ان کو اپنی پیٹھیں نہ دکھاؤ۔ جب اس دن سوائے اس حالت کے ان کو اپنی پیٹھیں دے گا۔ جھانکا دے کر جنگ سے لوٹنے والا ہو یا اپنی جماعت کی طرف آکر جگہ لینے والا ہو۔ تو وہ اللہ کی طرف سے غضب لے کر لوٹا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے" گویا جنگوں میں بھاگنے اور پشت دکھانے والوں کا قرآن پاک میں قابل سزا ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

تاریخی واقعات سے دیکھا جا رہا ہے کہ جنگ حنین میں مسلمان بھاگے۔ خیبر میں پیٹھیں دکھائیں۔ جنگ احد میں فرار ہونا اختیار کیا گیا تو ایسے مقام پر ثابت قدم رہنا ہر ایک کے بس میں نہیں۔ یہ فوقیت کے ساتھ علی علیہ السلام کی شان ہے جو ہر موقع کی مشکلات کو رفع کر کے کامیابی حاصل کرتے۔ تو پھر آپ ۔ کے شان کے خلاف ہونا۔ اپنے ایمان کے نامکمل ہونے کا پتہ دینا ہوتا ہے۔ یہ تو ایسی مکرم جو تمام صحابہ سے بلند شان ہستی ہے۔ جس نے دشمن اسلام کی پیش کردہ مشکلات کو ایسا تباہ کیا' دفع کیا جو پھر وہ مقابلہ نہ کر سکے اور نہ ہمیشہ کے لیے اٹھ سکے۔ جو کوئی فوج کفار اٹھی اس کی خوب سرکوبی کی گئی۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو تمام گزشتہ انبیاء پر ترجیح دیتے اور سربلند کرتے اپنا جزو نور ایک گوشت ایک خون باب المسلم مظہر العلوم نبوت و رسالت کی شان سے اظہار فرماتے رہے ہوں تو پھر نافہم مسلمان کیوں علیؑ مشکل کشا کہنا برا مناتے ہو۔ حقیقت میں تم دیکھنے والی آنکھ نہیں رکھتے جو اہل بصیرت ہیں' وہ آپؑ کے جملہ صفات و کمالات کو تسلیم کرتے ہیں۔ مخالفین پیچیدہ

و مشکلات سوالات پیش کرتے رہے مگر معقول جواب پانے پر مانتے رہے کہ آپؑ واقعی علمی کمال میں بھی لاثانی ہیں اور مشکلات علمی کو رفع کرنے والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو بقول تمہارے تمام صحابہ سے اعلیٰ شان رکھتے ہیں جب ان کو مسئلہ علمی میں مشکل پیش آتی تھی تو آپؑ سے حل کراتے تھے۔ ایک دفعہ یہ بھی کہہ اٹھے **لولا علی لھلک العمر** اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوگیا ہوتا۔ مگر مسلمانوں نے اس بات پر ذرا بھی غور نہیں کیا کہ حضرت عمرؓ کی زبان سے صادر شدہ الفاظ بوقت مشکل کشائی پر بولے جاتے ہیں تو پھر اس سے یہی مقصد لیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اندر مشکل کشا تسلیم کرنے کے آپؑ کو ایسا کہا ہے لیکن معترض کے نزدیک ان کے لیے ایسا کہنا دنیا سازی بھی ہو سکتا ہے۔ بے شک یہ بالکل درست ہے۔ مگر یہ حقیقت تھی جو خوامخواہ مخالف کی زبان سے بھی نکل آتا ہے۔

محبان علیؑ تو قبل ہی سے آپ کے علم و شجاعت کے کمال پر کامل عقیدہ رکھنا اپنے تقویت ایمان کا باعث سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے عقائد میں مطابق حالات اضافہ کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام لانے والے ہیں اور اہل بیتؑ رسول محافظ اسلام ہیں۔ جو مشاہدہ میں بھی آ رہا ہے کہ ابتدا اسلام ان میں سے ایک ہستی نے اسلام کو دشمن کی تلوار سے بچایا۔ دوسرے وقت پر اسلام کے بچاؤ کے لیے صبر و استقلال کی ضرورت تھی۔ مخالفین کا جبر و تشدد برداشت کرتے۔ اپنے حقوق غصب ہونے پر درگزر فرماتے رہے۔ تیسرے موقع پر نہایت استحکامی اور مضبوط دلی سے اپنے رفقاء، بیٹے، بھتیجے اور اپنی جاں کو اسلام پر فدا کر کے ہمیشہ کے لیے تمام مشکلات کو جو مانع اسلام تھیں، ختم کر گئے اور اس کی زندگی کو بے خطر بنا گئے۔ اب اسلام علی علیہ السلام اور آپ کی اولاد کا نہایت احسان مند ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی فراموش احسان نہیں ہو سکتا۔ جب وہ اپنی تعلیم میں احسان بھلانے کی اجازت نہیں دیتا **ان اللہ یاامر کم بالعدل والاحسان** فرماتا ہے تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ خود اپنے محافظ کو بھلا دے۔ وہ تو اپنے ہر موقع کے مشکلات رفع ہونے

پر آپ کو اصولاً مشکل کشا تسلیم کرنا واجب و لازم جانتا۔ جس کے صلہ و معاوضت میں زبان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علی علیہ السلام اور آپ کی اولاد کو وہ شان بلند اور انعامات عطا فرماتا رہا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی بشر کو حاصل نہیں ہو سکتے۔

مجھے زیادہ تر ان حضرات کے قیاس و عقل پر افسوس آتا ہے کہ جب کوئی محب علیؑ مشکل کشا کہتا ہے تو سن کر جل بھن جاتے ہیں اور اس کو کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ یہ ایسے صاحبان کی نافہمی ہے۔ یہ تو بالکل صاف و روشن اور آسان لفظ ہے۔ کوئی دقیقہ اور معمہ نہیں ہے کہ جس کا مطلب سمجھ میں نہ آسکے۔ مشکل کشا کا معنی امر مشکل کو رفع کرنا یا حل کرنا ہوتا ہے۔ یا یوں ہی کہا جائے کہ مشکل کو حل کرنے والا مشکل کشا ہوتا ہے تو دونوں صورتوں کا ایک ہی مطلب و مقصد ہے۔ جب علیؑ علیہ السلام مشکل کو رفع کرنے والے ثابت ہوتے ہیں تو پھر علیؑ مشکل کشا کہنا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ تو پھر کیوں نہ ہم علیؑ مشکل کشا کہنا واجب جانیں۔

دیگر یہ بالکل صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آپؑ نے واقعی شجاعت سے دشمن کے کٹھن اور دشوار حملوں کو پچھلے پاؤں کر دیا جو مڑ کر آنے کی جرات نہ کر سکے۔ لیکن **انا مدینۃ العلم و علی بابہا** اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ آپؑ نبویؐ علم کے وارث و مظہر قرار دیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے مظہر علم النبوت و رسالت کا ثبوت علم الحقائق کے رموزات اور نقاط کو انکشاف فرمایا اور کھولا جو ایک اصول علمی اور قواعد تعلیمی کی صورت پر قائم کیا گیا جس پر تمام صوفیہ کرام کے فرقوں کا دارومدار ہے۔ یہاں تک کہ اس راہ راست کے عاملین نے قرب الی اللہ تک رسائی حاصل کر کے ہزاروں بیکس و مایوس اور ناامید انسانوں کو منزل مقصود تک پہنچا دیا اور ان کی تمام مشکلات اور تکلیفات کو ہمیشہ کے لیے رفع کیا۔ باقی کوئی ایسا امر ان کے رنجیدہ خاطر ہونے کا رہنے نہیں دیا۔ جس صاحب اور آقا کے غلام اور آپؑ کی درس گاہ میں تعلیم یافتہ ایسا کر دکھائیں تو پھر ان کی شان عظیم سے بے خبر رہنا انتہا درجہ کی کج فہمی

اور گمراہی ہے۔

دیگر روایت ہے جناب علی علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو فلاں فلاں اعجاز حاصل تھا۔ آپ کے نبیؐ کو کیا حاصل تھا۔ تو آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (قل اللہ عز و جل) **و لوانا قرانا سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کلمہ الموتی بل اللہ الامر جمیعا** (سورۂ رعد' رکوع ۴) اگر کوئی ایسا قرآن (کتاب) جس کی قرات کے ساتھ پہاڑ چلائے جائیں اور اس کے ساتھ زمین چلائی جائے یا اس کے ساتھ مردے سے بات کرائی جائے۔ یہ اختیار اللہ کے لیے ہیں۔ پس وہ یہی قرآن و کتاب ہے جس کی آیات میں شان و صفات اظہار کیے گئے ہیں۔

بہت علماء ان آیات کے عمل کو اللہ پاک کی طرف منسوب کرتے اور لے جاتے ہیں حقیقت میں یہ ان علماء کی کم علمی ہے۔ ایسا ہونا اللہ پاک کی شان نہیں ہے کہ تلاوت قرآن سے ایسا کرے۔ وہ تو جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اور کہہ دیا کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ تلاوت قرآن کرنا انسان کے لیے آیا ہے۔ نہ کہ خدا کے لیے۔ یہ آیت قرآن پاک جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ہے' جس کی تلاوت سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرش تک پہنچ سکے۔ درختوں کو اپنے پاس بلا لیتے۔ اپنے لعاب دہن سے اندھوں کو آنکھیں دیتے' مردہ زندہ کر سکتے تھے۔ آپ کے ایسے ایسے کام قابلیت اور کمالیت کے تھے جس کے باعث آپؐ تمام نبیوں و رسولوں کے سردار کہلائے جاتے ہیں۔ اب ساتھ ہی آپؐ کے رفیق صادق کے اظہار شان کی ضرورت لازم آ رہی ہے۔ جس کی شان معظم میں ارشاد نبویؐ ہے **انا مدینہ العلم و علی بابہا** میں شہر علم ہوں علی میرے علم کا مظہر۔ کتب حدیث و روایات اٹھا کر دیکھئے تو کوئی شخص اور جملہ صحابہ اور تابعین میں سے یہ کہتا ہوا نظر نہیں آتا کہ رسولؐ اللہ نے اپنے علوم سے مجھے بہرہ ور کر دیا۔ یہ صرف علی علیہ السلام کی ہستی ہے جو علی الاعلان کہہ رہے ہیں **علمنی رسول اللہ الف باب من العلم یفتح من کل**

**باب الف باب** رسولؐ اللہ نے وہ ہزار باب علم تعلیم دیے جو ہر باب سے ہزار ہزار ابواب علم منکشف ہوئے ہیں تو پھر ایسا رفیق اعلیٰ جزو صفات نبوت و رسالت کہلا سکتا ہے۔ تائید کے لیے (اخوجہ ابوحاتم ابو محمدؐ احمد) میں انس بن مالک رحمتہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں اور علیؑ میں اساس نبوت جانتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ میرے بعد نبوت ہوتی تو علیؑ نبی ہوتے۔ تو اس شان احدیت ہونے پر ثابت ہو رہا ہے کہ جس شان بلندی پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسائی ہو سکتی ہے' وہاں علی علیہ السلام کی شمولیت ہونی چاہیے۔ یہی رفیق اعلیٰ ہونے کی غرض و غایت لازم آ رہی ہے۔ صورت عمل پر حق تعالیٰ نے شب معراج میں علیؑ جزو نبوت و رسالت کی پاک ہستی میں شجرۂ کوہ طور کی طرح مخلوط ہو کر اپنے محبوب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلام کی۔ دوران کلام میں پردہ سے ہاتھ نکلا تو علیؑ کا ہاتھ تھا۔ آواز علیؑ کی تھی تو نبی پاکؐ نے عرض کی اے میرے پروردگار میرے ساتھ علیؑ کلام کر رہا ہے یا تیری ذات۔ حکم ہوا میں بے مثل ہوں کوئی شے میرے مشابہ نہیں۔ جس سے میں دیکھا جاؤں۔ تجھے علیؑ سے محبت ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوا کرتا ہے۔ اسی جہت و واسطہ سے اللہ پاک وجود علیؑ میں جلوہ زن ہوئے اور اسے اپنا لباس بنا لیا۔ تاکہ دونوں فریق کا حق وصال محبوبانہ ادا ہو جائے تو پھر ایسا ہونے کے آپؑ کی ہستی کو خانہ خدا کہنا لازم آ رہا ہے۔ اس حالات کے شان و عظمت میں (اخوجہ ابن المغازی فی المناقب) میں ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علیؑ مثل کعبہ ہے۔ اس کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے اور اس کا حج فرض ہے۔ الابرار میں علامہ بدخشی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ عبرانیؒ اور حاکمؒ اور ابن المغازیؒ ابن مسعودؓ اور عمران بنؓ حین سے اور ابن عساکرؒ اور ابوبکر صدیقؓ اور عثمان بنؓ عفان اور معاذ بن جبلؓ اور جابر بن عبداللہؓ اور انسؓ اور ثوبان اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے اور حاکمؒ سے اور دیلمی ابوہریرہؓ سے اور

نجندیؒ اور ابن السمان ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علیؑ کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔

(اخوجہ الجندی) جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب علی علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لاتے اور ہمارے پاس ہمارے والد حضرت ابوبکرؓ صاحب موجود ہوتے تو وہ جناب علیؑ علیہ السلام کے چہرہ سے اپنی نگاہ نہ ہٹاتے۔ میں نے ان سے کہا اے اباجان کیا وجہ ہے کہ آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ جناب علیؑ کو کثرت سے دیکھا کرتے ہیں۔ فرمایا اے میری بیٹی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ علی کے چہرہ کی طرف نگاہ کرنا عبادت ہے۔

اب ہم دوسرے مقصد کو لیتے ہیں جو ثابت ہو رہا ہے کہ علیؑ و نبیؐ میں کوئی فرق نہیں۔ ہر شان و فضیلت میں یکساں ہیں۔ اس لیے اب ہم احدیت نور اور مظہر العلم نبوت و رسالت کی حیثیت پر کہہ سکتے ہیں کہ اگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفیع المذنبین ہیں تو دوسرے جزو نور کو مشکل کشا تسلیم کرنا عین کامل ایمان حاصل ہونے کا باعث ہے۔ جو اشخاص علی علیہ السلام کی اس شان کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں تو پھر ان کے لیے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شان شفیع المذنبین سے بھی انکار لازم آئے گا۔ اخوجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار میں بریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے علیؑ کی شان گھٹائی اس نے میری شان گھٹائی تو پھر وہ نافرمانوں میں ہوگیا۔ اس مضمون میں علی علیہ السلام کی پاک ہستی میں اللہ پاک کا امتزاج پایا جانا اور آپؑ میں استعداد الٰہی کے حاصل ہونے پر صوفیہ اکرام نے سینکڑوں کرامات خرق عادات لکھے ہیں اور علیؑ پاک اور نبیؐ پاک کا واحد نور سمجھا جانا اور آپ کا مشکل کشا ہونا کہا گیا ہے۔ ؎

گر قبول افتد زہے قسمت

مشکل میں انبیاء نے کہا یا علیؑ مدد
خیبر میں مصطفیؐ نے کہا یا علیؑ مدد
چاہتے ہو گر تمہاری بھی ہوں مشکلیں آسان
یہ سنت نبیؐ ہے کہو یا علیؑ مدد

جناب محقق لاثانی حکیم سید محمود گیلانی مدظلہ (سابق اہلحدیث) سیالکوٹ کے عظیم تحقیقاتی ذخیرہ کا ایک چھوٹا سا جزو پیش کر رہا ہوں جسے پڑھنے کے بعد یقیناً طالبان حق اور جملہ ذی علم طبقہ کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ حکیم صاحب قبلہ متواتر ۳۲ سال تک مسلک اہل حدیث پر گامزن رہے اور متعدد اہل حدیث اخبارات کے ایڈیٹر اور اہل حدیث کی اکثر کتب کے مصنف و مولف ہیں۔ چونکہ خود نیک نیتی سے جویائے حق تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت سے آگاہ فرمایا۔ اس تحقیق میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی کی طوفان و مصیبت میں نجات کے لیے اللہ تعالی و پنجتن پاکؑ کے اسمائے مبارکہ کی تختی لگائی تھی جو اب تک موجود ہے۔ اسی طرح حضرت داوٗدؑ و سلیمانؑ بھی اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لیے پنجتن پاکؑ کو وسیلہ بناتے رہے ہیں۔

## آداب بندگی

ایران کے ایک عالم دین بڑی تنگدستی سے دن گزار رہے تھے۔ ان کا بیٹا باہر سے تربوز کے چھلکے اٹھا لاتا اور وہ پکا کر انہی چھلکوں پر سب گزارا کرتے۔ ایک دن کسی جاننے والے نے دیکھ لیا اسے بہت تکلیف ہوئی کہ ہمارے علامہ صاحب کا یہ حال ہے وہ حاضر خدمت ہوا اور کہا کہ حضور آپ نے ہم سے کہا ہوتا، تو ہم کچھ بندوبست کرتے۔ اس پر علامہ صاحب نے جواب دیا کہ "مجھے شرم آتی ہے اس امر پر کہ میں اپنے خالق کی شکایت اس کی مخلوق سے کروں۔"

## صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

حضرت داؤد علیہ السلام کے صحیفہ زبور کی چند سطور جو قدیم عبرانی (۱) میں مذکور ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:۔

اطمنی شل قشوقینم فث پاھینوافی فذ ایلی متارم۔ امطع ملغ شلواشمائت پزاغان ھمیقتہ خلذ وقث حدار کرتوہ شیھویلث انی تاہ بوتاہ خذیماہ دث حین کماباہ بنہ اشود کلیلمہ کاذو قثوتی قتم عند و بریما بفریتم نل خلذ ملغ خیوشنی پم مغلینم عت خجاریون۔

---

(۱) موجودہ محرف اناجیل کے عتیق و جدید عہد ناموں میں جس صفائی سے ترمیم و تنسیخ کی گئی ہے وہ اہل علم سے ڈھکی چھپی نہیں نہ صرف الفاظ و فقرات بلکہ پوری کی پوری عبارتیں یا تو توڑ موڑ کر لکھی گئی ہیں یا بالکل ہی اڑا دی گئی ہیں۔ جن عبارتوں میں جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ۔ حسینؑ علیہم اصلوٰۃ السلام کا تذکرہ کسی نہ کسی رنگ میں آتا ہے انکا خصوصیت سے صفایا کردیا گیا ہے۔ زبور کی مذکورہ عبارت اس قدیم نسخہ سے ماخوذ ہے جو اس وقت قلمی صورت میں پادری ابزان الدمشقی کے قبضہ میں ہے۔ مفتی مصر کا بیان ہے کہ

ترجمہ:۔ اس ذات گرامی کی اطاعت کرنا واجب ہے جس کا نام ایلی ہے۔ اس کی فرمانبرداری ہی سے دین و دنیا کے سب کام بنتے ہیں۔ اس گراں قدر ہستی کو حَدَار ( حیدرؑ) بھی کہتے ہیں جو بیکسوں کا سہارا۔ شیر ببر۔ بہت قوت والا۔ اور کعابا (کعبہ) میں پیدا ہونیوالا ہے۔ اسکا دامن پکڑنا اور اسکی فرمانبرداری میں ایک غلام کیطرح رہنا ہر شخص پر فرض ہے۔ سن لو جس کے کان ہیں سمجھ لو جس کا دماغ ہو۔ سوچ لو جس کا دل ہو کہ وقت گزر گیا تو پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ اور میری جان میرے جسم کا تو ایک وہی سہارا ہے۔

زبور قدیم کی مذکورہ عبارت میں حضرت داؤد علیہ السلام نے کسی رمز و کنایہ کسی اشارہ و استعارہ سے کام نہیں لیا ہے۔ بلکہ علانیہ اور مبرہن الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ ـــــ وہ علیؑ جس کو حیدرؑ بھی کہا جائے گا اسی کی اطاعت و متابعت دین اور دنیا کی کامیابیوں کی کلید اور باعث بخشش و نجات ہے۔ وہ مقدس ہستی کعبہ میں جنم لے گی۔ وہ شیر ببر (اسد اللہ الغالب) بہت قوت والا (علی القوی ۔ ید اللہ ۔ قوت اللہ) ہے۔ اور میری جان اور میرا جسم تو اسی کے سہارے پر قائم ہے۔ یعنی ہر مشکل و مصیبت میں وہی دستگیر بنتا ہے۔ جناب داؤد علیہ السلام نے یہاں تک متنبہ کردیا ہے انہوں نے یہ نسخہ دیکھا ہے اور اگر اس کو منظر عام پا لایا جائے تو مسیحیت کی عمارت مسمار ہو جاتی ہے۔ (دیکھو رسالہ الحرم قاہرہ ذیقعد ۷۴ ۱۳ھ محمود)

کہ جو شخص وقت کو ضائع کردیگا اور علی علیہ السلام سے لو لگا کر ان کا مطیع نہ بنے گا وہ دنیا اور آخرت میں ہر جگہ پچھتائے گا۔

اب حضرت سلیمان علیہ السلام کی بشارت سنئے۔ آپ کے صحیفہ "غزل الغزلات" باب پنجم مروجہ عبرانی پرانے (۱) نسخہ میں جو ۱۸۰۰ کا طبع شدہ ہے۔ یہ عبارت بالفاظ صحیح درج ہے:۔

"دودی صح وادوم د غول مربابہ ط روشو کشو پازقصو ثلو تلنیلم شحودوث کفوریب ط عناد کیونیم ط عل افیقی مائم بحلات بوشیوث ط عل ملیث لحابالو کمرو غت مبوسم معد لوث مرتاحیم ط سفنوتالو شوشیم بظافوث ط مورعوبیر ط بادا واکیلی ذاھلب مملائم یترسیس ط معیالو عشیلث شین ط معلفت سپریم ط شرقالو عمودی شیس میسادیم ط عل ادنی پازمز میھو کلیاثون ط باجر ر کلرا دیم ط خلو محمدیم ط ذہ دودی وذہ رعی یا تبوث یروشلایم" ط

(۱) آجکل کی تحریف شدہ انجیل میں غزل الغزلات کی مذکورہ عبارت کانٹ چھانٹ کی نذر ہو چکی ہے اور اس میں سے یہ الفاظ خلو محمدیم یا میرے دوست کا نام محمد صلعم ہے "My friend name is Muhammed" بالکل نکال دیئے گئے ہیں۔ لیکن ۱۸۰۰ یا اس سے پہلے کے نسخوں میں یہ الفاظ موجود ہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اناجیل کی کتربیونت ۱۸۰۰ کے بعد شروع ہوئی عیسائی پادریوں کی ایک مخلوط جماعت نے جس میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے تمام فرقے شریک تھے۔

ترجمہ:۔ میرا دوست جو قدرے گندم گوں ہے۔ ہزاروں میں منفرد ہے۔
اس کے سر کا نور الماس کی طرح چمکتا ہے۔ اس کی زلفیں گھونگریالی اور پر
زاغ کی مانند سیاہ ہیں۔ اس کی دونوں آنکھیں ایسی جیسے دودھ سے دھوئے
ہوئے طشت میں مصفے پانی پڑا ہو۔ اور اس پر دو کبوتر تیر رہے ہوں یا جیسے
دو قیمتی نگینے اپنے خانوں میں جڑے ہوئے ہوں۔ اس کے رخساروں پر
ریش مبارک خوشبو دار بیل کی مانند چھائی ہوئی ہے۔ اس کا ہلالی منہ خوشبو
میں بسا ہوا ہے۔ اس کے دونوں لب پھول کی پنکھڑیوں جیسے ہیں جن سے
عجب روح افزا خوشبو نکلتی ہے۔ اس کے ہاتھ سونے کے ڈھلے ہوئے ہیں
جن میں جواہرات چمکتے ہیں۔ اس کا شکم ہاتھی دانت کی لوح کے مانند سفید
اور جواہر سے مرصع۔ اس کی پنڈلیاں جیسے سنگ مرمر کے ستون جو سونے
کے پایوں پر مضبوطی سے رکھے ہوں۔ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح
روشن۔ وہ صنوبر کی طرح جوان ہے۔ نہایت خلیق ہے۔ وہ میرا دوست میرا
محبوب محمد ہے۔ اے دختران یروشلم! (صحیفہ غزل الغزلات۔ باب ۵۔ فقرہ
ا تا ۱۰ نسخہ عبرانی۔ مطبوعہ ۱۸۰۰ء۔ لندن برٹش بائبل ایسوسی ایشن)

موصوفہ عبارت کے بعض فقرات پر قوت غائر فکر یہ صرف کئے بغیر

عتیق اور جدید ناموں میں اپنے ڈھب کی تحریف کر کے ضرر رساں "فقرے خارج"
اور "نفع بخش" فقرے داخل کر دیئے۔ المعیار (حکیم سید محمود گیلانی)

مقصد حاصل نہ ہوگا۔ جناب سلیمان علیہ السلام نے اپنے محبوب دوست حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں جو قصیدہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس میں وہ کہتے ہیں:۔

ا۔ "اس کے سر کا نور الماس کی طرح چمکتا ہے" یہاں سر سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا ارشاد ہے۔ **علی منی بمنزلتہ الراس من جسدی۔** (علی میرے جسم کے سر کے مانند ہیں) پس جناب سلیمان نے علیؑ کو اپنے محبوب کے سر سے تشبیہ دی ہے۔ پھر سر کا نور کہہ کر اور بھی وضاحت کردی ہے۔ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں:۔ **انا نور و علی نور** میں بھی نور ہوں اور علیؑ بھی نور ہے "**انا و علی من نور واحد**" میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں تو گویا رسالتماب صلعم کے سر اور نور جناب امیرالمومنینؑ ہی ہیں۔ پھر ایک اور نکتہ دیکھئے کہ سر کا نور الماس (ہیرے) کی طرح چمکتا ہے۔ غور کیجئے! کہ دوست (رسول خدا صلعم) کے سر کے نور (علیؑ) کو الماس یعنی ہیرے سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟ اس لئے اور صرف اس لئے کہ ہیرہ کا ٹکڑا جب کان سے نکلتا ہے وہ قدرتا اور فطرتا پنج پہلو ہوتا ہے اور پھر جب اس کو سورج یا چراغ کے سامنے رکھا جائے تو اس کے ہر پہل سے "پانچ کرنیں" نکلتی ہیں۔ پس سلیمانؑ نبی نے الماس کی مثال دے کہ یہ ثابت کیا

ہے کہ میرا محبوب "پنجتنؑ" سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کے دوست علیؑ کا رشتہ بھی ان ہی نفوس قدسیہ خمسہ سے ہے۔ اللہ اکبر! کیسی فقید المثال تشبیہ اور توضیح فرمائی ہے۔

۲۔ "اس کی دونوں آنکھیں ایسی ہیں جیسے دودھ سے دھوئے ہوئے طشت میں مصفی پانی پڑا ہو۔ اور اس میں دو کبوتر تیر رہے ہوں"

بظاہر یہی معلوم ہوگا کہ جناب سلیمان اپنے دوست کا سراپا یعنی سر سے لیکر پاوں تک حلیہ بیان فرما رہے ہیں۔ مگر غور کی عینک لگا کر دیکھا جائیگا۔ تو یہ حلیہ مبارک بھی بہت ہی مرموز و مکنون نظر آئے گا۔ چنانچہ فقرہ مذکور میں "دو آنکھیں سے مراد جسم کی عام آنکھیں نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں بنی علیہ السلام کی دو خاص آنکھوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی علیہ و آلہ وسلم کی یہ دو خاص آنکھیں ہیں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام جیسا کہ خود نبی اکرم صلعم نے ان کی شان میں فرمایا " **الحسن و الحسین عینانی** ۔ حسن اور حسین میری دونوں آنکھیں ہیں (سیرہ الصالحین ۵۷) پھر فرمایا "**الحسن و الحسین قرہ عینانی**" میری دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں (سیرہ الائمہ شعبانی صفحہ ۱۱۹)

اپنی غزل کے اسی فقرہ میں جناب سلیمان ان دونوں آنکھوں کی صفات بیان فرماتے ہیں کہ وہ دودھ سے دھوئے ہوئے طشت میں رکھی ہوئی ایسی

معلوم ہوتی ہیں جیسے آب مصفا پر دو کبوتر تیر رہے ہوں ---- دودھ اور آب پاکیزہ سے دھونا ایک محاورہ ہے جس سے انتہائی پاکیزگی مراد لی جاتی ہے۔ عربی کا ایک شاعر اسعدی خدائے تعالیٰ اور اس کے عرش کی تعریف میں کہتا ہے۔

والعرشہ مغسولہ من لبن المطھر

وبالماء الصفا فلا بمثل تفخر

اس کا عرش عظیم پاکیزہ دودھ اور مصفا پانی سے دھویا ہوا ہے۔ اور اس پر ذات الٰہی کے سوا کوئی بھی فخر نہیں کر سکتا۔

ایران کا حنفی شاعر اثر تہرانی اپنے قصیدہ میں حسنینؑ کی توصیف یوں بیان کرتا ہے:۔

آن دو چشمان نبی شبیر و شبر باصفا

آں دو چشماں شستہ در چرخ بریں از شیر د آب

آں دو چشمان نبی نور نگاہ مصطفےٰ

مادر آں سیدہ و والد آں بوتراب

ترجمہ:۔ پاک اور صاف روح تن والے حسنؑ اور حسینؑ نبی کی دو آنکھیں ہیں جن کو آسمان کے اندر دودھ اور پانی سے دھویا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ وہی دو آنکھیں ہیں جو محمد صلعم مصطفےٰ کی نگاہوں کا نور

ہیں۔ جن کی اماں جان سیدہ پاکؑ دختر شاہ لولاک اور جن کے ابا جان ابوتراب علی علیہ السلام ہیں۔

پس اس سے بلا تردید ثابت ہوا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے محبوب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دیتے ہوئے جناب حسنین علیہما السلام کی ذات گرامی کا بھی مژدہ سنایا ہے۔

علاوہ بریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھیں (حسن و حسین) علیہما السلام کی مثال "دو کبوتروں" سے دینا بھی عدیم النظیر اور روحانی و مذہبی اعتبار سے بے عدیل ہے۔ کبوتر کو جملہ طیور میں پاکیزگی کی خصوصیت حاصل ہے۔ ازبسکہ اس سے نامہ بری اور پیغام رسانی کا کام لیا جاتا رہا ہے۔ لہٰذا جب بھی کسی کو عالم مکتوم سے منصہ شہود پر لایا جاتا ہے تو اس کو "کبوتر" کی تصوراتی شکل دی جاتی ہے۔ مثلاً روح القدس یا روح الامین کی تجلیاتی تصویریں کبوتر ہی کی صورت میں نظر آئینگی --- نیز کائنات عالم میں امن و عافیت کے قیام کے اظہار کے لئے بھی کبوتر ہی کو منتخب کیا گیا ہے۔ روس میں کبوتر میں ذرا سی تبدیلی کرکے اسے "امن کی فاختہ" کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن یورپ اور امریکہ میں کہیں بھی چلے جائیں وہاں "امن کے دیوتاؤں" کے سر پر علامتی رنگ میں کبوتر ہی سایہ فگن نظر آئیگا۔

پس حسنؑ ، حسینؑ کو دو کبوتروں سے تشبیہ دینا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ایک تو یہ دونوں حضرات خدا کے آخری پیغام (قرآن) کے ناشر و مشیع ہونگے اور ان کے ذریعہ اہل عالم قرآنی تعلیمات سے روشناس و بہرہ مند ہوں گے۔ دوسرے یہ دونوں نور چشمان رسول صلعم عالم کون و فساد میں امن بھی قائم فرمائیں گے تاریخ اسلام شاہد ہے کہ امام حسن نے اپنے زہر خوردنی کے سانحہ میں جس انتہائی ضبط و تحمل سے کام لیا۔ وہ ظلم اور استبداد کے خلاف ایک دائمی پیام امن تھا۔ حسینؑ مظلوم نے میدان طف میں جس صبرو سکون کا اظہار فرمایا وہ شقاوت و بربریت کے لئے ابدی پیغام مرگ تھا۔ اسی لئے سلیمان اپنے نغمہ میں محمدؐ کی مدحت کے ساتھ آل محمدؐ کے گیت بھی گا رہے ہیں۔

" اس کا ہلالی صفحہ خوشبو میں بسا ہوا ہے"۔

اس فقرہ میں سلیمانؑ پیغمبر نے اپنے دوست (محمد مصطفٰےؐ) کے چہرہ مبارک کو" ہلالی صفحہ سے تشبیہ دے کر جناب رسالتماب صلعم کی حدیث: انا کالشمس و علی کالقمر کی تصدیق فرمائی ہے۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امام المتقین علی علیہ السلام کو "چاند" کہا تھا۔ اور سلیمان علیہ السلام کے گیت میں بھی دوست کے چہرے کو "چاند" کہا گیا ہے۔ مگر چہرہ کو صفحہ کہنا بھی ایک راز ہے۔ یعنی اس ماہ تاباں (علی

علیہ السلام) کا چہرہ کتاب حق کے مانند مقدس و محترم ہو گا۔ جب ہی تو امیرؑ فرماتے ہیں کہ:۔ القرآن صامت و انا قرآن ناطق اور اس ماہ محمدؐ کا چہرہ صفحہ قرآن کے مانند ہی ہونا چاہئے تھا۔

ذرا اس سے آگے بڑھیں تو اسی نغمہ سلیمانی میں محمد صلعم کے چاند کی چاندنی اور بھی نمایاں نظر آئے گی۔ فرماتے ہیں:

۴۔ "اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہے"۔

یہاں "کالشمس" کے "کالقمر" یعنی آفتاب دین کے ماہتاب دین کی ایک نہایت واضح توصیف بھی کر دی گئی کہ اس ماہ مبین کا جسمانی اور روحانی رشتہ چہاردہ (۱۴) معصومینؑ ہو گا۔ کیونکہ یہ چودہ کے چودہ پاک نفوس ضلالت و جہالت کی تاریک اور بھیانک راتوں میں دین خدا کی روشنی پھیلائیں گے اور عوام الناس کو گھٹا ٹوپ اندھیارے سے نکال کر نورالٰہی یعنی قرآن اور اسلام سے روشناس کرائیں گے۔

بہرکیف حضرت سلیمان علیہ السلام نے غزل الغزلات میں اپنے محبوب دوست خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیرالمومنینؑ و حسنین علیہم السلام کی جو مدح و ثنا کی ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اور ہر مسلمان کو دعوت فکر و نظر دیتی ہے۔

## اللھم صل علی محمد و ال محمد ط

قارئین "معارف" کہتے ہوں گے۔ موضوع تھا "ایلیا" اور ثابت یہ کرنا تھا کہ مذاہب و ادیان عالم میں ایلیا کا اسم مبارک کسی نہ کسی صورت میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔ مگر تذکرہ چھیڑ دیا سلیمان کی غزل الغزلات کا۔ سو التماس ہے کہ اس تذکرہ کے بغیر مضمون زیب عنوان منازل طے نہ کر سکتا تھا۔۔۔۔ آیئے ہم پھر ایلیا اور ایلی کی زیارت کریں۔

۱۹۱۶ء کی بات ہے۔ پہلی جنگ عظیم کا خوفناک شباب خدا تعالیٰ کے قہر و عذاب کے بھیس میں دنیا والوں پر قیامت ڈھا رہا تھا۔ بیت المقدس سے چند میل دور فوجی دستے یلغار کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ ادنترہ نامی ایک چھوٹے سے گاؤں کے ٹیلے سے اندھیری رات میں عجیب سی چمک نکلتی دکھائی دی۔ ایک فوجی دستہ جو اس کے قریب سے گزر رہا تھا۔ یہ نرالی قسم کی چمک دیکھ کر ٹھہر گیا۔ چند سپاہی اس روشنی کی طرف بڑھے۔ جب وہ نزدیک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خاک و سنگ کا ایک تودہ امتداد زمانہ سے شق ہو چکا ہے اور اس کی دراڑوں میں سے حیرت ناک روشنی نکل کر ہر راہ گیر کو مشتاق نظارہ بنا رہی ہے۔ سپاہیوں نے اسی مقام کو کھودنا شروع کر دیا تو چار گز کی گہرائی میں چاندی کی ایک مرصع لوح نظر آئی۔ جس سے روشنی کی

سفید شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر تحیر و استعجاب میں مبتلا کر رہی ہیں انہوں نے اس نقرئی لوح کو جو پون گز لمبی نصف گز چوڑی تھی باہر نکالا تو روشن شعاعوں کا اخراج تو بند ہوگیا۔ انقطاع نور کے اس واقعہ نے متحیر انسانوں کو اور بھی انگلیاں چبانے پر مجبور کردیا۔ ایک طرف بیش قیمت لوح کے حصول پر وہ شاداں فرحاں بھی دکھائی دیتے تھے۔ دوسری طرف اس کی روشنی یکایک منقطع ہو جانے سے خوف و دہشت بھی مسلط تھی۔ آخر وہ لوح کو لے کر اپنے افسر اعلیٰ کے پاس پہنچے۔ یہ انگریزی فوجی افسر میجر اے۔ این گرینڈل تھا۔ اس نے ٹارچ کی روشنی میں لوح کو دیکھا تو مبہوت رہ گیا۔ اس کا حاشیہ گراں بہا جواہرات سے مرصع تھا۔ اور درمیان میں طلائی حروف تھے۔ جو کسی قدیم اجنبی زبان کے معلوم ہوتے تھے۔ میجر کو حروف کی شناخت تو نہ ہو سکی۔ لیکن اس کو یہ علم ضرور ہوگیا کہ لوح کوئی معمولی چیز نہیں اپنے اندر کوئی بہت بڑی فضیلت و اہمیت اور تقدیس و تحریم رکھتی ہے۔

میجر گرینڈل کی سعی و وساطت سے لوح موصوف دست بدست منزلیں طے کرتی ہوئی پایان کار افسر انچارج افواج برطانیہ لفٹیننٹ جنرل ڈی۔ اور۔ گلیڈ سٹون کے ہاتھ میں پہنچی۔ جس نے اس کو برطانوی ماہرین آثار قدیمہ کے سپرد کردیا۔

جنگ عظیم کے خاتمہ پر ۱۹۱۸ء میں اس لوح سے متعلق تحقیق و تدقیق کا یوں آغاز کیا گیا کہ السنہ قدیمہ کے ماہرین خصوصی کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔ جس میں برطانیہ۔ امریکہ۔ فرانس اور بعض دوسرے یورپی ممالک کے Experts of old languages نے شمولیت کی۔

کئی ماہ کی دیدہ ریزی دماغ سوزی کاوش شدیدہ اور محنت شاقہ کے بعد آخر یہ راز کھلا کہ یہ ایک مقدس لوح ہے۔ جو لوح سلیمانی کہلاتی ہے۔ اور اس پر جو الفاظ منقش ہیں وہ قدیم عبرانی زبان کے ہیں جو زبور اور غزل الغزلات میں استعمال ہوتے تھے۔

ماہرین کی مساعی بار آور ہوئیں اور ۲۱ جنوری ۱۹۲۰ء کی صبح کو وہ اس صدیوں کے سر مکنون اور راز مکتوم کو منکشف کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

لوح مقدس کے الفاظ معہ ترجمہ یہ ہیں:۔

(دائیں سے بائیں پڑھیے)

(اللہ) ДJ-J-J J (احمد) ᓚTƐJ (ایلی) ¥J¥J

ДJ¥ ¥-J¥J ДJ ДDᑯJД

یاہ ایلی الصطاہ (یا علیؑ! میری مدد کیجو)

یاہ احمد مقذا (یا احمدؐ پہنچو)

یاہ باھتول اکاشئ (یا بتولؑ نگاہ رکھو)

یاہ حسن اضرمظم (یا حسنؑ کرم فرماؤ)

یاہ حاسین بادنو (یا حسینؑ خوشی بخشو)

ایلی ایلی ایلی (یا علیؑ۔ یا علیؑ۔ یا علیؑ)

امو سلیمان صورہ عشضب زالھلا داتتا (یہ سلیمانؑ اپنی پانچوں سے زیادہ کر رہا ہے)

مبذت اللہ کھ ایلی (اور اللہ کی قوت علیؑ ہے)

لو جناب! چاندی کی لوح کے الفاظ کا محقق ہونا اور ماہرین کی تحقیقات کا پایہ تکمیل کو پہنچنا تھا کہ احمدؐ اور علیؓ اور بتولؓ اور حسنؓ اور حسینؓ کے اسمائے مبارک پڑھ کہ ارکان کمیٹی کی آنکھیں کھل گئیں۔ ایک نے دوسرے کو دیکھا اور دوسرے نے تیسرے کی طرف چشم حیرت پھیری۔ اور فیصلہ یہ ہوا کہ اس پاک لوح کو برٹش امپریل میوزیم (شاہی عجائب خانہ برطانیہ) کی زینت بنایا جائے۔ لیکن جونہی انگلستان کے اسقف اعظم لاٹ پادری LORD BISHOP کے پردہ گوش سے یہ خبر ٹکرائی اور اس کو تحقیقات کی تفصیل معلوم ہوئی تو اس کے پاوں تلے کی زمین سرک گئی اور یکم مارچ ۱۹۲۳ء کو ایک خفیہ حکم نامہ تحریر کیا۔ جس کا ملخص یہ ہے کہ ـــــــ اگر اس لوح کو کسی میوزیم یا کسی ایسے مقام پر رکھا گیا۔ جہاں عوام و خواص کی آمد و رفت رہتی ہو۔ تو مسیحیت کی بنیادیں متزلزل

نوٹ:۔ دوسری زبانوں کی طرح عبرانی میں بھی ہر زمانہ میں تبدیلیاں ہوتی رہیں اور اس کے حروف میں بھی رد و بدل کیا جاتا رہا۔ حضرت سلیمانؑ کے دور کی جس عبرانی عبارت کو بیان کردہ نقرئی لوح مقدس سے لیا گیا ہے۔ اس کے حروف ہجی بقول محققین السنہ قدیمہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

لیکن مروجہ عبرانی کے حروف ابجد بائیں طرف سے دائیں کو لکھے جاتے ہیں۔ جن کی اشکال یہ ہیں:۔

ہو جائیں گی اور عیسائیت کا جنازہ خود ان کے کندھوں پر اٹھ جائیگا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اسے Secret church Room (کلیسائے فرنگ کا خفیہ مخصوص کمرہ) میں رکھا جائے۔ جہاں اسقف اور اس کے رازداروں کے سوا کسی کی نگاہ ہی نہ پڑ سکے۔ چنانچہ جب سے آج تک یہ لوح اسی مخصوص کمرہ میں پانچ نفوس مطہرہ کا نور پھیلا رہی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے:۔

۱۔ ونڈر فل اسٹوریز آف اسلام مصنفہ کرنل پی۔ سی۔ ا یلے لنڈن صفحہ ۲۴۹۔

۲۔ رسالہ تحقیقات غریبہ مؤلفہ ابو حسن شیرازی صفحہ ۲۱ تا ۲۴۔

(ا)، (ب)، (ت)، (ث)، (پ)، (ج)، (ح)، (خ)، (د)، (ذ)،

(ر)، (ز)، (س)، (ش)، (ص)، (ض)، (ط)، (ظ)، (ع)،

(ق)، (ک)، (لا)، (ف)، (ق)، (ک)، (ل)، (م)، (ن)، (و)

(ہ) (ی)

لیکن مروجہ عبرانی کے حروف ابجد بائیں سے دائیں کو لکھے جاتے ہیں :۔ جن کے اشکال یہ ہیں۔

(ج. گ. غ. گھ. جھ) (ب. بھ) [ (الف. ء) (ز. ض. ذ) (د) (ہ)

(د. دھ) (ط) (ی. ے. ژ) (ظ) (ح) (م) (ل)

(ک. کھ. غ) [ (ف. پ. پھ) (ع) (ق) (ص) (ش) (ن)

ملاحظہ ہو :۔

(۱) دی بک آف لینگوایجز مصنفہ ناسل واڈ صفحہ ۸۹

(۲) تاریخ السنہ مطبوعہ دمشق مصنفہ عامر صفحہ ۲۱۱

(۳) اللسان قاہرہ صفحہ ۵۳

لیکن ----- کسی دانا نے "دیوار ہم گوش وارد" غلط نہیں کہا ہے جس بات کو اخفا و اکتام کے آہنی پردے میں لپیٹنے کی کوشش کی جائے۔ وہ کسی نہ کسی ذریعے سے ظاہر ہو کر ہی رہتی ہے۔ دیکھ لیجئے! لوح موصوف کی تحقیق مکمل ہونے کے بعد جو اسراری گفت و شنید ماہرین و محققین کے درمیان ہوئی وہ در و دیوار نے سنی۔ باغ و بہار نے سنی۔ وحش و طیر نے سنی۔ باد و آب نے سنی اور ہوتے ہوتے نسیم سحر اور شمیم گلشن کی طرح متعدد افراد تک پہنچ گئی۔ اس لئے اور کسی کی مجال نہیں کہ وہ محمدؐ اور علیؑ کے رحمانی نور کو پھیلنے سے روکے۔ کس کی طاقت کہ وہ نفوس قدسیہ خمسہ کے روشن چراغوں کو کفر کی پھونکوں سے بجھا سکے۔

یریدون لیطفوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (قرآن)

ہاں تو لیجئے! اس وقت لوگوں میں اس لوح مقدس کی نسبت جو چہ میگوئیاں شروع ہوئیں ان کا ایک ہلکا سا نمونہ دیکھئے:۔

ٹامس:۔ ارے ولیم! تم نے وہ چاندی کی تختی والی خبر سنی!

ولیم:۔ جی ہاں سنی اور حیرت و استعجاب سے انگلیاں چبا کر سنی

ٹامس:۔ پھر تم نے کیا رائے قائم کی

ولیم:۔ یہ بڑا پیچیدہ مسئلہ ہے ٹامس۔ ہمارے مذہبی راہنماوں کی رائے

کچھ بھی ہو مگر میں تو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ٹامس:۔ ہاں ہاں کہو! تم رک کیوں گئے۔ ہر شخص کو اپنے ضمیر کی آزادی حاصل ہے۔ اور پھر یہ کوئی باغیانہ سیاسی معاملہ تھوڑا ہی ہے کہ باز پرس یا گرفتاری کا خوف ہو ۔۔۔۔۔۔۔ ہاں بولو اور بے تکلف بولو!

ولیم:۔ بھئی ٹامس! میرا ضمیر تو یہ کہتا ہے کہ اسلام سچا دین ہے اور آخر وہی غالب آئے گا۔ ٹامس! تم غور کرو کہ پچھلے پیغمبروں نے ہزاروں برس پہلے اس آنے والے ختم المرسلین صلعم اور خدائی طاقت رکھنے والے اقربائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہ صرف خبریں ہی دی ہیں بلکہ ان سے فریادیں بھی کی ہیں اور امدادیں بھی چاہی ہیں۔ اور برا نہ مانو۔ تو سچ کہہ دوں کہ ہماری بائیبل میں بھی ایسی بہت سی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ جن سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ محمد صلعم آخری نبی ہیں اور علیؑ ان کے نائب ہیں۔ اور ان سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ بےمثال ولازوال اور عجیب و غریب فضائل و مراتب والی ہوگی۔ اور۔۔۔۔۔۔

ٹامس:۔ خوب! بہت خوب! واقعی درست کہہ رہے ہو۔ اگر تعصب کی پٹی اتار کر دیکھا جائے تو سابقہ کتب سماوی یعنی زبور۔ تورات اور انجیل سے سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ پھر اسلامی تاریخ کو پڑھو۔ اس میں علیؑ اور حسینؑ کی شجاعت کے جوہر ہوشربا کارنامے درج ہیں۔ ان کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر خدائی طاقتیں بھی تھیں جو بشری

طاقتوں سے بالاتر ہیں۔

ولیم:۔ یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ تاریخی واقعات غلط نہیں ہوسکتے۔ دنیا نہیں مانتی تو نہ مانے۔ مگر ذات خدا خود ان کی مدح کر رہی ہے۔ میں نے بڑی مدت سے سن رکھا ہے کہ قرآن میں محمد رسول اللہؐ اور ان کے اہلبیتؑ کی بزرگی و تقدیس کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اب ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ ہم کون سا راستہ اختیار کریں؟ مسیحیت کی لکیر پیٹتے رہیں یا تلاش حق کے لئے کسی اور میدان میں بھی ہاتھ پاوں ماریں۔

ٹامس:۔ بھائی ولیم! تم مانو یا نہ مانو۔ مگر میں مسلمان ہوگیا۔ آج سے مجھے تم ان پنجتنؑ پاک کا بے دام غلام سمجھو جن کے مقدس نام چاندی کی اس پاک تختی پر مرقوم ہیں۔

ولیم:۔ تو پھر دیر کیا ہے؟ چلو کسی اسلامی ملک میں چلیں اور کلمہ پڑھ لیں۔

ٹامس:۔ اچھا یہ بات ہے؟ --- کیا واقعی!

ولیم:۔ جی ہاں! یقین کرو کہ میں تم سے پہلے یقین لاچکا ہوں مگر ہمیں کسی اسلامی ملک میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ایران کے ایک مجتہد صاحب نیوکیسل آئے ہوئے ہیں۔ چلو ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیں۔

یہ کہہ کر دونوں خوش نصیب نیوکیسل روانہ ہوگئے۔ اور مولانہ حسن مجتبے تہرانی کی خدمت میں پہنچ کر دولت اسلام سے مالا مال ہوئے ٹامس کا

نام فضل حسین اور ولیم کا نام کرم حسین رکھا گیا۔ اس واقعہ کے دو سال بعد ۱۹۲۵ء میں یہ دونوں نیک بخت زیارت بیت اللہ اور زیارت کربلائے معلے سے بھی مشرف ہوئے۔

(ماخوذ از مسلم کرانیکل لنڈن ۳ دسمبر ۱۹۲۶ء رسالہ الاسلام دہلی فروری ۱۹۲۷ء)

داؤد کی زبور اور سلیمان کی غزل الغزلات کے قصے پرانے ہو چکے اور چاندی کی تختی والی کہانی بھی چالیس پینتالیس برس کی پرانی ہے۔ اس کو چھوڑیئے۔ اور ایک تازہ ترین تحقیقات کی بات سنیئے۔

۱۹۵۱ء کی جولائی میں روسی ماہرین کی ایک ٹولی وادی قاف میں دیکھ بھال کررہی تھی۔ غالبا کسی نئی کان کی تلاش میں مصروف تھی کہ ایک مقام پر سے اسے لکڑی کے چند بوسیدہ سے ٹکڑے نظر آئے گروپ آفیسر نے اس جگہ کو کریدنا شروع کیا۔ تو معلوم ہوا کہ بہت سی لکڑیاں سنگلاخ زمین میں دبی ہوئیں ہیں۔ ماہرین نے چند سطحی علامات سے اندازہ کیا کہ یہ لکڑیاں کوئی غیر معمولی اور پوشیدہ راز اپنے اندر رکھتی ہیں انہوں نے اس مقام کی کھدائی نہایت توجہ سے کرائی۔ بہت سی لکڑیاں اور کچھ دیگر اہم اشیاء برآمد ہوئیں۔ لکڑی کی ایک مستطیل تعویذ نما تختی بھی دستیاب ہوئی۔ مگر ماہرین یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ باقی لکڑیاں تو مرور ایام سے بوسیدگی و کہنگی اختیار کرچکی ہیں۔ لیکن ۱۴ انچ طول اور ۱۰ انچ عرض رکھنے والی یہ تختی

امتدادی تغیرات سے محفوظ ہے۔ اور خفیف ارضی اثرات قبول کرنے کے
سوا اس میں خستگی پیدا نہیں ہوئی. ۱۹۵۲ء کے آخر میں ماہرین نے اپنی
تحقیقات کو لباس تکمیل پہنا کر یہ انکشاف کیا کہ مذکورہ لکڑی حضرت نوح
علیہ السلام کی اس معروف عالم کشتی سے تعلق رکھتی ہیں جو کوہ قاف کی
ایک چوٹی جودی (۱) پر آکر ٹھہری تھی۔ اور یہ تختی بھی جس پر کسی قدیم
ترین زبان میں چند حروف کندہ ہیں۔ اس کشتی میں لگی ہوئی تھی۔

قارئین کرام اطمینان رکھیئے تختی کے حروف انشاء اللہ پڑھے جائیں
گے اور ان کا مطلب بھی چند لمحات کے بعد آپ کی خدمت میں پیش کردیا
جائیگا۔ مگر آپ تھوڑی دیر کے لئے کشتی کی لکڑیوں اور پراسرار تختی کو
یہیں چھوڑیئے اور چلئے ذرا حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کی طرف۔

آٹھ نوسو سال کا پیر بزرگ شارع عام کے ایک نکڑ پر کشتی بنا رہا ہے۔
وہ قوم کو سینکڑوں برس دعوت دیتا رہا "**یا قوم انی لکم نذیر مبین**" "لوگو!
میں تمہیں ڈرانے اور آخرت کا خوف دلانے آیا ہوں۔ **ان اعبدونی وا
تقوہ** پس اللہ تعالے کی بندگی کرو اور اس سے ڈر کر پرہیز گار بن جاو۔

---

(۱) جدید ماہرین آثار قدیمہ۔ مورخین اور محققین نے بدلائل واضح کیا ہے کہ مشہور
تصوراتی "پرستان" والا کوہ قاف روس میں واقع ہے اور اسی کا ایک بلند ترین حصہ
کوہ جودی کہلاتا ہے۔ اس کی تفصیل متعدد کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ (محمود)

لیکن سنگ دل قوم ذرا نہ پسیجی اور خدائی پیغام اور خدائی وعید کا کوئی اثر قبول کرنے کی بجائے الٹا تمسخر کرتی اور طرح طرح کے ظلم توڑتی رہی۔ آخر تنگ آکر پیر بزرگ نے رب لا تذر کے مہیب الفاظ میں بددعا کی۔ کہ الٰہی ایسا طوفان نازل فرما اور ایسے سیلاب کو عذاب مہین کا جامہ پہنا کہ ان کافروں میں سے ایک بھی بچ کر نہ نکل سکے۔

ہاں! یہی ہے نوحؑ جو بڑی تیزی سے کشتی بنانے میں مصروف ہے۔ وہ کبھی تختیاں جوڑتا ہے کبھی میخیں لگاتا ہے وہ کبھی آہ و زاری بھی کرتا ہے اور آنسو پونچھتے ہوئے کچھ پڑھتا بھی جاتا ہے ذرا کان لگا کر سنیئے کہ کیا کہہ رہا ہے وہ:۔

| | |
|---|---|
| اللھم احفظنی برحمتک | خداوندا! اپنی رحمت سے مجھے محفوظ رکھ! |
| اللھم نجنی وعافنی | الٰہی! مجھے نجات دے اور عافیت بخش! |
| اللھم افتح لی ابواب فضلک | اللہ میرے لیئے اپنے فضل کے |
| بوسیلۃ نبیک الاخر | دروازے کھولدے اپنے آخری نبی |
| بوسیلۃ امامک الاول | کے وسیلے سے اپنے پہلے امام کے |
| اسمہ الاعظم ایلیاء | وسیلے سے جس کا بزرگ نام ایلیاہے |
| بوسیلۃ سیدہ العالمین | اور دونوں جہانوں کے سردار کے وسیلے سے۔ |
| بوسیلۃ الشہیدین | دونوں شہیدوں کے وسیلے سے |

بوسیلہ صبی المعصوم | اس معصوم بچے کے وسیلے سے
تجرح عنقہ بالرمی | جس کی گردن تیر سے زخمی کی جائیگی
بوسیلہ مطہرہ لا | اس پاک بی بی کے وسیلے سے
ثوب لھا لراسھا | جس کے سر پر کوئی کپڑا نہ رہیگا
بوسیلہ جمیع معصومین | تمام معصوموں اور مظلوموں اور
المظلومین المقدسین(۱)۔
پاک ہستیوں کے وسیلے سے۔

وہ جس درد اور تضرع سے دعا مانگ رہا ہے اور جس غم و الم سے فریاد کررہا ہے۔ اس کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ پڑھتا ہے اور روتا ہے۔ روتا اور پڑھتا ہے۔ ہاں! وہ کشتی بنارہا ہے لوگ اس کے قریب سے گزرتے ہیں۔ اسے کشتی بناتے دیکھتے ہیں تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور اس پر آوازے کستے ہوئے کہتے ہیں۔

ہونہہ! دیکھو نا اس بڈھے کھوسٹ کو زیادہ عمر پانے سے شاید عقل

---

(۱) مراہ الدقیق فی تحقیقی عتیق مولفہ ابن سراج الصفانی مطبوعہ بغداد۔ کتاب العجائب مصنفہ عبدالبر ستر ائی العراقی۔ نوادوالتحقیق مولفہ محمد قدیر العلوی۔ اعجاز الانبیاء مصنفہ سرمدی مطبوعہ ایران۔ کتاب آثار الغربیہ مصنفہ ابوالفتح زنجانی۔ اخبار الاثار مطبوعہ مصر سیرہ المرسلین مولفہ محمد کبیر خان شیرازی مطبوعہ ایران۔

ماری گئی ہے اس کی کہ سودائیوں کی طرح چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ لوگو! توبہ کرو بتوں کی پوجا چھوڑ دو۔ ورنہ طوفان آنیوالا ہے اور سیلاب تمہیں غرق کردے گا۔ اف کتنا جھوٹ ہے۔ بارہ برس ہوگئے۔ آسمان پر بدلی تک نہیں دیکھی۔ زمین بارش کے ایک ایک قطرے کو ترس رہی ہے اور یہ کہتا ہے کہ سیلاب آئیگا۔ طوفان آئے گا۔ اور خلقت تباہ ہوجائے گی۔ ہے نہ سفید جھوٹ ــــــ اور نوحؑ اپنے کام میں مگن۔ اپنی دعاوں میں مصروف کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

ایک مکان میں تنور جل رہا ہے۔ عورتیں روٹیاں لگا رہی ہیں۔ وہ روٹیاں لگاتی جاتی ہیں اور نوحؑ کی کہانی چھیڑتی جاتی ہیں۔ اری بہن! کیا ہوگیا! اس بڈھے کے دماغ کو کہ لوگوں کو بت پرستی سے روکتا ہے۔ اور یہ ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے کہ ایک خدا کو پوجو ورنہ غرق ہوجاوگے۔ تو کیا ہم اس کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ اپنے ودو (۱) یعوق نشرو آساف کو توڑ دیں۔

شیطان کی بیٹیوں نے نوحؑ کی خوب نقلیں اتاریں اور منہ بنا بنا کر زور زور سے قہقہے لگائے۔

(۱) پرانے بتوں کے نام۔ کافر و مشرک اقوام ان کو پوجا کرتی تھیں۔ قرآن کریم میں ان کا تفصیلی حال مذکورہ ہے۔

قہقہوں کی گونج ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ جلتا ہوا تنور زور سے پھٹا اور پانی کا ایک دھارا شدت سے پھوٹ کر بہنے لگا۔ حق کی غیرت جوش میں آئی سیلاب دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ مخلوق ڈوبتی جارہی تھی۔ اور۔۔۔ نوحؑ ۔۔۔ **یاربی ورب السموت والارض۔ یامحمد سیدا لکونین والثقلین یااہلی امام الدرین** کہہ کہہ کر کشتی میں اپنے رفقائے خاص کے ساتھ سوار ہورہا ہے۔

کشتی تیر رہی تھی اور پانی کے تھپیڑے بلند ہو ہو کر گناہوں کی دنیا اور اسکی پر معاصی مخلوق کی غرقابی کا تماشا دیکھ رہے تھے کہ اہل بیتؑ کا مسئلہ سامنے آگیا۔

خدائے عادل نے اپنے نوحؑ نبی سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تیرے اہل کو بچاونگا ایک مقام پر کوئی انسانی سر پانی سے ابھرا۔ اور دردناک چیخ کیساتھ آواز آئی۔ ابا جان! مجھے بچا لیجئے! شفقت پدری غالب آئی۔ نوح علیہ السلام نے بیٹے کا بازو پکڑنے کو ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ حکم الٰہی نے وہیں کا وہیں روک دیا یہ کہہ کر کہ اے نوحؑ! خبردار اسے مت پکڑ۔ یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ کم بخت عمر بھر تیری تکذیب و تکفیر کرتا رہا اور تجھ سے اور تیرے رفیقوں سے دشمنی کرتا رہا۔ اب کہتا ہے مجھے بچالو۔۔۔۔ دیکھ تیرے اہل وہ ۔۔۔۔ اور صرف وہ ہیں جو کشتی میں تیرے ساتھ ہیں اور جو ابتدا

سے ہی تیرے تربیت یافتہ اور سچے اطاعت گزار چلے آرہے ہیں۔

محمد رسول اللہ کے اہل بیتؑ کی شان و منصب سے بیگانہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں اور فلاں بھی تو رسول صلعم کے تعلقدار تھے۔ قریبی رشتہ دار تھے۔ پھر انہیں کیوں اہل بیتؑ نبوی میں شامل نہیں کیا جاتا اور کیوں انکے نام اغیار کی فہرست میں درج کیئے جاتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب خود معترضین کو سوچنا چاہیے۔ کہ رسول صلعم کے "ذوی القربیٰ" بننے کے لئے ایک شرط "**یطھر کم تطھیرا**" بھی تو تھی۔ جو نجرانی مباہلہ میں پوری ہوچکی۔ اور جس جس کو اہل بیتؑ میں شریک ہونا تھا وہ اس وقت شامل ہوچکا۔ پھر گنجائش کہاں رہی کہ زید۔ عمر۔ بکر وغیرہ کو بھی زبردستی اہل بیت میں سمجھ لیا جائے۔

ہاں! پیغمبر اعظمؐ نے یہ ضرور فرمادیا کہ " **مثل اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح من دخلھا نجی** "۔ میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ کے مانند ہے کہ جو اس میں داخل ہوا اور کماحقہ اطاعت کی وہ نجات پاگیا۔

نوحؑ کی کشتی عالم نسیان و عدوان اور اس کی عبرتناک سزا یابیوں کے مناظر دیکھتی ہوئی بالاخر وقت معنہ میں مقام مختصر پر پہنچی۔ اللہ کا نبی اپنے ساتھیوں سمیت کشتی سے اترا۔ اس نے تشکر و امتنان کے طور پر نفل ادا کیئے۔ اور حمد و ثنا کہتا ہوا یوں لب کشا ہوا۔

| | |
|---|---|
| انی احلمد اللھم لاتعد | الٰہی! میں تیری بے حساب تعریف کرتا ہوں |
| انی الشکوک لاعد | پروردگارا تیرا بے شمار شکر ہے۔ |
| احفظنیت بعذاب الاشد | تونے مجھے عذاب سے بچایا |
| والشکر لرسولک الاحمد | اور تیرے رسول احمد کا بھی شکرگزار ہوں |
| والا ایلیاہ من استمد | اور اس ایلیا کا بھی شکریہ جس نے مدد فرمائی |
| من فی بیتنک تولد | وہی ایلیا جو تیرے گھر میں جنم لے گا۔ |
| و بنت نبیک محمد | اور تیرے نبی محمد کی بیٹی کا بھی شکریہ! |
| ابنا ھما من امدد | اور اس کے دونوں بیٹوں کا بھی مشکور ہوں |

جنھوں نے میری امداد کی۔

اس واقعہ کو سینکڑوں نہیں ہزاروں برس بیت گئے۔ کسی کو یاد بھی نہیں رہا کہ نوحؑ کی کشتی کہاں ٹھیری تھی۔ قاف کہاں ہے اور جودی کہاں ہے۔ مگر وہ قادر قدیر جس نے اپنے محبوب کو **و رفعنا لک ذکرک** کی بشارت دیکر اہل عالم کو آگاہ کردیا ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کا اسم معظم ہمیشہ بلند ہوتا رہے گا۔ اور اس کا ذکر اقدس کسی نہ کسی صورت میں زبانوں پر آتا رہیگا۔ اسی مسبب الاسباب نے ایسے سامان پیدا کردیئے کہ نفوس قدسیہ کے اسمائے گرامی ایک دفعہ پھر اپنے اعجاز و کرامات اور اپنی رفعت و علویت کے ساتھ ابھریں اور اسی ملک میں ابھریں جو ہستی باری تعالیٰ کا منکر ہے۔

ان زبانوں پر ان کا ذکر پاک آئے جو اپنے خالق کا نام لینے سے بھی عاری ہیں۔

## اللھم صلی علی محمد وال محمد

ہاں! تو یہ بات چل رہی تھی۔ روس کے تازہ ترین تحقیقات اور جدید ترین انکشاف کی سو اس تفصیل کا اجمال یہ ہی کہ جب یہ تحقیق ہو چکی کہ قاف سے برآمد ہونے والی لکڑیاں واقعی کشتی نوحؑ کی ہیں تو اب یہ امر تشنہ تدقیق رہ گیا کہ پراسرار چوبی تختی اور اس پر لکھے ہوئے حروف کی کیا حقیقت ہے۔

روس کی سوویت حکومت کے زیر اہتمام اس کے ریسرچنگ ڈیپارٹمنٹ نے مذکورہ تختی کی تحقیق کے لئے ماہرین آثار کا ایک بورڈ قائم کیا۔ جس نے ۲۷ فروری ۱۹۵۳ میں اپنا کام شروع کردیا۔ اس بورڈ کے اراکین مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) سولے نوف۔۔ پروفیسر ماسکو یونیورسٹی شعبہ لسانیات۔

(۲) ایفاہان خینو۔۔ ماہر السنہ قدیمہ۔۔ لولوہان کالج جائنا۔

(۳) میشائن۔ لو۔ فارنگ افسر اعلی آثار قدیمہ۔

(۴) تانمول گورف ۔۔ استاد لسانیات کیمبرج کالج۔

(۵) ڈی راکن ۔۔ ماہر آثار قدیمہ ۔ پروفیسر لائینن انسٹی ٹیوٹ۔

(٦) ایم احمد کولاڈ ۔۔ ناظم زنگومن ریسرچ ایسو سی ایشن۔

(۷) میجر کولٹوف ۔۔ نگران دفتر تحقیقات متعلقہ اسٹالین کالج۔

چنانچہ ساتوں ماہرین نے اپنی تحقیقات پر پورے آٹھ مہینے صرف کرنے کے بعد پراسرار تختی سے متعلق یہ انکشاف کیا کہ جس لکڑی سے نوحؑ کی کشتی تیار ہوئی تھی۔ اسی لکڑی سے یہ تختی بھی بنائی گئی تھی اور نوحؑ نے اس کو اپنی کشتی میں تبرک و تقدیس کے طور پر حصول امن و عافیت اور ازدیاد برکت و رحمت کے لئے لگایا تھا۔

موصوف تختی کی درمیان ایک پنجہ نما تصویر ہے جس پر قدیم سامانی (۱) زبانی میں ایک مختصر سی عبارت اور کچھ متبرک نام مرقوم ہیں جنکی شکل و صورت یہ ہے:۔

(۱) زمانہ نوح میں اور اس کے بعد چند ازمنہ میں جو زبانیں رائج تھیں ان کو سامی یا سامانی زبانیں کہا جاتا ہے۔ چنانچہ عبرانی۔ سریانی۔ قیہانی۔ قبطی۔ عربی وغیرہ سامانی ہی کی شاخیں ہیں۔ جناب آدم ثانی نوح کی اولاد میں اور ان کے رفقا کی نسلیں جہاں جہاں آباد ہوئیں وہاں نئی زبانوں نے معمولی تصرف و تکلف کے ساتھ نیا روپ
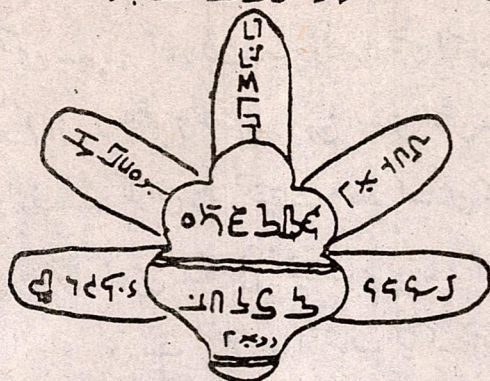
دائیں سے بائیں :-

دھارا۔ اور ترقی کرتے کرتے کہیں سے کہیں پہنچ گئیں۔ مورخین اور محققین نے یہاں تک دریافت کیا ہے کہ ترکی۔ ایرانی۔ ژندی۔ پارژندی وغیرہ بھی سامانی سے ہی مخرج ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ عربی اور سنسکرت کو قدیم ترین زبانیں ہونے کا دعوے ہے۔ اور ادھر برطانوی ماہرین انگریزی زبان کو (HEAD OF THE LANGUAGES) زبانوں کی ماں کہہ رہے ہیں۔ بہرکیف قدیم سامانی اکثر زبانوں کا منبع و مصدر ہے۔ اور اس رسم الخط ہر عہد میں تبدیل ہوکر عجیب و غریب شکلیں اختیار کرتا رہا۔

روسی ماہرین نے ان حروف کو آٹھ ماہ کی مغز ماری اور دماغی کاوش سے بمشکل تمام پڑھا[1] اور ان کے تلفظ (ہجے) کو روسی زبان میں یوں منتقل کیا[2]

| | | |
|---|---|---|
| AσFNAT. EEЛĀTAM | الفناہ ایلاہسم | (اوپر کے حروف) |
| ЬIKЛσEAЖ | ای قل بیدج | (نیچے کے درمیان) |
| ФŌPEAQσH | نوریک بن | |
| ЗYSШ | زی شاؤ | |
| MσTAMEΔA | محمدا | (نیچے کے دائیں سے بائیں) |
| AEЛЬIAT | ایلیا | |
| Ч66PA | شبرا | |
| Ч66ЬIPA | شبیرا | |
| ФAЬEM | فلم | |
| ГCEŌMAσŪNAФECŌ | غیثوماہون افیتو | (نچلے حروف) |

---

[1] ماہنامہ TAФAПEH3Ōσ (ماسکو) بابت ماہ نومبر ۱۹۵۵ء اخبار "WEEKLY MIRROR" ۲۸ دسمبر ۱۹۵۶ء لنڈن۔ روزنامہ "الھدی" قاہرہ ۲۱ مارچ ۱۹۵۷ء۔

[2] روسی رسم الخط کے قریباً احروف انگریزی حروف سے جداگانہ ہیں اور وہ یہ ہیں

Ж (J) T (H) ЬI (I) Л (L) H (N) σ (B) K (C) Δ (D) Ф (F)

Ō (O) П (P) P (R) Ь (T) B (V) З (Z) Ч (SH) G (S)

AO TCA ДЫМА ЗИНЕТ — الجکاسی مازونہ

TЛAЛ AbbIYÖP — تلال بی یور

HETbAPÜBbITA ٤١ — بہتر ولی ہاش

KÖQAE AEECŌЛM — کوقاذ یشولم

مسٹر این۔ ایف۔ ماکس ماہر لسنہ قدیمہ برطانیہ (مانچسٹر انگلینڈ) نے مندرجہ ذیل الفاظ کا انگریزی میں ترجمہ یوں کیا ہے :-

O my God my Helper — اے میرے خدا میرے مددگار!

Keep my hands with mercy — اپنے رحم و کرم سے میرا ہاتھ پکڑ

And with your Holy Bodies — اور اپنے مقدس نفوس کے طفیل

Muhammad — محمدؐ

Alia — ایلیاؑ

Shabbar — شبرؑ

Shabbir — شبیرؑ

Fatima — فاطمہؑ

They are all Biggests and — یہ تمام عظیم ترین اور

Honourables — واجب الاحترام ہیں۔

The world established for — تمام دُنیا ان ہی کیلئے قائم کی

(۱) ماہنامہ "اسٹار آف بری ٹے نیا" ماہ جنوری ۱۹۵۴ء مطبوعہ لنڈن۔ اخبار "سن لائٹ" مانچسٹر ۲۳ جنوری ۱۹۵۳ء ۔ اخبار ویکلی مرر لنڈن۔ یکم فروری ۱۹۵۴ء لنڈن۔

The world Established for them.

تمام دنیا ان ہی کے لیے قائم کی گئی۔

Help me by their names.

ان کے ناموں کی بدولت میری مدد کر۔

You can reform to Right.

تو ہی سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

القصہ جب یہ عبارت منظر عام پر آئی۔ تو ملاحدہ و زنادقہ اور کفار اور منکرین کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور انہیں شدید حیرت میں مبتلا اس بات نے کیا کہ کشتی کی تمام لکڑیاں خوردہ و بوسیدہ حالت میں برآمد ہوئیں۔ مگر نفوس قدسیہ خمسہ کے اسمائے پاک والی یہ تختی ہزار ہا سال گزرنے پر بھی بالکل محفوظ رہی۔ اور تغیرّات ازمنہ اس کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکے۔ **سبحان اللہ وبحمدہ** ۔ یہ تختی روس کے مرکز آثار و تحقیقات (ماسکو) میں حفاظت سے رکھی ہوئی ہے۔

# قربتہ" الی اللہ کی حقیقت

قربت خدا کی کیفیت کا اظہار اور اس کا حاصل کرنا ایک نہایت دقیق مسئلہ ہے، جس کو مثال کے طور پر اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جس طرح لوہا آگ کے وصال سے اپنے اندر صفات آگ لے لیتا ہے۔ تو پھر وہ آگ کا کام دیتا ہے۔ اسی طرح تقرب الی اللہ سے انسان کے اندر مطابق استعداد صفات اللہ آ جاتے ہیں۔ تو پھر وہ اللہ والے کام معجزات و کرامات دکھاتا اور نہایت مشکل اور کٹھن معاملات حل کر سکتاہے۔ حدیث قدسی اس امر کی تائید کرتی ہے کہ جب بندہ اعلیٰ اعمال سے تقرب الی اللہ حاصل کر لیتا ہے۔ تو پھر اس کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ اور اس کی زبان آنکھ کان سب اللہ کے ہو جاتے ہیں۔ ان کے اعضاؤں کو اللہ پاک کی ذات کی طرف منسوب کرنے پر ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ ان میں لازمی اللہ کے کم و بیش صفات ہونا چاہییے جیسا کہ مقرب فرشتوں کو حاصل ہیں۔ جبکہ اللہ نے پیدائش حضرت آدم علیہ السلام پر فرمایا کہ میں اپنا خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت نہ تو آدم کا وجود ظاہر تھا اور نہ اس کے اعضاء کا نقشہ اور نہ جذبات کا خاکہ موجود' اگر تھا تو علم الٰہی میں تھا۔ جس کو مخلوق کی ظاہری آ[illegible] سکتی تھی۔ جس کو فرشتوں نے تقرب الی اللہ حاصل ہونے کے جانا او[illegible]

اے بار خدا [illegible]ں پیدا نہ کر کہ یہ ظلم و خونریزیاں کرینگے۔ جیسا کہ اب ان کا ظلم و ستم ظہور [illegible] آ رہا ہے اس سے ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ تقرب الی اللہ سے علم باطن و دیگر [illegible]مات حسب الاستعداد حاصل ہو جاتے ہیں حضرت موسیٰ اور حضرت حضر کا قصہ [illegible]ں امر کی تائید کرتا ہے۔ اگر ان کے ایسے صفات اور شان معظم

کو ویسا نہ سمجھا جائے۔ تو پھر تقرب الی اللہ بے سود ہو کر اللہ و رسولؐ کی عظمت جاتی رہتی ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا نہایت نافہمی کا باعث ہے۔ لیکن اس مقام تقرب الی اللہ کو حاصل کرنا۔ بہت دشوار ثابت کیا جاتا ہے۔ مگر اس مشکل کے حل پر بعض اہل علم کی رائے و قیاس ایک حد تک صحیح و درست بھی ہے۔ کہ انسان کے اندر عقل ہدایت کرنے والی موجود ہے۔ وہ ہر طرح کے نیک و بد اعمال اور ان کے جزا و سزا سے مطلع کر رہی ہے۔ کہ نیکی سے ثواب عظیم اور گناہ سے عذاب شدید ملتا ہے۔ اگر اسی طرح شامل رہنے کے عقلی تعلیم و ہدایت کا عمل ہوتا رہے۔ تو ممکن ہے کہ قرب خدا حاصل ہو۔ مگر نفسانیت اس امر کے خلاف و مخالف ہے۔ جب اس کے دلچسپ جذبات نفس کے غلبہ میں آتے ہیں۔ تو عقل مضمحل ہو کر اپنے عمل سے رہ جاتی ہے۔ تو اس وقت بڑے سے بڑے پرہیز گار کا بھی بے راہ ہونا چلا آ رہا ہے۔ اس لئے قرب خدا سے دور چلے جانا ہوتا ہے۔ ہر انسان نفسانی خواہشات کا خواہاں ہے۔ جس کے حاصل کرنے میں شب و روز مصروف رہتا ہے۔ یہی تقرب الی اللہ کے راستہ میں حائل ہیں ان کے اٹھائے بغیر قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر خواہشات نفسانیہ ایسی جمعیت رکھتے ہیں جو ایک قلعہ فولادی کی مثال پر مضبوط پاؤں ہیں۔ نہ وہ نمازی کی نماز سے اور نہ زاہد کی عبادت اور حاجی کے حج سے گرائے جا سکتے ہیں۔

بڑے بڑے عالم و فاضل اور حافظ قرآن اس کی قید اطاعت سے خلاصی نہ کر سکے۔ اپنی زندگی کو اس کی غلامی میں بسر کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔ انہیں اب تک جرات ہی نہیں ہوئی کہ وہ کوئی ذریعہ اور اسباب اپنے عمل میں لا سکیں۔ جس کے حاصل ہونے سے نفس کی حکومت سے آز[illegible]ل ہو۔ نفس ایک نہایت زبردست سوار کی مانند ہے۔ جو انسانی قویٰ و حواس پر ہر وقت مسلط رہتا ہے۔ انہیں اپنی اطاعت میں جدھر چاہتا ہے۔ اس طرف ہی باگ کو موڑ لیتا ہے۔ تو پھر یونہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس صورت عمل سے نفس کے خواہشات انسان کا جزو بدن ثابت کیے جاتے ہیں۔ وہ ان سے انتہائی دلچسپی رکھنے کے باعث اس کے خلاف ہونے اور جہاد

کرنے کی جرات نہیں کر سکتے۔ وہ اس امر کو نہایت سے نہایت محال و مشکل سمجھتے ہیں۔ تو پھر اس واجب امر کو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ جس کا سوائے مغلوب نفس کے حاصل ہونا ناممکن ہے۔ ادھر اللہ پاک بھی اس بات کا مشتاق ہے کہ انسان میرا قرب حاصل کرے۔ تو پھر اصلاحیت نفس کے لئے ہر طرح سے کوشش کی گئی پانچوں بنا شریعت ادا ہوتے دیکھے۔ مگر نفس نے اپنی حاکمانہ جرات کو نہیں چھوڑا۔ ہر حال غالب ہی بنا رہا آخر اسے ناکامی سے مایوس ہونا پڑا۔ تو پیشوا طریقت نے امداد کی' بتایا اور اظہار فرمایا۔ کہ ان دشواریوں کو رفع کرنے کے لیے ہمارے آقا و مولا مظہر العلم محمدیؐ جناب علی علیہ السلام کے سلسلہ صوفیائے اکرام میں خواہشات نفس کو ٹھکرانے اور تابع و مغلوب کرنے میں عشق کو خواہش نفس پر حاکم و غالب قرار دیا گیا ہے۔ جہاں عشق نے رونمائی کی ڈیرا آن جمایا۔ تو وہاں سوائے طلب محبوب کے تمام غلبہ جذبات اور خواہشات نفسانیہ مات پڑ گئے اور جاتے رہے۔

تو **نحن اقرب علیہ من حبل الورید** کی حقیقت منکشف ہو گئی۔ اللہ نظر آ گیا یہی تقرب الی اللہ حاصل ہونے کا موقع و محل ہے ایسا ہی اللہ و رسولؐ کی تعلیم کا مفہوم ہے۔ کہ انسان کے اندر عشق سرور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ وصال محبوب کی تڑپ رکھتا ہو تو عشق خود بخود خلاف نفس تعلیم و جرات دے دیتا ہے۔ تو پھر یہ ہی ایک خاص عمل ہے۔ جس کے عامل ہونے سے نفس اصلاحیت پا کر بے جا خواہشوں اور جملہ گناہوں کی ظلمت سے پاک و صاف آئینہ قلب ہو جانے کے نور اللہ کا جائے مسکن بن جاتا ہے۔ تو پھر ایسی معظم ہستی معجزات و کرامات کی عامل ہو جاتی ہے۔ ان کے سینوں میں روحانی استعدار کا ہونا ظاہری و باطنی علوم پایا جانا۔ دین کے ہادی و رہنما کہلانا فیضان کا دروازہ بن کر ہر طرح کے محتاجوں کی حاجت کو پورا کر دینا لازم آ رہا ہے۔ پس یہ وہی لوگ ہیں جو قرآن پاک کی تعلیم صراط مستقیم صراط الذین انعمت علیھم کے عبور کرنے والے انعامات حاصل کئے ہوئے ہیں۔ حقیقتہ یہی مرتبہ **ولایت** کے مصداق کہلاتے ہیں۔

# رسولؐ پاک کی وفات کا مختصر ذکر

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین لکھا دیکھا۔ کہ حضور علیہ اسلام کے وقت وفات آپؐ کی زبان پر **اللھم الرفیق الا علی** بار بار ادا ہو رہا تھا۔ آپ یونہی کہتے تھے۔ کہ ہاتھ لٹک گئے اور آنکھیں پھٹ کر چھت سے لگ گئیں۔ یہ کس قدر حسرت کا مقام ہے۔ قصہ خانہ کعبہ کا ہے جا پہنچے گردوارے ذکر وفات رحمت الا العالمینؐ کا ہے اور ایک بے دین کی موت کی مشابہت پر مشتہر کیا جاتا ہے۔ یہ حقیقتہً سیرت نگار کی کوتہ اندیشی ہے۔ اور یہ بھی محسوس کیا جاتا ہے کہ اہل قرآن کی عقیدت **انا بشر مثلکم** کی آڑ میں آکر بے جرات ہو گئے تمیز نہ کر سکے۔ جیسا کہ ان کے عقائد ویسا ہی لکھ دیا۔ اسی بے غوری کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام **اللھم الرفیق الا علی** کا اصلی مقصد ثابت نہ کر سکے۔ جس کا یہ انجام ہوا کہ سرور دو جہاںؐ کی وفات کا ایسا بے جا اور نہایت سے نہایت ناجائز اور بے اثر نقشہ اخذ ہوا جس کے عامل ہونے پر اللہ و رسولؐ کی شان و عظمت کا خاتمہ کرنا پڑتا ہے اور ساتھ ہی اپنے ایمان کے فوت ہو جانے کا امکان بن جاتا ہے۔ تو پھر ایسی صورت لاحق کی اصلاحیت ہونے میں پس و پیش و بے قرار ہو رہا تھا۔ تو ندائے حق نے اصلی حقیقت کلام رسول پاکؐ سے مطلع کر کے تسلی بخشی۔ جس سے عقیدت کو کاملہ تقویت حاصل ہو گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

راز دان آپ کی کلام حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے والے حضرتؐ کے حرم پاک حضرت عائشہؓ اور جملہ کتاب وسیلۃ المتقدین و مناقب خطیب خوازمی میں **اللھم الرفیق الاعلے** کو توضیح و تشریح میں لا کر روایت کرتے ہیں۔ کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وفات قریب تھا۔ تو میں آپ کے پاس موجود تھی۔ آپؐ بار بار فرماتے تھے۔

میرے حبیب کو بلاؤ۔ میں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے۔ تو حضرتؐ نے سر مبارک اٹھا کر ان کو دیکھا۔ تو پھر تکیہ پر رکھ دیا۔ اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ میں نے حضرت عمر رضی عنہ کو بلا بھیجا۔ آپؐ نے سر اٹھا کر ان کو بھی دیکھا اور تکیہ پر رکھ دیا۔ میں نے لوگوں کو کہہ دیا افسوس ہے۔ تم جناب علیؑ کو بلاؤ۔ ان کے سوا حضرتؐ کسی اور کو طلب نہیں فرماتے جب جناب علی علیہ اسلام تشریف لائے تو آپؐ نے ان کو دیکھا۔ تو وہ کپڑا جو آپؐ اوڑھے ہوئے تھے آپؐ نے اٹھایا۔ اور جناب علیؑ کو اس میں لے لیا۔ اور اپنے سینے سے لگائے رکھا تاوقتیکہ حضرتؐ کا انتقال ہو گیا۔ اس روایت کی تائید میں نہج البلاغت میں مرقوم ہے جناب علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اس حالت میں قبض کی گئی کہ آپؐ کا سر مبارک میری گود میں رکھا ہوا تھا۔ میں نے آپؐ کے غسل کا انتظام کیا۔ اس کام میں ملائیکہ میرے ساتھ شریک تھے۔ تمام گھر اور صحن فرشتوں سے بھر گیا تھا۔ فرشتوں کی ایک جماعت نیچے کو آتی۔ دوسری اوپر کو جاتی۔ مجھے انکی آواز سنائی دیتی تھی۔ آپؐ پر درود پڑھتے تھے۔ جب ہم نے آپؐ کو قبر میں دفن کر دیا تو فرشتوں کی آواز ختم ہو گئی۔ یہ درود فرشتوں کی زبان پر جاری تھا۔

**بلغ العلی بکمالہ۔ کشف الدجی بجمالہ۔ حسنت جمیع خصالہ۔ صلوا علیہ وآلہ**

ایک شخص کسی بزرگ کے پاس بیٹھا ایک مچھیرے کی تعریف کر رہا تھا کہ وہ بہت اچھا ہے بڑا نیک کار ہے، تو انہوں نے پوچھا کیا نیکی کرتا ہے؟ کہا کہ ایک غریب آدمی ہر روز اس کے پاس آتا ہے اور وہ اسے ہر روز ایک مچھلی مفت دے دیتا ہے، جس سے اس بیچارے کی گزر اوقات ہو جاتی ہے۔ وہ بزرگ بولے یہ تو کوئی نیکی نہ ہوئی، پھر فرمایا "نیکی تو یہ تھی کہ وہ اسے مچھلی پکڑنا سکھا دیتا تاکہ اس کی محتاجی ختم ہو جاتی۔"

# عشق مجاز کے انتہائی کمال پر حیرت انگیز منظر

تذکرہ غوثیہ حضرت غوث علی پانی پتی کے سیر و سیاح کے حالات حاصل کردہ کا مجموعہ ہے۔ اس میں لکھا دیکھا ایک دن حضرت نظام الدین اولیاء ہمہ تن گوش قوالی سن رہے تھے۔ اثناء قوالی میں آپ کو وجد ہوا۔ تو اس وقت آپ کی زبان سے یہ فقرہ حسرت آمیز نکلا ''اوہو ہم دھوبی کے لڑکے جیسے بھی نہ ہوئے'' خادماں نے اس حالت کے ختم ہونے کے بعد عرض کی۔ یا سرکار ان کلمات کی کیا حقیقت تھی۔ جو اس وقت آپ کی زبان سے صادر ہوئے تھے۔ تو آپ نے یوں فرمایا کہ ایک دھوبی بادشاہ وقت کے کپڑے دھویا کرتا تھا۔ اس کا ایک خورد سال لڑکا اپنی ماں کے ہمراہ بادشاہی محلوں میں چلا جایا کرتا تھا۔ بادشاہ کی بھی ایک چھوٹی سی لڑکی تھی۔ دھوبی کے لڑکے کو اس سے محبت ہو گئی۔ جب وہ لڑکا کچھ بڑا ہوا۔ تو شاہی حکم سے اس کا محلوں میں جانا بند کر دیا گیا۔ ادھر رفتہ رفتہ عشق ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ اس کو سوائے رونے کے اور کوئی کام نہ سوجھتا تھا۔ صرف اتنا کام کرتا کہ جب اس شہزادی کے کپڑے دھلنے کے لئے آتے۔ تو نہایت شوق و محبت سے اسے دھوتا اور سنوارتا۔ لڑکے کے ماں باپ اس کی یہ حالت دیکھ کر بہت تنگ آ گئے۔ ہر چند سمجھاتے تھے کہ باز آ جا۔ بادشاہ کو اگر خبر ہو گئی۔ اور یہ راز فاش ہو گیا۔ تو ہم سب مارے جائیں گے۔ مگر عاشق کو ایسی دھمکیوں سے کیا خوف و ڈر ہو سکتا تھا۔ آخر ماں نے تنگ آ کر ایک دن یہ تدبیر سوچی رونی صورت بنا کر لڑکے کے پاس آن بیٹھی۔ لڑکے نے ماں سے پوچھا۔

اماں جان خیر تو ہے۔ جو تُو نے ایسی غم زدہ صورت اختیار کی ہے۔ وہ بولی بیٹا کیا کہوں۔ وہ شہزادی، بادشاہ کی بیٹی جو ہماری پرورش کا بہت خیال رکھتی تھی۔ وہ فوت ہو گئی ہے۔ درد مند عاشق نے کہا۔ کہ اماں جان صحیح بات ہے ماں نے کہا بیٹا بالکل صحیح ہے آج اس کا سوئم ہے۔ لڑکے نے ایک آہ کھینچی اور جاں بحق ہو گیا۔ ماں کا جھوٹا رونا تھا۔ سچا رونا بن گیا۔ اسے دفن کیا صبر کیا۔ کچھ دن کے بعد دھوبن شہزادی کے کپڑے خود دھو کر لے گئی۔ شہزادی نے جب کپڑوں کو دیکھا تو ناپسند پائے تو کہا اے مائی۔ اس سے پہلے جب کپڑے دھل کر آ۔نے تھے۔ تو نہایت محبت سے دھوئے ہوئے ثابت ہوتے۔ اب ویسے کیوں نہیں ہیں۔ اس کا سبب بتائیں۔ غم زدہ ماں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ عشق کا تیر نشانہ پر آ لگا۔ شہزادی کے حالات یہ سنتے ہی دگرگوں ہو گئے۔ کہا اے مائی اپنے لڑکے کی قبر تو مجھے دکھا۔ آخر ایک دن شہزادی باغ کی سیر کے بہانہ سے گھر سے نکلی۔ اور اس دھوبن کے ہمراہ قبر عاشق پر پہنچی۔ جونہی دیکھا قبر شق ہو گئی۔ شہزادی قبر میں داخل ہوئی۔ اور قبر ویسی کی ویسی بدستور ہو گئی۔ دھوبن نے جب یہ حالت دیکھی۔ ہوش و حواس جاتے رہے گھبرائی ہوئی اپنے گھر آئی ادھر بادشاہی محلوں میں شور و غل ہوا۔ کہ شہزادی کہاں گئی ہے۔ تفتیش شروع ہوئی آخر سراغ نکلتے نکلتے دھوبن کو آن پکڑا۔ جب اسے ڈرایا دھمکایا۔ تو اس نے سارا قصہ صحیح صحیح بیان کر دیا۔ بادشاہ اور تمام وزراء حیران تھے۔ قبر پر آئے۔ اور اس کو کھودنا شروع کیا۔ جب کھود چکے۔ تو دیکھا کہ قبر میں ایک لاش ہے۔ جس کا نصف ایک پہلو عاشق کا وجود ہے دوسرا پہلو وجود شہزادی کا حضرت نظام الدین فرماتے ہیں۔ افسوس کہ ہمیں ایسا وصل نصیب نہیں ہوا۔ آپ کی کلام حسرت آمیز سے ثابت ہو سکتا ہے کہ عاشقان حقیقی کے لیے اللہ و بندہ کے مابین ایسے وصال کا امکان بن ہی جاتا ہو گا۔ ضرور بن جاتا ہو گا۔ تو پھر اس وقت اللہ کی کلام بندہ کے مشابہ اور بندہ کی کلام میں اسرار الٰہیہ صادر ہونے کے اللہ کے مشابہ ہو جاتی ہے۔ ثبوت کے لئے جناب علی علیہ اسلام کا خطبہ کافی ہو سکتا ہے۔

# آپؑ کے خطبات میں اسرار الٰہیہ کا صادر ہونا

حوالہ از کتاب کوکب دری فی فضائل علی علیہ اسلام جس کے مصنف حضرت الفاضل الاعلمی والعارف اللوذعی سید محمدؒ صالح کشفی ترمزی السنی الحنفی ابن العارف باللہ میر عبداللہ مشکیں قلم سے حرف بحرف لفظ بلفظ جو عربی کلام کا ترجمہ کیا ہوا ہے بالکل وہی عبارت پیش کرتا ہوں۔ جیسا کہ آپؑ نے خطبہ کے دوران میں ارشاد فرمایا"بے شک میں ان عجائبات خلق خدا کو جانتا ہوں۔ جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور حالات گزشتہ اور آئندہ کو پہچانتا ہوں۔ میں وہ بھی جانتا ہوں جو عالم ذر میں ان لوگوں کے ساتھ گزرا ہے۔ جو آدم اول کے ساتھ گزرے ہیں بے شک میرے لئے پردے کھول دئے گئے ہیں۔ اور میرے پالنے والے نے مجھے تعلیم دیا ہے۔ اور اس سے میں نے سیکھا۔ آگاہ رہو۔ اور یاد رکھو۔ تنگ دل نہ ہو۔ گھبراؤ مت اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا۔ کہ تم کہہ اٹھو گے۔ کہ علی کو جنون ہو گیا ہے۔ یا وہ حق سے ہٹ گیا ہے۔ تو میں تم کو ان تمام گذشتہ لوگوں کے حالات اور قیامت تک تمہارے موجودہ اور آئندہ حالات کی خبر دیتا۔ اس علم کے ذریعہ جو میرے رب نے مجھے عنایت کیا ہے اور میں نے حاصل کر لیا ہے۔ اور وہ وہ علم ہے۔ جو اللہ نے تمہارے پیغمبرؐ برحق کے سوا کل انبیاء سے بھی پوشیدہ رکھا ہے۔ پس میں نے اپنا علم انہیں دے دیا۔ اورانہوں نے اپنا مجھے دیا کہ نبی ولی ایک حقیقت اور ایک نور ہیں۔ تم آگاہ رہو۔ کہ ہم ہی پہلے زمانوں کے نذیر ہیں۔ اور دنیا اور آخرت کے نذیر ہیں۔ اور ہر زمانہ اور ہر دور کے نذید ہیں۔ (ولی مطلق کی یہی شان ہے) جو ہلاک ہوا۔ وہ ہمارے سبب سے اور جس نے نجات پائی تو ہمارے وسیلہ سے۔ پس اس کو ہماری شان میں بڑا نہ

سمجھو۔ یہ ہمارے لئے معمولی باتیں ہیں۔ قسم ہے۔ اس خالق کی جس نے دانہ کو اگایا۔
اور جان کو پیدا کیا۔ اور وہ اپنی عظمت و جبروت میں منفرد ہے۔ کوئی اس کا شریک
نہیں بے شک میرے لئے یہ ہوا اور پرند مسخر کر دیئے گئے۔ اور دنیا مجھے پیش کی
گئی۔ تو میں نے اس سے اعراض کیا۔ میں دنیا کو منہ کے بل الٹا پھینک دینے والا
ہوں۔ پس وہ میرے لئے ہوئی۔ اور میں نے اسے طلاق دے دیا۔ پس ملنے والے مجھ
سے کب ملحق ہو سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ جو فردوس اعلیٰ پر ہے۔ اور جو کچھ ساتویں
طبق زمین کے نیچے ہے۔ اور یہ سب علم احاطی سے جانتا ہوں۔ نہ علم اخباری سے۔
میں عرش عظیم کے مالک کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں چاہوں تو تمہارے آباؤ اجداد کی
خبر دے دوں وہ کہاں رہے۔ کن لوگوں میں سے ہیں۔ کس حال میں ہیں۔ اور کہاں
پہنچ گئے ہیں۔ پس کتنے ہی تم میں سے اپنے بھائی کا گوشت بصورت اشیاء خوردنی
کھانے والے ہیں اور اپنے باپ کے سر کی مٹی کے پیالے میں پانی پینے والے ہیں۔
اور وہ اس کا مشتاق ہے۔ اور اس کی آرزو رکھتا ہے۔ افسوس افسوس اس وقت جب
کہ پردے کھل جائیں گے۔ اور دلوں کے اسرار ظاہر ہو جائیں گے۔ اور واردات
ضمیر معلوم ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم تم نے کتنے ہی چکر کھائے ہیں اور کئی ہی مرتبہ
صورت جسمانی پلٹے ہو اور ایک دور سے دوسرے دور تک بڑی بڑی نشانیاں قدرت کی
ظاہر ہوئی ہیں۔ بعض مقتول ہوئے۔ بعض مرے۔ بعض پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔
اور بعض وحشیوں کے پیٹوں میں اور لوگ گزرنے والے آنے والے اور صبح و شام
مرنے جمنے والے ہیں۔ اور اگر وہ اسرار تم پر کھل جائیں۔ جو مجھ سے پہلے اور قدیم
دور میں ظاہر ہوئے۔ اور جو دور آخر میں ہونا ہے۔ تو البتہ تم عجائبات مشاہدہ کرو۔ اور
حیرت انگیز افعال اور غیریت کار گزاریاں دیکھو۔ میں ہی نوح اول سے پہلے خلق اول
اور ولی نذید ہوں۔ اور اگر تم جانتے جو کچھ عجائبات آدم و نوح کے درمیانی دور میں
مجھ سے ظاہر ہوئے۔ اور جو کچھ کہ میں نے کیا۔ اور وہ امتیں جو میں نے ہلاک و تباہ
کیں۔ پس خدا کا عذاب ان کے لیے ثابت ہو گیا۔ اور بہت برے افعال تھے۔ جو وہ

کرتے تھے۔ تو البتہ تم حیرت میں پڑ جاؤ۔ میں ہی پہلے طوفان والا ہوں۔ میں ہی دوسرے طوفان والا۔ میں عرم کا سیلاب لانے والا ہوں۔ اور میں ہی پوشیدہ اسرار کا مالک ہوں۔ اور میں ہی قوم عاد اور ان کے باغات کو تباہ کرنے والا ہوں اور میں ہی قوم ثمود اور ان کی آیات والا ہوں اور میں ہی ان کا ہلاک کرنے والا ہوں۔ اور ان پر زلزلہ لانے والا ہوں۔ اور میں ان کو الٹانے والا ہوں۔ ان کا مدبر ان کا بانی اور میں ہی انہیں مارنے والا ہوں۔ میں اول ہوں۔ میں آخر ہوں۔ میں ظاہر ہوں۔ میں باطن ہوں۔ میں ہر زمانے میں اس زمانے سے پہلے تھا۔ اور ہر دور میں اس دور کے ساتھ صادر۔ اول کی یہی صفت ہے۔ اور الحجہ قبل الخلق مع الخلق و بعد الخلق میں قلم قدرت کے ساتھ تھا۔ اور قلم سے پہلے اور میں لوح محفوظ کے ساتھ تھا۔ اور لوح سے پہلے میں قدیم زمانوں والا ہوں۔ میں مالک ملک جابلقا و جاباساں ہوں۔ میں اخرف و بہرام والا ہوں۔ میں عالم اول میں مدبر تھا۔ جبکہ نہ تمہارا یہ آسمان تھا۔ اور نہ یہ زمین۔ پس ابن صوریہ اٹھا اور کہا۔ آپ آپ ہی ہیں یا امیر المومنینؑ! فرمایا میں ہی ہوں۔ میرے پروردگار اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو ساری مخلوق کا پالنے والا ہے۔ عالم خلق اور عالم امر سب اسی کے لئے ہیں۔ اور اس کے تحت قدرت و ارادہ۔ اسی کی قدرت زمین آسمان ہوئے ہیں۔ گویا میں دیکھتا ہوں تمہارے ضعیف ایمان کہتے ہیں کہ کیا سنتے ہو کہ علیؑ ابن ابیطالب اپنے لئے دعوے کرتا ہے اور افواج شام اس پر چھا جائیں گے۔ اور یہ ان کی طرف نہ نکلے گا۔

مجھے قسم ہے۔ اس کی جس نے محمدؐ و ابراہیمؑ کو مبعوث کیا۔ میں اہل شام کو کئی کئی دفعہ قتل کرونگا۔ اور اہل صفین کو ایک ایک کے بدلے ستر ستر کو ماروں گا۔ اور ہر ایک مسلمان کو نئی زندگی عطا کروں گا۔ اور اس کا قاتل اس کے سپرد کروں گا۔ کیا میرے سے کہا جاتا ہے۔ نہیں، کیونکر۔ کس طرح۔ کب۔ کس وقت۔ پس اس وقت کیا حال ہو گا تمہارا جب دیکھو گے۔ کہ امیر شام کو آروں سے چیرا جاتا ہے۔ اور چھریوں سے کاٹا جاتا ہے۔ اور پھر میں اس کو سخت عذاب کا مزہ چکھاؤں گا۔ خبردار ہو

اور خوش ہو کہ کل روز قیامت معاملہ حساب خلق میری سپرد ہو گا۔ پس جو کچھ میں نے کہا ہے اس کو بڑا نہ سمجھو۔ ہمارے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہمیں علم بلایا علم منایا ۔ علم تاویل۔ علم تنزیل۔ علم حوادث و وقائع علم عطا کیا گیا۔ پس ہم پر ان میں سے کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں۔۔ گویا میں اس حسینؑ کو دیکھتا ہوں۔ کہ اس کا نور اس کی پیشانی پر چمکتا ہے۔ اور میں اس کو اس کے وقت پر ایک مدت کے بعد حاضر کروں گا۔ پس یہ اس زمین کو الٹ پلٹ کر دے گا۔ اور اس کے ساتھ ہر جگہ سے کچھ مومن اٹھیں گے اگر میں چاہوں تو نام بنام ان کا اور انؑ کے باپ کا پتہ دے دوں۔ پس یہ وقت معلوم تک اصلاب رجال اور ارحام نسلاً" بعد نسلاً" منتقل ہوتے آ رہے ہیں۔ اس وقت معلوم پر سب جمع ہونگے۔'

پھر فرمایا۔ اے جابر تم حق کے ساتھ ہو۔ اس کے ساتھ رہو گے۔ اور اس پر چکر لگاؤ گے۔ اے جابر جس وقت شخص ست رائے چیخے (لیڈر بن کر شور مچائے) اور مرض کا بوس اتر آئے۔ اور بیوقوف (ڈل دماغ) کہنے لگے۔ تو اس وقت بڑے بڑے عجائبات ظاہر ہونگے۔ جبکہ بصرے میں آگ بھڑکے گی اور عثمانی جھنڈا وادی سوداء میں ظاہر ہو گا۔ خروج سفیانی اور بصرہ میں اضطراب ہو گا اور ایک دوسرے پر غالب اور ہر ایک قوم اپنی قوم کی طرف جھکے گی اور خراسانی لشکر حرکت میں آئیں گے اور شعیب بن صالح تمیمی کی بطن طاخان میں بیعت کی جائے گی اور سعید موسیٰ یا موسوی حوزستان میں عمائقہ کرد اپنے جھنڈے نصیب کر دیں گئے۔ اور عرب بلا دار من و سقلاب پر غالب آ جائیں گے۔ اور شاہ روم کوہ سنیان کے وہ یا اہل سنیان کو ڈرائے اس لئے ممکن ہے۔ کہ جنگ حبش و اٹلی کی طرف اشارہ ہو۔ پس اس وقت منتظر رہو تکلم موسیٰ کے شجرہ کوہ طور پر ظاہر ہو گا۔ یہ سب حالات ظاہر و باہر ہیں اور مصروف و مشاہدہ۔ آگاہ رہو! کہ کتنے ہی عجائبات ہیں۔ جس کو میں نے ترک کر دیا۔ کتنے ہی دلائل ہیں۔ جس کو میں نے چھپایا۔ کاش میں ان اسرار و حقائق کا حامل اور برداشت کرنے والا کسی کو پاتا۔ میں ہی خدا کی طرف سے شیطان کو حکم دینے والا تھا۔ کہ آدم

کو سجدہ تعظیمی کرے اور میں اس کو اور اس کے لشکر کو اس کے تکبر اور سرکشی پر سزا دینے والا ہوں۔ میں ہی خدائے علیم و حکیم کے حکم سے اقالیم عالم کو قائم کرنے والا ہوں۔ میں ہی کلمتہ اللہ ہوں۔ جس سے سارے امور مکمل ہوتے۔ اور ادوار زمانہ چلے ہیں۔ پھر آخر میں فرمایا میں منافقین کو دیکھتا ہوں۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ علیؑ نے اپنے لیے ربوبیت کی نص کر دی۔ خبردار ایسی گواہی دو۔ جو وقت ضرورت تم سے پوچھی جائیں گی۔ کہ بے شک علیؑ نور مخلوق عبد مزروق ہے۔ اور دعوئے خدائی کرتا! جو اس کے سوا کہے۔ اس پر خدا کی لعنت۔ لعنت کرنے والوں کی لعنت پھر ممبر سے اتر آئے۔ اور فرمایا اپنا دل میں نے بادشاہ ملک و ملکوت سے تمسک کیا۔ عزت و جبروت والے سے اور حفاظت چاہی قدرت ملکوت والے سے ہر اس سے جس سے میں ڈرتا اور خوف رکھتا ہوں۔"

اب سوائے حاسد کے کون ایسا علیل و اندھا اور ردی دماغ رکھتا ہے۔ جو آپؑ کے علم و عمل کا اندازہ نہ کر سکتا ہو مگر یہ حقیقت ان لوگوں کی ہے جو نفسانیت اور حرص و ہوا دینوی کے زیر اثر پروش پاتے اور تعلیم حاصل کرتے ہیں پھر وہ کس طرح حق کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ جو انسان روشن دماغ زندہ ضمیر اور منصف مزاج ہوتے ہیں۔ وہ ضرور ان ناجائز خواہشات کے دھوکہ سے محفوظ رہ کر آپ کی علمی ستائش و تعریف کے اظہار میں ثابت قدم ہیں وہ دل کی دھڑکنوں والے ہوتے ہیں۔ وہ اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ جب وہ کہیں حالات صحابہ اور ان کے متنہائی کمالات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو سب سے بہترین آپؑ کے علم و عمل کی نظیر کو پیش کرتے ہیں۔ جس کو آپ کی شان بلندی کا باعث سمجھتے ہیں۔ اور آپؑ کی طرف رہنمائی کا کام دیتے ہیں۔ حاسد و متعصّبین کی مخالفت تو قدیم سے چلی آ رہی ہے۔ جیسی کہ مختلف فرقوں کی آپ سے مخالفت ہے۔ ویسے ہی ابتدائے اسلام میں بھی آپ کی ذات مقدس سے مخالفت کی گئی ہے۔ بلکہ اس سے کئی گنا بڑھ کر دشمنی تھی۔ اب بھی اسی مرض متعدی کا اثر چلا آ رہا ہے۔ جو نافہم لوگ آپ کی شان کو گرانا چاہتے ہیں۔ باب العلم کلام نبویؐ کو

مٹانے کے لئے کوشش کرتے، مشکل سے مشکل سوالات کو آپ کی ذات سے ٹکراتے۔ کہ کسی طرح سے لاجواب ہونے پر ان کے علم کی نفی ظاہر ہو۔ مجھے آپ کی ایک وقت کی کلام نہایت پسند آئی ہے۔ جو اس بارہ میں معترض عامہ کے لئے کافی ہے۔ آپ نے ایک مخالف کی ترتیب کلام کے جواب میں فرمایا۔ جو ہر مخالفین، آپ کی شان گھٹانے والے کے لیے لازم آ رہا ہے۔ ایک واقعہ سے اہل علم کو یاد ہو گا۔ جو کتب تاریخ سے مل سکتا ہے۔ کہ حضرت عمرو معاویہ اور حضرت علی علیہ اسلام کہیں جا رہے تھے۔ حضرت عمرو معاویہ دائیں بائیں آپؑ درمیان تھے اور چلتے جاتے تھے۔ چونکہ آپؑ کا قد درمیانہ تھا۔ اور عمرؓو معاویہ بلند قد تھے۔ اس لئے ایسی صورت بنی ہوئی تھی۔ کہ ایک منافق کو مذاق کا موقع ملا۔ حقیقتہ اس نے اپنے مخالفانہ حملہ میں آپؑ کے شان کی نفی کرنی چاہی اور کہہ دیا کہ اس وقت یہ حضرات "لنا" کی صورت بنے ہوئے ہیں۔ لیکن آپ نے اسی وقت فی البدیعہ فرمایا۔ کہ لنا سے نون کو نکال دو۔ باقی کیا رہا۔ "لا" رہا۔ آپ اپنے شان و خطاب میں کلمتہ اللہ لسان اللہ تھے۔ آپ کے اس وقت کی کلام کا مفہوم جو مخالف کو جواب دیا گیا تھا ایسا نہیں تھا۔ جو کہ ظاہریت کو ہی دیکھتا ہو۔ نہیں بلکہ اندرونی کیفیت بھی بیان کرتا ہے۔ ولی مطلق کی یہ شان ہے۔ کہ اس کی نظر صرف پوست تک نہیں جاتی۔ بلکہ مغز کی خصوصیت کو جانتی اور اظہار فرماتی ہے۔ جس سے ان ہر دو فریق ہستیوں کی ظاہری و باطنی شان بلندی کی نفی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ لا کا معنی نفی ہے۔ اس لئے یہ کلام ان کی سب صفات کے نفی کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح اب بھی جو لوگ صحابہ کے درمیان سے آپ کے شان کی مختلف تاویلات سے نفی کرتے ہیں۔ تو پھر ان کے بزرگان کے لئے بھی ساتھ ہی یہ معنوی صورت نکلتی ہے۔ جو بیان کی گئی ہے۔ جو پیچھے "لا" ہی رہ جاتا ہے۔ یعنی کچھ بھی نہیں ہے۔ جو ایسے فعل و عقیدہ کے انسان ہیں وہ خود بھی ناقص الایمان سمجھے جاتے ہیں۔ جن کی یہ روایت تائید کرتی ہے پہلے ذکر کیا گیا ہے حدیث میں آیا ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس نے حسداً علیؑ کی شان گھٹائی۔ اس

نے میری شان گھٹائی تو پھر وہ اصولاً معہ اپنے امام و پیشوا کے جس کی اقتدا کے لئے ایسے فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ دونوں ہی درجات و صفات دینی سے محروم ثابت کئے جاتے ہیں مگر اب جو ان ہر دو صاحبان نبیؐ و علیؑ کی کلام کا متفق ہونا واحد مطلب بتانا **انا مدینہ لعلم و علی بابھا** کی صداقت کو ظاہر کرنا ہے۔ کہ جو کچھ شہر علم میں ہے۔ وہی باب علم سے ملتا ہے۔ جو مقصود نبیؐ کا تھا۔ وہی زبان **علیؑ** سے اظہار ہے۔

یہ حقیقت میں مرتبہ ولایت کا' انتہائی کمال پر ہے جس کے حصول سے عبد کے قول و فعل میں اسرار الیہ صادر ہونے کے خدائی شبہ آنے لگتا ہے۔ اس تائید پر کلام جناب محبوب سبحانی شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کا قصیدہ غوثیہ اور روحی اور بایزید بسطامی علیہ رحمت کا' سبحانی ما اعظم ثانی اور منصور صاحب کا اناالحق اور دیگر تقرب الی اللہ حاصل کردہ بزرگان کے اقوال جو میری یاداشت میں نہیں آسکے اس مقام عالیہ کا پتہ دیتے گئے۔ لیکن زمانہ حال کے علماء اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے اسباب نہ پاسکے' مشکلات جان کر چھوڑ گئے ہیں۔ یا علمی واقفیت نہ ہونے کے باعث علم طریقت و ولایت کی حقیقت سے بالکل نا آشنا اور بے خبر ہیں۔ اس واسطے ان کے وعظ و کلام میں اس امر کا ذکر اذکار نہیں پایا جاتا۔ ان کو یاد دلانے اور پیش نظر کرنے کے لئے مولانا گل حسن صاحب قلندر نے تعمیر غوثیہ میں اس امر شان کے حالات کو لکھا ہے۔ جس کی عبارت کو حرف بحرف لکھتا ہوں۔

لیکن اس سے پیشتر آیات قرآن پاک جس سے وسیلہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے مقام اعلےٰ حاصل کرنے میں لازم کیا گیا ہے پیش کرتا ہوں جس کے آیات کے خلاف عقائد کی تردید بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد کرتا ہے۔

**قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ** یعنی کہہ دے اے محمدؐ اگر تم اللہ کو دوست رکھنے والے ہو۔ تو میری مطابقت کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے۔

# ماہیت و مرتبہ ولایت

ظاہر متابعت پہ مرتبہ نبوت ہے۔ اور باطنی متابعت پہ مرتبہ ولایت ہے۔ صوفیہ اکرام کی اصطلاح میں مرتبہ نبوت وہ ہے کہ رسول علیہ وسلم پہ واسطہ جبریل حق تعالیٰ سے اسرار توحید ظاہر ہوتے تھے۔ پس وہ ظاہر شریعت ہے اور ولایت کا مرتبہ وہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطہ جبریل اسرار باطن حق تعالیٰ سے تعلیم پاتے تھے۔ چنانچہ حدیث الی مع اللہ سے ثابت ہے اور یہ مرتبہ ولایت ہے۔ پس اکثر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری متابعت میں مشغول رہے۔ لیکن وہ لوگ تھوڑے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت باطنی میں مرتبہ ولایت سے بہرہ مند ہوئے۔ کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر مامور ہوئے تھے۔ کہ بغیر طالب صادق کسی کو مرتبہ ولایت کے اسرار سے مطلع نہ فرمائیں۔ چنانچہ صوفیوں کے فرقہ میں یہ سنت اب تک جاری ہے۔ "جواہر عینی" میں لکھا ہے۔ کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فکر میں مغموم بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ احکام شریعت تو ہر شخص دریافت کرتا ہے مگر اسرار باطن سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ اس وقت اسد اللہ الغالب شمس المشارق و المغارب علیؑ ابن طالب کرم اللہ وجہہ کے دل میں معاً یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ بموجب فرمان الٰہی ظاہر شرح کے احکام میں تو ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی۔ لیکن آپؐ نے اپنے اسرار باطن سے کچھ خبر نہ دی۔ اگر خبر دیتے۔ تو شائقین مطابقت اسرار باطن سے بھی متمتع ہوتے۔ پس صدق و اخلاق سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور وہی سوال عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ مجھ کو بھی یہی حکم تھا کہ یہ راز مخفی بجز طالب حق کسی پر ظاہر نہ ہو۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ مرتضےٰ کو وہ اسرار تعلیم فرمائے۔ پس اسرار ربانی بہ وسیلہ علیؑ مرتضےٰ کرم اللہ وجہ فرقہ صوفیہ اکرام میں پہنچے اور قیامت تک ان سے یہ فیض جاری رہے گا۔ اور العلماء ورثۃ الانبیاء سے یہی لوگ مراد ہیں۔ جو انبیا علیہ اسلام کے علوم ظاہری و باطنی کے

جامع ہیں۔ شاہ عبدالعزیز کی رائے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں۔ جو فارسی سے ترجمہ اردو جس کو سید گل حسن قلندر قادری نے کیا۔ وہ لفظ بالفظ لکھتا ہوں ان گناہوں کے قدرتی بوجھ سے نجات۔ جو پانی کی طرح ڈبونے والے ہیں۔ اور دوزخ کے سب سے نچلے گڑھے میں گرا دیتے ہیں۔ ان حضرات کے وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں ہے جنہوں نے اپنے آپ کو لطیف ترین ذات خداوندی کا ظرف بنایا ہوا ہے اور لکڑی کی طرح اپنے آپ کو لطیف ہوا کا ظرف بنایا۔ لہٰذا جس طرح ممکن ہو۔ اپنے آپ کو ان لطیف ظروف میں جگہ دینی چاہیے۔ تاکہ اس لطیف کی برکت ہو۔ جو ان ظرف کے اندر ہے۔ ہمارے شامل حال ہو سکے۔ اس وجہ سے کہ ہم بھی ان ظروف میں اور وہ لطیف ذات بھی ان ظروف کے اندر ہے۔ لہٰذا اس لطیف کے ساتھ ہم ظرف میں اتحاد ہو جائیں اور اس طرح اپنی ذات کو گناہوں کے بوجھ سے چھڑا سکیں۔

یہ ظروف لطیفہ بروقت کمیاب اور نادر الوجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی تلاش جاری رکھنی چاہیے اور دل و جان سے ان کا اتباع کرنا چاہیے۔ تاکہ ہم ان کے دل میں جگہ پیدا کر سکیں۔ اس امت مرحومہ کے لئے یہ ظروف لطیفہ اہل بیتؑ مصطفویؐ ہیں۔ ان کی محبت اور اتباع سے ان کے دلوں میں جگہ پیدا کی جا سکتی ہے۔ چونکہ یہ دل حضرت باری تعالیٰ کے نور لطیف سے معمور اور لبریز ہیں۔ لہٰذا ظرف کی مشارکت اور اس ذات والا کے قرب امکانی کی وجہ سے وہ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو گناہوں کے قدرتی بوجھ کو دور کرنے میں تریاق کا اثر رکھتی ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ترجمہ شعر۔ کمزور چیونٹی نے یہ خواہش کی۔ کہ وہ دیوار کعبہ تک پہنچ جائے۔ تو اس نے کبوتر کے پاؤں پر ہاتھ مارا اور اچانک وہاں پہنچ گئی۔ ~~ مور مسکین ہوسے واشبت کہ در کعبہ رسید

دست درپائے کبوتر زدہ ناگاہ رسید

اسی وجہ سے حدیث شریف میں مذکور ہے۔ کہ میرے اہل بیتؑ تم میں کشتی نوح کی مانند ہیں۔ جو کوئی اس کشتی پر سوار ہو گیا۔ اس نے نجات پائی۔ اور جو کوئی

اس سے پیچھے رہ گیا۔ وہ غرق ہو گیا۔

اہل بیت علیہ اسلام کی تخصیص ان مناقب و خصائل کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ حضرت نوح علیہ اسلام کی کشتی ان کے عملی کمالات کی شکل تھی۔ اسی طرح حضرات اہل بیتؑ کو بھی حق تعالی نے جناب خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی کمال کی صورت میں بنایا جسے طریقت کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی کمالات ایسی مناسب شخصیات ہی میں جلوہ گر ہو سکتے ہیں۔ جو روحانی طاقتوں میں اور معصومیت' شرافت و مروت میں آپؐ جیسے ہوں۔ یہ مناسب ولادت اور اصلیتّ و فرعیت کے تعلق کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ان کمالات کو ان کی تمام شاخوں سمیت جو مختلف ولایات کا مرکز ہیں۔ اسی خاندان میں جاری کیا گیا۔ اور اسی چشمۂ فیض کو برقرار رکھا گیا۔ اور امامت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اہل بیتؑ ہی میں سے ایک شخص کو وصی بنایا گیا۔ اور یہی اہل بیتؑ رسولؐ اولیائے امت کے روحانی سلسلوں کے مرجع ہیں جو کوئی اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لے گا چار ناچار اس کے روحانی فیض کی سند ان بزرگواروں کے قریب جا کر ختم ہو گئی اور وہ اسی کشتی میں بیٹھے گا اسی بناء پر قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اس قصہ کشتی کو جس کے ذریعے مومنوں کو غرق طوفان سے نجات حاصل ہوئی یاد رکھنے والے کان ہی یاد رکھیں گے۔

حضرت علیؑ کے بغیر اہل بیتؑ کی کشتی کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اہل بیتؑ جو اس طریقہ کی امامت کے قابل ہو سکتے ہیں۔ وہ اس وقت سن و سال کے اعتبار سے کم عمر کے تھے اور ان کی تربیت دوسرے کے حوالے کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شان کمال کے منافی تھا۔ لہٰذا گناہوں کے بوجھ سے نجات حاصل کرنے کے قواعد آپ نے حضرت امیرالمومنین علی ابنؑ ابی طالب کو تعلیم دیئے اور انہیں امام بنانے کا آغاز کیا۔ اور اپنے کمالات ان پر ظاہر کئے تاکہ وہ باپ ہونے کی حیثیت سے ان کمالات کو تروتازہ صورت میں اپنے صاحبزادگان تک پہنچائیں۔ اسی

طرح یہ سلسلہ قیامت تک ان کے لئے جاری ہو گیا۔ اس لئے حضرت امیر المومنینؑ کو یعسوب المومنین کا خطاب دیا گیا۔ ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ کی گود میں پرورش پائی تھی۔ اور وہ آپؐ کے داماد بھی تھے۔ نیز بچپن ہی سے ہر کام میں وہ آپؐ کے فرزند کے مانند ہو گئے تھے۔ لہٰذا اسی قریبی تعلق کی وجہ سے ان کی روحانی قوتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو اور آپؐ کے ان عملی کمالات کی تصویر تھے۔ جسے ولایت اور طریقت سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور آپؐ کی دعا سے ان کی روحانی قابلیت دوگنی چوگنی ہو گئی۔ اور انتہائی مرتبہ کمال تک پہنچ گئی۔ چنانچہ اس کے آثار ظاہر و باطن میں طریقہ اور ہر سلسلے کے اولیا اللہ میں ظاہر اور عیاں ہیں۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی کمالات **بعض** صحابہ اکرام میں بھی جلوہ گر رہے کیونکہ عملی کمالات حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ شاگرد عرصہ دراز تک استاد کی صحبت میں رہے۔ اس کے پسندیدہ اصولوں کو سمجھتا رہے۔ اور شریعت کے احکام کی تعلیم حاصل کرے۔ لہٰذا مشکلات عملی کے حل کرنے اور نا معلوم کو معلوم کرنے کے لئے استاد کی خدمت میں حاضر رہنے کی ضرورت لازمی امر ہے لیکن اس نکتہ کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ کہ یہ علم ولایت اور اس کے اسرار بجز پاک ضمیروں کے حاصل ہونا ناممکن ہے اور دل کی پاکیزگی سوائے عشق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا وہ صحابہ جو عاشق رسولؐ تھے۔ انہوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق کامیابی حاصل کی تھی۔ انہوں کی نسبت حضور علیہ اسلام نے فرمایا۔ کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان سے محبت رکھنی اور ان کے فعل و قول کی ہر فرقہ اسلامی کے لئے اطاعت واجب ہے جو کچھ ان کے اندر ہے اسرار روحانی اظہار ہونگے۔ وہ رسولؐ اور اہل بیتؑ رسولؐ سے اتحاد کا صلہ حاصل کرنے کے پیدا ہونگے۔ ان کی سیرت میں اہل بیتؑ رسولؐ کی عزت و احترام پائی جاتی ہے ایسے اشخاص ہی مقبول خدا وارد کئے جاتے ہیں۔

# گیارھویں شریف پر اعتراض نافہمی

یہ حقیقتاً صحیح معنےٰ میں چاند کی دس تاریخ اور گیارھویں رات امام حسین علیہ اسلام کے اوقات ہیں۔ ان وقتوں پر محبان حسینؑ آپ کے عمل کی پیروی پر کھانا پکا کر غریبوں محتاجوں کو کھلاتے ہیں۔ اسی عمل کی تقلید پر جناب غوث ثقلین غربا و مساکین لوگوں پر امداد مالی تقسیم کیا کرتے تھے۔ جس کو اب سوائے حاسد و منافقین کے، کوئی اس عمل کو غیراللہ نہیں کہہ سکتا۔ جبکہ اسلامی سلسلہ سنت و روایات پر ہی قائم چلا آ رہا ہے۔ تو پھر اس عمل پر اعتراض کرنے والا بالکل نافہم انسان ہو گا۔ میرے آقا و مولا میرے دادا جی جد بزرگوار جناب شاہ صاحب آپؒ خدا رسیدہ، آپ کی پاک ہستی عظیم الشان چشمہ فیض تھے۔ ہزاروں اشخاص نے حاضر خدمت ہو کر اپنے اپنے ہر طرح کے مقاصد و مرادات حاصل کئے۔ تو پھر ایسی مکرم ہستیوں کے فعل و عمل اللہ و رسولؐ کی خوشنودی پر ہی ہوا کرتے ہیں۔ کسی صورت پر بھی ناجائز نہیں کہا جا سکتا آپؒ کو جناب غوث ثقلینؒ سے عقائد محبت تھی۔ آپ کو ان کے ہی چشمہ ہائے فیض سے فیض حاصل تھا۔ آپ چاند کی گیارھویں پر پنڈ چاول گڑ کا پلاؤ پکایا کرتے تھے۔ جو آتے کھاتے کوئی ممانعت نہ تھی۔ مولوی، ملا بھی آتے کھاتے برکت و شفا حاصل کرتے اعتراض کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ لیکن آج کل کے بعض محبان کے عقائد میں کچھ اضافہ بھی ہے۔ کھانا تقسیم کرنے کے اول یا بعد پروردگار عالم کی درگاہ پاک میں دعا و التجا کرنا کہ اے میرے رحیم اللہ اس میرے عمل کا ثواب میرے فوت شدہ والدین کو پہنچے۔ تاکہ تیری رحمت شامل حال ہو کر ان کی نجات کا باعث ہو جائے۔ اگر میرے عزیز علماؤں کے نزدیک دعا کرنا شرک ہے۔ تو پھر دعائے جنازہ اور درود سرورؐ دو عالم پر بھیجنا بھی شرک ہو سکتا ہے تو پھر کیوں اس شرک کو جاری رکھا گیا ہے۔ تاریخ مہینہ پر کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ دنیا کے کاروبار تاریخ مہینہ کے بغیر سر

انجام پا ہی نہیں سکتے۔ نہ اسلام کے احکام مہینہ تاریخ کے آگے پیچھے ہو سکتے ہیں۔
جیسا کہ رمضان کے مہینہ میں روزہ دار ہونا اللہ پاک کا حکم ہے۔ اس کے خلاف کل
علماء بالاتفاق ہو کر ماہ ربیع الاول میں لے جا نہیں سکتے۔ اور نہ حج کے حکم کو ماہ شوال
میں تبدیل کر سکتے ہیں اس واسطے مقررہ تاریخ کام پر اعتراض کرنا وحشیانہ ضد میں شمار
کیا جاتا ہے مقبول خدا بندوں کی زبان اللہ کی زبان ہوتی ہے۔ ان کے کام کلام اللہ
پاک کی رضا مندی پر ہی ہوا کرتے ہیں۔ حدیث قدسی اس امر کی تائید کرتی ہے۔ مگر
ان علماؤں کی کوتہ نظری پر نہایت افسوس آتا ہے جو جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کی پیدائش اور وفات کا دن تو بطور یادگار مناتے ہیں۔ لیکن جناب حسینؑ مظلوم
کی یاد پر حیاء ادب کے خلاف مخالفت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہ آئمہ اہل بیتؑ رسولؐ
کی سبھی ہستیاں نہایت مکرم و معظم ہیں جو فطرۃ شرک و کفر اور جملہ گناہوں سے مبرا
و پاک ان کی یاد محبت راہ راستی کا باعث اور جملہ گناہوں کی تخفیف کا موجب ثابت
کیا گیا ہے ان حضرات کے واقعات دینیہ بے مثل و بے نظیر ہوتے آئے ہیں۔ یہ
مظہر مدینہ العلم کی شان رکھتے ہیں۔ جن کی اطاعت فرض ہے۔ اب یہ روایت ان کے
شان میں صاحبان عقل و انصاف کے لیے جناب حسین علیہ اسلام دونوں بھائی بچپن
میں بیمار ہو گئے تھے تو جناب فاطمہ الزہرا صلواۃ اللہ علیہانے دل میں عہد کیا منت مانی
کہ حق تعالیٰ ان ہر دو عزیزوں کو صحت دے گا۔ تو تین روزے رکھیں گے۔ جب اللہ
کریم نے شفا عطا فرمائی۔ تو سب نے با الاتفاق جناب علیؑ پاک اور جناب فاطمتہ الزہرا
اور دونوں صاحبزادے جناب حسنؑ پاک اور جناب حسینؑ پاک نے روزہ رکھا جب
روزہ افطار کا وقت آیا۔ تو مسکین نے آن سوال کیا کہ ہم بھوکے ہیں۔ سب نے اپنا
اپنا کھانا سائل کو دے دیا، خود رضا الہی کے مطابق بھوکے رات کو سو رہے۔ صبح پھر
روزہ رکھ لیا۔ جب دوسرے دن افطار کا وقت ہوا۔ تو یتیم نے آن سوال کیا کہ ہم
بھوکے ہیں۔ تو سب نے اپنا اپنا کھانا سائل کو دے دیا۔ اور خود بھوکے سو رہے۔ صبح
پھر روزہ رکھ لیا۔ جب افطار کا وقت آیا۔ تو اسیر نے آن سوال کیا۔ کہ ہم بھوکے ہیں

سب نے اپنا اپنا کھانا سائل کو دے دیا اور خود بھوکے سو رہے چوتھے روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو جناب حسنؑ پاک اور حسینؑ پاک کو کمزور سا پایا تو اسی ساعت ہی حق تعالیٰ نے ان کے عمل بے نظیر کو تشریحاً نازل فرمایا۔

(سورہ دہر)

**یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا" و یتیما" واسیرا" انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء" ولا شکورا"** وہ تو فقط اس کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ ہم محض اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں۔ اور ہم تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔

لیکن اب یہاں خاص خصوصیت سے صادر آ رہا ہے۔ جس سے شان حسین علیہ اسلام کو سربلند کیا جاتا ہے۔ فرمایا جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ میرا علم حسینؑ کا علم ہے اور حسینؑ کا علم میرا علم ہے تو پھر اس کلام رسالتؐ سے ثابت ہو رہا ہے کہ جناب حسین علیہ اسلام میں رسولؐ اللہ کے ساتھ ایسی مطابقت صادق آ رہی ہے جیسا کہ رسولؐ پاک کی محبت و اطاعت سے مسلمان ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حسین علیہ اسلام کی محبت و اطاعت کو ویسا ہی شان عظیم حاصل ہو رہا ہے کہ بغیر آپؑ کی محبت و اطاعت کے کوئی مسلمان نجات یافتہ نہیں ہو سکتا تو پھر اتنا ہی زندہ دماغ انسان کو سمجھنے کے لئے کافی ہے اور بس لہٰذا اب ہم دوسرے مدعا کو لیتے ہیں یہ جو آپ کا عمل کہ اپنی ضرورت سے دوسرے کی ضرورت کو مقدم رکھتے۔ بھوکوں کی بھوک کو دیکھ نہ سکتے۔ خود بھوکے رہتے ان کو کھانا کھلاتے۔ یہ آپ کا عمل قبولیت درگاہ کی سند پا کر آیات قرآن ہو گیا ہے جس کے عاملین ہونا خوشنودی اللہ پاک کا ذریعہ ہوتا ہے۔ شناسمندوں نے نہایت شوق سے اس عمل کو دل میں جگہ دی اور اس کے عامل بن گئے۔ جب جناب غوث ثقلینؒ اس عمل کے حالات سے مطلع ہوئے اور جانا کہ سید الشہدا جناب حسین علیہ اسلام کو یہ عمل بہت ہی مرغوب اور پسندیدہ

تھا۔ تو آپؒ بھی اس عمل کے عاملین ہو گئے۔ یہ عمل حقیقت ہے کہ جب دس تاریخ چاند کا دردناک واقعہ پیش خیال ہوتا ہے۔ تو جناب حسینؑ مظلوم کی سچی محبت و اطاعت کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ آپ کے عمل کی پیروی پر مساکین و محتاج کو کھانا کھلایا جائے۔ جناب غوث ثقلینؒ کے حال وقت مسلمانوں کے دلوں میں احکام اسلام کی اطاعت و شان کی کمی آ رہی تھی۔ تو پروردگار عالم نے آپ کو ہادی خلق اور رہنمائے دین کا رتبہ عطا فرمایا۔ تو اس وقت آپ نے ہر امر شریعت کو تفسیر و توضیح سے ان کے فوائد و ثواب اور درجات اعلیٰ و بلند کے مقام کو معجزات و کرامات سے کر دکھایا۔ تاکہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہو جائیں اسی اصول پر جناب حسین علیہ اسلام کے عمل کی پیروی کو خوشنودی اللہ پاک جان کر تمام نیک اعمالوں پر ترجیع دی اور اس عمل حسینؑ پاک کے عمل کو وسیع کیا۔ جو آپ مفلس و ناتواں لوگوں کو امداد مالی تقسیم کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے اس وقت مسلمانوں کے دل و دماغ میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و اطاعت اور اسلام کی شان و عظمت کو تازہ و زندہ کر کے محی الدین عبدالقادرؒ جیلانی کا خطاب حاصل کیا یہ اس وقت سے ہی دس تاریخ چاند کا نہایت اعلے و بلند درجات عمل سلسلہ قادریہ میں چلا آ رہا ہے۔ جس کے اب ہم پابند ہیں۔

لیکن اس سلسلہ قادریہ کے خلاف گروہ منافقین کا دامن گیر ہونا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے لے کر اب تک ویسے ہی اپنی کیفیت میں چلا آ رہا ہے ان کے حالات سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ان کی ایسی حالت کے قطع ہونے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی اس کا کسی طرح اصلاحیت پر آنا ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ نہایت جمعیت کے ساتھ قدیم سے ہی جانی دشمن بنا آ رہا ہے پس ایسی فطرت کے لوگ نفسانیت و حسد اور تعصب کے زیر ماتحت ہی کام کرتے آ رہے ہیں۔ اب بھی جب سے انہوں نے منصفی محکمہ کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا کہ گیارہویں محفل حسینؑ ہے۔ تو یہ برداشت نہ کر سکے۔ خانہ سازی کو ذاتی محفل پر فوقیت دینے کے لئے آمادہ

ہو گئے۔ ایک الف اللہ کالیا اور ایک الف احمدؐ کالیا دونوں خط پیش نظر کھینچ کر گیاراں (۱۱) بنا لیا جو اپنے رسالہ میں لکھ کر گیارہویں محفل کا مخفف منتخب کیا گیا اور اس کو تقویت دینے پر ۵۶ کتاب اور ۵۶ منصف کتاب کا ثبوت دیا۔ مگر ان کی یہ نو ایجاد و اختراعی کاروائی دائرہ حق کے خلاف و باہر ہو جانے کے جس کی تردید پر اس مثال کا آنا صادق آ رہا ہے۔ جیسا کہ ایک نیکو کار انسان ڈھلتی جوانی ۵۶ سال کی عمر پر ایک گناہ کبیرا کے مرتکب ہونے سے سابقہ نیکیاں برباد کر کے گنہگاروں میں شمار ہو جاتا ہے۔

جس کے انجام پر مولف کتاب کا یہ فعل و عمل دھوکہ و غلط بیان ہونے پر تمام مصنفوں کے ثبوت کو باطل کرنے پر حاوی ہو سکتا ہے۔ جبکہ مولانا مولوی محمدؐ اعظم صاحب سکنہ میرو وال نے اپنے ایک رسالے میں اور مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے ان پر اللہ رحمت و انعام کرے۔ اور بھی ان کے علاوہ کچھ اور محققین نے ثابت کر لیا ہے۔ کہ غنیۃ الطالبین جناب سید شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی تصنیف نہیں ہے آپ کے ہمنام عبدالقادر غیر شخص ہے۔ جس کی یہ تصنیف ہے۔

دیگر ایک موقع پر آ کر آپؒ نے مناسب حالات وقت کے یوں بھی فرمایا ہے علامہ ابن النجار کا بیان ہے کہ حیائی سے یہ روایت پونچی ہے کہ حضور غوث پاکؒ نے فرمایا ہے کہ مجھے فرائض کے بعد محتاجوں' مہمانوں کو کھانا کھلانے اور عام و خاص کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنے کے سوا کوئی بہتر کام معلوم نہیں ہوتا۔ اگر ساری دنیا کی دولت کا مالک ہو جاؤں تو سب کی سب بھوکوں کو کھلا دوں اور محتاجوں کو دے دوں میرے ہاتھ میں روپیہ نہیں ٹھہرتا ہزاروں اشرفیاں صبح سے شام تک ہاتھ میں آتی ہیں۔ مگر شام کو کچھ باقی نہیں رہتا مستحقوں کو بانٹ دیتا ہوں یہی طریقہ عمر بھر میرے مولا مرشد جناب شاہ صاحبؒ کا تھا۔ آج کی آمدنی اگلے دن کے لئے نہ رکھتے تھے۔ آپؒ کے زیر نظر مساکینوں اور غریب مریضوں کی ضروریات کو پورا کرتے شام تک خالی ہاتھ ہو جایا کرتے تھے۔

# ذکر حسینؑ ---------- بقاء اسلام کی ضمانت

عالی جناب سرکار غوث اعظمؒ اسوۂ حسینیؑ کو زندہ رکھنا چاہتے تھے آیئے ذرا غور کریں کہ اسوہ حسینیؑ کو باقی رکھنے میں کیا راز مضمر ہے جو غوث ثقلینؒ کا مقصود تھا۔

امام حسینؑ کی ذات قدسی صفات پر عموماً" عقیدہ اور عقیدت کی بنیاد پر نگاہ ڈالی جاتی ہے لیکن کیا کربلا صرف ایک عقیدت گاہ ہے؟ کیا حسینؑ کی ذات صرف کسی ایک عقیدہ اور فرقے کی میراث ہے یا یہ کہ حسینؑ انسانیت کا سرمایائے فخر ہیں۔ کربلا اک مقام کا نام نہیں ہے ایک جگہ کا نام نہیں ہے اک قریے کا نام نہیں ہے یہ تھا اکسٹھ (۶۱) ہجری سے پہلے لیکن سن اکسٹھ (۶۱) ہجری کے بعد کربلاؔ عقل و فکر و شعور انسانی کی عظیم درس گاہ ہے ہم بے شک اپنے جذبات محبت کی بنیاد پر حق رکھتے ہیں جس طرح سے بھی چاہیں امام حسینؑ سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کریں، لیکن اس وقت میں چاہتا ہوں کہ ہم تھوڑا سا عقیدے سے ہٹ کر اپنے شعور کی روشنی میں امام حسینؑ کی ذات کے بارے میں سوچیں اور فکر کریں۔ امام حسینؑ کی ذات کو اک فرد معرّہ کی حیثیت سے اک علیحدہ شخص کی حیثیت سے اگر ہم دیکھنا چاہیں گے تو شاید ہم انصاف نہ کر پائیں گے نہ اپنے ساتھ اور نہ اس پُر عظمت ذات کے ساتھ۔ امام حسینؑ کی ذات کے بارے میں سوچنے اور غور کرنے کے لیے لازم ہے کہ ہم توحید اور نبوت کا پس منظر بنائیں اور اس میں امام حسینؑ کی شخصیت کو رکھ کر اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس اعتبار سے جب ہم اسلام کی ابتدا کے بارے میں غور کرتے ہیں جب ہم عرب کے اس ماحول کے بارے میں غور کرتے ہیں جب عرب بت پرست تھے لات و جبل کے سامنے سرنگوں تھے ان کی پوجا کرتے تھے۔ اس وقت جب کہ انسانیت خدا کو بھول چکی تھی اور خلاق کائنات کا ابرِ رحمت منہ موڑ چکا تھا اور کشت انسانی صداقت کی بارش کے لیے تڑپ رہی تھی اس وقت وارث انبیاء کے ورثے کے سلسلے میں اس کو منزل اختتام تک پہنچانے کے لیے نبیوں کا سردار اور رسولوں کا تاجدار مکہ میں ظہور پزیر ہوا مکہ میں اس کا نزول ہوا مکہ میں حضورؐ کی ولادت ہوئی صفا و مروہ کی بلندیوں پر حضورؐ

چالیس برس کی عمر میں گے اور وہاں جا کے ایک روز حضورؐ نے آواز دی کہ اہل مکہ ادھر آؤ میں
تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں جب تمام اہل مکہ جمع ہو گئے تو آپؐ نے کہا کہ سنو اہل مکہ میں
تمہارے ہی درمیان پیدا ہوا ہوں تم نے مجھے آمنہؓ کی گود میں بھی دیکھا تم نے مجھے دائی حلیمہ کی
انگلی پکڑ کر چلتے ہوئے بھی دیکھا تم نے مجھے اپنے دادا عبدالمطلبؓ کے کاندھوں پر بھی دیکھا ہے
اور اپنے چچا ابو طالبؓ کے سایہ عاطفت میں پروان چڑھتے ہوئے بھی دیکھا ہے تم نے مجھے طفلی
میں دیکھا لڑکپن میں دیکھا جوانی میں دیکھا اور اب میں تمہارے ہی درمیان عمر کی مختلف منزلوں کو
طے کرتا ہوا چالیس برس کے سن میں پہنچا ہوں اور جبکہ میرے بالوں میں سفیدی نمودار ہو گئی
ہے تم نے مجھے معالمت میں دیکھا معاشرت میں دیکھا، تجارت میں دیکھا، خلوت میں دیکھا، جلوت
میں دیکھا، شب کے اندھیرے میں دیکھا، دن کے اجالے میں دیکھا، میری پوری زندگی آئینے کی
طرح اور اس کی پرت پرت تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے آج میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں
کہ بتاؤ بچپن سے لے کر میری اس لمحے تک کی زندگی میں غور کرنے کے بعد تم یہ کہہ سکتے ہو کہ
کبھی تم نے ہماری زبان سے جھوٹ سنا ہو تو اہل مکہ نے ہم آواز ہو کر کہا کہ اے عبداللہؓ کے
یتیم ہم کیسے یہ بات کہیں کہ تم سے کبھی جھوٹ سنا ہے ہم نے تو تیری صداقت میں شک کرنے کو
اپنی شرافت کے خلاف جانا ہے ہم تو آپؐ کو صادق اور امین جانتے ہیں تو پھر آپؐ نے کہا سنو
اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک گروہ آئے گا اور تم پر حملہ کر دے گا اور
تمہیں لوٹ لے گا تو کیا تم اس بات کا یقین کر لو گے تو انہوں نے کہا کیونکر یقین نہ کریں گے
جب کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا ہے تو اس کے بعد آپ نے یہ کہا قولو لا الہ اللہ و
تفلحو کہو اللہ ایک ہے اور نجات پاؤ لوگوں نے کہا کہ ثبوت کیا ہے کہا ثبوت میری صداقت ہے
اگر میں نے اپنی ماں کی گود سے لے کر ۴۰ برس کی عمر تک کبھی جھوٹ نہیں کہا ہے تو آج
جھوٹ کیسے کہونگا۔ تو حضورؐ نے اپنی نبوت کی دلیل اپنی صداقت کو ٹھہرایا ہے جیسے ابراہیم نے کہا
تھا کہ میرا رب مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے اور اگر تو بھی رب ہے تو سورج مغرب
سے نکال کر دکھا ایسی کوئی دلیل قائم نہیں کی اور نہ کوئی اور مادی ثبوت دیا اگر کوئی اللہ کے
ہونے کا ثبوت ہے! مسلمانوں نے اللہ کو ایک مانا ہے مسلمانوں نے اللہ کو ایک جانا ہے تو اس کی

بنیاد صرف یہ ہے کہ خدا کے رسولؐ جیسے صادق القول اور سچے نے یہ بات کہی ہے لہٰذا یہ جھوٹ نہیں ہے۔ تو اب بات یہ بنی کہ توحید کی بنیاد مسلمانوں کے پاس رسولؐ کی صداقت ہے قرآن کتاب الٰہی ہونے کی بنیاد مسلمانوں کے پاس رسولؐ کی صداقت ہے اسلام کے دین الٰہی ہونے کی بنیاد مسلمانوں کے پاس رسولؐ کی صداقت ہے اگر خدا نخواستہ' خاکم بدہن یہ صداقت مشکوک ہو جائے تو نہ خدا خدا ہے نہ قرآن قرآن رہے نہ قیامت قیامت رہے اور نہ دین دین رہے۔ حضورؐ نے یہ پیغام اپنی صداقت کی بنیاد پر پہنچایا اور حضورؐ کے وصال کے پورے پچاس برس بعد سن ۶۰ ہجری میں دمشق کے دارالخلافے میں بیٹھنے والا بادشاہ جس نے حضورؐ کی عبا اپنے کندھوں پر اوڑھ رکھی تھی جو اپنے آپ کو خلیفہ الرسول کہتا تھا جو حضورؐ کے صدقے میں ملی ہوئی مملکت کا مالک تھا' اس نے کہا کہ نہ کوئی وحی آئی اور نہ کوئی نبوت اتری تو آپ سمجھے کہ اس نے کیا کہا تھا اس نے خاکم بدہن یہ کہا تھا کہ حضورؐ نے گویا سچ نہیں کہا تھا اس نے کہا کہ یہ بنی ہاشم کے گھرانے کا ایک ڈونگ تھا جو انہوں نے رچایا تھا تو یزید نے حضورؐ کی صداقت کی تردید کر دی اگر اس کا جواب نہ دیا جاتا تو غیر مسلم دنیا یہ کہتی کہ جو دین پیغمبر محمدؐ صلعم لائے تھے وہ خود ان کے ایک نائب نے اس کی تردید کر دی تکذیب کر دی اور دین باقی نہ رہتا تو امام حسینؑ جو کربلا میں آئے تھے تو وہ خلافت کے حصول کے لیے نہیں آئے تھے اقتدار اپنے ہاتھوں میں لینے کے لیے نہیں آئے تھے مملکت پر قبضہ کرنے کے لیے نہیں آئے تھے بلکہ اس لیے آئے تھے کہ ابو سفیان کا پوتا یہ کہہ رہا تھا کہ محمدؐ نے خاکم بدہن سچ نہیں کہا تو محمدؐ کے نواسے نے یہ طے کیا کہ میں اپنے خون سے یہ ثابت کروں گا کہ میرا نانا سچا تھا محمدؐ صادق القول تھے۔

تو اب آپ سمجھے کہ حسینؑ کوئی عقیدے کی بات نہیں حسینؑ کسی فرقے کی بات نہیں ہے حسینؑ تو صداقت کی گواہی ہیں حسینؑ تو حضورؐ کے سچے قول کے اطراف ایک حصار ہیں حسینؑ نے کربلا میں اپنی جان دے کر پوری دنیا پر قیامت تک کے لیے ثابت کر دیا کہ اگر **خاکم بدہن** میرے نانا کی نبوت ایک ڈونگ ہوتا تو میں اس یقین کے ساتھ حضورِ الٰہی میں یہ قربانیاں پیش نہ کرتا تو حسینؑ اس اعتبار سے محسن اسلام بھی ہیں' محسن ملت مسلمہ بھی ہیں اور محسن انسانیت بھی ہیں۔

اس کے بعد جو دوسری بات میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا میں ایک چیز ہوتی

ہے جیسے انقلاب کہتے ہیں دنیا میں جب بھی کوئی انقلاب برپا ہوتا ہے اور وہ قائم ہو جاتا ہے تو پھر اسی کے ماحول کے اندر سے ایک عرصے کے بعد جب اس انقلاب کا زور ٹوٹتا ہے تو اسی انقلاب کے دائرے میں سے ردِّ انقلاب کا ایک فورس پیدا ہوتا ہے ایک طاقت پیدا ہوتی ہے جو اس انقلاب کو درہم برہم کر کے رکھ دیتی ہے۔ ہم ساری تاریخ انبیاء میں یہی دیکھتے ہیں چنانچہ ہر رد انقلاب کے بعد جب اصل انقلاب کے آثار مٹ جاتے تو اس کرہ ارضی پر اک نئے نبی کی ضرورت پیش آتی۔ حضرت نوحؑ ایک پیغام لائے لیکن جب حضرت نوحؑ چلے گئے تو انہی کی امت سے ایک رد انقلاب برپا ہوا حضرت موسیٰؑ ایک پیغام لائے لیکن جب حضرت موسیٰ اس دنیا سے گزر گئے تو انہی کے ماننے والوں نے ان کے اسی انقلاب کے خلاف ایک رد انقلاب برپا کر دیا حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے انہوں نے توحید کا پیغام، دین اسلام کی آواز بلند کی لیکن جب حضرت عیسیٰؑ چلے گئے تو غیروں نے نہیں حضرت عیسیٰ کی ہی امت میں سے کچھ لوگوں نے ردانقلاب برپا کیا اور حضرت عیسیٰؑ کے پیغام کو درہم برہم کر دیا اب اس کائنات میں آخری نبیؐ کو آنا تھا اور پھر قیامت تک کسی نبی کے آنے کی کوئی توقع یا صورت نہ تھی خداوند عالم اعلان کر چکا تھا کہ پیغمبرؐ برحق خاتم الانبیاء ہیں لیکن علی اعلیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ جب کوئی نبی پیغام دے کے جاتا ہے تو ایک رد انقلاب برپا ہوتا ہے جیسے انبیاء ماسبق اور انبیاء ماسلک کی امتوں میں رد انقلاب برپا ہوا۔ اب ایسا نہ ہو کہ محمدؐ عربی کی امت بھی رد انقلاب برپا کرے اور وہ دین جو قیامت تک کے لیے ہے پامال ہو جائے۔ چنانچہ اس مقصد عظیم کے لیے حسینؑ کی تخلیق ہوئی۔ حسینؑ نے چار برس کے سن میں اپنے نانا سے یہ کہا کہ جب بھی کوئی ردانقلاب برپا ہو گا تو اس کا مقابلہ میں کرونگا چنانچہ ۶۱ ہجری میں دمشق کے درالخلافہ سے رسولؐ کے لائے ہوئے انقلاب کے خلاف ایک رد انقلاب کا نعرہ بلند ہوا آپ جانتے ہیں کہ رد انقلاب کا مقابلہ کی صورت طاقت سے کی جاتی ہے اور طاقت چونکہ ایک مقام پر جا کے ٹوٹ جاتی ہے اپنا زور ختم کر دیتی ہے تو اس لیے طاقت سے کیا ہوا رد انقلاب کا جواب ٹوٹ سکتا تھا لیکن مظلومیت سے دیا ہوا رد انقلاب کا جواب ٹوٹ نہیں سکتا چونکہ مظلومیت درد کا آوازہ بن کر ہمیشہ انسانیت کے دلوں کو گرماتی رہتی ہے۔ اس لیے امام حسینؑ نے یہ طے کیا کہ میں رد انقلاب طاقت کے ذریعے نہیں بلکہ مظلومیت کے ذریعے

برپا کرونگا اور اس ادا سے اس شان سے اس احتیاط سے اس کیفیت سے برپا کروں گا کہ قیامت تک پھر کوئی میرے نانا کے دین کے خلاف رد انقلاب برپا نہ کر سکے اور اگر برپا کرنا چاہے بھی تو مزید کسی حسینؑ کی ضرورت نہ ہو بلکہ صرف ذکر حسینؑ ہی کافی رہے۔

تو اب آپ سمجھے کہ ذکر حسینؑ ہی اصل میں دین کی بقاء کا ضامن ہے۔ جب تک ذکر حسینؑ باقی ہے کوئی اسلام کی صداقت کو داغ دار نہیں کر سکتا اور نہ کوئی رد انقلاب سر اٹھانے کی جرات کر سکتا ہے۔ اسی حقیقت کو جانتے ہوئے حضرت غوث ثقلینؒ نے کارنامہ حسینیؑ کو زندہ رکھنے کے لیے ان کی یاد کو باقی رکھنے کے لیے اور شہادت حسینؑ کی یاد تازہ رکھنے کے لیے ہر ماہ کی ۱۰ تاریخ کو گیارہویں شریف کی محفل اور ختم دلانا شروع کیا اور یہ عمل چونکہ جناب غوث پاکؒ کو بہت پسندیدہ تھا لہٰذا آج بھی ان کے پیرو کار نہایت عقیدت سے اس پر کار بند ہیں اور اس عمل کے ذریعے سے ہر ماہ کی ۱۰ تاریخ کو جناب غوث پاکؒ ہمیں اپنے جدِّ بزرگوار سرکار امام حسین علیہ اسلام کی یاد دلاتے ہیں اور ان کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں اور اس ذکر سے دشمنان اسلام خبردار رہتے ہیں کہ ابھی فکر حسینؑ باقی ہے لہٰذا ذکر مصطفےٰؐ کو مٹانا ان کے بس کی بات نہیں۔

## حسینؑ و زینبؑ

○ اگر امام حسین علیہ السلام میدان کربلا میں نہ آتے تو قیامت تک آنے والی نسلوں کو یہ پتہ نہ چلتا کہ وہ تمدن، وہ آئین، وہ معاشرت اور وہ نظام زندگی کیا تھا جسے پیغمبرؐ اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ (حضرت علامہ سید علی نقی النقوی مجتہد پاک وہند)

○ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے بنی امیہ اور ان کے پیرو کاروں کے عزائم کو ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دیا۔ (خطیب ال محمدؐ سید اظہر حسن زیدی اعلی اللہ مقامہٗ)

○ اگر جناب زینبؑ نہ ہوتیں تو آنے والی نسلیں امویوں کے مظالم سے بے خبر رہتیں۔ آپؑ نے عزم علیؑ کے ساتھ یزیدی بساط سیاست کو الٹ کر رکھ دیا۔ (مفسر قران عالمہ، عارفہ محترمہ ثریا باجی کربلائی مدظلہ)

○ عزاداری کے مخالفین ظالموں کی نقاب کشائی نہیں چاہتے۔ (علامہ سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ)

# اصلاحی نوٹ

مولانا عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا محمد اعظم صاحب میرو وال کے
اللہ رحمت کرے ان پر اور دیگر محققین پر جنہوں نے تحقیقات کر کے ثابت کر دیا ہے
کہ "غنیۃ الطالبین" جناب سید شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی تصنیف نہیں ہے
آپ کے نام کا عبدالقادر غیر شخص ہے۔ جس کی یہ تصنیف ہے۔ اس نے ہی دس
محرم کے دن مسلمانوں کے لئے آراستگی، بدن کی زنیت کرنا اور خوشی منانا تحریر کیا
ہے۔ ان کے ایسے لکھے کا حاصل مقصد شہادت حسین علیہ اسلام کو چھپانا، مٹانا کے سوا
اور کوئی فرائض اسلامی ادا ہونا ثابت نہیں کیا جاتا۔ لیکن جناب غوث ثقلین
عبدالقادر جیلانی ایسے عمل و عقائد کے سخت خلاف تھے۔ آپ اپنے جد امجد اہل بیتؑ
رسالتؐ کے چشمہ ہائے علوم سے فیض پا کر مرتبہ ولایت کے حاصل کردہ بے نظیر
باکرامت بشر ہوئے ہیں اور محب و مطیع جناب حسین علیہ اسلام کے ہیں۔ جنہوں نے
جناب حسین علیہ اسلام کے عمل کی پیروی پر محتاجوں مساکینوں کو ہزاروں روپے عطا
فرماتے کھانے کھلاتے ایسے رحیم الطبع اور کریم النفس بزرگ شان ہستی سے نعوذ باللہ
ایسا کب ہو سکتا تھا کہ اپنی جد کے بلند شان جناب حسین علیہ اسلام کے یوم مصائب و
شہادت کو آرائش و تفریحات کا لباس پہنائیں۔ یہ تو ایسا کرنا اہل بیتؑ رسولؐ کے
مخالفین کا کام ہے۔ اور یہ سلسلہ مخالفت کا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
انتقال کے بعد حاسد و منافقین لوگوں نے ابتدا کی پھر یکے بعد دیگر جو اٹھتا رہا۔ وہی
اپنے وقت میں اسی ابتدائی عمل کے پیرو ہو کر اہل بیتؑ رسولؐ کی پاک و عظیم ہستیوں
پر مخالفانہ چوٹ کر جاتا رہا۔ اسی بناء پر کہ آج علماء کی خود سازی سے آئمہ اہل بیتؑ
رسولؐ ہستیوں کی شناخت مٹانے کے لیے کئی طرح کے اہل بیت تراش کئے گئے ہیں۔
کہ اہلِ بیتؑ رسولؐ کی شان و پہچان معدوم رہے۔ کیونکہ ان کے رتبہ اور شان بلند
کے اظہار سے خلافت ثلاثہ پر برا اثر پڑتا ہے ان کی خلافت باطل ہو کر سیاست دینوی
بن جانے کا امکان ہو جاتا ہے۔ اسی فعل و عمل کی صورت انجام کو خیال میں لا کر امام

غزالی نے جناب حسین علیہ اسلام کے مصائب کو بیان کرنا منع فرمایا تھا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ حضرات ثلاثہ مصائب اہل بیتؑ رسولؐ کے منبع و مرکز قرار دیئے جائیں۔ پس ایسے ہی علماؤں کی کار سازیوں سے یہ نتائج صادر ہوئے جو حق و باطل کی تمیز جاتی رہی اعمال دینہ مشتبہ ہو گئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا صلہ حاصل کرنا دشوار ہو گیا۔ صرف نام کی مسلمانی رہ گئی ہے۔ اب اللہ پاک ہی ہے۔ جو سب کو سیدھے راستے پر چلائے اور میرے خطا بھی بخشے۔ (آمین)

## دنیا مقام فانی ہے

جب قلعہ لاہور کے کھنڈرات اور بوسیدہ گرتے ہوئے مکانات پر نظر پڑتی ہے تو یاد آتا ہے کہ یہ امیر و رئیس لوگوں کے رہائشی مکانات تھے مگر ایسے لوگوں میں غفلت کی وجہ سے ایسا عمل چلا آ رہا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو مذہبی احکام کی پابندی سے آزاد رکھتے رہے ہیں اور عیش و عشرت کے ساز و سامان سے دلچسپی رکھتے اور ان کے حاصل کرنے میں اپنی کوششیں صرف کرنا تقدم جانتے تھے حقیقتاً ایسے انسان اس خواب غفلت کو اپنی خوش قسمتی سمجھتے رہے ہیں اس لیے نہ تو انہیں آخرت کا فکر و غم نزدیک آتا اور نہ دنیا کی بے وفائی کے رنج و دکھ کو محسوس کر سکتے تھے بلکہ وہ دنیا کی محبت اور اس کے لطف و آسائش اور دل چسپ مشغلوں کو تازہ رکھنا جانتے ہوئے اپنی زندگی کو بہترین زندگی سمجھتے رہے تھے۔ اب کہاں ہیں وہ لوگ اور حسینان مہ جبین جن کی ایک ایک ناز و ادا پر سینکڑوں جانیں نثار ہوتی تھی۔ کدھر گئے وہ علماء و فضلا جن کی فصیح و بلیغ کلام زر و جواہرات میں تلتی تھی۔ کہاں گئے رستم و اسفند یار ثانی نوجوان جن کا دنیا میں شہرہ آفاق تھا۔ جب نظر غور کی۔ تو دیکھا اور جانا تو ان سب کا انجام مسکن قبر پایا وہاں ایسی گہری نیند سوئے ہوئے ہیں۔ جو نہ کوئی آواز کرنے والے کی آواز کو سنتا ہے اور نہ آواز دیتا ہے۔ کون جواب دے۔ ان کا وجود اور ہڈیاں بوسیدہ ہو کر خاک میں مل کر ان کے ہونے کی ہستی کے نام و نشان کو مٹا دیا گیا

ہے۔ جیسا کہ عدم سے آیا ویسا ہی عدم میں چلا گیا۔ یہ انسان کا آخری انجام ہے اگر بصیرت رکھتے ہو۔ تو اس جگہ سے انس نہ رکھو جس سے جبراً نکال دیا جاتا ہے۔

اس مقصد پر امیرالمومنین جناب علی علیہ اسلام امر ہدایت کرتے ہیں۔ کہ اے انسان غافل تمہیں ہوش کرنی چاہیے۔ یہ دنیا فناہ کا مقام چلنی سرا ہے یہاں کی سکونت بہت جلد منقطع ہونے والی ہے۔ تجھے چاہیے کہ تو اگلی منزل کے لیے زاد راہ حاصل کرے۔ اس وقت تیری حالت صحت اور تندرستی میں اعضاء صحیح و سلامت ہیں اور یہاں سے منتقل کرنے والی موت کے لیے کچھ مہلت باقی ہے۔ جس وقت پر اس کی آمد ہوئی۔ اس نے تجھے آن پکڑا۔ تو پھر کچھ بن نہ آئے گا۔ نہ تمہاری زبان درازی اور دنیا سازی کسی کام آئے گی اور نہ ناجائز کمائی جس کو دنیا کے آرائش و سامان کے لئے حاصل کرتا رہا ہے۔ نہ خویش و اقربا اور نہ بھائی بہن کا بے جا ساتھ۔ نہ عورت و اولاد کی محبت کچھ نفع دے گی۔ ان کے سامنے تمہارے حواس مکدر و باختہ کئے جاویں گے۔ زبان کلام کرنے سے رہ جائے گی۔ کانوں سے حس سننے کی جاتی رہے گی۔ آنکھوں کا نور گھٹ جائے گا عزیزوں کی پہچان جاتی رہے گی۔ دم بدم بدن کے حرکات گھٹتے جائیں گے۔ بالآخر بہن بھائی سے ماں باپ کو اولاد سے محبوب کو محبوب سے آقا کو غلام سے جدا کر دیتی ہے۔ بس اب تم اس کو دل میں یاد رکھو اور اس کی انتظار میں رہو اور اس کو بہت نزدیک اور قریب تر سمجھو تمہارے لئے اس سے بہتر اور کوئی نسخہ مفید نہیں ہے۔ جو تجھے فعل و خیال فاسدہ سے بچاوے اور ویسے بھی ہوش مند انسان کے لئے گزشتگاں لوگوں کے انجام کا نقشہ ہی عبرت کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔

دنیا کی کیفیت اظہار پر آپؑ کے اقوال نے اس مقام کی اسائش و ثبات کو بہت حقیر و دھوکہ باز جان کر اس کی بہت توہین فرمائی۔ آپؑ نے اسے نہایت مکار اور بے وفا ثابت کیا۔ اس کی نعمتوں کو متزلزل ہونے والی جانا اور اس کے لطف و اداب اور دلچسپ شغلوں میں رنج والم چھپا ثابت کیا۔ اس کی فرحتیں حزن و ملال سے وابستہ جانیں۔ اس کی خوشیوں اور امیدوں کو عنقریب ہلاک ہونے والا سمجھا۔ اس کے ذوق

شوق سب برباد ہونے والے اور مطالب و مقاصد اور مال و اسباب کو چھن جانے والے کہا۔ باوجود اتنی برائیوں کے اس میں ایک بھاری نقص جانا۔ اس میں آباد ہونے والوں کی زندگی کو ہمیشگی حاصل نہیں ہے یہ چند روزہ ہے۔ خواب و خیال ہے۔

یہاں عبرت کے لیے یہ قول و کلام بزرگان دین کے پیش کئے جاتے ہیں۔ کہ دنیا کی دام محبت میں پھنس کر احکام دین سے غافل نہ ہو جاؤ۔ یہ اپنی آسائش و لذت اور ظاہری خوشنمائی سے اپنے طالبان کو گمراہ کر دیتی ہے اور اپنے دلفریب لطف و زیبائش سے متکبر و مغرور کر کے حدود احکام سے مذہب سے دور لے جاتی ہے ظالم بنا دیتی ہے۔ گمراہی و سرکشی کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ گستاخ کر کے مولا و آقا کے ادب و حیا سے مانع کرتی ہے۔ اطاعت سے روکتی ہے اس کے حکم کی تعمیل سے باز رکھتی ہے۔ دوسرے کا حق غصب کرنے کی جرات دے دیتی ہے۔ اہل مرتبہ کا مقام چھیننا جائز کر دیتی ہے۔ پاک و مطہر ہستیوں کو شہید کرا دینا تابعین دنیا کی یادگار موجود ہے جس سے وہ قیامت تک لعنت و پھٹکار کا نشانہ بنے رہیں گے اسی طرح اگر اور خیال کو وسیع کیا جائے تو محقق اور تحقیق دانوں کو اس سے بھی زیادہ کچھ حالات سے واقفیت ہو سکتی ہے۔ جو باعث نصیحت حاصل کرنے کے ہے۔

اے نادان تو ابھی تک بھی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوا۔ میں جانتا ہوں' نفسانیت زیر تابع ہو۔ تیرے اطاعت کاملہ پر آنے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ مگر تیری **اصلاح** کی بہت ضرورت ہے۔ اس طرف دھیان کر تجھے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے اطلاع نہیں ہوئی! آپ نے انسانی زندگی کو اس مسافر کی مثال پر بیان فرمایا ہے۔ جو سفر کی حالت میں دو گھڑی کے لئے ایک درخت کے نیچے لیٹ جاتا ہے۔ پھر اٹھ کر اگلی منزل کے لئے وہاں سے کوچ کرتا ہے۔ اسی واسطے آپ نے عملاً عبرت دلانے کے لئے اس ناپائیدار مقام کو جس کی میعاد سکونت ہی بہت تھوڑی ہے۔ کوئی زینت نہیں دی۔ نہ یہاں اپنے کوئی محل اور خوشنما عمارات بنائے۔ اور نہ زر و جواہرات جمع کیے۔ نہ نفیس و لذیز اشیاء اور خوش مزہ غذاؤں کی طرف

رغبت فرمائی اور نہ فاخرانہ لباس زیب تن فرمایا نہ ہی طلس و کمخواب کے نرم نرم بستر پر قدم رکھا اور آرام فرمایا گویا ایک سادہ سی حالت میں زندگی کو بسر کیا۔ مگر اے غافل تو اس تعلیم نبوت کے خلاف اس مقام دنیا پر شیدا و فریفتہ ہو رہا ہے اور اس کی بے پایاں ہستی کو زیب و زنیت دیتا ہے اور اس کے اسباب و اموال سے دل چسپی رکھتا ہے۔ جسے ایک دن تو نے چھوڑ جانا ہے۔ تیرے چھوڑنے کے بعد اس کا وہ حق دار قرار دیا جائے گا۔ جس نے سامان دنیوی مال و اولاد اور بیوی کی محبت و اطاعت کو تم پر ترجیح دے کر تیری تابعداری سے منہ موڑ رکھا ہے۔ تیری فرمانبرداری سے برگشتہ رہتا ہے۔ تم کو سکون و آرام دینا لا حاصل جان کر پیچھے قدم کرتا ہے۔ اب تیرے منزلات وجودی طے ہو رہے ہیں۔ بڑھاپا اپنا آپ دکھا رہا ہے۔ بالآخر وہ وقت بھی قریب آ رہا ہے جو تم اس مقام سے منتقل کیا جائے گا ایسے موقع تیری شنید مرگ پر ان کا اشک ریز ہونا تو کجا وہ تو عارضی اندو ہگین و غمگین ہونے والے نہ ہونگے۔ پس اب تو ہوش سے کام لے تیرا یہ فعل و عمل سراسر عقل سے دور گویا نادان پن ہے۔ جو ایک وقت پر تم کو ندامت کے بوجھ نیچے آ کر سخت مضطرب اور شدت کی تکلیفات میں مبتلا ہونا پڑے گا اور ویسے ہی اس حدیث مقدسہ کی تائید میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی نائب حقیقی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے اقول نے اس دنیا کی بے ثباتی اسائش کو بہت حقیر اور دھوکہ باز جان کر اس کی خوب دھجیاں اڑائیں۔ آپ نے اسے نہایت مکار اور بے وفا ثابت کیا اس کی نعمتوں کو متزلزل ہونے والی جانا۔ اس کے لطف و لذات میں رنج و محن چھپا ثابت کیا۔ اس کی فرحتیں حزن و ملال سے وابستہ جانیں۔ اس کی خوشیوں اور امیدوں کو عنقریب ہلاک ہونے والی سمجھا۔ اس کے سب ذوق و شوق برباد ہونے والے اور ہر مطالبہ و مقاصد اور مال و اسباب کو چھن جانے کے حوالے شمار کیا۔ آباد ہونے والوں کی زندگی کو ہمیشگی حاصل نہیں ہے۔ یہ چند روزہ ہے خواب و خیال ہے روانگی کی جگہ ہے پانی کے بلبلہ کی سی مثال ہے۔ جو ذرا سی ٹھیس لگنے سے بجھ جاتا ہے۔

# کارنامہ حسینؑ

آخرت اور آخروی زندگی پر یقین ہونا مسلم ہونے کی شرط اول ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اس دنیا میں تشریف لائے اور یہی اعلان کرتے رہے کہ اس زندگی کا آخروی زندگی کے بدلے سودا کر لو اور دیکھو کہ یہ عارضی زندگی ہے اور وہ دائمی، اگر تم اس زندگی کو اللہ کے نام کر دو گے تو اس دنیا میں کئی گنا زیادہ منافع پاؤ گے (یاد رہے کہ اگر کوئی شخص اس حقیقت کا مکمل یقین کر لے تو پھر وہ معصیت سے دور رہے گا اور اس کا ہر عمل حصول رضائے الٰہی کے لیے ہو گا ہم عام زندگی میں بھی دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی بُرا کام کرے تو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اسے تو آخرت بھولی ہوئی ہے۔ یعنی اگر آخرت پر یقین ہو تو انسان گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔)

اب کوئی نبیؑ بھی کسی کو آخرت کی زندگی دکھا نہیں سکتا۔ لہٰذا کیونکر کوئی اس بات کا یقین کرے اور اس سودے کو اپنائے مثال کے طور پر اگر آپ سے کوئی کہتا ہے کہ فلاں کاروبار بہت اچھا ہے اس میں منافع ہی منافع ہے نقصان اور گھاٹے کا کوئی امکان نہیں یعنی سو فیصد منافع بخش ہے۔ مگر اس بات کی دلیل کیا؟ کہ کہنے والا سچ کہہ رہا ہے۔ تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہو گا کہ آپ ایسا کہنے والے کو دیکھیں کہ ہمیں تو اس کاروبار کی دعوت دے رہا ہے مگر خود بھی ایسا کاروبار کرتا ہے کہ نہیں۔

اب اگر وہ شخص اپنا آدھا سرمایہ اس کاروبار میں لگاتا ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ ٪ ۵۰ (پچاس فیصد) نقصان کے امکانات ہیں تب ہی تو آدھا بچا رہا ہے اور اگر وہ چلیں آدھا نہیں کچھ بچا لیتا ہے تو تب بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ نقصان کے کچھ نہ کچھ چانس ضرور ہیں خواہ وہ ایک فیصد ہی کیوں نہ ہوں اور اگر وہ شخص اپنا کل سرمایہ بلکہ اپنا گھر اور اس کی چیزیں تک فروخت کر کے اس کاروبار میں لگا دیتا ہے تو پھر آپ نہیں کہہ سکتے کہ اس کاروبار میں نقصان کے کوئی چانس ہوں۔ چنانچہ آپ اس مشورے کا یقین کر لیں گے اور پھر خود بھی اس کاروبار میں شامل ہو

جائیں گے۔

اے میرے محترم قارئین!

حسینؑ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اس زندگی کا آخروی زندگی سے سودا سچا اور کئی گنا منافع بخش ہے اور کائنات میں فقط حسینؑ ہیں جو اس حقیقت کو اس حد تک ثابت کر سکے ہیں۔

## کربلا والے

○ چشم فلک نے ایسے دس (۱۰) کبھی اکٹھے نہیں دیکھے یہ تو بہتر (۷۲) تھے

(مجتہد پاک و ہند سرکار علامہ سید علی نقی اعلی اللہ مقامہ)

○ واقعہ کربلا اس کہانی کا نام ہے جو حسینؑ نے دست عباسؑ کے قلم اور خون شہیداں کی روشنائی سے چادر زینبؑ کے قرطاس پر لکھا تھا۔

(سرمایہ خطابت علامہ مفتی سید نصیر الاجتہادی اعلی اللہ مقامہ)

○ کربلا کے مصائب سے بھرپور معرکے میں جن مجاہدوں نے ہزاروں دشمنوں کا مقابلہ کیا شجاعت ان پر ختم ہوگی۔

(فادر اف فلاسفی حضرت علامہ حافظ کفایت حسین اعلی اللہ مقامہ)

○ بہترین عمل وہ ہے جس سے کوئی گمراہ راہ حق پر آ جائے اور یہ کام فقط مجلس حسینؑ سرانجام دیتی ہے۔

(مظہر علوم ال محمد ثقتہ الاسلام علامہ محمد بشیر انصاری اعلی اللہ مقامہ)

○ کربلا عقل و فکر و شعور انسانی کی عظیم درس گاہ ہے۔

(مفکر اسلام، خطیب فطرت حضرت علامہ عباس حیدر عابدی اعلی اللہ مقامہ)

رشحات
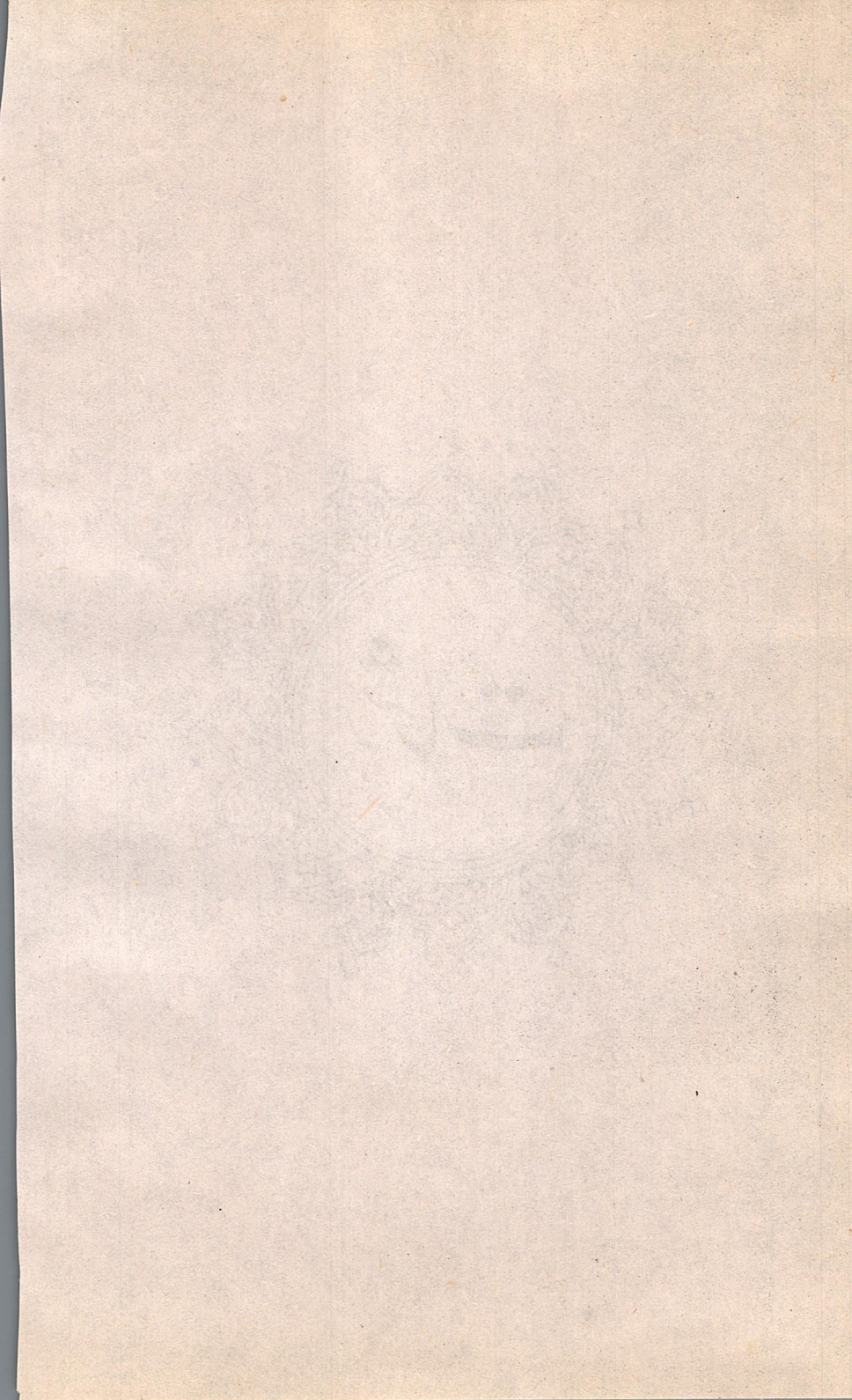
# "قصیدۂ غوثیہ"

"قصیدہ غوثیہ" سیدنا غوث اعظم رح کے ان معرکتہ الآرا، عربی اشعار کا مجموعہ ہے جو حالت جذب میں آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوئے۔ یہ اشعار عربی فصاحت و بلاغت کا ایک نادر شاہکار ہیں۔ اور ان کے پڑھنے سے طبیعت پر عجیب اثر ہوتا ہے۔ یہ قصیدہ جلالی وجمالی دونوں اثرات کا حامل ہے۔ بعض لوگ اسے سیدنا غوث اعظم رح کی تصنیف تسلیم نہیں کرتے۔ واللہ اعلم بالصواب! قارئین کے افادہ کے لئے آپ کا قصیدہ پہلے عربی زبان میں نقل کیا جاتا ہے۔ پھر اشعار کی ترتیب کے لحاظ سے اس کا اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

(۱)

سَقَانِی الحُبُّ کَاسَاتِ الوِصَالِ
فَقُلتُ لِخَمرَتِی نَحوِی تَعَالِ

(۲)

سَعَت وَمَشَت لِنَحوِی فِی کُؤسٍ
فَہِمتُ بِسُکرَتِی بَینَ المَوَالِ

(۳)

نَقَلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا
مَجَالِیْ وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالْ

(۴)

وَهَمُّوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِیْ
فَسَاقِیْ الْقَوْمِ بِالْوَافِیْ مَلَاْلْ

(۵)

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِیْ مِنْ بَعْدِ سُكْرِیْ
وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّیْ وَالتِّصَالْ

(۶)

مَقَامُكُمُ الْعُلٰی جَمْعًا وَلٰكِنْ
مَقَامِیْ فَوْقَكُمْ مَا ذَالِ عَالْ

(۷)

اَنَا فِیْ حَضْرَةِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِیْ
یُصَرِّفُنِیْ وَحَسْبِیْ ذُوالْجَلَالْ

(۸)

اَنَا الْبَاذِیُّ اَشْهَبُ كُلِّ شَیْخٍ
وَمَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطِیْ مِثَالْ

(۹)

كَسَانِیْ خِلْعَةً بِطِرَازِ عَزْمٍ
وَتَوَّجَنِیْ بِتِیْجَانِ الْكَمَالْ

(۱۰)

وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ
وَقَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِیْ سُؤَالْ

(۱۱)

وَوَلَّانِی عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا
فَحُکْمِی نَافِذٌ فِی کُلِّ حَالِ

(۱۲)

فَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّی فِی بِحَارٍ
لَصَارَ الْکُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ

(۱۳)

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّی فِی جِبَالٍ
لَدُکَّتْ وَاخْتَفَتْ بَیْنَ الرِّمَالِ

(۱۴)

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّی فَوْقَ نَارٍ
لَخَمِدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِ

(۱۵)

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّی فَوْقَ مَیْتٍ
لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی

(۱۶)

وَمَا مِنْهَا شُهُوْدٌ اَوْ دُهُوْرٌ
تَمُرُّ وَتَنْقَضِی اِلَّا اَتَالِ

(۱۷)

وَتُخْبِرُنِیْ بِمَا یَاْتِیْ وَیَجْرِیْ
وَتُعْلِمُنِیْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالِ

(۱۸)

مُرِیْدِیْ هِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّ
وَافْعَلْ مَا تَشَاءُ فَالْاِسْمُ عَالِ

(۱۹)

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ
عَطَانِیْ رِفْعَۃً نِلْتُ الْمَنَالِ

(۲۰)

طُبُوْلِیْ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ
وَشَاؤُسُ السَّعَادَۃِ قَدْ بَدَا لِیْ

(۲۱)

بِلَادُ اللّٰہِ مُلْکِیْ تَحْتَ حُکْمِیْ
وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَالِیْ

(۲۲)

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا
کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِ

(۲۳)

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَّہٗ قَدَمٌ وَّاِنِّیْ
عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

(۲۴)

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطُبًا
وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَّوْلَی الْمَوَالِ

(۲۵)

فَمَنْ فِیْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ مِثْلِیْ
وَمَنْ فِی الْعِلْمِ وَالتَّصْرِیْفِ حَالِ

(۲۶)

رِجَالِیْ فِیْ هَوَاجِرِ هِمْ صِیَامٌ
وَفِیْ ظُلَمِ اللَّیَالِیْ کَاللَّاٰلِیْ

(۲۷)

مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ
عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ

(۲۸)

اَنَا الْجِیْلِیُّ مُحْیُ الدِّیْنِ اِسْمِیْ
وَاَعْلَامِیْ عَلٰی رَاْسِ الْجِبَالِ

(۲۹)

اَنَا الْحَسَنِیُّ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِیْ
وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ

(۳۰)

وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْهُوْرُ اِسْمِیْ
وَجَدِّیْ صَاحِبُ الْعَیْنِ الْکَمَالِ

## اُردو ترجمہ

(۱)

مجھے عشقِ الٰہی نے وصالِ یار کے پیالے پلائے ہیں لیکن میں نے اپنے پلانے والے سے یہی کہا کہ مجھ پر اور نظرِ کرم کر اور مجھے خوب سیراب کر۔

(۲)

پس اس کی رحمتِ بیکراں نے مجھے خوب جامِ معرفت پلائے۔ ساغر بہ ساغر میرے سامنے آتے رہے اور میں نے انہیں یارانِ محفل کے ہمراہ عالمِ مستی میں نوش کیا۔

(۳)

پھر میں نے دنیا کے تمام اقطاب و اولیاء سے کہا کہ آؤ میرے حال (سلسلہ) میں داخل ہو جاؤ کیونکہ تم بھی میرے ساتھی ہو۔

(۴)

اور ہمت کر کے سب شراب معرفت کے پیالے پیو۔ تم سب میرے لشکری ہو ساقی قوم نے جام بھر بھر کے مجھے دیئے ہیں۔

(۵)

جب میں شراب عشق کے نشہ میں مخمور ہو گیا تو تم نے میری بچی کھچی شراب پی۔ لیکن مرے مرتبوں کی رفعت تک نہ پہنچ سکے۔

(۶)

اگرچہ تمہارا مقام بھی اعلیٰ ہے لیکن میرا مقام تمہارے مقام سے ہمیشہ کے لئے بلند تر ہے۔

(۷)

قرب الٰہی میں میرا مقام یگانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے درجہ بدرجہ ترقی دیتا ہے اور وہ رب ذوالجلال میرے لئے کافی ہے

(۸)

میں آسمان معرفت کا شہباز ہوں اور اللہ نے تمام مشائخ پر مجھے فضیلت دی ہے ان مردان خدا میں سے بھلا کون ہے جس کو میرے جیسا مرتبہ عطا ہوا ہے۔

(۹)

رب ذوالجلال نے مجھے عزم راسخ اور ہمت بلند کی پوشاک مرحمت فرمائی ہے اور کمالات کے بہت سے تاج میرے سر پر رکھے ہیں۔

(۱۰)

رب اکبر نے مجھے اپنے قدیمی راز سے مطلع فرمایا۔ میرے گلے میں عزت کا ہار پہنایا اور جو میں نے اس سے مانگا وہی پایا۔

(۱۱)

مولائے کریم نے مجھے تمام اقطاب عالم پر حکومت دی ہے پس میرا حکم ہر حالت میں جاری ہے۔

(۱۲)

اگر میں اپنے عشق کا راز سمندروں میں ڈال دوں تو وہ برداشت نہ کر سکیں۔ ان کا پانی زمین میں جذب ہو جائے اور وہ یکسر خشک ہو جائیں۔

(۱۳)

اگر میں اپنا بھید پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر اس طرح ریت میں مل جائیں کہ ان میں اور ریت میں کوئی امتیاز نہ رہے۔

(۱۴)

اگر میں اپنا بھید آگ میں ڈالوں تو وہ میرے حال سے آگاہ ہو کر سرد ہو جائے اور اس میں گرمی و روشنی کا نام و نشان نہ رہے۔

(۱۵)

اگر میں اپنے قرب الٰہی کا راز کسی مردہ پر ڈالوں تو خداوند کریم کی قدرت سے وہ فوراً اٹھ کھڑا ہو

(۱۶)

جو ماہ و سال دنیا میں آتے جاتے رہتے ہیں وہ پہلے مجھ پر آتے ہیں پھر دوسروں کی طرف جاتے ہیں۔

(۱۷)

اور وہ مجھے ماضی و مستقبل کے حالات سے آگاہ کرتے ہیں تو مجھ سے اس بارے میں مت بحث کر۔

(۱۸)

اے میرے مرید عشق الٰہی میں سرشار ہو اور خوش ہو جا۔ کسی سے مت ڈر جو چاہے کر۔ تیری بیعت کی نسبت میرے نام سے ہے جو بلند ہے۔

(۱۹)

اے میرے مرید کسی سے مت ڈر۔ اللہ تعالےٰ میرا پروردگار ہے اور اس نے اپنے

فضل وکرم سے مجھے وہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ میں اپنی مطلوبہ آرزوؤں کو پالیتا ہوں۔

(۲۰)

زمین و آسمان میں میری عظمت کے ڈنکے بجتے ہیں اور خوش بختی اور سعادت کے نقیب میرے آگے آگے رواں دواں ہوتے ہیں۔

(۲۱)

اللہ کا ہر ملک میرا ہے اور میرے زیر فرمان ہے۔ پیدائش سے پہلے ہی میرا دل اللہ نے مصفیٰ کر دیا تھا۔

(۲۲)

اللہ کے تمام ملک اور شہر جو اس نے کرۂ ارض پر بسائے میری نظر میں ہیں اور رائی کے دانہ کے برابر دکھائی دیتے ہیں۔

(۲۳)

ہر ولی کا ایک طریقہ ہوتا ہے اور میرا طریقہ سنت خیر البشرؐ کی متابعت ہے جو آسمانِ کمال کے بدر کامل ہیں۔

(۲۴)

تحصیل و تکمیلِ علوم نے مجھے مقامِ قطبیت پر پہنچا دیا اور یہ سعادت مجھے فضلِ الٰہی سے حاصل ہوئی ہے۔

(۲۵)

کون ولی اللہ میری برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے اور کون میرے تصرف و علم کی ہمسری کر سکتا ہے۔

(۲۶)

میرے مرید (خدام خلفاء) سخت گرمیوں میں روزے رکھتے ہیں اور رات کی تاریکیوں میں (نورِ عبادت سے) موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔

(۲۷)

اے مرید کسی بد باطن مخالف سے نہ ڈر کیونکہ لڑائی میں میں نہایت ثابت قدم

اور دشمن کو ہلاک کرنے والا ہوں۔

(۲۸)

میں جیل (جیلان) کا رہنے والا ہوں اور محی الدین کے نام سے پکارا جاتا ہوں اور میری عظمت و رفعت کے جھنڈے پہاڑوں کی بلند ترین چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔

(۲۹)

میں امام حسنؑ کی اولاد سے ہوں اور میرا مقام خاص ہے اور میرے قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہیں۔

(۳۰)

اور عبدالقادر میرا مشہور نام ہے اور میرے نانا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سرچشمۂ کمال ہیں۔

---

## کلام حضرت عرش آشیاں قبلہ سید فقیر اللہ شاہ بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یارب سائیاں قدرت تیری — عرض قبول کریں توں میری
بحر حقائق وچوں بخشیں — قطرہ اک خماری دا
ختم نبیاں مرسل کامل — علم لدنی دے اوہ عامل
سب نبیاں تھیں اعلیٰ اشرف — رہبر امت ساری دا
پھیر علیؑ تھوں میں جند واراں — جیہڑا ساڈیاں لیندا ساراں
لاج رکھے جس پھڑدا باہوں — درجہ ہے مختاری دا
شاہ ولایت علیؑ بہادر — فتح کیتا جس زوریں خیبر
بعد نبیؐ دے ملی امامت — صاحب منصب بھاری دا
نبیؐ علیؑ وچ فرق نہ کوئی — خبر قرآن حدیثوں ہوئی
انفسنا تے لحمک لحمی — جس دی شان پکاری دا
دو فرزند علیؑ دے خاصے — پیغمبرؐ دے ہین نواسے
بی بی فاطمہؑ دے اوہ جائے — حکم جنہاں سرداری دا
پاک نبیؐ نے ایہہ فرمایا — زہر نصیب حسنؑ دے آیا
سبزی کرگ ظہور بدن تے — ہووگ وقت تیاری دا
شاہ شہیداںؑ پیر طریقت — راہبر کامل راہ حقیقت
خاص امین رسولؐ اللہ دا — واقف سر اسرارے دا
کربل وچ شہادت پاوے — پاک محمدؐ ایہہ فرماوے
سنے عیال اطفال غلاماں — بے رحمی کر ماری دا

حضرت شاہ حسینؒ زبانی علم لدنی راز نہانی
دے اجازت زینؒ عبانوں رکھن قدم سواری دا
برحق محمدؒ باقرؒ جانو پنجواں ایہہ امام پچھانو
او گنہاراں نوں بخشاوے چشمہ فیض غفاری دا
امام محمدؒ جعفرؒ صادق عالی جس دا نانک وادک
ہر مذہب دا پیر طریقت ہادی امت ساری دا
امام محمدؒ موسیٰؒ کاظم تابعداری جس دی لازم
اہلاں پاک نبیؐ دیاں وچوں صاحب عظمت بھاری دا
علیؒ رضا محبوب الٰہی سب ولیاں دا پشت پناہی
شاہنشاہ بھی چاکر اس دے سر قدماں تھوں واری دا
غوث الاعظم عبد القادرؒ وچ حضور الٰہی حاضر
دو ہیں جہانیں روشن ناواں محی الدّین پکاری دا

## سونا بنانے کا نسخہ

ایک "بزرگ" تھے ان کے ڈیرے پر ہر وقت لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی ہر وقت لنگر جاری رہتا۔ کسی نے یہ مشہور کر دیا کہ ان کے پاس سونا بنانے کا نسخہ ہے جس پر اس سارے لنگر کا دارومدار ہے، چنانچہ ایک آدمی آپ کے پاس پہنچا اور اس کے بارے میں آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ ہاں! میرے پاس سونا بنانے کا نسخہ ہے۔ اس نے گزارش کی کہ جناب مجھے بھی بتا دیں آپ نے فرمایا، اچھا کاغذ قلم لو اور لکھ لو۔ اس بزرگ نے جو نسخہ لکھوایا وہ یہ تھا۔

"اپنے من کو اتنا مارو کہ سونا تمہیں مٹی لگنے لگے، پھر تم مٹی سے ہر چیز بنا سکتے ہو۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# سی حرف سائیں غریب شاہ

حضرت عرش آشیاں، سلطان الاولیاء، شمس الفقراء، برہان العارفین پیشوائے اہل عرفان، مقتدائے اہل ایقان، عالی جناب سید فقیر اللہ شاہ، بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ

(درگاہ عالیہ، بدو ملہی شریف)

الف

آن کے لیں توں سار میری کیوں وساریوئی درداں والیا نوں
ہتھیں لا یوئی پانی پایوئی اینہاں سکیاں ٹٹیاں ڈالیانوں
شاخاں سبز ہویاں تیرے ذکر اندر ربا پھیر میلیں اونہاں مالیا نوں
غریب شاہ کر لاوندی کونج وانگوں جدوں ویکھنی ہاں سیجاں خالیاں نوں۔

ب

باجھ تساڈڑے درس مینوں کئی برس گزرے نعرے ماردی نوں
کدی کرم کرو سیج گرم کرو سانس لباں تے آس دیدار دی نوں
روندے نین بے چین آرام ناہیں عالی ذات دا نام پوکار دی نوں
غریب شاہ سیاہ سفید ہوئی پاواں اونسیاں شگن و چار دینوں

ت

تور بیٹھی تتی آپ ہتھیں اونہاں ویلیاں نوں پچھوتاونی ہاں
خالی دیکھ مکان ویران تیرے بندی راگ وچھوڑے دے گاونی ہاں
سنجی سیج تے وانگ آزاریاں دے پئی وسدی کسے نہ بھاونی ہاں
غریب شاہ ہن آجے آونا ئمیں نہیں تے گورتیار میں جاونی ہاں۔

ث

ثابتی صدق یقین کر کے پھڑاں قدم تے دیاں دوہایاں میں
کریں ترس خدادا واسطائی جان بجھ توں کسے دی جایاں میں
تیری ہو کے دکھاندے ہار پہندے لکھ لکھ مصیبتاں پایاں میں
غریب شاہ اس عشق تھیں کھٹیا کی ایویں نج محبتاں لایاں میں۔

ج

جان میری دکھا نوچہ گھیری کدی پا پھیری لئیں سار میری
ویکھاں مکھ تیرا جاوے دکھ میرا نوشوہ گھت پھیرا ایہو وار میری
کئی برس ہوئے نہیں درش ہوئے اسیں ترس موئے رونا کار میری
غریب شاہ نگاہ دی چاہ مینوں اجے مردیاں تیک دلدار تیری۔

ج

جم کے سکھ کی پایا میں لگے دکھ نمانی نوں لکھ مائے
جمدی مار نگھار مکاندیوں نی ایسی تتڑھی دھی نوں نہ رکھ مائے
جس لایا داغ نہ بھاگ جوگی بیٹھی عشق مجاز نوں چکھ مائے
غریب شاہ جو عشق اجاڑیاں نے گلیا نوچہ چگیندیاں گکھ مائے۔

ح

حرف حکایتاں بھل گیاں جدوں عشق نے آن بیمار کیتا
لگے تیر کاری ہوئے پھٹ جاری سینہ سل کے چا دو سار کیتا
سیاں دہن متیں گوشے بیٹھ گئیں گھر باہر تھیں جی بیزار کیتا
غریب شاہ پیارے دے نام اتوں اساں مال تے جان نثار کیتا

خ

خبر ہووے ساڈے ساتھیاں نوں بدھے بھار تے اسیں تیار ہوئے
چھڑے گئے آگے صبح شام ساتھیں پہلے پور اوہ جانڈڑے پار ہوئے
ایتھے رہن دا کوئی مقام ناہیں خالی حرص تے گرم بازار ہوئے
غریب شاہ افسوس دے بھار بدھے کئی گئے تو لکھ تیار ہوئے

د

دس کھاں بات نجات والی میرے دکھڑے تدھ نورانے نی
ندی عشق دی بے کنار وچوں بڈھی وانگ ڈبے بیڑے تارنے نی
دوتی وسدے نفس شیطان دونوں تیری نال امداد دے مارنے نی
غریب شاہ غریب دے کم سارے ہتھیں اپنی آپ سنوارنے نی

ذ

ذکر ڈٹھا تیرا بہت مٹھا عالی ذات کولوں ایہو منگنی ہاں
میں ناپاک ہاں پاک ہے نام تیرا عیب اپنے ویکھ کے سنگنی ہاں
لوہا اپنے آپنوں جانیاں میں پارس نام تیرا لالا رنگنی ہاں
غریب شاہ میاں سونا صاحب دسے جدوں نال گھسوٹی دے ڈنگنی ہاں

ر

رہن وچھوڑیدی بہت مشکل کسے بُرے دے ناں مقسوم ہووے
جیہڑا وچھڑے ملے تے پھیر جانے بناں وچھڑیاں کی معلوم ہووے
آرا عشق دا سہن محال سرتے اک وار تلوار دی دھوم ہووے
غریب شاہ اوہ مویانہ جیوندا اے جد ہے عشقدی مگر ہجوم ہووے

ز

زور ناہیں رہیا وچ میرے برہوں ہڈ گوڈے سارے چور کیتے
منجے پاکے وانگ آزار یاندے ساتھوں خویش قبیلڑے دور کیتے
ہن مویاں توں باز نہ آوندا اے کہڑے ایس دے اساں قصور کیتے
غریب شاہ پیاریدے ویکھے نوں اساں دکھ تے درد منظور کیتے

س

سک تیری وچہ اک ہوئی اک صبر دا جام پلا مینوں
گلی گلی ڈھوڈیندڑی وتنی ہاں کدے شاہ اسوار ملا مینوں
نوشاہ لنگدا کنگ دا چڑہا آوے ہتھیں ٹنب کے دے جگا مینوں

غریب شاہ دے بخت بیدار ہوون راز فقر جے کریں عطا مینوں

ش

شرم تینوں میرے اوگناندی پردے گج میرے میتھوں نس ناہیں
صدقہ جد کریم دا بخشاں ایں نیکی بدی میرے کوئی وس ناہیں
تیرے نام دا آسرا رکھیا میں مزا چکھیا تے اجے بس ناہیں
غریب شاہ پیاس پیاس کر دی جام وصل دا دیکے کھس ناہیں

ص

صبر آرام حرام ہوئے میرا حال ویکھیں متوالیا وے
راتیں کالیاں جالیاں وچہ جھلاں تیرے شوق پچھے بیلا بھالیاوے
جھل چیردی ہیر ظہیر وانگوں کدے آ ملیں بھورے والیا وے
غریب شاہ فراقدی اگ لگی برہوں جان ٹھگی بھانبڑ بالیاوے

ض

ضرب لگی سینے وچہ میرے کنگن کچ دیوانگ میں چور ہوئی
پئی جھورنی ہاں اوس ویلڑے نوں جدوں اپنے اصل تھیں دور ہوئی
ڈھونڈاں وصل میں پھیر نصیب ہووے سیج عین دے نور و نور ہوئی
غریب شاہ ایہ خاک ناپاک تیری پہلے روز تھیں نظر منظور ہوئی۔

ط

طاقت رہے نہ مول ماشہ جتھے کرے واسا برہوں خون خورا
ماس کھا کے ہڈیاں رڑکدائے پچھوں خاک اڈاوندا دے زورا
کسے دوتی دے ایہ نہ پیش آوے جتھے قدم پاوے رہے غم جھورا
غریب شاہ ضعیف نحیف ہوئی سدا عشق جوانی دا دے ڈورا

ظ

ظلم کردا برہوں نہیں ڈردا گئی ظلم تھیں کوک آسمان لوکو
بازی عشق تے حسن دی لا بیٹھا پیا شور ہے وچہ جہان لوکو

ول ول ماردا عاشقاں صادقاں نوں گھائل تڑپدے پے بیجان لوکو
غریب شاہ دی داد بیدار ہوئی دیسی عالی بارگاہ حشر میدان لوکو

ع

عشق پیا میرے پیش مائے نہ کوئی خویش قبیلڑا سجھ دائی
بسمل مرغ وانگوں پئی تڑپنی ہاں بھانبڑ شوق والا بل بل بھدائی
شمع وانگ میں سوز گداز ہوئی میرے گرد پروانہ نہ رجھدائی
غریب شاہ محبوب نے خوب کیتی جگر وانگ کباڑے بھجدائی

غ

غماں نے مار کے چور کیتا میری عمر گزری دکھاں نال سیو
گیا یار وسار نہیں سار لیندا اوکھی جان میری مندے حال سیو
لوکاں بھانے ایہ عشق سو کھلڑائے بھانے عشقاندے لوہا لال سیو
غریب شاہ غریب کی حال دسے ڈھلے نین میرے کھلے وال سبو

غ

غریب کیتا مینوں عشق تیرے جدوں عشق نہیں سی تدوں لکھدے ساں
ہن منگیا خیر نہ ہتھ آوے بوہے آن بیٹھے تاہئیں گھ دے ناں
ٹٹا مان تران نہ رہیا کوئی دعوئی خودی گمان دا رکھ دے ناں
غریب عشق مجاز جے نہ ہندا عاشق عشق حقیقی نوں چکھ دے ناں

ف

فائدہ عشق دے ویعدے نی جس دے پیش آوے سوئی جاندائے
بیٹری ننگ ناموس دی ڈوب دیندا خوشی عیش سودا یا ندے ماندائے
ہتھ ٹنڈتے پنڈ پھر اوندائے لتھی چڑہی نہ مول پچھان دائے
غریب شاہ تڑتیاں چوڑ کر کے خاک کوچیاں دی پیاچھا ندائے

ق

قدم شریف دکھا مینوں دامن لامینوں دکھاں رولیاں میں

سینہ تپ کے وانگ تنور ہویا تاہیں سوز کنوں سڑ بولیاں میں
کرو مہربانی ہووے زندگانی تیرے نام سوہنے اتوں گھولیاں میں
غریب شاہ غریب کی حال دسے جھب آ پیار یا ڈولیاں میں

ک

کون سنے فریاد میری تیرے باجھ پیاریا جانیاں وے
دیویں داد مینوں کریں شاد مینوں لکھ عرض سوال سنائیاں وے
پلے دم ناہیں کوڑی کم ناہیں ہٹو ہٹ بازار وکانیاں وے
غریب عشق دے جوش بیہوش کیتی تیرے شوق پایاں گل گانیا وے

ل

لگ گیاں اکھیں جانیا نوے ہن ہٹکیاں مول نہ رہندیا نوے
تیرے درس دیدار دے ویکھنے نوں مل راہ پیاریا بہندیا نوے
تیرا ویکھ جمال نہال ہوواں صورت حال توں صاف ایہ کہندیا نوے
غریب شاہ ایہ تکدیاں تھکدیاں نہیں لکھ جھڑک مصیبتاں سہندیا نوے

م

مل بیٹھی بندی راہ تیرا چنگی مندی نوں کریں قبول سایاں
جس داماں نہ باپ نہ بھین بھائی اوہنوں آسرا رب رسولؐ سایاں
طعنے ماردا کل جہان مینوں اک برہوں دا قہر نزول سایاں
غریب شاہ اس عشق دے کٹھیانوں کتے کاں نہ کرن قبول سایاں

ن

ننگ ناموس دا لنگ کہیا انہاں عاشقاں درد رنجانیاں نوں
جنہاں جان جہان و نجادتا پے جھوردے رب دیاں بھانیاں نوں
ہتھیں اپنی زہر خریدیونے ڈھاہیں مار دے وقت وہانیاں نوں
غریب شاہ قضا جدا کیتی پے ڈھونڈ دے تھاں ٹکایاں نوں

و

وگ گئی تقدیر والی تدبیر دی پیش نہ جاوندی اے
اکھیں لگ گیاں جتھے جانیا نوے دلوں یاد نہ اوس دی جاوندی اے
متیں دہن سیاں شب و روز پیاں اکھاں سڑدیاں نیند نہ آوندی اے
غریب شاہ وصال محال دسے سبھو ہجر دی گل دسیاوندی اے

ھ

ہاریا ماریا نفس جہناں تنہاں یار دا درس دیدار کیتا
اوہناں دونوں جہان قربان کر کے سودا عشق دا وچہ بزار کیتا
لوہا دے کے لعل خریدیونے اکھیں دیکھ کے شکر ہزار کیتا
غریب شاہ ایہ علم نہ عالما نوں نبیؑ بخشیا علیؑ اظہار کیتا

لا

لنگھ گیاں سبھو پارسیاں میں اورار گھلی پچھتاونی ہاں
نیک عملاً ندی سند نہ پاس میرے کلمے پاکدی آس دھراونی ہاں
نہ میں پار گئی نہ اوارر ہی وچکار پئی غوطے کھاونی ہاں
غریب شاہ غریب نوں کون جانے تینوں جگ جانے **بندی گاونی ہاں**

الف

آب حیات پلا مینوں ایہو شوق چروکناں چامینوں
پاواں زندگی ابد آباد والی اک گھٹ جے کریں عطا مینوں
قید ہستی دی بودنا بود ہووے ہووے حق دے نال بقا مینوں
غریب عرش تا فرش مکشوف ہووے ہووے رب دا خاص لقا مینوں

ی

یار دے عشق ظہور کیتا جام مست پیتا ہستی دور ہوئی
ایہو مرتبہ عین فنا والا پھیر نال بقا معمور ہوئی
فمن کان یرجعو لقاربہ وعدہ وصل دا بات مشہور ہوئی
غریب شاہ ہن آپ نہ جاپ نائیں سر پیر تائیں نور و نور ہوئی

# شجرۂ طیبہ قادریہ نوشاہیہ

از رشحات قلم پیر سید ملک علی شاہ خلف اکبر پیر فقیر اللہ شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہما

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعت تیری کی لیاقت کیا ہے مشت خاک کو
خاک کیا ادراک کرسکتی ہے ذات پاک کو

اپنی طاقت جسقدر ہو وصف پیدا کر سکے
عشق تیرے کا سمندر جتنا تیرے تر سکے

تو ہی واحد تو ہی احد تیرا ہر جا نور ہے
نور تیرے سے جہاں سب ہو رہا معمور ہے

ازل سے جب غیر تیرا ہو نہیں سکتا کوئی
پھر شراکت سا تو تیرے کس طرح ثابت ہوئی

نورِ واحد پاک سے روشن ہوا یہ سب جہاں
رنگ مع اسماءِ صور و با خواص جسم و جاں،

یعنی تیرے نور سے بھرپور ہو کر آ گئے
اپنے اپنے وقت میں مامور ہو کر آ گئے

نبی مرسل اولیاء مامور ہیں سب صالحین
رہنمائے خلق ہیں یہ پاک سارے عاشقین

عاشقان و صادقاں کا ذکر ہے نعمائے دین
آتی ہے رحمت خدا کی عندَ ذکر الصالحین

ذکر حضرت صالحیں کا ورد رکھو صبح و شام
قادری شجرہ پڑھو آ جائیں گے سب پاک نام

بے یقینوں کو عطا ہو، گوہرِ یقین
میرے ہادی شاہ فقیر اللہ ولی نورِ مبین،

انکے ہادی عاشق اللہ قبلہ احمد شاہ ہیں
بیکسوں کی جاں پناہ ملجا و تکیہ گاہ ہیں،

انکے ہادی عاشق اللہ عم صدر الدین ہیں
سلسلۂ نوشاہی میں محکم ستونِ دین ہیں،

انکے ہادی عاشق اللہ حضرتِ عبد الغفور
عارف و صاحب ولایت باطنِ پُر نور نور

سید حافظ قائم الدین انکے ہادی رہنما
نورِ ربانی سے روشن پاک باطن ماہ لقا

انکے ہادی عاشق اللہ حضرتِ سچیارہ ہیں
انکے ہادی عاشق اللہ نوشو حاجی پیر ہیں
انکے ہادی عاشق اللہ شاہ سلیماں نور ہیں
انکے ہادی عاشق اللہ سید معروف ہیں
انکے ہادی عاشق اللہ شاہ مبارک خاص ہیں
انکے ہادی عاشق اللہ شاہ محمد غوث ہیں
انکے ہادی عاشق اللہ شاہ شمس الدین ہیں
انکے ہادی عاشق اللہ حضرتِ شاہ میر ہیں
انکے ہادی عاشق اللہ حضرتِ سید علی
انکے ہادی عاشق اللہ حضرتِ مسعود ہیں
انکے ہادی عاشق اللہ حضرتِ احمد ولی
انکے ہادی عاشق اللہ سید صوفی باکمال
انکے ہادی عاشق اللہ حضرت عبد السلام
انکے ہادی عاشق اللہ حضرت عبد الوہاب
انکے ہادی غوث الاعظم قطبِ ربانی ہوئے
عاشق اللہ معرفت میں بوسعیدِ اولیا
انکا ہادی عاشق اللہ علی قرشی پاک ہے
انکے ہادی عاشق اللہ بوالفرح طرطوس ہیں
انکے ہادی عاشق اللہ ابوالفضل باخدا
انکے ہادی عاشق اللہ شیخ شبلی مقتدا
انکے ہادی عاشق اللہ حضرت جنید پیر
انکے ہادی عاشق اللہ سری سقطی باخدا
انکے ہادی عاشق اللہ حضرتِ معروف ہیں

معدنِ علمِ حقیقت مخزنِ اسرار ہیں،
طالبوں کے رہنما ہیں بیکسوں کی دستگیر ہیں،
عشق کے میداں طوئی میں شعلۂ کوہ طور ہیں
عارف و صاحب کرامت اولیاء موصوف ہیں
اُنچ میں ان کا روضہ لوگ انکے داس ہیں
جدِّ امجد غوث الاعظم غوث ابن الغوث ہیں
قبلہ کعبہ آپ کے روشن ستونِ دین ہیں
ابوالوقت و خضر ثانی خلق کے یہ پیر ہیں،
باسخاوت باکرامت در خفی و در جلی
مالکِ تاجِ کرامت منتہی مقصود ہیں
نورِ وحدت سے مجلّٰی باغِ وحدت کی کلی
ہم معظم ہم مکرم در جنابِ ذو الجلال
ماسوائے اللہ سے تارک اور ہیں عالی مقام
مالکِ خرقہ ولایت ہیں خلف عالی جناب
قبلہ کعبہ آپ کے محبوبِ سبحانی ہوئے
دردست در علم حقیقت ہیں یہ محبوبِ خدا
روحِ اقدس آپ کا سیاحِ افلاک ہے
در شرابِ شوقِ وحدت ہر نفس مانوس ہیں
برگزیدہ منتخب ہیں در جماعتِ اولیاء
صاحبِ فضل و کرامت در عبادت بے ریا
ولیٔ عالی قطبِ کامل ہیں اما واحد بے نظیر
فیض بخشِ ہر دو عالم طالبوں کے رہنما
کرخ میں ہے انکا روضہ اولیا موصوف ہیں

قطبِ ہشتم انکے ہادی ہیں رضا موسیٰ امام
آلِ پاکِ مصطفےٰ صلّو علیہ والسلام

قطبِ ہفتم قبلۂ دیں موسئ کاظم امام
آلِ احمد مجتبیٰ صلّو علیہ والسلام

قطبِ ششم قبلۂ دیں جعفرِ صادق امام
آلِ ختم المرسلیں صلّو علیہ والسلام

قطبِ پنجم قبلۂ دیں حضرتِ باقر امام
آلِ ختم الانبیاء صلّو علیہ والسلام

قطبِ چہارم قبلۂ دیں حضرتِ عابد امام
آلِ سرورِ دو جہاں صلّو علیہ والسلام

امامِ ثالث قطبِ عالم شہنشاہِ کربلا
بنائے لا الٰہ است، محافظِ دینِ خدا

سرورِ شہدائے اکبر المدد صابر امام
شافعِ روزِ جزا صلّو علیہ والسلام

قطبِ اوّل قبلۂ دیں شاہ حسن ثانی امام
واقفِ سرِّ نہاں صلّو علیہ والسلام

شاہِ ولایت نورِ حق مولا علی اوّل امام
وارثِ علمِ نبی صلّو علیہ والسلام

یا رسول اللہ پلا دو عشق کا پُر کر کے جام
مست ہو پڑھتا رہوں صلّو علیک والسلام

آپ ہیں محبوبِ حق منظور ہیں عالی جناب
خذ یدی و شفع لنا یا سیدی یوم الحساب

عرض کرتا ہے یہ خادم آپ کا ملکِ علی
بندۂ درگاہِ والا ہے بااخلاصِ دلی

یا الٰہی برکتِ اسمائے پیرانِ عظام
خاتمہ بالخیر ہو سب کام ہوں حسب المرام

جاری ہو ہر دم زباں پر کلمۂ توحید ہو
انتَ ھو یا ھو ھو الھو انتَ ھو یا انتَ ھو

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ

# سی حرفی ---- ناصر

(جناب قبلہ و کعبہ حضرت سید ملک علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ' المتخلص ناصر)

(الف)

ائیکے خوباں دی فوج ساڈا تیغ حسن کولوں دل فگار کیتا
ترک نیناں دے تے تیر پلک والا طرفہ عین تھیں سینیوں پار کیتا
بسمل مرغ دی ہوئی مانند گھائل زخمی آن مینوں شہسوار کیتا
ناصر نال آرام دے بیٹھیاں نوں برہوں دھا سانوں بیقرار کیتا

(ب)

بس ہوئی ساڈی زندگانی زخم عشق دے تھیں خون چکدا اے
درداں نال میرا رنگ زرد ہویا دل دارالشفاء نوں سکدا اے
نالے ہجر معشوق بیمار کیتا دوجا طعن مینوں ہر اک دا اے
ناصر یارنوں آکھ خرید کر لے تیرے نام اتوں اج وکدا اے

(ت)

ترس نہ آوندا یار تائیں سانوں درس توں پیا ہٹاوندا اے
ظلم ہجر تے جور جفا کولوں ساڈی زندگی پیا مٹاوندا اے
نت پھرے رقیب دے نال خونی میرا نفس حیات گھٹاوندا اے
ناصر زندگی تھیں ہن مرن چنگا زہر غیرت دا یار چٹاوندا اے

(ث)

ثمن ہویا جلوہ یار دے دا جان عاشقاں درد رنجانیاں دی
آکھن نال خوشی عاشق جان حاضر کوئی کوک نہ سنے نمانیاں دی
ثابت قدم ہو کے درتے پئے پھڑکن نہ کوئی خبر لے عشق ستانیاندی
ناصر ہوش دے نال توں سمجھ باتاں ایہو قدر ہے مفت وکانیاں دی

(ج)

جنھاں تے یار نے نظر ڈالی اوہ تے غیر خیال بھلا بیٹھے
تختی قلب دی تے نقش یار والا وچ باطن دے خوب جما بیٹھے
دنے رین تصور دے وچہ رہندے پشت گردن دی اوہ جھکا بیٹھے
ناصر اوہناں دے بخت بیدار ہوئے جہڑے یار تائیں سینے لا بیٹھے

(ح)

حکم محبوب دا من لینا بھاویں نفع ہووے تے بھاویں نقصان ہووے
دست بستہ حضور دے وچہ رہنا بھاویں غدرتے بھاویں امان ہووے
نفع باطن دا ہے ایہو عاشقاں نوں بھاویں ظاہرا بہت زیاں ہووے
ناصر کریں قبول توں جان سیتی جو کجھ دلبراں تھیں فرمان ہووے

(خ)

خیر ہووے طرف سجناں دی کیہا اساں نوں دلوں بھلایا نے
پہلاں عشق دکھا آسان سانوں ہن خاک دے نال ملایا نے
رسم بے وفائی تے عمل کر کے بھانویں ہور کتے دل لایا نے
ناصر عاشقاں نوں سحر حسن دے تھیں کیہیا گھول تعویذ پلایا نے

(د)

دلبراں دے حسن دیکھنے نوں اسیں جان کے خانہ بدوش ہوئے
کویں یار دے وچہ حضور رہئے مہربان ہو کے پردہ پوش ہوئے

کدی پھردیاں تردیاں یار ساڈا بھلا نال ساڈے دوشا دوش ہوئے
ناصر وصل والا دن اوہ جانی جدوں نال تیرے بادہ نوش ہوئے

(ذ)

ذرا کو چشم محبوب دی تھیں عکس مہر والا اظہار ہویا
سیل ہجر تے بحر فراق وچوں یارو روح ساڈا اج پار ہویا
کوکب بخت والا برج سعد دے تھیں اج آن بھاویں مددگار ہویا
ناصر وصل دا جام پلا جلدی ہن تے شوق دا گرم بازار ہویا

(ر)

رین جدائی دی سخت آئی پئی وہن لے رہڑ دی جاونی ہاں
نہ اورار رہی نہ میں پار گئی وچہ گھار پئی غوطے کھاونی ہاں
کشتی بان ہو کے جے محبوب آوے موج غماں تھیں پار ہوجاونی ہاں
ناصر دکھاں دی کوک میں یار تائیں رو رو کے پئی سناونی ہاں

(ز)

زہر پیا لڑا عشق والا تتی گھول ہتھیں آپ نوش کیتا
ذمہ ایس دے وچہ نہ غیر دا اے میری اپنی طبع نے جوش کیتا
لوں لوں دے وچہ ہن دھاگیا سانوں ہوش تھیں چا بے ہوش کیتا
ناصر ایہو شکایت یار دی ہے جہڑا اوس سانوں فراموش کیتا

(س)

سکنی ہاں مکھ دیکھنے نوں کوئی شاہسوار ملا دیوے
وہڑے اجڑے ایس مخزون دے نوں باغ حسن دے نال کھلا دیوے
ساقی مست سرشار خمار والا ہتھیں اپنی جام پلا دیوے
ناصر وانگ پتنگ نثار ہوواں جدوں حسن دی شمع جلا دیوے

(ش)

شام ہوئی نہیں شام آیا دل مثل چراغ دی جلن لگا
ایس چنگ چواتڑی عشق دی تھیں ہن جسم سارا میرا بلن لگا
دیگ شوق والی جوشا جوش ہوئی باقی جان والا مغز گلن لگا
ناصر عشق خونی تیرے پیش پیا انہاں سختیاں توں کدوں ٹلن لگا

(ص)

صبر نہ آوندا یار باہجوں دل دی واگ میرے ہتھوں دور ہوئی
سولاں سل کے جان حیران کیتی انتظاری دے سنگ تھیں چور ہوئی
سینہ تپ کے گرم تنور ہویا سوز عشق تھیں جان منور ہوئی
ناصر جان جھڑے ثابت قدم رہے سختی انہاندے سراں توں دور ہوئی

(ض)

ضرب فراق محبوب دے تھیں دل چاک ہویا' میں بیمار ہوئی
دارو دین طبیب عجیب سارے صحت مرض تھیں نہ تل بھار ہوئی
فنجنوش ابریشماں صندلاں تھیں ہتھوں آ کے طبع لاچار ہوئی
ناصر دیہ دیدار بیمار تائیں ہن تے مرن کولوں پرلے پار ہوئی

(ط)

طلب محبوب دی وچہ پھراں صبح شام ناہیں مینوں چین مائے
جھل چیر دی ہیر ظہیر وانگوں کھلے کیس اتے ڈھلے نین مائے
آہیں عشق تھیں جا فلک پہنچے اچی رونیاں کر کر وین مائے
ناصر باجھ نہیں میری جان رہندی پئی تڑفنی ہاں دن تے رین مائے

(ظ)

ظلم معشوق تھیں جان عاشق نال غماں دے آ حیران ہوئی
صدمے ہجر تے درد فراق کولوں میری زندگی ناتوان ہوئی
پہلی نظر محبت دی یار والی ہن تے آن کے تیغ بران ہوئی

ناصر جور جفا محبوب دے تھیں سینہ چاک ہویا زخمی جان ہوئی

(ع)

عشق دے جوش بے ہوش کیتا رہی ہوش نہ کوک سناونے دی
میں تے سخت بیمار رنجور ہویاں طاقت مول نہ دکھ اٹھاونے دی
محرم راز جے حال دا ملے مینوں کراں عرض میں یار مناونے دی
ناصر ہور حکایتاں چھوڑ سبھے کتوں خبر لے ماہی دے آونے دی

(غ)

غیرت ہے جالدی جان میری جدوں نال غیراں پیا ہسدا اے
رشک دیکھے عاشقاں صادقاں نوں واگ صبر والی ہتھوں کھسدا اے
دوروں رمز کنائے تھیں کرے الفت جے میں کول بیٹھاں دلبر نسدا اے
ناصر کرے جے عرض وصال والی گوشے ابروواں تھیں تیر کسدا اے

(ف)

فضل رحیم کریم والا جے کر آن ہووے گنہگار تائیں
ملے یار تے دکھڑے دور ہوون تاں قرار آوے بیقرار تائیں
کراں عرض میں کل مصیبتاں دی بھلا رحم آوے غمخوار تائیں
ناصر سخت ہے موت تھیں انتظاری جا کے حال پچھو انتظار تائیں

(ق)

قرب محبوب دا بہت مشکل تاب حسن دی کون لیا سکے
کوچہ یار ہے تمقہ دیوار جیسا بھلا کون اوتھے جھات پا سکے
جیکر شعلہ کوہ طور دا ظاہر ہووے صاحب ہوش دا کون اٹھا سکے
ناصر دس خورشید دی روشنی نوں کہڑا دامن دے ہیٹھ چھپا سکے

(ک)

کی دساں بات عشق والی اچن چیت ایہ پائے زنجیر ہویا

چنبڑ گیا سانوں گل دا ہار ہو کے کیہا سخت یارو دامن گیر ہویا
ایتھے عقل قیاس نہ پیش جاوے ڈاواں ڈول پھراں بے تدبیر ہویا
ناصر چھیڑ کے ایس بلا تائیں نال غماں دے آ دلگیر ہویا

(ل)

لکھ کے عرضیاں چیریاں نوں خدمت یار دی وچہ میں گھلنی ہاں
نہیں نال جواب دے یاد کردا ایسے فکر کولوں نت جلنی ہاں
کیہا پیا نے جیا نوں کٹھن کیتا دکھ برہوں دے جان تے جھلنی ہاں
ناصر پھراں جھلی پچھاں راہیاں نوں سوہنے یار والا رستہ ملنی ہاں

(م)

منوں وسار نہ یار مینوں ایہو عرض میری کویں یاد ہوواں
گھلیں سکھ داجے پیغام کوئی تائیں اجڑی پھیر آباد ہوواں
مہنے خلق تے جھڑک ملامتاں تھیں ایس زندگی وچہ آزاد ہوواں
ناصر باہجہ تیرے ہور کدھے اگے دس جا کے بیداد ہوواں

(ن)

نام لے لے تیرا جیونی ہاں ایہو دین تے ایہو ایمان میرا
ایہو دولت تے مایہ ہے پاس میرے ایہو پونجی تے ایہو سامان میرا
تیرے درس دیدار دی خواہش مینوں ایہو عرض تے ایہو بیان میرا
ناصر لا سینے اگ سرد ہووے مٹے سوز تے درد تپان میرا

(و)

واقف محرم حال دائیں ہن پرت واگاں میں بے حال ہوئیاں
نہیں گھلدا سکھ سنیہاں کوئی بھاویں دلوں میں خواب خیال ہوئیاں
گوشے بیٹھ دکھی زاری کرنیاں میں اکھیں روندیاں روندیاں لال ہوئیاں
ناصر کون سنے فریاد میری تیرے باہجہ میں خاک مثال ہوئیاں

(ہ)

ہار سنگار دلدار باجھوں زہری ناگ ہو کے ڈنگ ماردے نے
پیچ مار وانگوں پیچ تاب اندر زیور زیب مینوں بس چاہڑدے نے
سونا روپا تے ماڑیاں محل مندر کل خاک تودے بناں یاردے نے
ناصر سیج تے باغ گلزار سنے سارے طالب درس دیدار دے نے

(ی)

یار دا حسن جمال جدوں پردے باطن تھیں جلوہ نما ہویا'
فکر وہم خیال اغیار والے سب دور کر کے یکتا ہویا
حق عاشقاں دے عشق ناز ہو کے **یحرق ماسوے اللہ** ہویا
ناصر محو شہود بالذات ہو کے جان جاناں دی نال بقا ہویا

# سی حرفی ---- سائیں لوک

## (جناب قبلہ و کعبہ حضرت سید ملک علی شاہ

رحمتہ اللہ علیہ المتخلص سائیں لوک)

(الف)

اک اونکار نربھے اللہ ات پت نال قدرت سنسار کیتا
آپے آپ نہ دوسرا ہور کوئی پورن برہم آدم جنم دھار لیتا
آپے وید قرآن تعلیم دے کے آپے اپنا آپ اظہار کیتا
سائیں لوک اکاش پتال اندر اپنے نور دا کل پسار کیتا

(ب)

بود رنگین کئی روپ اندر آپے روپ سروپ نوں دھار آیا'
اندھ دھند تے گھوپ اندھار وچوں اجل ہو آپے کرن ہار آیا'
کتے رام کرشن تے نوحؑ موسیٰؑ بن نبی احمدؐ مختار آیا
سائیں لوک ایہ گنج اسرار مخفی بناں پیر کھلن دشوار آیا

(ت)

تیرتھ گنگا تے حج مکہ مانس دیہ وچہ گورو کراوندا اے
پٹ اندر دے کھول وکھاویندا جہڑا تیر تھیں نظر نہ آوندا اے
رنگ وچہ توحید رنگین کر کے پردہ دوئی دا دور ہٹاوندا اے
اپچ پیچ اس گٹھڑی دے کھول سائیں گورو وچوں ای لعل وکھاوندا اے

(ث)

ثابت ہو توحید اندر دلوں غیر دی پرپت نوں توڑ بھائی'
مزہ یار دے ملن دا تدوں آوے بہیں کل ولوں مونہہ موڑ بھائی
مایا موہنی استری پت دھیاں ایہناں ساریاں دی حرص چھوڑ بھائی
سائیں لوک جے دنیا دی قید وچوں چاہیں چھٹنا گورو نوں ٹور بھائی

(لہ)

گورو باہجہ نہ دھرم اپدیش ملے گورو باہجہ نہ گیان کوئی گاوندا ئی
گورو باہجہ نہ آتما وس ہندا گورو جنم دی میل ونجاوندا ئی
پاپ کھوٹ سریر دے دور کردا جدوں مہر دے دھیان وچہ آوندا ئی
چھڈیں چرن نہ گورو دے سائیں لوکا گورو سری بھگوان ملاوندا ئی

سوانس اک جو گرو دا دھیان دھارے کئی کوٹ اپراہد دے کٹدائی
لالچ لوبھ تے موہ ہنکار ویری مڈھوں ایہناندی بیخ نوں پٹدا ئی
راج بھاگ تیاگ کے راجیاں نے سودا ڈھونڈیا گورو دے ہٹدا ئی
سدا داس رہیں گورو دا سائیں لوکا کڈھ نرگ تھیں سورگ وچہ سٹدائی

(ج)

جنہاں نے سیس قربان کیتا اگے گورو دے' اوہ نہال ہوئے
پیکے پریم پیالڑے عشق والے' دیا گورو دے تھیں لالو لال ہوئے
دکھ درد دور ہوئے سکھ آن ملے یار لا چھاتی مست حال ہوئے
گورو دین دیال وقار ملیا سائیں لوک دے بھاگ کمال ہوئے

(ج)

جسم خاکی اوپر عرش پونچا دیکھ عشق دا ایہ ظہور بھائی'
عشق طور پہاڑ نچا دتا جانیں مرتبہ عشق دا دور بھائی
ترک ماسوی اللہ دی تاں ہووے اندر عشق دا بلے تنور بھائی
سائیں عشق پرواز دی دے طاقت خاکی جسم کردا نورونور بھائی

(ح)

حکم نہ منّا نفس ظالم تیشہ رکھنا جان تے قہر دا ئی
ایس نفس نوں موڑنا لذتاں تھیں نت نواں وہاجنا ویر دا ئی
وچہ ام الکتاب دے فکر کرنا سیر بناں کشتی ڈونگے بحر دا ئی
سائیں عشق دی لگن آسان پہلاں دم ہجر والا پیالہ زہردا ئی

(خ)

خواریاں ساریاں نفس ظالم جو مغلوب اس دے غیر آباد جانیں
جنھاں جانیاں دنیا نوں خاص جیفہ قید نفس تھیں اوہ آزاد جانیں
صبر شکر دی جنھاں گلیم پہدی فاقے فقر دے وچہ دلشاد جانیں
سائیں جیتا جنھاں نے نفس ظالم' غازی پہلوان بامراد جانیں

(د)

دوئی نوں دور کر ویکھ طالب پتلے خاک وچہ کون ہے حکم کردا
نور ذات حقیقی دا وچہ تیرے رستے پیر دے محو کر غیر پردا
رنگ وچہ توحید رنگین ہو کے درشن یار دا پالے نیک مردا
سائیں نفس دا جنگ جہاد اکبر صادق سورماں ایس وچہ قدم دھردا

(ذ)

ذوق تے شوق دا وچہ دل دے میرے پیر چراغ جلا دتا
جہڑا شرق تے غرب دے وچہ ناہیں روغن اوس زیتون دا پا دتا
حلے عشق صبا دے لا میرا غنچہ قلب دا خوب کھلا دتا
سائیں لوک تے پیر نے کرم کر کے **یومنون بالغیب** دکھا دتا

(ر)

رنگ سب اوس بے رنگ دے نی **صبغتہ اللہ** پڑھ نال یقین بھائی
صورت نور تھیں چمک دا نور اللہ جو کجھ آسمان وچہ زمین بھائی

اول آخر اتے باطن ظاہر ایہو' ایہو خاص ہے عین یقین بھائی
سائیں سمجھ توحید دی ہے مشکل جنہاں سمجھ آئی کامل دین بھائی

(ز)

زینت چاہیں جے توں دین دنیا وچہ سلسلے قادری آ یارا
ذکر شغل اوراد تھیں لے حصہ مزہ عشق حقیقی دا پا یارا
رنگن غوث اعظمؒ ہور رنگناں تھیں اعلیٰ کئی حصے صدہا یارا
سائیں عشق حقیقی دا فیض دریا اندر آ جلدی غوطہ لا یارا

(س)

سمجھ یقین دے نال بھائی **نحن اقرب** تھیں کون نزدیک رہندا
**فنفخت فیہ من روحی** رب اپنے روح تھیں روح کہندا
آیت پڑھو ثانی محکم ساری تریں نال تردا بہیں نال بہندا
سائیں سر انسان ہے خاص میرا سر میں ہاں اوسدا رب کہندا

(ش)

شان سارے روح الاعظم دے نی جہڑا عالم دے وچہ معمور ہویا
امر اجر بن کے آیا رب ولوں رسم جسم تھیں صاحب ظہور ہویا
رتبے علوی تے سفلی دے وچہ آپے کتے نار ہویا کتے نور ہویا
سائیں عسر تے یسر دے وچہ پھسیا جدوں اپنے اصل تھیں دور ہویا

(ص)

صاف کر لے شیشے قلب دے نوں جب ماسوا اللہ تھیں خوب بھائی
گوشے بیٹھ دھیان لگا اندر ویکھیں اپنا خاص مطلوب بھائی
نفی اپنے آپ دی کریں ہر دم رہیں آپ نہ رہے محبوب بھائی
سائیں یوسفؑ مقصود دا ملے تاہنیں ہجر ہووے جے وانگ یعقوبؑ بھائی

(ض)

ضرر زبان تے نال ہتھاں دئیں ذرا نہ کسے کنگال تائیں
رنج دوسرے دا سمجھیں رنج اپنا پچھیں دلوں غمگین دے حال تائیں
تیرے پاس لے کے آوے درد دل جو کریں اوسدا درد کمال تائیں
سائیں حال وارد ہووے خلق خدمت ورنہ رب نہیں جاندا قال تائیں

(ط)

طالبا بیٹھ کے وچہ گوشے ہر دم یار حقیقی نوں ویکھ یارا
محو، ہو تصور دے وچہ ایسا دل وچہ غیر دی رہے نہ میخ یارا
تن تانبا تے نام اکیسر جانیں اتے سٹ کے ویکھ لے لیکھ یارا
سائیں جدھے ہر دے ہر وسدائے اوہنوں سوہندا فقر دا بھیکھ یارا

(ظ)

ظاہر ابنھ حواس خمسہ گوشے بیٹھ۔اندر دلوں دھیان دھاریں
اک یار والی کھلی رہے طاقی ہور گرد چوفیردے طاق ماریں
وچہ نفی اثبات دے کریں ہمت ایس کوششوں کدے نہ مول ہاریں
سائیں یار دے روپ انوپ اتوں مال دھن سارا جسم جان واریں

(ع)

عشق حقیقی دا مست بادہ حضرت علیؑ نوں نبیؐ پلا دتا
پردہ غیر اغیار دا دور کر کے گنج مخفی دا راز بتا دتا
دست شاہؐ ولایت دا پکڑ سرورؐ عین نال یداللہ ملا دتا
سائیں علم لدنی دا علیؑ مظہر سرورؐ پاک نے صاف فرما دتا

(غ)

غیر نہ دوسرا ہور جانیں متاں قرب محبوب تھیں دور ہوویں
کمرہ عیش آرام دا تج آپے جنگل جہل دے وچہ رنجور ہوویں

بام خودی غرور تھیں آ نیچے متے ڈگ اتوں چکنا چور ہوویں
سائیں رحم کرے جدوں رحم والا عالی بارگاہ وچہ منظور ہوویں

(ف)

فیض محمدیؐ عاشقاں تے سایہ مثل ہما دی ہے کردا
طالب بحر عمیق توحید اندر زیر سائے نبوت دے ہے تردا
امرت ابدالاباد دا پی عاشق پریم نگر دے باغ وچہ قدم دھردا
سائیں اپنا آپ نہ جاپ اوتھے اندر باہر دسے روپ ہری ہردا

(ق)

قرب محبوب دا پا عاشق دنیا دون دی حرص تھیں پاک ہویا
**لا الٰہ** تھیں غیر نہیں ہور کوئی **الا اللہ** دے وچہ ادراک ہویا
ہو ہو دے ذکر تھیں وچہ گھڑدے روز ازل والا ثابت ساک ہویا
**من عرف** تھیں سائیں رب لبھا پورا حکم ایہ صاحب لولاک ہویا

(ک)

کرب بلا دی ابتلا دے بھارے بھار امامؑ قبول کیتے،
خادم بھائی بھتیجے تے جگر گوشے نذر مولا فرزندؑ بتولؑ کیتے
درجے خفی تے جلی شہادتاں دے اپنے رب تھیں اوہناں حصول کیتے
سائیں وحی الٰہی مصائباں دے حال پیش بیان رسولؐ کیتے

(ل)

لعل پوشیدہ ہے وچہ تیرے اہدے پاونیدا علم پڑھیں بھائی
پتہ لعل دا خاص جو دے تینوں سر اوسدے قدماں تے دھریں بھائی
سبق صدق دا سکھ استاد کولوں ہر دم یاد اندر محنت کریں بھائی
سائیں طے کر کے منزل مرحلے نوں اوپر جا معراج دے چڑھیں بھائی

(م)

مورچے قلعے دے قائم کر کے پاسبانی دے وچہ بیدار رہنا
نامدار اسوارنی پنج دشمن قلعے اپنے وچہ ہوشیار رہنا
پنجتنؑ پاک دے زیر کمان ہو کے وچہ حکم صاحبؑ ذوالفقار رہنا
زرہ نام دھیان دی پہن سائیں بالمقابل دشمن باہتھیار رہنا

(ن)

نقل تے عقل دے نال اپنا رب پاک نہ کسے نے پایا ئی
جہڑے علم دی کنہ تھیں رب لبھدے ضائع انہاں نے وقت گوایا ئی
بناں عاشقاں صادقاں عارفاں دے رب کسے نہ مول دکھایا ئی
مونہہ اپنے دا حسن قبح سائیں بناں شیشیوں نظر نہ آیا ئی

(و)

واسطے دا رستے رب اندر پیر کامل دا ہونا ضرور جانیں
چاہیے ڈھونڈنا حاذق طبیب اس نوں جہڑا مرض دے وچہ رنجور جانیں
با آرام سواری تے پہونچدائے جہڑا سفر لمبا بہت دور جانیں
سائیں جنہاں پیتا بادہ ساقی کولوں عین صادق اوہ مست مخمور جانیں

(ہ)

ہادی اللہ مثل باغباں دی خادم شور شیریں دونویں کھیت جانیں
بیج کیسر دا نام دھیان مولیٰ اگدا نہیں وچہ شور تے ریت جانیں
زمین ناقص اندر محنت باغبان دی ضائع ہندیئے بیج سمیت جانیں
سائیں نور نبوتؐ دا بیج سرورؐ ہرجا بویا نال ہیت جانیں

(لا)

لگ گیا جنہوں عشق مولیٰ وچہ ظاہر تے باطن دے نور ہویا
جہڑا سی گمنام تے نالے مفلس دولت عشق دی پا مشہور ہویا

پنجے عیب شرعی ہووے بھاویں کوئی دامن لگا تے اوہ منظور ہویا
سائیں کتب سماوی دے وچہ قصہ اہناں عاشقاندا مسطور ہویا

(الف)

ایس وجود شہود اندر؟ ویکھیں غور دے نال یکسو ہو کے
چشم گوش بنی ہوٹھ بند کر کے ڈھونڈیں یار نوں کوبکو ہو کے
اگے دلی دے تخت تے ہئی بیٹھا شاہنشاہ تیرا ماہ رو ہو کے
سائیں یار اگے گریں وچہ سجدے ہمہ تن سارا موبمو ہو کے

(ی)

یاد اللہ ہر دم یاد اللہ ساڈی یاد اللہ رہے یاد یارا
ایہہ مسافر خانہ دنیا چند روزہ سدا رہیا نہ کوئی آباد یارا
جنہاں دنیا دے نال پریت لائی کردے گئے فریاد یارا
سائیں یار دے نال تیار بیٹھا ہو کے ابدالاباد دلشاد یارا

(گ)

گورو پچھانئیں سوئی پورا وچوں اپنا آپ دکھا دیوے
ان بھئے نیتیر کھولکے تے جنم مرن دا بھرم گوا دیوے
تسبی سمرناں پاٹ گیان منتر دندکتھاتھیں جان چھڈا دیوے
کس کم ہے گورو اوہ سائیں لوکا نرا بھیکھ دا بوجھ چکا دیوے

(ن)

نیست ہو کے مزہ ہست پاویں پھیر مست شراب طہور دائیں
ساقی جام باقی بھربھر دے تینوں نازنین توں حور قصور دائیں
فانی جسم نوں رکھ فنا اندر باقی ویکھ عارف پتلا نور دائیں
سائیں کریں ہر دم قطع سفر منزل بہنا پلک ناہیں راہی دور دائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# شجرہ طیبہ قادریہ نوشاہیہ

(از رشحات قلم قطب الاقطاب سید سید حسین قبلہ رحمتہ اللہ علیہ)

۱ رحم کر یا ربّ تو احمدؐ مجتبےٰ کے واسطے
حضرت ختم الرسلؐ خیر الورا کے واسطے

۲ استغیثک ربنا فی کل ضر مسنی
سرور ثقلین شاہ انبیاء کے واسطے

۳ ہر نفس محتاج رحمت کا ہوں تیرے یا اللہ
فاغننی عمن سواک مصطفےٰؐ کے واسطے

۴ دور کر رنج والم فضل و کرم سے اے خدا
بضعۃ عبدالنبی خیر النساءؓ کے واسطے

۵ کر میرے دل کو منور معرفت کے نور سے
اعراف الرفاء علیؓ مشکل کشا کے واسطے

۶ بے کس مسکین کو صبر و تحمل کر عطا
شاہ حسینؓ مسموم سخی الانبیا کے واسطے

۷ یا الٰہی آب رحمت سے مجھے سیراب کر
عاطش صحرائے غربت جان فدا کے واسطے

۸ رکھ مجھے اپنی عبادت میں ہمیشہ مشغل
شاہ زین العابدینؑ فخر عبا کے واسطے

۹ دہ مجھے علم لدنی حضرت باقرؑ امام
جامع علم نبیؐ کامل ہدا کے واسطے

۱۰ دلمین ہوے میرے یقین جاری زبان پر صدق ہو
جعفر صادقؑ امام راہ صفا کے واسطے

۱۱ رکھ پناہ اپنی میں مجھ کو نفس و شیطان سے مدام
حضرت موسیٰ کاظمؑ مقتدا کے واسطے

۱۲ اپنی رحمت سے مجھے محتاج غیروں کا نہ کر
آنجناب فضل کل موسیٰ رضاؑ کے واسطے

۱۳ ظاہر و باطن کی حاجت جلد تر کر دے روا
حضرت سیّد تقیؑ پُر اتقا کے واسطے

۱۴ دہ خوشی دل کو میرے اور ظلمت غم سے نکال
نور حق نقیؑ صاحب ضیاء کے واسطے

۱۵ دستگیری کر میری اذر دور کر دشمن تمام
پیشوائے دین حسنؑ صاحب لوا کے واسطے

۱۶ رکھ مجھے ثابت قدم اندر صراط مستقیم
مہدیؑ و ہادی مکمل مہتدے کے واسطے

۱۷ کر غنی نعمت محبت اپنی سے یا رب مجھے
شاہ جیلانیؒ اغنے الاغنیاء کے واسطے

۱۸ بارگاہ میں تیری یا رب آ کھڑا سید حسین
رحم کر اب اپنی ذات کبریا کے واسطے

۱۹ فضل کر یا رب محمدؐ مصطفےٰ کے واسطے
سید الکونین احمدؐ مجتبےٰؐ کے واسطے

۲۰ کر گناہ سے پاک میرا نامہ اعمال کا
اس جناب فاطمہؑ خیر النساء کے واسطے

۲۱ حل کر مشکل میری کو یا آلہ العالمین
حیدرؑ کرار ہم مشکل کشا کے واسطے

۲۲ یا الٰہی واسطے نبیؐ کی آلؑ کے
حضرت شبیرؑ صاحب بالوا کے واسطے

۲۳ دو جہان کی کر مجھے عزت عنایت خدا
سید الشہداؑ شہید کربلا کے واسطے

۲۴ بخشدے مجھ کو الٰہی سب میری تقصیر کو
وہ ہدایت حسن بصری باصفا کے واسطے

۲۵ رات دن وہ شوق ذکر نام اپنے کا مجھے
اس حبیب عجمی جناب باتقا کے واسطے

۲۶ راہنمائی کر مجھے اپنی طرف یا ذوالجلال
حضرت داوٗد طائی باوفا کے واسطے

۲۷ گرچہ ہوں میں سربسر دریا گناہوں میں غریق
بخشدے معروف کرخی با عطا کے واسطے

۲۸ کر محبت نام اپنے سے میرا سینہ صفا
سری سقطی پیر کامل باہدا کے واسطے

۲۹ دے مجھے اپنی عنایت سے سعادت دو جہاں
حضرت جنید مرشد بے ریا کے واسطے

۳۰ ساقیٔ کوثر مجھے تو جام وحدت کا پلا
حضرت بوبکر شبلی با حیا کے واسطے

۳۱ فضل اور لطف و کرم سے دے فضیلت تو مجھے
بوالفضل ہم فاضل صاحب عطا کے واسطے

۳۲ فرحت دل مجھ کو دے لطف و کرم سے یا خدا
حضرت بوالفرح طرطوسی رضا کے واسطے

۳۳ دور کر سب رنج دل کا ہے سخت مجھ پر بیکسی
حضرت بوالحسن ہادی بالقا کے واسطے

۳۴ دل میں ہو شوق محبت نام تیرے کا مجھے
وہ لقا اس بو سعید بالقا کے واسطے

۳۵ اک نظارے کا کھڑا مدت سے ہوں امیدوار
شاہ محی الدینؒ محبوب خدا کے واسطے

۳۶ ہو رہا سرمست اک جام محبت سے جو میں
حضرت عبدالوہاب مدعا کے واسطے

۳۷ دشمنوں پر سب جگہ دے مجھ کو نصرت یا آلہ
شاہ نصیر الدین تاج اولیا کے واسطے

۳۸ بغض اور کبر و حسد سے کر میرا سینہ صفا
حضرت سید صوفی جناب باصفا کے واسطے

۳۹ حاجتیں دل کی میری یا رب تعالیٰ کر روا
سید احمدؒ اس ولی حاجت روا کے واسطے

۴۰ دہ پناہ مجھ کو رقیبوں دشمنوں سے ہر طرح
حضرت مسعود غازی راہ خدا کے واسطے

۴۱ آرزویں ہوویں میرے دل کی نصیب
حضرت سید علی مشکل کشا کے واسطے

۴۲ راہبر راہ الٰہی واقف اسرار غیب
حضرت شاہ میر مرشد رہنما کے واسطے

۴۳ میں غریب اور ناتواں ہوں کر مدد جلدی میرے
شاہ شمس الدین صوفی اصفیاء کے واسطے

۴۴ مستغیب آ کر کھڑا ہوں ظلم نفس اپنے سے میں
حضرت شاہ محمدؐ غوث جو شاہ و گدا کے واسطے

۴۵ ہوں مبارک دین اور دنیا کی سب نعمت مجھے
حضرت شاہ مبارک مقتدا کے واسطے

۴۶ عارفوں میں کر مجھے معروف یا معروف تو
حضرت معروف مست بالوا کے واسطے

۴۷ رنگ دے دل اور جگر میرے کو اپنے نور سے
شاہ سلیمان فقیر بے ریا کے واسطے

۴۸ فیض کے گنجوں سے کر اب گنج بخشی یہی مجھے
پیر نوشہ صاحب گنج عطا کے واسطے

۴۹ ہو زبان سچ یار میری قول اور سب کام میں
حضرت سچ یار صاحب پُر صفا کے واسطے

۵۰ حفظ ہو قرآن الٰہی خوش زبان و خوش بیان
پیر حافظ قائم برقنداز اولیا کے واسطے

۵۱ بندہ درگاہ عالی حضرت عبدالغفور
رشد راہ حقیقت انتہا کے واسطے

۵۲ صدر آرائے جنت الماوے سید صدر دین
کامل و اکمل مکمل بازکا کے واسطے

۵۳ دور کر سب غم کو مجھ سے بحبسنہ غم آل رسولؐ
دوآز دہ حضرت نور مرتضےؑ کے واسطے

۵۴ عارف و عابد رحیم و گمراں را راہنما
سید احمد شاہؒ ہادی پیشوا اپنے کے واسطے

۵۵ عالم علم لدنے واقف اسرار غیب
ہم حکیم حاذق دوست شفا کے واسطے

۵۶ یا الٰہی رنگ غفلت دل میرے سے دور کر
حضرت سید فقیر اللہ رح ضیا کے واسطے

۵۷ خاکبوس قادریہ ہے غلام دستگیر
ہوں روا حاجات شاہ انبیاء کے واسطے

۵۸ بارگاہ میں تیرے یا رب آ کھڑا سید حسین
بخشدے اس کے گناہ سب اولیا کے واسطے